

خواتین کے لیے صاف و شگفتہ انٹرنیٹ لائبریری

آنچل

# آنچل

[www.aanchalnovel.com](http://www.aanchalnovel.com)

قیمت = 60 روپے

شمارہ اگست 2012

رجسٹریشن نمبر - ایس ایس 4

زیب النساء  
شائق احمد قریشی  
قیصر اکبر  
سعیدہ شاکر  
طاہرہ احمد قریشی  
جمیلہ بیگم  
روشنی اختر

بانی سرور  
سہیل علی  
سرور  
ناہیدہ سرور  
سہیل قریشی  
سہیل انور

جلد 38  
شمارہ 05  
اگست 2016

اشتہارات اور دیگر معلومات  
0300-8264242

# آنچل

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی  
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز  
رکن چیئرمین آف کامرس

[aanchalpk.com](http://aanchalpk.com)  
[aanchalnovel.com](http://aanchalnovel.com)  
[www.aanchalpk.com/blog](http://www.aanchalpk.com/blog)  
[onlinemagazinepk.com/recipes](http://onlinemagazinepk.com/recipes)  
[info@aanchal.com.pk](mailto:info@aanchal.com.pk)  
[/women.magazine](https://www.facebook.com/women.magazine)  
[/pkwomenmagazine](https://www.facebook.com/pkwomenmagazine)

Aanchal.  
WWW.PAKSOCIETY.COM



کچھ نیا بناتے ہیں  
بیک پارلر کا ہے یہ کمال ---



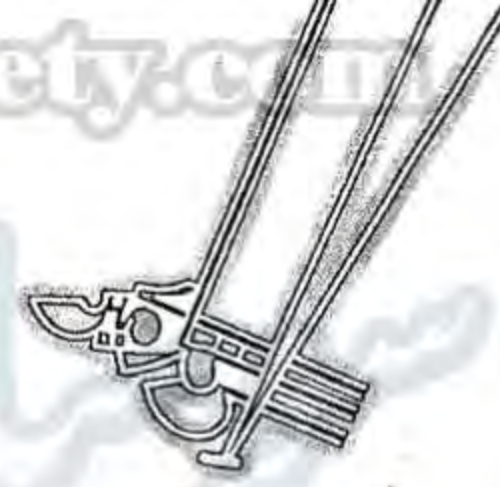


سرورق: عشاء نور ..... آرائش: روز بیونی پارلر ..... عکاسی: موسی رضا

### مستقل سلسلے

302	جویریہ سالک	طلعت نظامی	284	یادگار لمحے	ہومیوکارنر
306	شہلا عامر	میمونہ رفوان	286	آئینہ	بیاض دل
315	شائلہ کاشف	طلعت آغاز	288	ہم سے پوچھیے	ڈش مقابلہ
318	ہومیوڈاکٹر ہاشم مرزا	رویہن احمد	291	آپ کی صحت	بیونی گائیڈ
321	حنا احمد	ایمان وقار	293	گاگی باتیں	نیرنگ خیال
000	قائین	ہما احمد	297	کترینیں	دوست کا پیغام آئے

WWW.PAKSOCIETY.COM



### ناولٹ

183	عید کے نگانڈی پیا کے سنگ صائمہ قریشی
219	ذرا مسکرامیرے گمشدہ فخرہ گل
261	عید ہوئی زندگی نظیر فاطمہ

### افسانے

113	نہلے پہ وہلا	راشدہ رفعت
147	چاند رات	طلعت نظامی
153	خیانت	رضوانہ پرنس
199	تیرے سوا نہیں دیکھا	نرہت جبین ضیاء
209	دل بدل دے	عروسہ عالم
253	چاند، چند اور چاندی	سہا گل

### آرٹیکل

281	ایسا کہاں سے لائیں حراق قریشی
-----	-------------------------------

### ابتدائیہ

14	سرگوشیاں	مدیرہ
15	حمد	انتیاز علی
15	نعت	عبدالحماد
16	در جواب آل	مدیرہ

### دانش کدہ

21	السلام علیکم	مشتاق احمد قریشی
----	--------------	------------------

### ہمارا آنچل

25	صائمہ ملک / عفر مظفر	ملیحہ احمد
	صائمہ حجاب / نیلم	

### سروے

29	میٹھی عید کی میٹھی یادیں	سعیدہ نثار
----	--------------------------	------------

### سلسلہ وار ناول

119	مواگی محبت	راحت وفا
161	شب ہجر کی پہلی بارش	نازینول نازی

### مکمل ناول

49	تیرے ناگروی زندگی	عائشہ نور محمد
95	چراغ خانہ	رفعت سراج

خط و کتابت کا پتہ: "آنچل" پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون: 021-35620771/2  
ایس: 021-35620773 کے از مطبوعات نئے آف پبلسٹی کیشنز۔ ای میل: info@aanchal.com.pk

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر: جمیل حسن ابن حسن پرنٹنگ پریس۔ پتہ: 74400 کراچی۔  
ہاکی اسٹڈیم کراچی دفتر کراچی: 7 منسٹر یوٹیڈیم سب رز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ فون: 74400

جسے اُس کی نماز نے بخش اور برے کاموں سے نذر و کا اُس کی نماز ہی نہیں۔

(ابن ابی حاتم)

## سکھشیاں

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اگست ۲۰۱۶ء کا آچل کا حاضر مطالعہ ہے۔

امید ہے آپ کی عید ڈھیر ساری خوشیوں شادمانی کے ساتھ گزری ہوگی، بہنوں نے رمضان کی خیر و برکت سے خوب خوب اجر الہی سمیٹا ہوگا اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے اور ہر قدم کامیابی و کامرانی نصیب فرمائے۔ آمین

وطن عزیز کا موسم آج کل بڑا سہانا ہے کراچی میں تو بارش کی پیش گوئی ہوتی ضرور ہے اور بادل آتے بھی ہیں چھاتے بھی ہیں لیکن بغیر بار سے گزر بھی جاتے ہیں جبکہ دیگر تمام شہروں میں خوب گرج چمک کے ساتھ برس رہے ہیں۔ بارش اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے پیاسی زمین پیاسے لوگوں کی پیاس مٹانے کا قدرتی ذریعہ ہے اور رحمت الہی کا نزول بھی لیکن ہم اور ہمارے حکمران اور انتظامیہ اپنی نااہلی اور غفلت کے باعث اس رحمت کو زحمت میں بدل دیتے ہیں انتظامی اداروں کی آپس کی چپقلش اور اختیارات کی رسد کی کام کرنے دیتی ہے نہ کوئی کام ہوتا ہے۔ جب بارش ہوتی ہے تو نکاسی آب کے نالوں اور سیوریج لائنوں کے بجائے سڑکوں، گلی، کوچوں میں بہتا ہوا لوگوں کے گھروں میں داخل ہو کر زحمت بن جاتا ہے۔ یہ حکمرانوں اور ان کے ماتحت اداروں کی نااہلی ہے بد عنوانی کرپشن میں ملوث لوگ ملنے والے فنڈز کو درست استعمال کرنے کی جگہ غلط طریقے سے ہضم کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ کراچی شہر کا کوئی پرسان حال نہیں، بلدیاتی انتخابات ہونے کے باوجود بلدیاتی ادارے غیر فعال ہیں کیونکہ انتظامی اختیارات کا جھگڑا چل رہا ہے صوبائی حکومت اختیارات سنبھالنے کے لیے تیار نہیں اور ہی خود وہ کوئی بلدیاتی کام کر رہی ہے اور نہ ہی منتخب بلدیاتی ارکان کو کام کرنے دے رہی ہے مسئلہ کروڑوں کی رقم کوٹھکانے لگانے کا ہے اگر کراچی میں واقعی پیش گوئی کے مطابق بارش ہوگی تو وہ کسی قیامت صغریٰ سے کم نہیں ہوگی حکمرانوں سے گزارش ہے کہ وہ کسی بڑے حادثے کے رونما ہونے سے پہلے اس کا تدارک کر لیں تو بہتر ہے۔

ارے بھئی میں کہاں کی باتیں لے کر بیٹھتی ہوں ان تمام بہنوں کا شکریہ جنہوں نے عید کے موقع پر ہمیں یاد رکھا اور مبارک باد سے نوازا آپ سب کا تہ دل سے شکریا میں اب چلیں آپ کے عید مبارک کی جانب۔

بہنوں کے لیے خوش خبری اگلے ماہ سے بہن اقر صغیر احمد کا نیا سلسلہ وار ناول "تیری زلف کے سر ہونے تک" شامل اشاعت کیا جائے گا۔

﴿اس ماہ کے ستارے﴾

عائشہ نور محمد اپنے منفرد اسلوب اور دلکش پیرائے میں مکمل ناول کے سنگ حاضر ہیں۔

فاخرہ گل اپنے ناولٹ کے ہمراہ شریک محفل ہیں۔

"بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے" کی مکتبی تفسیر پیش کرتا عروسہ عالم کا موثر افسانہ۔

نیلے پد ہلا راشدہ رفعت پہلی بار اپنے افسانے کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔

خیانت کے مختلف پہلو اجاگر کرنا رضوانہ برنس کا موثر افسانہ۔

سپاس گل کی عید کے حوالے سے خصوصی تحریر۔

"وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ" طلعت نظامی کی بہترین کاوش۔

نزہت جمین اپنے افسانے کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔

انٹری پیا ایک بار پھر منفرد دلکش پیرائے میں صائمہ قریشی کے طریقہ انداز میں۔

عید کی خوشیوں کو دو بالاکرنی نظیر فاطمہ کی خوب صورت تحریر۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو

قیصر آرا

☆ تیرے نام کر دی زندگی

☆ ذرا مسکرائے گمشدہ

☆ دل بدل دے

☆ نیلے پد ہلا

☆ خیانت

☆ چاند، چند اور چاندنی

☆ چاندرات

☆ تیرے سوا نہیں دیکھا

☆ عید کے رنگ انٹری پیا کے سنگ

☆ عید ہوگی زندگی

## سکھشیاں

میری امید سے بڑھ کر جو کرم رکھا ہے

میرے مالک نے سدا میرا بھرم رکھا ہے

کیوں نہ اس ذات کی جی بھر کے تلاوت کر لوں

جس نے مجھ خاک کے سینے میں بھی دم رکھا ہے

تیرا بندہ ہوں مری زیت کا مالک تو ہے

اپنی مرضی سے کہاں کوئی قدم رکھا ہے

میرے اللہ ترا شکر ادا کرتا ہوں

حوصلہ دے کے مرے درد کو کم رکھا ہے

کبھی بارش تو کبھی برف کی صورت گوہر

اس نے جلتے ہوئے صحراؤں کو نم رکھا ہے

انتیاز علی گوہر

## نعتیں

حقیقت میں وہ لطفِ زندگی پایا نہیں کرتے

جو یادِ مصطفیٰ ﷺ سے دل کو بہلایا نہیں کرتے

زباں پر شکوہ رنج و الم لایا نہیں کرتے

نبی کے نام لیوا غم سے گھبرایا نہیں کرتے

یہ دربارِ محمد ﷺ ہے یہاں ملتا ہے بے مانگے

یہاں سے ہاتھ خالی غیر بھی جایا نہیں کرتے

ارے اونا سمجھ قربان ہو جان کے قدموں پر

یہ لمحے زندگی میں بار بار آیا نہیں کرتے

محمد مصطفیٰ ﷺ کے باغ کے سب پھول ایسے ہیں

جو بن پانی کے تر رہتے ہیں مرجھایا نہیں کرتے

حضرت مولانا عبدالحمید بدایونی

WWW.PAKSOCIETY.COM

## دروازے

### مدیر

**سمیرا شریف طور..... گوجرانوالہ**  
ڈیر سمیرا! سدا سہاگن رہو یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ انتظار کی طویل گھڑیاں ختم ہوئیں اور آپ کا ناول یہ چاہتیں یہ شدتیں 16 جولائی کو آن اتر ہونے جا رہا ہے۔ اس کامیابی پر ڈھیروں مبارکباد امید ہے ڈرامائی صورت میں بھی اسے اتنی ہی پذیرائی حاصل ہوگی جتنی آپ ناول میں اشاعت کے دوران اس ناول نے کامیابی حاصل کی۔ آپ کے شائقین اور دیگر گھنٹیں یہ سیریل ہر ہفتے اور اتوار کی شب 9 بجے جیو ٹی وی پر دیکھ پائیں گے۔ ہماری جانب سے ڈھیروں نیک تمنائیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کو شہرت و عروج کی بہت سی منازل عطا فرمائے آمین۔

**تحریم اکرم چوہدری..... ملتان**  
عزیزی تحریم! شادو باد رہو حجاب میں آپ کے نام کی یہ غلطی کچھ آپ کی لکھائی اور کچھ طباعت کی بنا پر سرزد ہوئی بہر حال آپ نے اپنی لکھائی کو بنیاد بنا کر اتنا عرصہ قلم سے رابطہ استوار نہ کیا جان کر اچھا نہیں لگا۔ نگارشات سے آپ کی پختہ سوچ و وسیع مطالعہ اور گہرے مشاہدے کا ادراک ہوتا ہے ایسے میں صرف پنڈرائٹنگ کی خامی کو بنیاد بنا کر اپنی صلاحیتوں کو جلانہ بخشنا بہت غلط ہے۔ آپ کو کوشش سے اپنی لکھائی کو بہتر بنا سکتی ہیں لیکن قلم سے رابطہ برقرار رکھیں اور آپ ناول و حجاب سے رشتہ استوار رکھیں۔

**ایس چلبلی..... نور پور ثمن**  
ڈیر چلبلی! جیتی رہو آپ کا کہنا بجا ہے کہ ان کہانیوں کے ذریعے اگر آپ کو تفریح حاصل ہوتی ہے ذہنی آسودگی و سکون فراہم ہونے کے ساتھ آپ اپنے دکھ بھول جاتی ہیں۔ تاہم ہماری کوشش بھی یہی ہوتی ہے کہ ہر ماہ ایسی تحریریں جو گفتگو و مزاح کا عنصر لیے ہوں شامل ضرور کی جائیں تاکہ بہنوں کو مسکرائے اور اپنے غم غلط کرنے کا موقع فراہم کیا جاسکے۔ دوست کا پیغام میں ہر ماہ بے شمار

پیغامات موصول ہوتے ہیں یہی کوشش ہوتی ہے کہ پہلے آنے والوں کو پہلے شامل کر لیا جائے اور بعد ازاں کوا سدا سدا ماہ لگا دیا جائے اس لیے دیر سویر ہو جاتی ہے۔

**ام کلثوم..... منڈی بھائو الدین**  
عزیزی کلثوم! سدا آباد رہو آپ کی سالگرہ کے موقع پر ہم نے تو آپ کو خوب صورت تحفہ ارسال کر دیا تھا مگر آپ کے لیے یہی کہیں گے ہائے یہ بے خبری..... بہر حال دیر سے سبھی آپ کی نگاہوں کا مرکز تو بنا۔ تعارف کے شائع ہونے پر شکر یہ کی ضرورت نہیں امید ہے اب امتحانات سے فارغ ہو کر رزلٹ آنے کی منتظر ہوں گی۔ ہماری دعا ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کو دین و دنیا کے تمام امتحانات میں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے آپ کا خط شامل کر لیا ہے اب بے خبر مت رہیے گا۔

**اقراء مسرت اقو..... تلہ گنگ**  
عزیزی اقراء! خوش رہو پہلی بار بزم آپ ناول میں آپ کی شرکت بہت اچھی لگی آپ نے ایک طویل عرصے کی خاموشی کو توڑ کر آپ ناول سے قلمی رابطہ بحال کیا جان کر خوشی ہوئی۔ بے شک آپ ناول آپ بہنوں کا ہی ہے جو آپ کی نگاشات کے بغیر ادھورا اور ناممکن۔ رسالے کی پسندیدگی کا شکر یہ۔ ہماری آپ سے دوستی سچی البتہ افسانہ پڑھنے کے بعد ہی اس کے متعلق اپنی رائے سے آپ کا گاہ کر پائیں گے۔

**دابعہ افتخار شیخ..... جھلم**  
ڈیر رابعہ! سدا مسکراؤ بے شک آپ کا نام تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ نے اپنی گھریلو مصروفیات میں سے وقت نکال کر چند لمحات آپ ناول و حجاب کے نام کیے بے حد خوشی ہوئی۔ حجاب بھی آپ کے نام کو خود میں سمونے اور جھگڑانے کے لیے بے تاب ہے۔ حجاب کی جانب آپ کی اس پیش رفت پر خوش آمدید آپ اپنی دیگر تجاویز بھی آپ ناول و حجاب کے لیے ارسال کر سکتی ہیں۔ آپ کی تحریر منتخب ہوگی ہے۔

**عنزہ یونس..... حافظ آباد**  
ڈیر عنزہ! جیتی رہو چند ماہ کی غیر حاضری کے بعد آپ کی شمولیت ایک بار پھر بہت بھلی لگی۔ آپ کہانیوں کے لیے بڑے لفافے کا استعمال کریں وہ بھی آپ کو ڈاک خانے یا عام دکان سے مل جائیں گے۔ آپ ناول کی پسندیدگی کا شکر یہ بے شک آپ کے یہ تعریفی کلمات ہماری محنت و

مقصد کے حصول میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ امید ہے آئندہ بھی آپ کا قلمی رابطہ برقرار رہے گا۔ عشنا کوثر تک آپ کے درخواست ان سطور کے ذریعے پہنچا رہے ہیں کہ جلد آپ ناول میں شمولیت اختیار کریں۔

**سیدہ فائزہ شاہ..... نامعلوم**  
ڈیر فائزہ! شاد رہو پہلی بار بزم آپ ناول میں شرکت پر خوش آمدید۔ آپ کے اندر لکھنے کی صلاحیت موجود ہے اور آپ لکھنا چاہتی ہیں ضرور لکھیں ہم آپ کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی کے لیے پیش پیش ہیں۔ آپ نے شاعری کی صورت اپنے جذبات و خیالات کا اظہار کیا۔ جان کر خوشی ہوئی۔ متعلقہ شعبے میں آپ کی شاعری ارسال کر دی ہے اگر مصلحتاً ہی ہوتی تو جلد اس سلسلے میں آپ کا نام شامل ہو جائے گا۔ آپ دیگر سلسلوں میں شرکت کے لیے ہر صفحے پر سلسلے کا نام اور اپنا نام و پتہ ضرور لکھیں اور ہر سلسلہ کے لیے ایک صفحہ کا استعمال کریں۔

**نسیم نسیم..... گلشن اقبال، کراچی**  
عزیزی نسیم! سدا شاد رہو عید سعید کی مبارکباد پیش کرتے آپ نے جو خوب صورت کارڈ کا تحفہ عنایت فرمایا بے حد مشکور ہیں۔ بے شک اس خوب صورت کارڈ سے آپ ناول اور ہم سے آپ کی والہانہ محبت کا بخوبی اظہار ہو رہا ہے شب و روز کی ان مصروف گھڑیوں سے وقت نکال کر آپ نے ہمارے نام کیا بے حد اچھا لگا دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

**مہناز یوسف..... اورنگی ٹائون، کراچی**  
عزیزی مہناز! سدا مسکراؤ! افسانے کی اشاعت کے بعد یقیناً دل بے قرار ہو کر آ رہی گیا ہوگا بہر حال شکر یہ کی ضرورت نہیں۔ یہ آپ کی محنت اور ہماری جانب سے حوصلہ افزائی کا چھوٹا سا نذرانہ ہے۔ مصروفیات سے فراغت پاتے ہی اب جلد آپ اپنا افسانہ ارسال کر دیں۔ آپ ناول میں لگانے کا یقین تو نہیں کہہ سکتے ہاں البتہ منجائش ہوئی تو ضرور شامل کر لیں گے۔

**مسکان احزام..... ای میل**  
ڈیر مسکان! جیتی رہو 'رسم جمیز' کے عنوان سے آپ کی مختصر تحریریں موصول ہوئی آپ نے اصلاحی موضوع پر

نہایت عمدگی سے قلم اٹھایا۔ انداز تحریر میں بھی پختگی کی جھلک دکھائی دی لیکن کہانی کا اختتام بہت منفی رجحان کا حامل رہا۔ بے شک یہ انجام ہمارے معاشرے کا تلخ المیہ ہے لیکن آپ اتنا دردناک انجام اس قدر سفاکی سے مت پیش کریں کہ کہانی کو مثبت موڑ دے کر اختتام کی طرف لائیں تاکہ پڑھنے والے ہر ذہن پر مثبت پہلو اجاگر ہو اور دوسروں کی اصلاح بھی ہو سکے۔ امید ہے اس ناکامی کو کامیابی کا زینہ بنا لیں گے۔

**سید نیلم شاہ..... رحیم یار خان**  
عزیزی نیلم! سدا مسکراؤ! آپ کی تحریریں موصول ہوئیں جنہیں پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ مزید محنت کے بعد اور موضوع کے چناؤ میں احتیاط سے کام لیتے بہتر لکھ سکتی ہیں اسی بناء پر 'عیدی آئے گی' آپ کی یہ تحریر موضوع کی انفرادیت کے سبب جگہ بنانے میں کامیاب ٹھہری لیکن ابھی اصلاح کے عمل سے گزرتے اور کانٹ چھانٹ کے بعد ہی لگ جائے گی اس لیے آپ آئندہ احتیاط کا دامن تھام کر لکھیں، تھوڑا اور مختصر لیکن بہتر اور عمدہ لکھیں۔

**نیلم امان..... ساھیوال**  
پیاری نیلم! شادو باد رہو آپ نے ہمارے کہنے پر دو سال کا عرصہ محنت کرتے اور بہت سے بہترین کی تک و دو میں گزارا جان کر بے حد خوشی ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ آج آپ کی تحریر میں پختگی کا عنصر نمایاں طور پر نظر بھی آ رہا ہے۔ اسی بناء پر آپ کی یہ تحریر 'مان کی کرچیاں' قبولیت کا درجہ حاصل کرنے میں کامیاب ٹھہری۔ امتحان میں کامیابی اور جاب کی ڈھیروں مبارکباد اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کو دین و دنیا کے ہر میدان میں کامیاب و کامران کرے۔

**یاسمین شاہ اختر..... لاہور**  
ڈیر یاسمین! مانند یاسمین مہکتی رہو شکوہ و شکایات سے بھرپور خط موصول ہوا آپ کا کہنا بجا ہے انتظار کی کلفت بہت مشکل امر ہے لیکن اب ہم اس کو الفت میں بدل دیتے ہیں کیونکہ آپ کی تحریر منتخب ہوئی ہے ان شاء اللہ جلد لگانے کی کوشش کریں گے آپ نے سردے کے جوابات اپنی بدگمانی کی نذر کر دیئے ورنہ ضرور شائع ہو جاتے دیر سویر تو ہوتی رہتی ہے لیکن کسی کو نظر انداز نہیں کیا۔ امید ہے خطی کے تمام بادل چھٹ جائیں گے اور مزاج گرامی کھلتے

WWW.PAKSOCIETY.COM

**شانزہ اسلم آرائیں..... ملتان**  
ڈیر شانزہ! سدا مسکراؤ "سجدہ شکر" کے عنوان سے آپ کی تحریر موصول ہوئی جسے پڑھ کر اندازہ ہوا کہ اگرچہ آپ کا موضوع اصلاحی اور مثبت پیغام کا حامل ہے لیکن انداز تحریر میں پختگی کا عنصر مفقود ہے اس لیے اپنے مطالعہ کو وسیع اور دیگر رائٹرز کی تحریروں کا بغور مطالعہ کریں اس سے لکھنے میں مدد ملے گی اور انداز تحریر میں بہتری آئے گی۔

**حمدہ چوہدری..... ضلع گجرات**  
ڈیر حمدہ! سدا آباد رہو! علم کے ساتھ آپ کے دیرینہ تعلق کے متعلق جان کر اچھا لگا۔ گرمیوں کی طویل دوپہروں میں آرام کو پس پشت ڈال کر آپ اپنے شوق کی تکمیل میں کوشاں رہیں قابل تحسین ہے۔ اپنے جذبات و احساسات کو قائم بند کر کے شاعری کی صورت اظہار بے شک کتھار س کے لیے ایک عمدہ ذریعہ ہے اگر آپ کی تحریر رو ہوئی تو ضرور ابھی مزید بہتری کی گنجائش ہوگی اس لیے مایوس ہونے کے بجائے دیگر سلسلوں میں شرکت کر سکتی ہیں جب تحریر میں پختگی آجائے گی تو ان شاء اللہ شامل کر لیں گے۔

**عظمیٰ حبیب..... لاندھی، کراچی**  
ڈیر عظمیٰ! جگ جگ جیو! آپ نے اپنے خط میں جس دلکشی اور عمدہ پیرائے میں اپنی حقیقی ناراضگی ہماری بے نیازی اور اپنی مستقل مزاجی کا مضمون باندھا۔ پڑھ کر بے حد لطف اندوز ہوئے۔ بھئی ہم ظالم محبوبہ کا رول کیونکر ادا کر سکتے ہیں۔ دل کے ارمان آنسوؤں میں ہرگز مت بہائیں اس قدر آہ و فغاں و گریہ زاری ضرور سامنے والے تو ڈر گئے ہوں گے آپ کی آنکھوں سے بہتے اس سیلاب کو دیکھ کر۔ بہر حال اب مزید حشر بر پامت کیجیے گا آپ کی شاعری متعلقہ شعبے میں ارسال کر دی گئی ہے اگر معیاری ہوئی اور اصلاح کی گنجائش ہوئی تو ضرور لگ جائے گی۔ بقول آپ کے کہ آپ عاشق صادق ہیں امید کی راہ نہ چھوڑیں تو جناب تھوڑا انتظار کا دامن تھام لیں اور تمام گلے شکوے دور کر لیں۔

**فضیلت اقبال..... جزانوالہ**  
ڈیر فضیلت! سدا مسکراؤ! آپ کے خط سے یہ جان کر

بے حد خوشی ہوئی کہ آپ نے آپ کی زندگی میں ایک مثبت تبدیلی پیدا کی آپ نے ان کہانیوں کے ذریعے اپنی ٹینشن اور ڈپریشن کو دور کیا بے حد خوش آئند ہے۔ بے شک ہمارا پرچوں کو مرتب کرنے کا مقصد آپ کی اصلاح اور ذہنی طمانیت اور آسودگی ہی ہے۔ آپ کی تحریر قبولیت کا درجہ حاصل کرنے میں ناکام رہی۔ مزید محنت کے ساتھ کوشش جاری رکھیں۔

**فانیہ مسکان..... گوجر خان**  
ڈیر فانیہ! آباد رہو! آپ امتحانات سے فراغت پاتے ہی آپچل کے زیر سایہ آئیں جان کر خوشی ہوئی اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کو دین و دنیا کے تمام امتحانات میں کامیاب کرے۔ عشنا تک آپ کی تعریف و فرمائش ان سطور کے ذریعے پہنچ جائے گی دعاؤں کے لیے جزاک اللہ!

**بی بی اسماء..... راولپنڈی**  
پیاری اسماء! شاد رہو! خط کے ذریعے آپ سے نصف ملاقات پر بالمشافہ ملاقات کا گمان ہوا آپ نے جس طرح حالات و واقعات کی منظر کشی کی بے حد خوب صورت ہے۔ آغاز سحر کے فسوں خیز لمحات کا ہمیں بھی بخوبی احساس دلایا۔ غیر حاضری کی وجہ جان کر یہی کہیں گے کہ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کی والدہ کو صحت کا یلہ و عاجلہ عطا فرمائے اور ان کا مشفق سایہ تادیر آپ پر سایہ نکلن رہے آمین۔ آپ دیگر کتابوں اور ادبی پاروں کی معلومات ارسال کر دیں اور اگر حوالہ بھی دیں تو بہت ہی اچھا ہے۔ خط اس لیے واپس پہنچا ہوگا کہ آپ نے ایڈریس غلط لکھا ہوگا حرا قریبی آپچل اور حجاب دونوں ہی پرچوں میں اپنے نام کی شمع روشن کر رہی ہیں امید ہے آپ استفادہ کریں گی۔

**منیبہ نواز..... صبور شریف**  
ڈیر منیبہ! جگ جگ جیو! دو سال کی طویل غیر حاضری کے بعد ایک بار پھر ہماری محبت کی کشش نے آپ کو اپنا اسیر کر لیا جان کر خوشی ہوئی اندازہ بالکل درست ہے آج عید کو گزرے بھی آٹھ دن ہو چکے ہیں۔ امید ہے عید اچھی گزری ہوگی والہانہ انداز اور پذیرائی کا بے حد شکریہ بے شک آپ کے یہ چند تعریفی کلمات ہمارے لیے نہایت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں اور ہمیں بہتر سے بہترین کے سفر کی جانب گامزن رکھتے ہیں۔ اپنا افسانہ ارسال کر دیں

کسی بھی سماجی و معاشرتی موضوع کو مختص کر کے اختصار سے کام لیں اور دس سے پارہ صفحات پر مشتمل اپنی تحریر ارسال کر دیں امید ہے اب قلمی تعاون حاصل رہے گا۔

**سمیرا محمد رفیق خان..... نامعلوم**

عزیزی سمیرا! سدا مسکراؤ! امید ہے اپنا نام دیکھ کر آپ کی دیرینہ خواہش پوری ہو جائے گی۔ محبت اور دوستی کے رشتے میں ہمارا تعلق آپ سے استوار ہے کچھ بھی نام دے دیجیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دعا گو ہیں کہ اللہ سبحان و تعالیٰ دین و دنیا کے تمام امتحانات میں کامیابی عطا فرمائے آمین۔ نازیہ سمیرا اور ام مریم تک تعریف ان سطور کے ذریعے پہنچ جائے گی۔ آپ اپنی کوشش جاری رکھیں ان شاء اللہ مزید بہتر لکھنے میں مدد ملے گی۔

**ماریہ طفیل پارس..... چکوال**  
ڈیر ماریہ! جیتی رہو! آپ کی تحریر "کچھ یادیں" پڑھ ڈالی لیکن کچھ خاص تاثر قائم کرنے میں ناکام ٹھہری۔ اس تحریر میں وہ پختگی اور روانی نظر نہیں آئی جو پہلی تحریر میں موجود تھی لہذا اس کے لیے معذرت خواہ ہیں امید ہے مزید محنت کے ساتھ کوشش جاری رکھیں گی۔

**چندا چوہدری..... ڈپو گیت**  
پیاری چندا! شاد و آباد رہو! مفصل خط سے آپ کے والد کی رحلت کے متعلق جان کر بے حد افسوس ہوا۔ جہاں ہر طرف عید کے رنگ مہندی کی خوشبو اور چوڑیوں کی کھنک گونجتی تھی وہاں اس حسین موقع پر موت کا جامد اور گہرا اسانا بے شک ایک کڑا مرحلہ ہوگا۔ بے شک یہ آزمائش کی گھڑیاں ہیں ایسے میں رو رو کر خود کو ہلکان مت کریں بلکہ اپنے والد کی مغفرت اور اپنے اور اہل خانہ کے لیے صبر و استقامت کی دعا مانگیں بے شک اللہ سبحان و تعالیٰ کی پاک ذات ہی آلام و مصائب کے طوفان اور منجد ہار میں پھنسی زندگیوں میں امید کی کرن پیدا کرتا ہے اور اپنے بندوں کو اطمینان قلب سے نوازتا ہے۔ اس قدر آہ و زاری اور گریہ سے انہیں تکلیف پہنچے گی بے شک موت ایک اٹل حقیقت ہے جس سے فرار ممکن نہیں۔ اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کے والد کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور دیگر

اہل خانہ کو صبر و استقامت نصیب فرمائے آمین۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی منتیں ہیں۔

**حمیدہ بی بی..... نو شہرہ**  
عزیزی حمیدہ! سدا شاد رہو۔ "بھینا کا جوڑا" کے عنوان سے آپ کی تحریر موصول ہوئی۔ نہایت اختصار سے کام لیتے چند صفحات میں جس معاشرتی برائی کی نشاندہی کی خوب ہے لیکن چونکہ ابھی اس راہ کی نئی مسافر ہیں لہذا انداز تحریر میں پختگی نہیں۔ یہ تحریر کچھ کانتھ چھانٹ کے بعد لگانے کی کوشش کریں گے لیکن طنز و مزاح سے بھرپور انداز میں مزید بہتری کے لیے آپ محنت اور کوشش جاری رکھیں دیگر رائٹرز کی تحریروں کا بغور مطالعہ کریں اس کامیابی پر مبارک باد۔

**حمیرا قریشی..... حیدرآباد، سندھ**  
ڈیر حمیرا! سدا مسکرائی رہو! پیاری بہنا آپ کی تحریر کہیں لاپتا نہیں بلکہ ہمارے پاس محفوظ ہے اور کمپوزنگ کے مراحل سے گزر چکی ہے ان شاء اللہ جلد شامل کر لیں گے۔ امید ہے کہانی کے متعلق ٹینشن دور ہو جائے گی۔ نظمیں و غزلیں متعلقہ شعبہ میں فراہم کر دی جاتی ہیں معیاری ہوئی تو ضرور شامل ہو جائیں گی۔

**سیماب چوہدری..... ساہیوال**  
ڈیر سیماب! جیتی رہو! آپ اپنی تمام نگارشات ایک ہی لفافے میں رکھ کر ارسال کر دیں لیکن ہر سلسلے کے لیے علیحدہ صفحہ کا استعمال کریں اور اس سلسلے کا نام بمعہ نام و شہر کے نام کے ساتھ ضرور لکھیں تاکہ متعلقہ شعبہ تک فراہم کیا جاسکے۔ پانچ تاریخ تک اپنی ڈاک ارسال کر دیں۔

**اقراء ماریہ..... برنالہ**  
ڈیر سسرز! سدا مسکراؤ! خط میں شکوہ کے ساتھ ہی جواب شکوہ بھی پیش کر دیا۔ کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟ کہنا بجا ہے صفحات کی کمیالی کی بناء پر ڈاک کی کثیر تعداد کی بناء پر سب بہنوں کو شامل کرنا ہمارے لیے ممکن نہیں رہتا لہذا ان حالات میں بہنوں کو شکایت ہوتی ہے پھر بھی کوشش یہی ہوتی ہے کہ سب کو شامل محفل کیا جائے امید ہے تشفی ہو پائے گی۔

**دانی اسلام..... گوجرانوالہ**  
عزیزی دانی! مسکرائی رہو! آپ کے خط سے حقیقی کا

WWW.PAKSOCIETY.COM

السلام کده

مشتاق احمد قریشی

(۱) جب انسان رحم مادر سے باہر آتا ہے یعنی پیدائش کا وقت۔

(۲) جب انسان کو موت کا شکنجہ اپنی گرفت میں لیتا ہے۔ دم آخر سمرات کی کیفیت۔

(۳) اور جب انسان کو روز آخرت قبر سے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا تو وہ خود کو میدان حشر کی ہولناکیوں میں گھرا ہوا پائے گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جو بڑا ہی رحیم و کریم اور مغفرت کرنے والا مہربان ہے وہ اپنے بندوں کی بھلائی بہتری و فلاح کے لئے انہیں آگاہ فرما رہا ہے کہ وہ ان تینوں حالتوں میں خود کو ان کیفیات کی سختیوں سے کیسے محفوظ رکھ کر انعام الہی اور سلامتی کا حق دار ٹھہر سکتا ہے۔ انسان کی پیدائش، وفات اور حشر کے دن اس کے لئے بڑی خصوصیت و اہمیت کے حامل ہیں ان میں سے ہر دن ہر مرحلہ زندگی کے لئے ایک نئے اور نامعلوم دور کا یوم آغاز ہے اور ان ایام میں انسان کی بے بسی اور بے کسی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہوتی ہے۔ ویسے تو انسان کو ہر آن ہر لمحہ رحمت الہی کی ضرورت ہوتی ہے لیکن ان تین مشکل اور نازک ترین مراحل میں جس شدت سے انسان اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت شفقت و عنایات کا محتاج ہوتا ہے اس کا اندازہ بہ خوبی ہر کوئی کر سکتا ہے۔ یہ تینوں دن یا تینوں مراحل انسان کے لئے انتہائی اندیشہ ناک، تشویش ناک ہوتے ہیں انسان ان میں وہ کچھ دیکھتا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا ہوتا اس لئے ان تینوں موقعوں پر اسے نہایت وحشت ہوتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنے نبی حضرت یحییٰ علیہ السلام پر اپنے اکرام و عنایات کا ذکر فرمایا ہے انہیں ان تینوں موقعوں پر امن و سلامتی عطا کی گئی۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ اپنے ہر نیک و صالح، اطاعت گزار بندے کو یہ خبر دے رہا ہے قرآن حکیم وہ کتاب الہی ہے جس کا ہر لفظ ہر آیت رہتی دنیا تک کے لئے ہے اسے کسی مخصوص زمانے یا حالات پر منطبق نہیں کیا جاسکتا اگر کوئی آیت کسی مخصوص حالت و وقت کا اظہار کر رہی ہو تو وہ تمام عالم انسانیت کے لئے ویسے ہی حکم کے درجے میں آئے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے قرآن حکیم میں سچایا ہے۔ اس آیت مبارکہ پر فکر کرنے سے پہلے ہمیں اسے سمجھنے کے لئے اس سے پہلی آیت کے بارے میں بھی علم حاصل کرنا پڑے گا۔ آیت مبارکہ قرآن حکیم حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں تینوں حالتوں میں سلامتی کی خبر دے رہا ہے حضرت یحییٰ کی پیدائش بھی ایک معجزہ ہے اللہ کی قدرت کا مظہر بھی ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا ایسی حالت میں قبول فرمائی جب وہ بوڑھے اور ضعیف ہو چکے تھے اور ان کی اہلیہ محترمہ بانجھ تھیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کے ذریعے انہیں بیٹے کی بشارت سنادی جسے سن کر انہیں انتہائی حیرت ہوئی فرشتے نے انہیں یہ بھی کہا کہ ہونے والے بیٹے کا نام حکم الہی سے یحییٰ رکھنا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو فرشتے کی اس خوش خبری پر یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔ تعجب سے انہوں نے کہا کہ میں بوڑھا ہوں میری بیوی بانجھ ہے۔ فرشتے نے کہا ظاہری اسباب سے مشکل ہو سکتی ہے لیکن اللہ کے لئے سب آسان ہے۔ چنانچہ بشارت الہی کے مطابق حضرت یحییٰ علیہ السلام کی

خوب صورتی کو جس انداز میں آپ نے سمویا اور قلمبند کیا ہے یہ خوب صورت ادا ہے حد خوب صورتی سے ہمارے دل میں جگہ بنا گئی۔ آپ کی تحریر ”ماں اور مہمان“ قبولیت کا درجہ حاصل کرنے میں کامیاب ٹھہری۔ جلد حجاب کی زینت بن جائے گی دیگر موضوعات پر بھی قلم اٹھائیں اور آچل و حجاب میں جگمگائیں۔

ناقابل اشاعت:-

پس آئینہ اب نہ مجھے چاہیے کوئی، محبت فریب نظر یہ معاملہ کوئی اور ہے سجدہ شکر اور سچی اڑان اے عشق ہمیں برباد نہ کر سہرت انسا نیکلو پیڈیا تکمیل محبت، بکھرے رستے رشتے قربانی مانگتے ہیں بے بسی بلا عنوان آج گینے حسین پناہ گاہ درآگئی غریب کی تڑپ، محبت دھول ہے ڈپریشن محبت پھر محبت ہے فاصلوں کی ریت خوشی لگائی عمر لگایاں سچاں تجھے پاک کھو بیٹھے روشنی کا سفر، محبت بھولی چاند رات، عید کا چاند گھڑیاں لمن کی پکار تیری چاہت کا سفر۔



مصنفین سے گزارش  
☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔  
☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔  
☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔  
☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابل اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کر دیا ہے۔  
☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔  
☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔  
☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتہ پر جسٹ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجئے۔ 7، فرید چیمبر ز عبد اللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

اندازہ ہو گیا ہے پیاری بہنا بعض اوقات ڈاک تاخیر سے موصول ہوتی ہے اسی لیے شرکت سے محروم رہ جاتی ہے ایسے میں ہماری کوشش یہی ہوتی ہے کہ ایسی نگارشات آئندہ ماہ ضرور شامل کر لی جائیں۔ بہر حال اب خط کا جواب حاضر ہے لہذا اس ایک طرفہ ناراضگی کو ختم کر دیں ایسے کاموں میں دیر سویر ہوتی رہتی ہے مایوس مت ہوں آئندہ آپ کو شامل محفل کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔

صندل عبد القیوم..... دھروڑ ہند کے عزیز صندل! آباد رہو آچل سے متعلق آپ کے والہانہ جذبات و پسندیدگی جان کر بے حد خوشی ہوئی۔ تمام رائٹرز تک آپ کی تعریف ان سطور کے ذریعے پہنچ جائے گی چھوٹی بہن نے قرآن پاک کے ترجمہ کی تکمیل کی ہے بے شک قابل حسین امر ہے کہ اللہ اس مقدس کتاب کے ذریعے اپنے بندوں کا کیا حکم دے رہا ہے کن امور سے منع کر رہا ہے کن باتوں کی ترغیب دے رہا ہے بے شک یہ آگاہی ہر مومن کے لیے ضروری ہے۔ اللہ سبحان و تعالیٰ نے انہیں یہ موقع عطا کیا ہے حد خوشی ہوئی۔ قرآن مجید کی تعلیم اور اس پر عمل کرنے سے بڑھ کر دینا کی کوئی دوسری تعلیم نہیں۔ آپ کی بہنا کو ڈھیروں مبارک باد اللہ سبحان و تعالیٰ ہم سب کو قرآن مجید پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

نمرہ فرقان..... اسی میل

پیاری نمرہ! جگ جگ جیو پہلی بار بزم آچل میں شرکت اور تحریر دونوں پسند آئیں۔ ”سفید پوش“ کے عنوان سے لکھے اس افسانے میں آپ نے بخوبی حقوق العباد کے مضمون کو سمونے کی کوشش کی ہے تحریر ہمارے پاس محفوظ رہے گی اور چونکہ ماہ رمضان کے حوالے سے ہے لہذا آئندہ سال رمضان کے خصوصی نمبر میں آپ کی یہ کاوش شامل کر لی جائے گی۔ اس کامیابی پر مبارک باد قبول کیجیے اسی طرح کے دیگر موضوعات پر افسانہ ارسال کر دیں جلد لگادیں گے اس طرح انتظار کی زحمت سے بھی بچ جائیں گی۔

عنبرین اختر..... لاہور

ڈیئر عنبرین! شاد رہو خوب صورت الفاظ میں حجاب کی

ولادت ہوئی جس سے انہیں سلامتی کی دعا دی گئی ہے اور ایسے تین اوقات میں سلامتی کی دعا دی گئی ہے جو انسان پر تینوں کے تینوں بھاری اور مشکل ہوتے ہیں۔ تقریباً یہی مضمون تھوڑے سے فرق کے ساتھ سورۃ المریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آیا ہے۔

ترجمہ: سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں۔ (مریم-۳۳)

تفسیر: اس آیت مبارکہ میں تقریباً وہی مضمون ہے جو اسی سورۃ کی آیت نمبر ۱۵ میں آیا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ وہاں حق تعالیٰ نے خود اپنی طرف سے کلام کیا اور یہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے وہی جملے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ادا کرائے۔ دراصل یہ وہ نشانی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات میں بنی اسرائیل کے سامنے پیش کی گئی۔ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو ان کی مسلسل بدکرداریوں پر عبرت ناک سزا دینے سے پہلے ان پر حجت تمام کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے یہ تدبیر فرمائی گئی کہ بنی ہارون کی ایک پاکیزہ زاہدہ و عابدہ لڑکی کو جو بیت المقدس میں معتکف تھی اور حضرت زکریا علیہ السلام کی زیر تربیت تھی کو دو شیزگی کی حالت میں حکم الہی سے حاملہ کر دیا تاکہ جب وہ اپنا بچہ لے کر قوم کے سامنے آئے تو پوری قوم میں بیجان برپا ہو جائے اور تمام لوگوں کی توجہ اس پر مرکوز ہو جائے۔ پھر جب اس تدبیر الہی سے ایک ہجوم نے جمع ہو کر حضرت مریم کو گھیر لیا اور بچے کے بارے میں طرح طرح سے سوال کرنے لگے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم سے خود نوزائیدہ بچے نے کلام شروع کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ساری گفتگو ماضی کے صیغوں میں کی جبکہ ان تمام باتوں کا تعلق مستقبل سے تھا ایسا اس لئے تھا کہ جب یہ بچہ بڑا ہو کر نبوت کے منصب پر فائز ہو تو قوم کے ہزاروں افراد شہادت دینے کے لئے موجود ہوں کہ وہ خود ایک معجزہ الہی ہے جسے وہ اس کے بچپن میں خود دیکھ چکے ہیں اگر پھر بھی قوم ان کی نبوت سے انکار کرے اور پیروی قبول نہ کرے تو پھر اس قوم کو ایسی عبرت ناک سزا دی جائے جو اس سے پہلے دنیا میں کسی قوم کو نہ دی گئی ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس آیت مبارکہ میں اعلان کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موت کا ایک دن مقرر کر دیا ہے مروں گا اور پھر اٹھایا جاؤں گا اللہ نے میرے لئے سلامتی امن اطمینان کا پورا پورا سامان کر دیا ہے ولادت کے وقت بھی موت کے وقت بھی اور مرنے کے بعد آخرت میں دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانے کے وقت بھی۔ یہ آیت مبارکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت اور دوبارہ اٹھائے جانے پر نص صریح ہے۔ اس میں کوئی تاویل نہیں کی جاسکتی اور نہ اس میں بحث ہی کی کوئی گنجائش ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا معجزہ الہی کوئی نیا عمل نہیں تھا اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر کسی نطفے بغیر کسی ذریعے کے صرف مٹی سے پیدا فرما دیا اور ان کا جوڑا جیسا کہ خود قرآن حکیم میں سورۃ النساء کی پہلی آیت میں فرمایا گیا ہے۔ (لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا) حضرت حوا علیہ السلام کو اللہ نے کیسے پیدا فرمایا یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ایسے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے بڑھاپے میں جب انہیں اولاد کی کوئی امید نہیں رہی تھی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام دو فرزند عطا کئے اور حضرت زکریا علیہ السلام کے یہاں بھی بڑھاپے اور باجھ پن کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ایک صالح بیٹا حضرت یحییٰ علیہ السلام عطا فرمایا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کرنا اللہ کے لئے کچھ مشکل نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تو قوم شہود کے

مطالبے پر پتھر کی چٹان سے اونٹنی پیدا فرما کر ظاہر کر دی جیسا کہ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۵۹ میں آیا ہے اور ایسے ہی کئی واقعات و معجزات الہی قرآن حکیم میں موجود ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بھی ان ہی معجزات الہی کے سلسلے کی ایک کڑی ہے تاکہ کفر و شرک کرنے والے عبرت پکڑیں اور راہ راست پر آجائیں۔ اللہ تعالیٰ خود اپنے بندوں کی بڑی ناز برداری فرماتا ہے وہ ہر ہر طریقے سے انہیں بھلائی و فلاح کی جانب آنے اور صراط مستقیم اپنانے کی ترغیب دیتا ہے کبھی نرمی اور شفقت سے تو کبھی عذاب و سزا اور اپنے قہر سے ڈرا کر۔ اس آیت مبارکہ میں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نومولودگی کے باوجود ان کی زبان سے اپنی والدہ محترمہ حضرت مریم کی پاکیزگی اور عفت کی گواہی دلا کر معجزہ در معجزہ کا ظہور فرمایا تاکہ بنی اسرائیل کے شقی القلب اور ظالم لوگوں کو اللہ کا خوف پیدا ہو اور وہ راہ راست کو اپنائیں اور اپنے کفر و شرک سے باز آجائیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے حضرت زکریا علیہ السلام انہیں راہ حق کی دعوت دیتے رہے تھے اور حضرت مریم علیہ السلام حضرت زکریا علیہ السلام کے ہی زیر تربیت تھیں۔

ترجمہ: کہا اچھا تم پر سلام ہو میں تو اپنے پروردگار سے تمہاری بخشش کی دعا کرتا رہوں گا وہ مجھ پر حد درجہ مہربان ہے۔ (مریم-۴۷)

تفسیر: آیت مبارکہ میں سلام تجیہ نہیں کہا جا رہا بلکہ یہ سلام ترک مخاطبت کے اظہار کے طور پر ہے حضرت ابراہیم نے یہ اس وقت کہا تھا جب انہیں مشرک کے لئے مغفرت کی دعا کرنے سے منع نہیں کیا گیا تھا جب انہیں منع کر دیا گیا تو دعا کا سلسلہ موقوف ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہایت ہی حلیم الطبع اور فرماں بردار شخص تھے۔ وہ اللہ کی مشیت پر راضی ہونے والے شخص تھے۔ آیت میں جو سلام ترک مخاطبت کیا وہ اپنے مشرک باپ سے تعلقات منقطع کرتے وقت کہے تھے۔ ان کی شخصیت کے خدوخال کا اندازہ ان کے الفاظ ان کے انداز کلام سے بخوبی کیا جاسکتا ہے والد کی جاہلیت کے مقابلے میں ان کے رویے سے بھی ان کی شخصیت واضح ہو رہی ہے ان کی شخصیت کے بارے میں سورۃ التوبہ کی آیت ۱۱۳ میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے "ابراہیم بڑا رقیق القلب و خدا ترس اور بردبار آدمی تھا۔" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لئے اس لئے بھی دعائے مغفرت کی کہ وہ رقیق القلب انسان تھے وہ اس خیال سے ڈر جاتے تھے کہ باپ اٹھتے تھے کہ کہیں میرا باپ جہنم کا ایندھن نہ بن جائے وہ ایسے حلیم الطبع تھے کہ باپ کے ظلم و ستم جو اس نے اسلام سے انہیں روکنے کے لئے ان پر ڈھائے اس کے باوجود ان کی زبان اس کے حق میں دعا ہی کے لئے کھلی۔ جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ سے ترک تعلق کا اعلان کرنے کے باوجود ان سے کہہ رہے ہیں کہ میں تمہاری بخشش کی دعا اپنے پروردگار سے کروں گا وہ مجھ پر حد درجہ مہربان ہے۔ ایسے میں انہوں نے سورہ الممتحنہ آیت ۴ میں اس طرح دعا فرمائی۔ "میں آپ کے لئے معافی ضرور چاہوں گا اور میرے اختیار میں کچھ نہیں ہے کہ آپ کو اللہ کی پکڑ سے بچاؤں۔" چنانچہ اسی وعدے کی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کے لئے دعا مانگتے رہے ایسے ہی سورۃ الشعرا کی آیت ۸۶ تا ۸۹ میں اس طرح دعا فرمائی۔ "اور میرے باپ کو معاف کر دئے بے شک وہ گمراہ لوگوں میں سے تھا اور اس دن مجھے رسوا نہ کر جبکہ سب انسان اٹھائے جائیں گے جبکہ نہ مال کسی کے کچھ کام آئے گا اور نہ اولاد نجات صرف وہ پائے گا جو اپنے اللہ کے حضور بغاوت سے پاک دل لے کر حاضر ہوگا۔" حالانکہ یہ دعا انتہائی محتاط لہجے اور انداز میں کی گئی تھی لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ کے حکم سے جب یہ احساس ہوا کہ میں جس شخص کے لئے دعا کر رہا ہوں وہ اللہ کا کھلم کھلا باغی ہے اور اس کے دین کا سخت دشمن تو پھر انہوں نے



# میرا آنچل

ملیحہ احمد

## صائمہ ملک

السلام علیکم! مجھے صائمہ ملک کہتے ہیں 6 فروری 1995ء کو (افطاری کے وقت تشریف آوری ہوئی) ہم تین بہنیں ہیں اور ایک بھائی اور گھر میں دو جنتیں یعنی دو امیاں ہیں اور پاپا اللہ انہیں سلامت رکھے دو جنتوں سے نوازا ہمیں اور پیاری توریج کے ہوں بھکر کی جو ہوں۔ رنگوں میں سیاہ سفید پنک بھی پسند ہے۔ کھانے میں سمو سے اور بریانی پسند ہے کریلے تو جان ہیں لباس میں کھلی شلوار چھوٹی قمیص پسند ہے اور ساتھ بڑا سا دوپٹہ۔ جیولری میں نازک سا بریسلٹ اور رنگ پسند ہیں کالج کی چوڑیاں بھی کاجل کے بغیر آنکھیں ادھوری لگتی ہیں۔ خود میں اپنی مسکراہٹ اپنی آنکھیں اور اپنے آنسو پسند ہیں۔ خوبیاں امی کہتی ہیں کمپرو مائز کرتی ہوں کیرنگ ہوں۔ پاپا کہتے ہیں برداشت بہت ہے اور پاورفل ہوں (آہم)۔ خامیاں لوگ کہتے ہیں ضدی ہوں انا پرست ہوں نخریلی ہوں زبان بہت چلتی ہے (منہ پھٹ) وغیرہ وغیرہ ارے گھر میں چھوٹی ہوں تو یہ تو حق ہے ناں۔ بارش اور چاند کچھ زیادہ اٹریکٹ نہیں کرتے، تتلیاں اور گلاب پسند ہے۔ گرمیوں کی صبح سردیوں کی رات پسند ہے غصہ کم آتا ہے اگر آئے تو پھر رونے لگ جاتی ہوں۔ خاموش ہو جاتی

ہوں میری چیز مجھ سے پوچھے بغیر کوئی اٹھائے تو آگ لگ جاتی ہے۔ بی ایس سی کا ایگزام دے کے فارغ ہوں روٹیاں پکانا سیکھ رہی ہوں کونگ بیسٹ کر لیتی ہوں۔ پلاننگ نہیں کرتی زندگی کا پتا نہیں ہے والدین میری طاقت ہیں۔ مسلمان ہونا میرا فخر ہے سینئر اسٹریز سب اچھا لکھ رہی ہیں ناول ”یارم“ بہت پسند آیا۔ ”قراقرم کا تاج محل“ ہاسٹل میں 4 گھنٹے میں پڑھا بہت زبردست۔ ایک بھانجی ہے عدن فاطمہ بس کیا بتاؤں کتنی پیاری ہے مجھے بہت بہت سویت ہے میری طرح شکل میں مجھ پر گئی ہے بس عقل میں بھی مجھ پر جائے آئین۔ 23 کو سالگرہ تھی اس کی خالہ کی طرف سے ڈھیر سارا پیار اور دعائیں۔ عمدہ شاعری جنون کی حد تک پسند ہے ہاسٹل میں مشہور تھا کہ مجھے شاعری بہت پسند ہے تہمینہ گل نے مجھے ام الشاعری کہا تھا (ہاہاہا) کوئی رو رہا ہو تو مجھے چپ کروانا بالکل نہیں آتا (ہاہاہا) تعارف لمبا ہو گیا او کے جی اللہ حافظ۔

## عشق و محبت

”ہائیں فیر کڑی (لڑکی) پیدا ہو گئی؟“ ارے ارے ٹھہریے آپ لوگ چونک گئے تاکہ ہمارا آنچل کا اشارت کیسے لیا اس لڑکی نے تو آپ کو بتائے دیتے ہیں کہ جب 29 اکتوبر 1995ء کو ضلع گجرات کے ایک چھوٹے سے گاؤں چھو کر خورد میں ایک ننھی پری (آہم) نے جنم لیا تو یہ فقرہ کسا گیا۔ کس نے کہا؟ کیوں کہا اس کو ایک سائیڈ پر رکھیں آغاز تو اچھا ہو گیا۔ اب آگے چلتے ہیں نام عقیقہ مظفر میری اماں نے رکھا ایک طویل ناموں کی لسٹ موجود تھی جس

ایک سچے مومن اور اللہ کے وفادار ہونے کے ناتے اللہ کے باغی کی ہمدردی سے اپنے آپ کو روک لیا۔ حالانکہ اللہ کا وہ باغی ان کا باپ تھا جس نے کبھی انہیں بڑے لاڈ پیار و محبت سے پرورش کیا تھا۔ اس طرح یہ بات بالکل واضح اور صاف ہو جاتی ہے کہ اللہ کے باغیوں کے ساتھ ایسے لوگوں کے ساتھ جو اللہ کا کھلم کھلا باغی ہو اس کے ساتھ ہمدردی و محبت رکھنا اس کے جرم کو قابل معافی سمجھنا بالکل غلط ہے۔ اگر ہم محض اس بنا پر کہ وہ اللہ کا باغی ہمارا رشتہ دار ہے اس کے لئے یہ چاہیں کہ اللہ اسے معاف کر دے تو اس سے یہ بات واضح ہوگی کہ ہمارے لئے اللہ کے حقوق و مقتضیات کی نسبت رشتہ داری زیادہ عزیز و قیمتی ہے اور یوں اللہ کے دین کے ساتھ ہمارا اخلاص ہماری محبت بے غرض و بے لاگ نہیں رہے گی یوں ہم خود اللہ کے مجرم بن جائیں گے اور یہ کیسی عجیب بات ہوگی کہ اسی جرم کی سزا میں دوسروں کو تو جہنم رسید کر دیا جائے اور اپنے رشتہ دار اور تعلق کی بنا پر ان کی مغفرت اور جہنم سے بریت چاہے۔ قرآن حکیم نے اس مسئلے پر خوب کھل کر بار بار جگہ جگہ یہ بات واضح کر دی ہے کہ اللہ کا دوست ہمارا دوست اور اللہ کا دشمن ہمارا دشمن ہے اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔ ”مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا نہ کرو“ یہی بات اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبہ میں اس طرح فرمائی ہے۔

ترجمہ: نبی کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں نہ سزا نہیں ہے کہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا کریں چاہے وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جبکہ ان پر یہ بات کھل چکی ہے کہ وہ جہنم کے مستحق ہیں۔ (التوبہ۔ 113) اس آیت مبارکہ کی تفسیر کے بارے میں صحیح بخاری شریف میں اس طرح آیا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کا آخری وقت آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اس وقت ان کے پاس ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے فرمایا ”چچا جان لا الہ الا اللہ پڑھ لیں تاکہ میں اللہ کے یہاں آپ کے لئے حجت پیش کر سکوں۔“ تو اس وقت ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ نے کہا۔ ”اے ابوطالب کیا تم اپنے باپ عبدالمطلب کے مذہب سے انحراف کرو گے؟“ حتیٰ کہ اسی حال میں ان کا انتقال ہو گیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے روک نہیں دیا جائے گا میں آپ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا۔“ اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری) مسند احمد کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کے لئے مغفرت کی دعا کرنے کی اجازت طلب فرمائی جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جیسا کہ سورۃ قصص کی آیت 56 میں آیا ہے۔ (مسند احمد)

(جاری ہے)



ہسپتال میں پیدا ہوئی وہاں کی ڈاکٹر نے حلیمہ سعدیہ نام تجویز کیا، اماں نے ناک چڑھائی، آئے ہائے میں تو کوئی نیا نکور، فینسی نام رکھوں گی۔ بالا خراس پری کا نام عقیقہ مظفر رکھ دیا گیا۔ ہم چار بہنیں اور دو بھائی ہیں مگر یہاں آ کے میرا قلم لڑکھڑا گیا ہے اور یہ لکھتے ہوئے میری انگلیاں لرز رہی ہیں کہ ہم اب تین بہنیں اور دو بھائی ہیں۔ میری ننھی ڈھائی سالہ بہنا وجیہ مظفر اب ہمارے پاس نہیں، اس دیس چلی گئی جہاں سے واپسی ممکن نہیں۔ پہلی دفعہ آنچل کب پڑھا، کچھ یاد نہیں آ رہا، کون سا سال تھا، کیا مہینہ تھا؟ رائٹر کا نام کیا تھا مگر ایک کہانی ”میں تیری جوگن“ آنچل سے متعارف کرانے کا سبب بنی۔ فیورٹ رائٹرز کی فہرست طویل ہے نمبر احمد، سائرہ رضا، سمیرا حمید (آپ کا انداز تحریر لا جواب ہے)، نازیہ کنول، سمیرا شریف اور بھی بہت سی ہیں مگر یاد نہیں آ رہیں۔ گھر میں سب سے زیادہ لڑائی فریجہ مظفر سے ہوتی ہے، پسندیدہ کلرز بلیک، پنک، دائٹ اور بلو ہیں۔ لانگ شرٹ اور ٹراؤزر پہننا اچھا لگتا ہے، پسندیدہ پرفیومز بلیو میچ اور لومانی، ایوری ون ہیں ویسے میری اور فریجہ کی پسند ملتی جلتی ہے۔ کھانے میں بریانی، موسٹ فیورٹ ہے، خویوں اور خامیوں کی طرف آتے ہیں۔ فریجہ سے بڑے دلار سے پوچھا ”یار مجھ میں کیا خوبیاں ہیں، بتاؤ تو ذرا“ آنچل میں انٹری دے رہی ہوں۔“ تو اس نے پنسل ہونٹوں پر رکھی، کچھ سوچ و بچار کے بعد بڑے مدبرانہ انداز میں گویا ہوئی۔ ”سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ تم مجھے آنچل دے دیتی ہو، ترسا ترسا کے ہی سہی (در فٹے منہ)۔ خامیاں تو بہت زیادہ ہیں، غصہ میں آؤٹ آف کنٹرول ہو جاتی ہوں، کسی پر اعتبار نہیں کرتی (ویسے میرے نزدیک یہ خوبی ہے)۔ ریڈیو کی شیدائی ہوں

اور ٹی وی اتنا پسند نہیں، روز ایف ایم 90 آزاد کشمیر کے آر جے اینگری برڈز (آر جے حسن گیلانی، عمیر علی خان اور عاطف شفیق) کو سننا بہت پسند ہے۔ سنگرز میں بلال سعید آج کل فیورٹ ہے۔ دوستیں اتنی زیادہ بنائی نہیں جنہیں بنایا وہ بھی کوئی ایسی اچھی نیچر کی نہیں تھیں اس لیے انہیں کلاس فیلوز فرینڈز کہنا زیادہ بہتر ہوگا۔ مدیحہ رزاق میرے بچپن کی بھجولی ہے اس کا ذکر ضرور کروں گی بہت سادہ سی نیچر تھی اس کی، صرف وہی پر خلوص دوست تھی۔ اللہ تعالیٰ سے ہر بات شیئر کرتی ہوں، پسندیدہ شخصیات سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، امام ابو حنیفہ، مولانا طارق جمیل مولانا مسعود اذہر حفظہ اللہ اور میرے پیارے دادا ابو۔ جہاں رہیں خوش رہیں، فی امان اللہ۔

## صائمہ حجاب

السلام علیکم! بہت ہی اچھے اور پیارے آنچل اسٹاف اور قارئین! امید کرتی ہوں اور یقین رکھتی ہوں کہ آپ سب بفضل خدائے تعالیٰ فٹ فاٹ اور ایک دم مزے میں ہوں گے، میرے پاس آپ سب کے لیے خوش خبری ہے چلو جلدی سے پہلے ایک اسمائل پاس کرو تاکہ میں گڈ نیوز سناؤں، او داؤ مسکرا لیا، گریٹ۔ لیجیے قارئین آپ کو مبارک ہو، آخر آپ لوگوں کو مجھ جیسی باوقار، ہونہار اور ذہین و فطین لڑکی کا تعارف پڑھنے کو مل ہی گیا، مابعد دولت صائمہ نام تو سنا ہی ہوگا پورا اسم گرامی صائمہ حجاب سحر۔ صائمہ رہا میرا اپنا ذاتی نام، حجاب سحر قلمی ہے ان فیکٹ ہماری زیادہ تر مصنفہ تین نام سے جانی جانی

ہیں سو میں نے بھی یہ نام مناسب سمجھا، حجاب میرا موسٹ ان فیکٹ ہارٹ فیورٹ نیم ہے۔ اگر مجھے اپنا نام خود رکھنے کا موقع ملتا تو حجاب رکھتی بالآخر یہ موقع ناول نگاری کے فن کے انکشاف کے بعد مل ہی گیا سو صائمہ کے ساتھ حجاب کا اضافہ کر لیا، میری اکثر دوستیں مجھے سحر کے نام سے پکارتی تھیں سو سحر بھی ساتھ ملا لیا تو اس طرح میرا نام صائمہ حجاب سحر ہوا تو جناب یہ تھا میرا اسم گرامی (تفصیل کے ساتھ)۔ میرا تعلق ضلع گجرات سے ہے سوزیر تعلیم بھی وہیں ہوں، یو یو جی سے ماسٹرز ان انگلش کر رہی ہوں، ماسٹرز کے فوراً بعد ماسٹرز ان اسلامیات کر کے سبجیکٹ میں پی ایچ ڈی کرنے کا کریز ہے۔ پڑھنے کے ساتھ ساتھ لکھتی بھی ہوں، دو ڈائجسٹ میں تحریریں چھپ چکی ہیں، اب دوسرے ڈائجسٹوں میں بھی انٹری کے لیے سرگرداں ہوں، اس کے علاوہ ایف ایم کے ساتھ بھی منسلک ہوں، اسکرپٹ رائٹر کے علاوہ واقعات اسلام کے نام سے شو بھی کر چکی ہوں، مختلف ڈرامے پبلک سروس میجر آن آر ہو چکے ہیں، لائیو شو بھی کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ سب سے بڑی خواہش قرآن پاک کو صحیح معنوں میں سمجھنا ہے (بس آپ سب کی پزیرائی درکار ہے)۔ بہت حقیقت پسند ہوں، محبت، نفرت، شادی، عشق، حسد ہر چیز پر بہت حقیقت پسندی سے بات کرتی ہوں۔ پسند اور ناپسند کی بات کی جائے تو اداسی، تنہائی، سرد راتیں، دور تک پانی، دونوں اطراف پر لگے درخت اور درمیان سے گزرتی لمبی خاموش سڑک، سنسان شاہراہ، لہلہاتے کھیت، بارش، پہاڑ، ہر چیز پسند ہے۔ ناپسند ان فیکٹ جھوٹ اور بے ایمانی ہے، ایوں بھی کوئی کردار ناول میں بھی کر رہا ہو تو بہت دکھی ہو جاتی ہوں مگر اس بات پر بھی یقین ہے کہ اگر دنیا میں یہ

چیزیں نہ ہوں تو دنیا کا وجود نہیں چل سکتا۔ میرا خیال ہے میرا تعارف طوالت پکڑتا جا رہا ہے سو میں ذرا مختصر ہو جاؤں مگر کیا کروں آنچل میں آنے کی خوشی بہت ہے۔ دوستیں بنانے کا بہت شوق ہے اسی لیے میری بہت دوستیں ہیں جن میں چند کے نام یہ ہیں ایمین، ہما، مریم میاں، صبا، حمیرا اور بھی بہت سی ایسی ہیں، میرا بھائی میری فیس بک کو فوج بک کہتا ہے (ہاہاہا)۔ اس کے علاوہ شاعری سے شغف صرف اس حد تک کہ وہ شاعری ہے یہ الگ بات ہے کہ کبھی میں کرتی تھی۔ ناول پڑھنے کا بہت شوق ہے مگر خریدنے میں بہت کنجوس ہوں سوزیادہ انٹرنیٹ کا سہارا لیتی ہوں۔ پسندیدہ رائٹرز میں عشاء آپی ہیں، وہ نہ صرف اچھی رائٹر ہیں بلکہ دوست بھی ہیں میں نے تو جب بھی ان سے بات کی بہت اچھا لگا بات کر کے اور میں عشاء آپی کو ہی لکھنے میں آئیڈیل رائٹر کرتی ہوں۔ آخری بات کے ساتھ اجازت چاہوں گی کہ اگر کوئی غلطی ہوئی یا کسی کو کوئی بات بری لگی تو دل سے معذرت اللہ حافظ۔

## عشاء

السلام علیکم! ہائے آنچل اسٹاف کیسے ہیں سب؟ اللہ آپ سب کو اور زیادہ کامیابی عطا فرمائے، سب کو میری طرف سے خوشیوں بھر اسلام قبول ہو۔ جناب! تو اب تعارف کی بات ہو جائے تو جناب میرا نام نیلم ہے، ویسے پیار سے نیلی، نیلوفر، نیل پور پری بہت سے ناموں سے پکارتے ہیں۔ ہم آٹھ بہن بھائی ہیں سب سے بڑی آپی کی شادی ہو گئی، ثوبیہ کی منگنی ہو گئی ہے پھر بھائی ہیں ڈرائیونگ کرتے ہیں ان کے بعد

میرا نمبر آتا ہے اور سب چھوٹے ہیں۔ یکم جنوری کو میں نے دھماکہ کیا پھر جیسے جیسے بڑی ہوتی گئی کبھی کسی پردھماکہ کیا تو کبھی کسی نے مجھ پر دھماکہ کیا پس زندگی گزر رہی ہے کبھی روئے کبھی ہنسے اچھا چلو اب شوق اور پسند کی بات ہو جائے۔ میرے شوق بڑے بڑے ہیں شاید کہ کبھی پورے نہ ہوں مثلاً مجھے کیپٹن بننے کا بہت شوق ہے اور سب سے مزے کی بات میرا شوق سمجھیں یا میرا جنون یا خواہش مجھے کرکٹ ٹیم میں جانے کا شوق ہے شاید کسی کی دعا سے چلی بھی جاؤں خاص کر ماں کی دعا سے امی بہت پیار کرتی ہیں مجھے اور سب کرتے ہیں۔ ابو کی ڈھچھ ہو گئی ہے اب دوستی کی بات ہو جائے تو مجھے دوستی کرنا اچھا لگتا ہے میری سب سے پیاری دوست ام ہانی اور ثمرین ہے ام ہانی کو پیار سے ہنی بلاتے ہیں۔ اب میڈیم کی شادی ہو گئی ہے تو اب ان کے پاس ہمارے غریبوں کے لیے ٹائم ہی کہاں۔ شادی سے پہلے ہم دونوں نے بہت مزے کیے پس ایسے سمجھیں کہ ہمارے وہ دن ایسے گزرے ہیں کہ ہم نے ساری زندگی کی خوشیاں ان ہی دنوں میں مل گئی ہوں بلکہ یہ بات زیادہ مناسب رہے گی کہ صرف مجھے اس کی تو اب نئی زندگی شروع ہو گئی ہے اللہ سے ہر خوشی دے ویسے بہت یاد آتی ہے مونو ثمرین کی اور میری ملاقات کالج میں ہوئی۔ شروع سے میری اور ثمرین کی خوب جمی اب تک بہت اچھی جا رہی ہے ہماری دوستی بہت اچھی ہے ثمرین خوب صورت بھی اور ہانی بھی بہت خوب صورت ہے ویسے میں خوب صورتی سے زیادہ سیرت اور خوش اخلاقی کو اہمیت دیتی ہوں ویسے اگر کسی کو میرا تعارف اور سوچ پسند آ جائے تو وہ مجھ سے دوستی کر سکتی ہے اس کے لیے میرے گھر کے بھی اور دل کے بھی دروازے کھلے ہیں اچھا تو اب

پسند کی بات ہو جائے مجھے کھانے میں سب سے زیادہ چاول پسند ہیں اور سب سے زیادہ میں ہنی اور آپنی فوزیہ کے چاول مس کرتی ہوں۔ سینے میں ہر نئے ڈیزائن کے کپڑے بنانا پسند کرتی ہوں لیکن پہننا زیادہ پسند نہیں کرتی۔ اچھا تو اب زندگی کی بات ہو جائے تو زندگی کبھی اتنی اچھی لگتی ہے تو کبھی بس دل کرتا ہے کہ سب کو الوداع کہہ دوں ایک بیماری بھی میری جان نہیں بخشتی جسے میں اسے اتنی پسند آ گئی ہوں کہ مجھے چھوڑنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ سوگزن سنا اچھا لگتا ہے راحت فتح علی خان کے گانے بہت شوق سے سنتی ہوں ناول پڑھنے کا شوق اب بھی ہوا ہے یا ایسا سمجھیں کہ آنچل کی دنیا میں ابھی قدم رکھا ہے اور مجھے یاد ہے کہ اس سے پہلے میں نے صرف ایک ہی کہانی پڑھی تھی ”من کا ملے تو اچھا نہ ملے اور بھی اچھا“ اب شوق ہے۔ آپنی نازیہ کنول نازیہ کی کہانیاں اچھی لگتی ہیں ایسے جیسے دل کی گہرائیوں سے بات کو بیان کیا جا رہا ہو اور بھی اچھی ہیں بہت زیادہ ابھی زیادہ معلوم نہیں ہے اوروں کے بارے میں اچھا تو اب اجازت چاہتی ہوں کہ بہت باتیں ہو گئی ہیں اگر آپ نے مجھے آنچل میں اور اپنے دل میں جگہ دی تو ان شاء اللہ پھر ملاقات ہوگی اپنا خیال رکھنا اور دعاؤں میں یاد کرنا اللہ حافظ۔



WWW.PAKSOCIETY.COM

## عید کی تہ تیغی کا دین

سعیدہ نثار

**سحرش فاطمہ..... کراچی**  
 ہر سال عید کی رنگینیوں میں آنچل ہمیشہ سروے کے ساتھ حاضر ہوتا ہے اور احمد لہد میں بھی ۲ عیدوں سے اس سلسلے میں اپنی حاضری دے رہی ہوں۔ جہاں ہم اپنی عید کی باتیں اپنے خیالات کا اظہار آپ سب سے کرتے ہیں۔ اس بار کے سوالات بڑے مزے کے ہیں لیکن جوابات؟؟ چلیں آئیں دیکھتے ہیں کیسے ہوتے میرے جوابات۔

۱: جناب ابھی تک تو اس رشتے سے میرا کوئی تعلق نہیں جڑا تو یہ سوال میں اسکپ کر رہی ہوں (کھانتے ہوئے)

۲: بچپن سے لے کر اب تک میں نے کبھی تاخیر نہیں کی (ہائے اللہ یہ لڑکیوں والی بات تو نہ تھی؟) لیکن کبھی کبھار زیادہ وقت لگنے کا اندیشہ ہوتا تھا تو میں فوراً ٹائم پہلے سے تیاری شروع کر دیتی ہوں تاکہ مقررہ وقت پر تیار ہوں (اب یہ بات تو قابل قبول ہے نا؟) اچھا سوال یہ بھی ہے کہ کہاں جانے کے لئے جھٹ پٹ تیار ہو جاتی ہیں تو نہیں بھی جانا ہو میں فوراً تیار ہو جاتی ہوں۔

۳: عید کی شاپنگ کا اصل مزہ چاند رات پہ ہی ہوتا۔ میں بھائی اور بھابھو کے ساتھ جانی ہوں مہندی لینا، چوڑیاں یا کڑے وغیرہ لینا۔ عید کی ویسے تمام شاپنگ تو اب بھائی ہی کرواتے مجھے (اللہ ایسا بھائی سب کو دے آمین)

۴: جو ہمیشہ سے پڑھتے آئی ہوں وہی پڑھتی ہوں۔

۵: کوکنگ۔

۶: میں اس معاملے میں بھی سادہ ہی ہوں۔ اپنا وہی شلوار قمیض ہاں بھی فیشن کے حساب سے کروا بھی لیا تو بھی تمیز کے دائرے میں (ہاھاھا)

۷: پہلے امی ابو کے ساتھ کرتی تھی اب بھائی بھابھو کے ساتھ۔

۸: نہیں ایسا کوئی یاد نہیں پڑتا۔

۹: میں کبھی بناتی ہوں اپنے اسٹائل سے۔

دودھ بڑھ لیسٹ اور آدھا لیسٹ پانی چینی حسب ذائقہ چاولوں کو بھگو کر گرائنڈ کر لیں۔

جب دودھ کو پالنے کے لئے رکھیں ساتھ ہی چینی بھی ڈال دیں۔ میں الاچھی نہیں ڈالتی۔ جب ابال آنے لگے آج دھبی

کر کے اس میں چاول ڈالیں اور کڑی کے چمچ سے ہلاتے رہیں۔ گھر میں روز بلانی جمع کی ہوئی ہوتی ہے میں وہ ایک پیالی ڈالتی ہوں اور ساتھ میں ساگودانہ۔

اب آخر میں کنڈینسڈ ملکہ آدھے سے ایک پیالی لے لیں۔ خیال رہے کہ چینی کی مقدار کم ہو کیوں کہ کنڈینسڈ ملکہ خود شٹھا ہوتا ہے۔ اگر کوئی کنڈینسڈ ملکہ نہیں لے سکتا تو وہ کوئی بھی پاؤڈر فارم میں دودھ لے اور ایک پیالی پاؤڈر میں تھوڑا سا پانی ڈال کر پیسٹ بنائیں۔

ہلکی آٹھ میں کھیر رکائیں اور ٹھنڈا سا سرو کریں۔

کیسی لگی میری ریڈ بھی؟ مجھے بتائیے گا ضرور۔

**سلمیٰ غزل..... کراچی**

۱) میرا کوئی سسرال نہیں ہے اور جو دور پرے کے سسرالی ہیں وہ پنجاب میں ہیں کیونکہ میاں پنجابی اور میں اردو اسپیکنگ مگر شوہر صاحب بھی کبھی ساس نند کا رول ادا کر دیتے ہیں اس لیے کمی محسوس نہیں ہوتی۔

۲) عید کی نماز پڑ جاتے ہوئے شوہر کا یہ کہنا کہ ”نماز پڑھ کر آؤں تو تیار ملنا ماسی بنی نہ رہنا۔“ اور پھر بچوں کا گلے مل کر عیدی مانگنا ساری سحر کن دور کر دیتا ہے مگر اب یہ باتیں خواب ہونے کے دونوں بیٹے امریکہ میں اور بیٹی سسرال میں اس لیے معمولات رات ہی سے شروع ہو جاتے ہیں مثلاً پردے چادریں بدلنا گھر کی صفائی پکوان کوئی خاص نہیں کہہ سکتے باہر ہیں سسرال میں دیر نہیں لگاتی۔ میرے شوہر بے حد وقت کے پابند ہیں اور ان کے ساتھ رہ کر میری بھی عادت ہو گئی ہے لیکن تقاریب میں ہمیشہ سے سازشی بانڈھتی ہوں تو پندرہ منٹ اضافی سمجھ لیں۔

۴) شادی سے پہلے ٹھنڈے میں رہتی تھی اور وہاں خواتین کا بازار جانا برا سمجھا جاتا تھا اس لیے کراچی میں بھیا مرحوم یا والد مرحوم کے ساتھ خریداری ہوتی تھی لیکن نہ کوئی خرہ نہ کوئی فرمائش۔

۵) عبادت میرا شوق ہے جو میں جوانی سے کر رہی ہوں شکر الحمد للہ فرض روزوں کے علاوہ بھی ہر سال ایک دو ماہ کے روزے رکھ لیتی ہوں (گرمی کی وجہ سے کمی آگئی ہے) تفصیل کیا بتاؤں ایک چیز کا گزشتہ سال جنوری 2015ء سے اضافہ ہوا ہے میں ”سورۃ بقرہ“ روزانہ ایک ہی نشست میں پڑھتی ہوں کہ کسی نے بتایا تھا کہ جس گھر میں اس سورت کی تلاوت ہو وہاں شیطان نہیں آتا۔ رمضان شریف میں چھ نفل مغرب میں ضرور پڑھتی ہوں غالباً اسے ”نماز اوائین“ کہتے ہیں۔

۶) مجھے ہر کام کا شوق ہے سلائی و بنائی کڑھائی اور کوکنگ مگر عمر کے ساتھ اور بچوں کے بعد ہر کام سے دل بے زار ہونے لگا ہے پھر بھی کوکنگ شوق سے کرتی ہوں۔

(7) عید پر شلوار قمیص بڑے سے دوپٹے کے ساتھ اچھا لگتا ہے وہ بھی لان یا کاشن کا۔

(8) عید کی شاپنگ عموماً بیٹی کے ساتھ کرتی ہوں یا تنہا کیونکہ میاں کو بالکل شوق نہیں بلکہ ان کے لیے خریداری بھی میں ہی کرتی ہوں صرف شعبان کے مہینے میں رمضان میں بازار نہیں جانی سوائے مجبوری کے۔

(9) جب تک ماں باپ زندہ رہے میں نے کوئی عید کراچی میں نہیں کی اور جو عید ان کی زندگی میں کراچی میں کی وہ یادگار ہے۔ عین چاند رات کو جبکہ میں ٹھٹھہ جانے کی تیاری کر رہی تھی روزہ کھول کر میں ہسپتال پہنچ گئی اور عین عید کے دن دوسرا بیٹا پیدا ہوا اور ڈاکٹر نے مبارک باد دے کر کہا آپ کو ”عیدی کل گئی“ اور میرے پورے روزے بھی ہوئے۔

(10) مجھے میک اپ میں کا جل لپ اسٹک اور پرفیوم بے حد پسند ہے میک اپ کی کوئی خاص شدہ بندہ نہیں۔ کھانے کی نمپس ضرور بہنوں کو دوں گی جو میں روزمرہ زندگی میں استعمال کرتی ہوں اندازاً پانچ دن کے کھانوں کے لیے مصالحی بھون کر رکھ لیں مثلاً

بڑی پیاز	پانچ عدد
ادرنک پنس نپسا ہوا	پانچ ٹیچ
پسی لال مرچ	ڈھائی ٹیچ
دھنیا	ایک بڑا ٹیچ
ہلدی	ایک بڑا ٹیچ
ثابت گرم مصالحہ	
دہی	ایک پاؤ
نماز	ایک کلو
تیل	ایک پاؤ

یہ سب ڈال کر پکائیں پھر اچھی طرح بھون لیں پانچ بلاسٹک کے ڈھکن والے ڈبوں میں برابر سے تقسیم کر کے فریز کر لیں۔ کوفتے بنا کر ایک دن ٹرے میں پھیلا کر وہ بھی فریز کر لیں پھر سخت ہونے پر زپ لاک میں ڈال کر فریز میں رکھ دیں۔ اب سالن پکانا بہت آسان ہے ایک ٹیچ تیل میں گوشت اچھی طرح تلیں مصالحہ ڈالیں سبزی ڈالیں آلو گوہی لوکی مٹریا ٹڈے کوئی بھی سبزی ڈال کر گلنے کے لیے چھوڑ دیں۔ گوشت اور سبزی گل جائے تو پسا ہوا گرم مصالحہ اور ہر ادھیا ڈال کر اتار لیں آدھا گھنٹے میں ہر طرح کا سالن تیار کیونکہ میں جانتی ہوں پنجاب کے پھر میں ”روٹی شونی“ کھا کر جانا جملہ عام ہے اور مجھے خوشی بھی ہے اور نخر بھی کہ کھانے کے وقت میں کسی کو بغیر کھانا کھائے جانے نہیں دیتی۔ اجار چٹنی اور مرے ہر موسم میں میرے گھر کے ہوتے ہیں۔ پتا نہیں آج کل لڑکیاں یہ کہنے میں کیوں فخر محسوس کرتی ہیں کہ ہمیں کوئی کام نہیں آتا اور میں اس عمر میں بھی یہ کہہ کر خوش ہوتی

ہوں کہ مجھے ہر کام آتا ہے سوائے فلائنگ کے میرا خیال ہے کچھ زیادہ ہی ہو گیا۔

### عرشہ ہاشمی ..... آزاد کشمیر

۱۔ سسرال سے عیدی ایک ہی بار آتی اور اس میں ڈریس کٹر لیمن تھا جو اس زمانے میں میرے ناپسندیدہ کلرز میں شمار ہوتا تھا باقی چیزیں بھی میچنگ نہیں تھیں (یہ تو بعد میں پتا چلا کہ ہسپنڈ صاحب نے تمام شاپنگ اپنی پسند سے کی تھی) بہر حال امی کی گھوریوں، ہسپنڈ کی فرمائش اور احساس سرورت کے باوجود وہ ڈریس عیدی صبح تک تیار نہ ہو سکا۔

۲۔ عید الفطر روزہ دار کے لیے دوہری خوشی لے کر آتی ہے۔ ہمارے ہاں تو عید زبردست طریقے سے منائی جاتی ہے ایریا کے سب لوگ مل کر عید مناتے ہیں ایک دوسرے کے گھر جا کر کھانے سرو کیے اور کھائے جاتے ہیں اس طرح مصروفیت بھرے دن کا اختتام ڈھیروں تھکان کے ساتھ ہوتا ہے۔

۳۔ ہی ہی ہی شو ہر کی جیب ہلکی تو ہو جاتی ہے لیکن کیا ہو سکتا ہے ہم مجبور ہیں (ہاہاہاہا)

۴۔ رمضان المبارک کی ہر گھڑی کو موقع غنیمت جانتے ہوئے بہت سے وظائف کا ورد کیا جاتا ہے میں جب بھی بیچ اٹھاتی ہوں آیت کریمہ اور ورد پاک کا ورد کرتی ہوں۔

۵۔ شاپنگ اپنی بہن کے ساتھ جا کر کرتی ہوں وہ بڑی ہوں تو اکیلی بھی کرتی ہوں۔

۶۔ کوئنگ تو ہمیشہ میری ہی ذمہ داری ہوتی ہے چاہے عیدین ہوں۔ کوئی دعوت ہو یا مہمان نوازی اس کے علاوہ برتن دھونے کا کام بھی میری ذمہ داری میں شامل ہے۔

۷۔ عید کے موقع پر موسم کی مناسبت سے کپڑے لیتی ہوں ویسے بھاری اور بہت زیادہ فینسی سوٹ مجھے بالکل بھی نہیں پسند لباس سہل اور سٹائش ہونا چاہیے۔

۹۔ شادی سے پہلے تو ہم چوڑیاں پہننے کے لئے چاند رات کو ہی جایا کرتے تھے کئی سال پہلے ہم ہمیش اپنے ابو، امی، ماموں اور بھائیوں کے ساتھ چاند رات کی رونق بازار میں دیکھنے کے لئے گئے ہم نے چوڑیاں بھی خریدیں۔ چائٹ کھائی اور کفٹس بھی خریدے وہ چاند رات بہت آجوشل تھی کیونکہ ہم سب اکٹھے ایک ساتھ تھے۔

۱۰۔ ٹپس یہ ہیں کہ اپنے پہناوے اور میک اپ میں موسم کی نوعیت کا خاص خیال رکھیں اکثر خواتین گرم موسم میں بھاری فینسی سوٹ پہن کر تک سگ سے تیار تو ہو جاتی ہیں لیکن کچھ دیر بعد ہی پسینے کی بو چھاڑ سے سب میک اپ بہہ جاتا ہے۔

میک اپ کرتے ہوئے اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ اگر آپ آنکھوں پر گہرا میک اپ لپائی کر رہی ہیں تو لپ اسٹک

لائٹ شیڈ کی یوز کریں یا اگر آنکھوں پر ہلکا میک اپ ہے تو لپ اسٹک ڈارک ہونی چاہیے۔

### عائشہ پرویز ..... کراچی

(1) ہائے میرا سسرال ہوگا تو عیدی آئے گی نا۔

(2) عید تو جب ہوا کرتی تھی جب ہم سب سکھیاں ساتھ تھیں ہم سب ایک دوسرے کے گھر عید کا تحفہ لے کر جایا کرتے تھے۔ عید کارڈ کے تاد لے ہوا کرتے تھے اور اظفاری بھی وہیں کرتے تھے حتیٰ کہ اسکول و کالج میں نیچرز کو بھی عید کارڈ دیا کرتے تھے۔ اب تو سب دوستوں کی شادیاں ہو گئیں تو دو تین سال سے عید کا وہ مزہ نہیں رہا ورنہ ہم تو عید سے پہلے عید کی خوشیاں منانا شروع کر دیتے تھے اب تو عید بالکل سادہ انداز سے منائی ہوں۔ نئے کپڑے بنا تو لیتی ہوں مگر گھر کے کام کرنے کے بعد پہنوں تو زیادہ اچھا لگتا ہے پھر سارا دن تیار ہو کے بس مہمانوں سے ملنا ملنا رہتا ہے۔ مہندی چوڑیاں پہلے بھی اچھی لگتی تھیں۔ اب بھی لگتی ہیں لیکن پہلے جو کشش ان میں ہوتی تھی اب تو وہ عیدیں خواب ہوئیں اپنی دوستوں سے کہوں گی۔

چلو عہد محبت کی ذرا تجدید کرتے ہیں چلو تم چاند بن جاؤ ہم پھر سے عید کرتے ہیں (3) میں ان لڑکیوں میں نہیں جو ہار سٹیکار میں ہمیشہ تاخیر کیمرودوں ہاں جی ریٹورنٹ جانے کے لیے جھٹ پٹ کیا ہر وقت تیار رہتی ہوں۔

(4) عید کی شاپنگ اللہ پاک یا پاپا کا سارہ ہم پر سلامت رکھے آمین۔ بھی جیب خالی کرانے کی نوبت نہیں آتی ہمیشہ سے پاپا نے یہی کہا جو پسند آئے لے لو میسے کا منہ مت دیکھو اور یوں عید کی شاپنگ شاندار ہوتی ہے الحمد للہ۔

(5) رمضان میں روزمرہ کے معمولات واقعی تبدیل ہو جاتے ہیں اور چونکہ میں گھر میں سب سے بڑی ہوں اس لیے ذمہ داریاں بھی ہیں ایسے میں میری کوشش ہوتی ہے کہ امی کے ساتھ مل کر گھر کے سارے کام سیرے ہی نبھالوں تاکہ عبادت کے لیے زیادہ سے زیادہ وقت مل سکے۔ رمضان کی عبادت میرے دل کو پرسکون کر دیتی ہیں بالکل ہلکا پھلکا۔ پہلی تراویح کے ساتھ ہی مجھے اپنے قلب میں ہمیشہ ایک تبدیلی کا احساس ہوتا ہے ادھر رمضان کا چاند نکلا ادھر میری آنکھیں پانیوں سے بھر جاتی ہیں اس احساس سے کہ یہ رحمتوں کا مہینہ ہے جب اللہ تعالیٰ ہر ایک کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اس ماہ کسی کی کوئی دعا رد نہیں ہوتی خاص کر روزہ دار کی۔

(6) بڑے نازو انداز سے سنورتی ہے عید پہن کی طرح لگتی ہے عام دنوں سے بالکل منفرد اور انوکھا ہوتا ہے جیسے ہی مغرب

کے وقت سجا بل کر شفق اوزھ لیتے ہیں سورج کسمندی سے آنکھیں موند لیتا ہے باوصبا حسین دوشیزاؤں کے آپٹل اور گیسوؤں سے چھیڑ چھاڑ کرتے گزرتی ہے۔ گلداں میں نئے گل لگادئے جاتے ہیں بس نہ پوچھے کہ کیا خوشی کا عالم ہوتا ہے تمام کمروں کی آرائش دزبائش اور چیدہ چیدہ صفائی مابدولت کے سپرد ہوتی ہے۔

(7) عید کے پہناوے میری پسند سادگی ہے جس پہ دل آجائے لپس فرائیڈ اور بڑا سادہ پٹے۔

(8) ہر آنگن میں خوشیوں بھرا سورج اترے چمکتا رہے ہر آنگن عید کے دن عید تو نام سے خوشیوں کا محبوبوں کا..... جیسے ہی دوران فقی پر عید کا باریک سا چاند مسکراتا ہے۔ ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے ایسے میں گھر والوں کے ساتھ شاپنگ کا مزہ دو بالا ہو جاتا ہے۔

(9) ہائے عید بھی آدھی شب برات بھی آدھی..... بن ساجن کے چاند رات بھی آدھی۔

(10) عید کی تیاری کے لیے میں کوئی میک اپ نہیں کرتی سو آپ کو ایک ہی ٹپ بتا سکتی ہوں وہ ہے سادگی۔ سادگی میں خوب صورتی ہے سادگی اپنائے سادگی میں اچھی زندگی ہے۔

### افشاں علی ..... کراچی

(1) سسرال..... (آہم) ابھی تک ہمارا شمار ”شدہ“ میں نہیں ہوتا مطلب نہ ممکنی شدہ نہ شادی شدہ۔ اس لیے ابھی نہ کوئی سسرال ہے نہ سسرال والوں کی جانب سے عیدی کا تصور۔

(2) عید کا دن تو ہمارے لیے نعمت خداوندی ہے عید خوشیوں اور محبتوں کا تہوار ہر طرف خوشیاں مسکرائیں۔ کھنٹی چوڑیاں مہندی سے کئی کلنیاں زرق برق ملبوسات اور تہمتوں کی برسات الغرض جا بجا حسن بھرا دکھائی دیتا ہے۔

میری عید بہت اچھی گزرتی ہے پر بہت ہی مصروف ترین میں اپنی نانی ماں کے پاس کراچی میں میم ہوں۔ نانی ماں چونکہ پورے خاندان کی واحد بڑی بزرگ ہیں اس لیے ہر چھوٹے بڑے تہوار پر سب رشتہ دار واجباب ہمارے گھر ہی آتے ہیں۔ عید کی صبح نماز فجر پڑھ کر گھر سنواری ہوں کیونکہ باقی تیاری (آرائش و زیبائش) رات ہی مکمل کر لیتی ہوں گھر کی صفائی اور ناشتے سے فارغ ہو کر اپنے بناؤ سنگھار پر توجہ مرکوز کرتی ہوں۔

جیولری میں ناپس میک اپ میں آئی لائٹ اور لپ گلوڈ دونوں ہاتھوں میں میچنگ ڈھیروں ڈھیروں چوڑیاں لپیچے جناب ہو گئے ہم تیار۔ اپنی تیاری مکمل ہونے کے بعد نانی اماں سے عید مل کر دعائیں لیتی ہوں اور پھر مہمانوں کا ایک ناکھننے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ بھی کمرے میں ان سے آکر ملنا ملنا تو بھی چکن میں جا کر ان کی خاطر تواضع کے انتظامات کرنا (اف نہھی اکیلی سی

WWW.PAKSOCIETY.COM

جان) اور ساتھ ساتھ ان سب سے عید ہی ہونا پہلا دن یوں ہی مہمانوں میں مصروف گزر جاتا ہے۔ عید کا دوسرا دن اپنی دوستوں کے لیے وقف ہے یا تو دوستوں کی شاہی سواری افشاں علی کے دربار خاص میں تشریف لانی ہے یا پھر ملبورٹ خود مہمان بن کر ان کو میزبان بننے کا شرف بخشی ہیں (آخر ہر کسی کو میزبان و مہمان بننے کا برابر حق میسر آنا چاہیے) دوستوں کے سنگ خوش گپیوں اور موج مستیوں میں عید کا دن بھی گزر جاتا ہے۔ رات کی سیاہی ہمیں احساس دلانی ہے کہ اب دن تمام ہو چلا اور عید کا تیسرا دن ہم م..... فارغ..... ارے بالکل نہیں جناب جب عید ہی ختم نہیں ہوئی تو کسی فراغت؟ وہ احباب ورشتے دار جو ہمیں اپنی ملاقات کا شرف بخشے سے رہ جاتے ہیں وہ عید کے تیسرے دن ہمیں میزبانی نبھانے کا موقع دیتے ہیں اور یوں عید اور ہماری مصروفیات کا اختتام ہوتا۔

ہو کو کنگ ہو یا پھر عیدی کے طور پر دیے جانے والے تحائف الغرض گھریلو امور کی مکمل ذمہ داری میرے ہی سپرد ہے۔ (7) عید از خود ایسا سجا اور خوشبوؤں سے بھر الفظ ہے کہ مزید کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں بختی اور جہاں اہتمام کی بات ہو تو پھر رنگوں خوشبوؤں اور ملبوسات کا ایک خوش رنگ سیلاب المآت سے ہمارا ہا ہم ترین روایتی تہوار جوڑیوں مہندی اور نئے ملبوسات کے بغیر نامکمل ہے۔ جب تک ہاتھ مہندی سے سجے اور جوڑیوں سے کھٹکتے ہوئے نہ ہوں تہوار اظہور سا لگتا ہے۔ اس لیے عید پر جوڑیاں مہندی اور نئے ملبوسات کا اہتمام لازمی ہے سوٹ جا ہے لان کا ہو یا کاشن کا پرنٹ ہو یا سادہ۔ ریڈی میڈ ہو یا ہوم میڈ لیکن نیا ہونا ضروری ہے اور پسندیدہ لیا س میں مجھے لاگت شرٹ یا فراک زیادہ پسند ہے میری ترجیح ہوتی ہے کہ ڈریس جا ہے نیا کیوں نہ ہو مگر ہوسادہ اور آرام دہ اور ڈریس کے ساتھ میچنگ جوڑیوں کا ہونا لازمی جز ہے۔

(8) اگر یہاں امی اور سسر ہوتیں تو یقیناً انہی کے ہمراہ شاپنگ کی جاتی مگر خیر عید کی شاپنگ ہو یا کسی شادی بیاہ کی تقریبات کی میں اپنی اور فیملی کی شاپنگ اپنی دوست امیرین کے ہمراہ ہی کرتی ہوں۔

(9) فی الحال تو ایسی حسن فسوں خیز چاند رات ابھی زندگی میں وارد نہیں ہوئی۔ البتہ بچپن کی چاند رات واقعی یادگار ہوا کرتی تھیں۔ یادوں کی چلمن ہشانی تو بہت سے یادگار لمحے ستاروں کی مانند میری آنکھوں کے پردوں پر جھلملانے لگے اور مسکراہٹ لبوں کو چھوٹی۔ بچپن کی چاند رات کو جب میں اور میری بہن بار بار اپنے ڈریس سینڈل پرس دیکھتے اور پہننے کی حسرت و خوشی لیے آئینہ کے آگے کھڑے ہو کر دیکھتے جاتے مہندی سے سجے نقش و نگار والے ہاتھوں کو بار بار دیکھتے اور سوچی ہوتی مہندی پر یوں پھونک مارتے جیسے پھونک مارنے سے رنگ و ڈیزائن اور گھر کر آئے گا۔ عید کی خوشی میں بند ہوتی آنکھوں کو زبردستی جگانا الغرض یہ ہی سب وہی شہمی یادگار یادیں ہیں جو ذہن و دل میں کسی خزانے کے مانند محفوظ ہیں۔

(10) میک اپ وغیرہ تو خیر میں زیادہ کرتی نہیں اس لیے میک اپ کے حوالے سے کوئی ٹپ نہیں بلکہ ہونی گا پینڈ سے ہی ہر ماہ ہمیں اتنی اچھی وکارتا مد شپ مل جاتی ہے کہ اور کیا بتا میں جبکہ رہی عید کی روایتی ڈش تو تانی ماں اپنے ہاتھوں سے کھوئے والا شیر خورمہ بناتی ہیں جس کی ترکیب و طریقہ کار عموماً سب کو ہی از بر سے آخر میں ایک بار پھر دل کی گہرائیوں سے محبتوں کے سنگ عید الفطر کی ڈھیروں ڈھیر مبارک پاڈا اپنی دعاؤں میں افشاں علی کو بھی شامل دعا رکھیے گا اور یہ شعر آپ سب کے نام..... سنو الفاظ کم ہیں اور تمنا میں ہزار

مبارک ہو تم سب کو عید کی خوشیاں یار

ار یہ شاہ..... ملتان  
(1) کیا دکھتی رگ یہ ہاتھ رکھ دیا ہے یا را بھی تو ممتنی کی حسرت بھی پوری نہیں ہوئی ہاں اگر بھی آئی تو خوشی سے پاگل ہو جاؤں گی۔

(2) دادا جی بابا جان اور چاچو عدیل بھیا سے عیدی لینا بے حد پسند ہے۔ رات کو تاجر سے سونے کے باوجود بھی صبح اذان فجر سے دن کا آغاز کرتی ہوں پھر عید کی نماز پڑھ کر تمام کزنز بابا اور چاچو ہمارے گھر عیدی ملنے کے لیے آتے ہیں ان سب کو کھیر چنا چاٹ دہی بڑے دسو شیر خورمہ اور کولڈ ڈرنک وغیرہ سرور کرتی ہوں پھر سب کے جانے کے بعد خود تیار ہو کر پھوپھو اور چاچو وغیرہ کے گھر جاتے ہیں اور خوب ہلہ گلہ کرتے ہیں۔ رات کو چاچو اور ہماری فیملی باہر سیر کے لیے جاتے ہیں اور ہمیں سے ایک خوب صورت دن کا اختتام ہوتا ہے۔

(3) دینیے تو میں سدا کی نست رہی ہوں ہاں اگر عید کے روز ہو ٹنگ کرتی ہوں تو میری پھر تیاریاں دیکھنے لائق ہوتی ہیں اور اگر کسی کے گھر جانا ہو تو سب سنا خر میں تیار ہوتی ہوں۔

(4) میرا بھائی ابھی چھوٹا ہے ہاں اپنے بابا جان کی جیب میں بڑی ہوشیاری سے خالی کردانی ہوں ہما آپی اور طوبی کے ساتھ مل کر ہا ہا ہا۔

(5) آیت کریمہ استغفار اور ہر عشرے کی دعا کرتی ہوں قرآن پاک کی پانچوں وقت تلاوت کرتی ہوں۔

(6) ہا ہا ہا گھر والوں کا دماغ تھوڑی ناخراب ہے جو میرے سپرد کوئی کام کریں گے۔

(7) اسٹاکش سا کرتا لہسا دو پشا اور پا جام۔

(8) امی اور بہنوں کو اپنی پسند بتا دیتی ہوں وہی میری شاپنگ کرتی ہیں ہاں جوتا میں بابا جان کے ساتھ جا کر لانی ہوں۔

(9) ہم م..... اس بار شاید میں چاند رات حسن فسوں خیز میں جیتلا ہو جاؤں ہا ہا۔

(10) چکن اسٹاکش اجزاء:-

- |               |                     |
|---------------|---------------------|
| چکن بریسٹ     | چار عدد             |
| سفید سیاہ مرچ | ایک ایک چائے کا چمچ |
| سویا ساس سرکہ | دو دو کھانے کے چمچ  |
| چینی یا شہد   | ایک کھانے کا چمچ    |
| مسٹرڈ پاؤڈر   | ایک چائے کا چمچ     |
| نمک           | حسب ذائقہ           |
| تیل           | حسب ضرورت           |
| ترکیب:-       |                     |

چکن بریسٹ پر کٹ لگانا اور ہڈی الگ کر کے چھری کی مدد سے گود لیں۔ سارے مصلے کھینچ کر لیں اور چکن اسٹیکس پر لگانا اور دو گھنٹے کے لیے رکھ دیں، پکی آج پر دو دو چکن اسٹیکس پھیلا کر رکھ دیں ایک طرف سے سینک لیں تو آج تیز کر دیں تھوڑا سا تیل اور تھوڑا سا پانی ڈالیں۔ فرانگ پین میں آگ سی بھڑک اٹھے گی اس طریقے سے بارہی کو کامزہ آتا ہے دو منٹ بعد اتار لیں چکن اسٹیکس تیار ہیں کھائیں اور مجھے دعا میں دیں۔

**شوق افتخار..... سکھر**  
سب سے پہلے تو آچل پڑھنے والے تمام قارئین کو مہری طرف سے رمضان بہت مبارک اور عید کی مبارک باد۔ آچل کے کسی بھی سلسلے میں، میں پہلی دفعہ شرکت کر رہی ہوں۔ ا۔ کچھ محسوس نہیں ہوتا کیوں کہ ایسا کوئی سلسلہ ابھی تک نہیں ہے۔

۲۔ عید بذات خود نام ہی خوشی کا ہے تو پورا عید کا دن ہی خاص لگتا ہے۔ خاص کر جب لوگ آپ کو یاد کرتے ہیں مبارک باد دیتے ہیں تو بہت اچھا محسوس ہوتا ہے معمولات وہی ہوتے ہیں جو عید کے دن عموماً سب کے ہوتے ہیں۔ صبح جلدی اٹھ کر ناشتے کی تیاری کرنا شیر خورمہ کی بنانی ہیں تقریباً اودھان تو چکن کی نذر ہو جاتا ہے پھر شام میں عید کے دن کہیں آنا جانا تو کم ہی ہوتا ہے کیوں کہ کوئی نہ کوئی آجاتا ہے تو یومی عید کا دن گزر جاتا ہے کوئی خاص معمولات نہیں ہوتے ہاں دوپہر میں تھوڑا ناٹم نکال کر سو جاتی ہوں کیوں کہ ایک تو گرمی پھر پورے مہینے کی اتنی ٹھکن ہوتی ہے۔

۳۔ عام روٹین میں کہیں جانا ہو تو میں جھٹ پٹ ہی تیار ہوتی ہوں ہاں اگر کسی خاص موقع یا خاص جگہ جانا ہو تو تھوڑا ناٹم لیتی ہوں۔

۴۔ اب جب سے عید گرمیوں میں آنے لگی ہے میں عید کی شاپنگ رمضان سے پہلے ہی کر لیتی ہوں کیوں کہ پھر روزے میں نکلنے کی ہمت نہیں ہوتی اور افطاری کے بعد اتنا ناٹم نہیں مل پاتا اور جہاں تک جیب خالی کرانے کی بات ہے ضرورت نہیں پڑتی ابو بنا کہے ہی پیسے دیتے ہیں۔

۵۔ رمضان میں، میں جو فرض عبادات ہیں انہیں ہی ذمہ داری سے پورا کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔

۶۔ گھریلو امور میں جناب سب کچھ ہی ذمہ ہوتا ہے..... مگر خاص کر کو کنگ میرے ذمے سے سحری اور افطاری دونوں میرے ذمے ہیں اور میں اسے خوش اسلوبی سے نبھانے کی کوشش کرتی ہوں۔

۷۔ اسٹاکش مگر موسم کے حساب سے کوئی سہیل آرام دہ سا ڈریس کیوں کہ آپ کو عید پر صرف تیار ہو کر بیٹھنا نہیں ہوتا آپ کو

WWW.PAKSOCIETY.COM

کچن بھی دیکھنا ہوتا ہے اور دعوتیں بھی بھگتانی ہوتی ہیں۔  
 ۸۔ عید کی شاپنگ عموماً بھائی کے ساتھ جا کر کرنی ہوں۔  
 ۹۔ ایسی تو کوئی بھی چاند رات یا دن نہیں ہے جس کا حسن سحر زدہ  
 کر دے۔  
 ۱۰۔ ڈشز تو بہت ساری ہیں پر عموماً وہ ساری چیزیں تھوڑے  
 بہت فرق سے ہم سب کے گھروں میں بن رہی ہوتی ہیں ہاں  
 کوشش کریں کہ جو چیزیں فیروز ہو سکتی ہیں ان کو عید سے ایک دو  
 دن پہلے بنا کر فیروز کریں بوائے والی بوائے کر لیں تاکہ عین ٹائم پہ  
 آپ کو پریشانی نہ ہو اور وقت بھی بچ جائے اور آپ عید اور مہمانوں  
 دونوں کو اچھوٹے کر سکیں۔ رمضان اور عید کی خوشیوں میں ان لوگوں  
 کو بھی یاد رکھیں جو عید کو اس طرح نہیں منا سکتے جس طرح میں اور  
 آپ منا سکتے ہیں..... پھر چاہے وہ آپ کے رشتے دار ہی کیوں نہ  
 ہوں۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ اللہ حافظ

### ام ریاب ..... خیرہ اسماعیل خان

۱۔ ابھی ہم سسرال والے نہیں ہوئے کہ تاثرات بیان کر  
 سکیں۔  
 ۲۔ عید کی خاص بات یہ ہے کہ روٹھے ہوئے بھی مان جاتے  
 ہیں مہمانوں کی آمد اور ان کی مہمان نوازی کرنا یہی معمولات  
 ہوتے ہیں۔  
 ۳۔ دوستوں کے پاس جانے کے لئے جھٹ پٹ تیار ہو  
 جاتی ہوں کیونکہ ان کے ساتھ وقت بہت اچھا گزر جاتا ہے جبکہ  
 رشتہ داروں کے ہاں جانے میں تاخیر ہو جاتی ہے  
 ۴۔ تھوڑا بہت کچھ چیزوں کے لئے ابو کو ماننا پڑتا ہے باقی  
 ابو خود لے آتے ہیں۔  
 ۵۔ قرآن مجید کی تلاوت اور صبح شام معمول کی تسبیحات پڑھتی  
 ہوں۔  
 ۶۔ عید کی تیاری کے حوالے سے میں امی کے ساتھ کوکنگ  
 میں مدد کرتی ہوں اور گھر کی صفائی و آرائش کا کام میرے سپرد کیا  
 جاتا ہے  
 ۷۔ عید کے پہناؤں پر میرا پسندیدہ لباس قیص شلوار اور  
 دوپٹہ۔  
 ۸۔ عید کی شادی کے لیے عموماً بہنوں اور کزنز کے ساتھ جانا  
 ہوتا ہے۔  
 ۹۔ بچپن کی ایک چاند رات مجھے اب بھی سحر میں جٹلا کر دیتی  
 ہے جب میرے ابو اعتکاف سے چاند رات کو گھر آئے تو بہت  
 خوشی ہوئی تھی کیونکہ میں اپنے ابو سے بہت زیادہ اچھے ہوں اور ۱۰  
 دن کی دوری مجھے ۱۰ سال کے برابر محسوس ہوتی اور میں نے ان کو  
 بہت مس کیا تھا۔

زینب ملک ننیم (مصنفہ، کالم نگار)

۱۔ سسرال والوں کی عید ابھی تو وہ وقت ہی نہیں آ پہنچا جب  
 سسرال سے عید آئے ابھی تو بچے ہیں (آہم آہم)  
 ۲۔ عید کا تو پورا دن خاص ہوتا ہے رمضان کے جانے کا جہاں  
 غم ہوتا ہے وہی عید کی بے تحاشہ خوشی دل کو خوشی سے منور کر دیتی  
 ہے مگر عید کے دن کی خاص بات جو بے حد خوشی دیتی ہے وہ عید کی  
 نماز ہے اس نماز کی خوشی سب سے انمول ہوتی ہے نماز پڑھ کر ماما  
 کے ہاتھوں کی لذیذ سویاں پھر رشتے داروں کا آنا جانا بڑوں سے  
 عید پہلے دن کا تو یہی معمول ہوتا ہے ورنہ تو بچپن کی عید کمال تھی  
 بغیر کسی جھجک کے بلا خوف و خطر گھومنا پھرنا اب تو زیادہ وقت گھر پر  
 ہی گزارتا ہے۔

۳۔ جہاں تک سنگھار کی بات ہے وہ کم ہی کرتی ہوں کیونکہ  
 بقول ماما کے سادگی میں حسن ہے جھٹ پٹ تیاری میں جیولری  
 پہننا ہی زیادہ کام ہے اور پاپا کی آواز چلدی کرو نماز کے لیے لیٹ  
 ہو رہی ہے وہ آواز جھٹ پٹ تیار کرانی ہے اور رشتہ داروں کے گھر  
 جاتے وقت آرام سے تیار ہوتی ہوں کیونکہ تب ڈانٹ نہیں پڑتی  
 تب آرام و سکون سے تیاری ہو جاتی ہے مگر اب آنے والی عید  
 پر کوئی ڈانٹ نہیں سنی پڑے گی نماز پڑھنے کے لیے جلدی کرنے  
 کے لیے کیونکہ وہ آواز وہ انسان ۱۲ مئی ۲۰۱۶ کو ہم سے چھڑ گیا اب  
 کہاں کی عید کہاں کی رعب دار آواز کا جھٹ پٹ تیار کرانا اور  
 تیاریاں۔

۴۔ عید کی شاپنگ ماما کے ساتھ ہی کی جاتی ہے اور عید کے  
 قریب تر تو بازار میں انواع و اقسام کی اشیاء موجود ہوتی ہیں کہ دل  
 کی خواہش سب لینے کو جاگتی ہے۔ بھائی تو ہیں نہیں اور شوہر  
 صاحب تو پتہ نہیں دنیا کے کس کونے میں ہوں گے (مطلب کے  
 ابھی ہم غیر شادی شدہ ہیں آہم)

۵۔ رمضان مبارک کا مہینہ تو مجھے ہمیشہ تازگی بخشتا ہے روح  
 پرور سا مہینہ ہمیشہ خوشیوں کی نوید لاتا ہے رمضان میں قرآن پاک  
 کی زیادہ سے زیادہ تلاوت اور تینوں عیدوں کی مخصوص تسبیح کو ہی اپنا  
 معمول بناتی ہوں یہی ماہ تو ہوتا ہے رشتوں اور برکتوں کا تمام  
 رحمتیں اور نیکیاں سمیٹ لینے کا۔ کوکنگ تو مایدولت کو آتی نہیں ہاں  
 مگر چھٹیوں میں سیکھنے کا آزادہ پن ہے (اگر انگی جلی یا کئی نہیں تو)  
 ۶۔ عید کی تیاریوں میں گھر کی صفائی میں آپی جان کا ہاتھ بنا  
 لیتی ہوں یا ان سب کو مہندی لگانا میرے ذمے ہے۔

۷۔ لباس ہی عورت کا حسن ہے اچھے لباس کی چوائس ہمیشہ  
 آرام اور خوب صورتی دیتی ہے مجھے عید کے پہناؤ میں فرارک یا  
 کرتا اور چوری وار یا جامہ پسند ہے پچھلی بار تو ہم نے پہلی بار سفید  
 رنگ کا فرارک لے ہی لیا تب سے اندازہ ہو گیا کہ ہم پر بچے نانچے  
 مگر بچتا نہیں سمجھی ہماری نادانیوں سے پھٹ جانا اسی طرح ایک  
 واقعہ ہماری عید کا سفید لباس (جی جی جس کا اوپر ذکر کیا) ہم تو پہلی

بار چھوٹے ایک ہی شب میں فرارک اور دوپٹے کو اکٹھے ڈبو دیا اور وہ  
 بھی پورے دن کے لیے اور پھر ماشا اللہ سے ڈوپٹہ کا رنگ جو  
 فرارک کو چڑھا دیکھنے لائق تھا اور ساتھ ساتھ اپنی نادانی پر بنا ہمارا  
 منہ اس کے بعد سے اب تک اگر سوٹ بھگو بھی لوں تو ماما سے سو بار  
 نصیحت سنتی ہوں۔  
 ۸۔ ماما جان کے ساتھ وہ بھی اپنی چوائس کی کیونکہ اگر چیز پسند  
 نہ آئے تو بار بار چکر لگانے سے بہتر ماما مجھے ساتھ ہی لے جاتی  
 ہیں۔

۹۔ ابھی تک کوئی ایسی چاند رات نہیں جو سحر طاری کر دے یا  
 پھر پچھلے ماہ تک نہ ہوتا ایسا کوئی بھی واقعہ یا لمحہ مگر اب محسوس ہوتا  
 ہے پچھلی گزرے سالوں کی چاند راتوں میں پایا جان کا ساتھ ان  
 کی موجودگی میرے لیے سب سے حسین تھی اور وہ یادگار لمحے ہی  
 سحر میں جٹلا کر دیتے ہیں ساتھ ہی اشک بھی رخساروں پر بہہ نکلتے  
 ہیں مگر وہ لمحے ان کی خوشی ان کا سحر بہت یادگار ہے اور ساتھ ہی  
 آنے والی عید پر سر زمین دل کو بھر کر دینے والا۔

۱۰۔ عید کی تیاری کے لیے چونکہ اس پر بہت آرنیکل لکھ چکی  
 ہوں سب سے بہتر ہے میک اپ کا کم استعمال اور اگر استعمال کیا  
 بھی جائے تو اچھے پراڈکٹ کی خریداری سے کیا جائے عید کی  
 تیاری تو مکمل ہی تب ہے جب صنف نازک کے ہاتھوں پر مہندی  
 لگی ہو رنگ والی خوشبودار مہندی یہی مہندی عید کی تیاری کو مکمل  
 کرتی ہے اور اگر عید کے دن آپ جانتی ہیں چہرہ نکھارے تو ملائی  
 کا استعمال بہت بہتر ہے اس سے سچ چہرہ تر و تازہ رہے گا تب بھی  
 جب آپ بچن میں کھانا بنا کر فارغ بھی ہو جائیں۔

### صباء عیشل..... فیصل آباد

عید نام سنتے ہی چہروں پر مسکراہٹ پھیل جاتی ہے۔ دل خوشی  
 سے بھر جاتا ہے اس پاس تصور کے پردے پر رنگ برنگے آنچل  
 چوڑیاں مہندی کے رنگ جھلملانے لگتے ہیں۔ قوس و قزح کے  
 سارے رنگ جیسے زمین پر اتر آتے ہیں۔ اور میرے ذہن کے  
 گوشوں میں وہ عیدیں ابھرنے لگتی ہیں جب لالہ ابالی پن اور بے  
 فکری تھی۔ کیا عیدیں ہوتی تھیں وہ بھی نا ادرہ کی پروانا ادرہ کی خبر۔  
 ہر دور کا اپنا ہی مزہ ہے۔ لیکن جو بات لڑکیوں کی عید منانے کی ہے وہ  
 مزا شادی کے بعد کہاں۔ ذمہ داری کا احساس وقت سے پہلے ہی  
 کھھار کر دیتا ہے پھر خود سے زیادہ دوسروں کی پروا ہوتی ہے بولے  
 تو یہ فیز بھی بہت اچھا ہے۔ لیکن بھی عید پر جی کرتا ہے کہ کچھ  
 سال پہلے والا وہ دور پھر سے واپس لوٹ آئے۔

۱۔ "سسرال کی طرف سے عید ہائے رے" حسرت ہے  
 ان غنچوں پر جو بن کھلے مرجھا گئے۔ باقاعدہ مکتبی تو ہوتی نہیں تھی۔  
 تیرہ برس کی عمر میں بڑوں میں بات چیت ہوتی تھی جو پانچ برس  
 قائم رہی۔ پایا کی تیلی کراچی میں اور سسرال فیصل آباد ہر عید پر آنا

جانا ناممکن ہوتا تھا تو عید میں بیٹے ہی ملتے تھے اور پہلی عید کے  
 تاثرات اس وقت بالکل بھی یاد نہیں آ رہے کہ عمر میں چھوٹی تھی تو  
 سسرال اور عید ان سب سے سنا جان تھی۔  
 ۲۔ عید کے دن صبح اٹھتے ہی ماما، بابا کے فون کا انتظار ہوتا ہے  
 جو اکثر جلد ہی پورا ہو جاتا ہے اور جو لیٹ ہو جائے تو میرے آنسو  
 رکنے کا نام نہیں لے رہے ہوتے۔ (اس ایک شکوہ گردش کرنے  
 لگتا ہے بھول گئے ناسب مجھے)۔ بابا سے بات کرنا بہت اچھا لگتا  
 ہے۔

گھر کی ذمہ داری مجھ پر ہے تو صبح نماز کے بعد سے ہی کچن  
 سنبھال لیتی ہوں کچھ تیاری رات کو کرنی ہوتی ہے۔ شیر خور یا  
 سویاں یا کھیر بنتی ہے۔ بیٹھا بنانے کے ساتھ ساتھ دوپہر کے  
 کھانے کی تیاری بھی ساتھ ساتھ چل رہی ہوتی ہے۔ بریانی کا  
 مصالحہ اور کڑا ہی صبح ہی بنا لیتی ہوں شامی کباب کا مصالحہ رات ہی  
 پیس کر رکھ لیا ہوتا ہے۔ ساتھ ہی سب کو بیٹھا سرو کرنا اور عید کی  
 تیاری کا ہنگامہ۔ جس کس کو جو چیز چاہیے ہو آوازیں دیتا رہتا ہے۔  
 مرد حضرات کے نماز کے لیے نکلنے کے بعد گھر کی صفائی (جورات  
 کو ہی اکثر مکمل کر لیتی ہوں) پر ایک تنقیدی نظر ڈال کر بیڈ شیٹس  
 اور کورڈ چینج کرنی ہوں پھر عیشل (بہنی) کو تیار کرنی ہوں اس کے  
 بعد باری آتی ہے میری۔ تک سب سے تیار ہونے کے بعد اب  
 میں عید کا دن گزارنے کے لیے تیار ہوں۔ دوپہر اور شام میں  
 مندوں اور دیگر مہمانوں کی آمد ان کے کھانے اور دیگر اہتمام سارا  
 دن کاموں میں گذر جاتا ہے۔ عید کے شروع کے دو دن مہمانوں  
 کے لیے مختص ہوتے ہیں اور پھر سے دن ہم باہر جاتے ہیں۔

۳۔ بالکل ہار سنگھار کے بغیر تو عید اچھوری ہے۔ میرے  
 ساتھ بھی ایسا ہے میں ویسے تو بالکل سادہ رہتی ہوں لیکن عید پر  
 میری کوشش ہوتی ہے کئی سنواری رہوں موتیوں کے بھروں کے بنا  
 مجھے ہر اونٹ اڈورا لگتا ہے اس لیے گجرے تو ضروری ہوتے  
 ہیں۔ ہار سنگھار میں صرف عید کے پہلے دن بہت وقت لیتی ہوں  
 باہر جاتے وقت تو ویسے بھی مجھے بہت زیادہ میک اپ کرنا اچھا  
 نہیں لگتا۔ اس لیے کہیں بھی جانا ہو زیادہ سے زیادہ دس سے چندہ  
 منٹ لیتی ہوں۔ اور فیصل آباد میں تھیالی اور دھھیال دونوں ہی  
 ہیں دونوں جگہ جانے میں خوشی محسوس ہوتی ہے اور اس سال میری  
 جان سے پیاری بہن شکیلہ کی شادی بھی اسی شہر میں ہوئی ہے تو  
 سب سے زیادہ خوشی یقیناً وہاں جانے کی ہوگی۔

۴۔ بابا اور بھائی سے عید کی اکثر رمضان سے قبل لی جاتی ہے  
 اس کے بعد کچھ لینے کی ضرورت تو کم ہی محسوس ہوتی ہے۔ فضول  
 خرچ تو میں بالکل بھی نہیں ہوں اس لیے شوہر بھی بازار لے  
 جاتے ہوئے نہیں چھپکتے۔ عید کے نام پر جو بھی چاہیے ہو آرام  
 سے لے دیتے ہیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

۵۔ رمضان المبارک کے علاوہ بھی قرآن پاک کی تلاوت صبح میں معمول کا حصہ ہے لیکن رمضان المبارک میں صبح کے علاوہ عشاء کے بعد بھی تلاوت کلام پاک پڑھنا اور دورانیہ بڑھ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ باقی دن میں درود شریف استغفار اور دیگر دعائیں و تسبیحات پڑھنے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ہر جمعہ المبارک کو گھر پر صلوات ایچ پڑھانے اور درس کا سلسلہ رکھتی ہوں۔ کوشش کرتی ہوں کہ رمضان المبارک کے فیض و برکات سے فائدہ اٹھانے میں کمی نہ رہے۔

۶۔ گھر بھر کے سارے کام ہی میرے ذمہ ہیں آرائش و زیبائش سے لے کر کھانا بنانے تک اور کپڑے جوڑوں کی سلیکشن سے لے کر میزبانی تک۔

۷۔ کہتے ہیں لباس شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ مشرقی پہناوے سب ہی میرے پسندیدہ ہیں۔ لیکن سلیکشن کے وقت خیال رکھتی ہوں کہ لباس ایسا ہو جو میری شخصیت پر سوت کرے۔ الگ الگ اسٹائلز میں لوئنگ ٹرنس بڑے دوپٹے کے ساتھ اور لمبی ٹخنوں کو چھوتی فراک بہت پسند ہے۔ اسکے علاوہ جویشن میں ان ہو لیکن خریدتے وقت ہمیشہ خیال رکھتی ہوں کہ ایسا لباس خریدوں کہ باوقار نظر آوے۔

۸۔ عید کی شاپنگ ہسبنڈ کے ساتھ ہی کرتی ہوں اور ساتھ عیش (بہنی) ضرور ہوتی ہے۔

۹۔ شادی سے پہلے ہمیشہ چاند رات پر باہر جانا ہوتا تھا۔ وہ تمام چاند راتیں یادگار ہیں۔ اور مجھے تو ہر چاند رات یادگار ہی لگتی ہے مہندی لگانے میں ایکسپٹ ہوں تو ہمیشہ سے ہی چاند رات سب کو مہندی لگانے اور پھر خود کو مہندی لگاتے گذر جاتی ہے۔ سب لڑکیاں مل کر تہمتی ہیں تو مہندی لگانے لگتے خوش گپیاں بیت بازی اور دیگر مزیدار چیزیں ہوتی رہتی ہیں۔ ہمیشہ سے ہی چاند رات کا بچپنی سے انتظار ہوتا ہے۔

۱۰۔ اسٹائل ڈس جو میں عید والے دن شام میں بناتی ہوں رس ملائی ہے۔ ترکیب یہ ہے۔

ایک کلو دودھ میں ایک کپ چینی پانچ دانے الائچی اور بادام پتے کٹے ہوئے حسب نشاء ڈال کر جو لپے پر رکھ دوں۔

پھر ایک کپ سوکھے دودھ کو ایک جائے کا بیج بیکنگ پاؤڈر اور ایک کھانے کا بیج گھی کے ساتھ گوندھ لیں۔ پندرہ منٹ بعد کھنے ہاتھ سے چھوٹی چھوٹی گولیاں بنائیں۔ جب دودھ اٹنے لگے تو ساری گولیاں دودھ میں ڈال دیں اور آج بلی کر دیں۔ وقفے وقفے سے بیج چلاتے رہیں۔ گولیاں پھول جائیں اور دودھ گاڑھا ہو جائے تو اتار لیں اور فرج میں ٹھنڈا کر کے بادام پتے چمڑک کر سرو کریں۔

نسیم سحر..... نامعلوم

۱۔ شادی کم عمری میں ہوتی تھی۔ منگنی چھ ماہ رہی اور شادی ہو گئی۔ عیدی البتہ ایک مرتبہ آئی تھی اور کم عمری میں تو ہر چھوٹی چیز سونامی ہے اس لیے ہم بھی بہترین جوڑا خوب صورت سینڈل اور چوڑیاں اور مٹھائی کے نوکر سے دیکھ کر بہت خوش ہوئے تھے۔

۲۔ بچپن میں عید کی خاص بات تو عید کا ملنا ہی تھا اور بڑے ہوتے ہی شادی شدہ ہونے کے بعد تو منگنی تو گیدر ہی اچھا لگتا ہے اور معمولات بھی عام دن والے ہوتے ہیں کام کام اور بس کام۔

۳۔ میں تو تیار ہی میں بالکل ٹائم نہیں لگاتی۔ میرے میاں کو میری یہی بات پسند ہے۔ ان کے ساتھ جانے کو ہر وقت تیار رہتی ہوں۔ بہت ٹائم کی پابند ہوں۔ کہیں بھی جانا ہوتا کم سے ہی جاتی ہوں۔ ٹائم ضائع کرنا سخت ناپسند ہے۔

۴۔ اس کی نوبت نہیں آتی۔ میرے میاں کو میری ضروریات کا علم رہتا ہے اور یہ سب طے شدہ ہوتا ہے۔ اس لیے ہر چیز مجھے آسانی سے مل جاتی ہے۔

۵۔ سچ کہوں تو نماز ہی پڑھتی ہوں اور چلتے پھرتے کام کرتے تسبیحات پڑھتی رہتی ہوں۔ سحری میں اٹھنے کے بعد تہجد کی توفیق ہو جاتی ہے۔

۶۔ خاتون خاندان کی حیثیت سے کوئی بھی ذمہ داری ہے۔

۷۔ کچھ عرصے سے تو عید گرمیوں میں ہی آ رہی ہے۔ اس لیے اچھی سی لان یا کاشن کا خوب صورت سا شلوار قمیض یا ٹراؤزر شرط۔

۸۔ ابھی تک تو نہیں آئی اور ابھی شاید امکان بھی نہیں۔

۹۔ میاں کو یہ انتہائی فضول کام لگتا ہے شاپنگ اس لیے اپنی بیٹی کے ساتھ یا پھر اکیلی چلی جاتی ہوں اور اگر ساتھ ملتی سے چلے جائیں تو شاپنگ مال کے باہر ہی رہتے ہیں اور ٹائم بتا دیا جاتا ہے کہ اتنی دیر میں واپس آ جاؤ ورنہ چلا جاؤں گا اور ہم آ لو پیاز کی طرح جلدی جلدی کپڑے جوتے لیتے ہیں اور واپس آ جاتے ہیں۔ لہذا میں نے خود ہی ان کے ساتھ جانا چھوڑ دیا ہے۔ وہ بھی خوش اور ہم بھی خوش۔

۱۰۔ رمضان میں معمولات ذرا مشکل ہو جاتے ہیں ایسے میں ہمت ہی نہیں ہوتی کچھ دیکھنے کی۔ مجھے پارلر جانا آسان لگتا ہے بڑے رام سے کرسی پر آ نکھیں بند کر کے بیٹھ جاؤ پارلروالی خود ہی کر لے گی۔ اگر دوچ و دہی میں آ دھا بیج شہد آ دھا بیج جو کا دیہ اور چٹنی ہلدی ڈال کر پیسٹ سائنا لیں اور منہ دھو کر یہ کچھ لگائیں۔ سوکھنے پر اتار لیں۔ اور میں عموماً یہ کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ جو فروٹ کھاتی ہوں وہ منہ پر بھی مل لیتی ہوں۔

ارم کمالی..... فیصل آباد

سب سے پہلے تو آچل کے تمام قارئین کو میری طرف سے دل کی گہرائیوں سے "عید مبارک" قبول ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو

WWW.PAKSOCIETY.COM

عید کی سچی اور خالص خوشیاں عطا کرے۔ (آمین)

میری منگنی تقریباً تین سال رہی۔ پہلی عید جب سسرال سے آئی تو سارے رشتے دار مثلاً نانی اماں خالہ ماموں چچا وغیرہ آئے سب نے ہر چیز پر تھمرے کیے ہر جوڑے پرس میک اپ کے سامان کے ساتھ ایک خاص احساس جزا ہوا تھا۔ جس سے مجھے اپنے بہت خاص ہونے کا احساس ہوا۔

۲۔ عید کے دن کی جو خاص بات مجھے بہت پسند ہے وہ ہے جوش۔ پورا مہینہ عبادتوں میں گزار کر عید کی آمد کو کچھ بہ کچھ محسوس کرنا۔

۳۔ عورتوں میں گھر کو سجانے سنوارنے کا جوش۔ سارے کاموں سے نبت کر تھوڑا سا وقت اپنی تیاری کو دینا اسی میں کب صبح ہو جاتی ہے پتہ ہی نہیں چلتا۔ اگر امی کے گھر جانا ہوتا ہے تو فوراً تیار ہو جاتی ہوں۔

۴۔ رمضان میں بیچ وقت نمازوں کے علاوہ کوشش کرتی ہوں کہ ایک سپارہ بمعہ ترجمہ پڑھوں۔ اس کے علاوہ گھر کے کاموں کو کرتے ہوئے کلمہ طیبہ کا ورد تیسرا کلمہ پڑھتی رہتی ہوں۔ تہجد بھی پڑھتی ہوں۔

۵۔ عید کے دن چھوٹے موٹے کام چلتے ہی رہتے ہیں۔ اس لیے میں فیض شلوار میں ایزی فل کرتی ہوں۔

۶۔ شادی کے بعد جو پہلی چاند رات آئی اس کا سحر آج بھی جادو جگاتا ہے۔ جب میاں صاحب کا آرڈر ہوتا تھا فوراً تیار ہو جاؤ پھر چاند رات کو لائنگ ڈرائیو پر جانا سخت سردیوں میں آس کریم کھانا۔ ان کا گھر پہنانا اور پھر بیٹھنا پان کھا کر بارہ ایک بجے گھر آنا۔

۷۔ آپ کے بچن کے ایک کینیڈٹ میں عرق گلاب لپ اسٹک ہیر برس اور کاجل ہوتا۔ جیسے ہی کسی مہمان کی آمد کی اطلاع ملے فوراً منہ دھو کر تیار ہو اور پھر باہر آ کر فریش سی مسکراہٹ کے ساتھ مہمانوں کو عید مبارک کہیں۔

۸۔ عید کے مخصوص پکوان تقریباً سب کو ہی آتے ہیں لہذا اس کی ترکیب کیا لکھنی۔

**سعدیہ اخلاق شازیہ اخلاق جھنگ صدر**

۱۔ ارے جی..... کیا پوچھا ابھی تو بچپن کے شاپنگ کرنے کے دن ہیں اور ماں باپ کے خرچے۔ جی ہاں ابھی بھائیوں کی جھینس خالی کروانے کے دن ہیں۔

۲۔ فی الحال تو ہر گزرتے دن پر عید کا گمان ہوتا ہے۔ لیکن خاص عید کا دن اس لیے بھی پر رونق لگتا ہے کہ سب ہی چھوٹے بچے کزنز اکٹھے ہو کر آتے ہیں۔ صبح ہی صبح ہمارے پاس۔

۳۔ رمضان میں درود پاک بکثرت پڑھتے ہیں۔

۴۔ عید کے حوالے سے خصوصی تیاری ہو یا نارمل روٹین

لائف ہیں۔ ہمارے ذمہ گھر کی شاپنگ ہے اور وہی کام سب سے بیٹ کر پاتے ہیں ہم۔

۵۔ عید کی ڈریسنگ فیشن کے حساب سے کرتی ہوں۔

۶۔ عید کی شاپنگ کرنے اپنی امی کے ساتھ جاتی ہوں یا دوستوں کے ساتھ جاتی ہوں۔

۷۔ ایسی کوئی یادگار نہیں ہے۔ سب نارمل دے ہیں۔ ہر چاند رات کو مہندی لگاتے ہیں۔ کپڑے پر نہیں کرتے ہیں۔ جتنا بھی کر کے رکھیں کچھ نہ کچھ وہی جاتا ہے اینڈ میں۔

۸۔ سب سے بیٹ بیوی ٹپ یہی ہے کہ پھر پور نہیں لیں۔ تاکہ آپ کی آنکھیں رلیکس ہوں اور آپ فریش اسکین کے ساتھ مہمانوں کو دیکھ کر سکیں۔ نارمل تو ہماری اسکن ٹھیک ہی ہوتی ہے مگر ایسے موقع پر اسپیشل کیئر کی ضرورت ہوتی ہے۔

**فیاض اسحاق..... سلا نوابی**

۱۔ عید کے دن کی خاص بات یہ ہے کہ ہماری منگنی میں شروع سے ہی عید مل کر منائی جاتی ہے۔ میرے سارے خاندان والے چاند رات کو ہی آ جاتے ہیں اور مل جل کر عید منائی جاتی ہے۔ عید کے دن کے معمولات میں میرا کام دوسروں کو خوب ٹائم دینا اور ان کی خدمت گزاری کرنا ہے۔

۲۔ اپنی کسی فرینڈ کی طرف جانا ہوتا پھر جن کے بوتل کی طرح اسپڈ سے تیار ہو جاتی ہوں اگر ماما کے ساتھ نہیں جانا ہوتا دن ہی ڈھل جائے اور ماہ بدولت کی تیاری مکمل نہ ہو۔

۳۔ شاپنگ کے لیے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارے ہاں لڑکیوں کو شاپنگ کرنے کی اجازت نہیں ہے اگر کسی چانس ملا تو چھوٹے بھائی حافظ شرمہاں کے ساتھ جاتی ہوں اور جب اس کی جیب خالی ہو جاتی ہے تو مجھے تب سکون ملتا ہے۔

۴۔ رمضان المبارک میں عام ڈوں سے ہٹ کر خوب عبادت کی جاتی ہے نوافل اور تہجد کو اپنا معمول بنایا جاتا ہے زیادہ سے زیادہ تلاوت قرآن پاک کی جانی ہے اور کوشش ہوتی ہے کہ پانچ چھ قرآن پاک مکمل ہو جائیں۔

۵۔ عید کی تیاری کے حوالے سے ماہ بدولت کو کوئی کام سونپا جاتا ہے جو کہ انتہائی ذمہ داری اور خلوص نیت سے نبھایا جاتا ہے۔

۶۔ میرا پسندیدہ لباس شلوار قمیض اور لمبا دوپٹہ۔

۷۔ عید کی شاپنگ عموماً بھائی یا فرینڈ کے ساتھ کی جاتی ہے۔

۸۔ میری لائف کی سب سے زیادہ اہم چاند رات وہ تھی جن دنوں میرے پاپا بھی حیات تھے عید کا چاند ہمیشہ میں خود چھت پر جا کر دکھتی ہوں اس چاند رات کو میں اپنے پاپا جانی کے ساتھ میوزیکل پروگرام دیکھ رہی تھی آپنی کے ذمہ تھا کہ وہ بتائیں گی چاند نظر آیا ہے یا نہیں اس عید پر چاند نظر نہیں آیا تھا آپنی نے مذاق سے

## یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

### پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائس کو الٹی پی ڈی ایف  
ایڈ فرس لنکس  
ایک کلک سے ڈاؤن لوڈ  
ڈاؤن لوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر  
کتاب کی مختلف سائزوں میں اپلو ڈنگ  
ناولز اور عمران سیریز کی مکمل ریبنج

Click on <http://paksociety.com> to Visit Us

<http://fb.com/paksociety>

<http://twitter.com/paksociety1>

<https://plus.google.com/112999726194960503629>

پاک سوسائٹی کو فیس بک پر جوائن کریں

پاک سوسائٹی کو ٹویٹر پر جوائن کریں

پاک سوسائٹی کو گوگل پلس پر جوائن کریں

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس

بک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

**Dont miss a singal one of your Favourite Paksociety's Update !**

- i. Open Paksociety Page.
- ii. Click Liked.
- iii. Select Get Notifications.
- iv. Select See First.

All Done

Like Message

Get Notifications  
Add to Interest Lists...

Unlike

IN YOUR NEWS FEED

See First  
See new posts at the top of News Feed

Default  
See posts as usual

Unfollow



کہہ دیا کہ چاند نظر آ گیا ہے پھر کیا تھا میں نے تصدیق کیے بغیر سب کو عید کی مبارک باد دینا شروع کر دی اور خود چاند رات کا ڈریس زیب تن کیا اور ہلکا ہلکا سا میک اپ کر کے جب تیار ہوئی تو آبی نے کہا میری پیاری سسٹر چاند نظر نہیں آیا عید کل نہیں پرسوں ہے پھر غصہ بھی بہت آیا اور پاپائے بھی خوب انجوائے کیا اب بھی ہر چاند رات پر پیدا قدم میرے ذہن میں تازہ ہو جاتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ ہم جیسے بڑی عمر کی خواتین زیادہ بہتر جواب نہ دے سکتے گی یہ نسبت کم عمر خواتین کے بہر حال میں پھر بھی کوشش کرتی ہوں۔ میری شادی کے بعد بہت جلد ہی عید آگئی تھی میں میری ساس اور میرے شوہر بالکل مختصر سی میلیٹی میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ مجھے کپڑے نہ بنا کر دیں میرے پاس ماشاء اللہ شادی کے بہت سے جوڑے ہیں اماں جان ساس کو بنا دیں اور آپ خود بنا لیں۔ پھر عید والے دن میری ایک بند اور ایک جینٹھ تھے منڈ کے بچے نہیں تھے جینٹھ کے ماشاء اللہ کافی بچے تھے لیکن عید کے دن منڈ تندی آئے سارا دن اسی مصروفیت میں گزار گیا پہلے ناشتہ شیر خور کا دوڑ چلا پھر میں نے کھانا پکایا۔

عید کے دن آپ کے کیا معمولات ہوتے ہیں؟  
 عید کے دن چھوٹے بچے لڑکے لڑکیاں جب رنگ برنگے کپڑے پہن کر لڑکے جینٹھ لگا کر اپنی عیدی خرچ کرتے ہیں ان کے چہروں کی خوشی اور چمک دیدنی ہوتی ہے لڑکیاں اپنے شوٹڈز پر چھوٹے چھوٹے برس لڑکائی خوب صورت تیلیوں کی طرح چھن چھن کرٹی چوڑیاں ٹھنکھانی سرخ سرخ ہونٹوں پر چھتی مسکراہٹ سجائی گھومتی پھرتی ہیں بہت پیاری پریاں لگتی ہیں۔ یہ لہجے مجھے اچھے لگتے ہیں مگر بھی میری دلچسپی نہیں ہوتی ہے جو جانی ہیں جب گداگر سڑک کے کنارے میلے چیلے کپڑے پہنے گداگر کے نظر آتے ہیں۔ اب تو ماشاء اللہ دادی نانی بن گئے ہیں عید پر بہو بیٹیوں کا انتظار ہوتا ہے جب کہ یہ معلوم ہے کہ میرے ہاں عید کے دوسرے دن ماشاء اللہ سے دو بیٹیاں بمعہ میٹھی چار بہنیں بمعہ میٹھی بھائی بمعہ میٹھی کے مدعو ہوتے ہیں جب تک بابا جانی حیات تھے سب امی کے پاس عید کے دوسرے روز جمع ہوتے تھے جب سے میری شادی ہوئی یہ ہی ہوتا تھا مگر 29 دسمبر 1991 میں بابا کا انتقال ہوا جب سے میرے پاس یہ محفل جمتی ہے ماشاء اللہ بڑی رونق لگتی ہے۔

بھئی ہم شادی کے بعد سے خاص طور پر سب سے پہلے کہیں بھی جانے کو تیار ہو جاتے ہیں میری یہ عادت ہے کہ اگر کسی تقریب میں دس بچے پہنچتا ہو تو میں کوشش یہی کرتی ہوں کہ ساڑھے نو یا نوے دس پرواہ کیج جاؤں میں اکثر تیار ہو کر سینڈل پہن کر چادر اوڑھ کر بالکل تیار ہو جاتی ہوں پتہ چلتا ہے کہ میاں

صاحب بیٹھے اخبار پڑھ رہے ہیں یا بیوی دیکھ رہے ہیں بڑی کوفت ہوتی تھی اب بھی یہی حال ہے کسی تقریب میں جانا ہے بہو بیٹیوں کو بار بار ٹوکتی رہتی ہوں۔

\* بھئی میری عادت شروع سے یہ ہے کہ شادی سے پہلے بابا کپڑے مالا نا پس بینکل روپال خود خرید کر لاتے شادی کے بعد جب شوہر کے ساتھ شاپنگ برٹی تو اگر ان کے پاس جتنے بھی پیسے ہوں گے کوشش یہی کروں گی کہ خریداری کے بعد بھی خاصی رقم بچ جائے۔

\* اس پاک اور مقدس مہینے میں میری زیادہ سے زیادہ یہ کوشش رہتی ہے کہ قرآن پاک کی زیادہ سے زیادہ تلاوت کروں اور درود پاک کا ورد کرتی رہتی ہوں۔

\* اب مجھے بچے کچھ نہیں کرنے دیتے ماشاء اللہ سے بہویں آگئی ہیں طبیعت بہت کی بچی دوسرے نمبر کی بہو میرے ساتھ ہی رہتی ہے وہ زیادہ تر یہ کوشش کرتی ہے کہ مجھے کام نہ کرنا پڑے میری زبردستی میں یہ مجھ اس کا ہاتھ بٹا دیتی ہوں۔

\* مجھے ساڑھی پسند ہے یہی میرا پسندیدہ لباس ہے۔  
 \* ماشاء اللہ بہو میں بیٹے ہیں۔ وہ خود میری شاپنگ کر لیتے ہیں اب میں بہت کم شاپنگ پر جاتی ہوں اور اب تو عید پر نئے کپڑے پہنا ضروری نہیں مجھے میرے بچے اور بچوں کے بچے جب تیار ہو کر ملنے آتے ہیں تو دل خوشی سے معمور ہو جاتا ہے سب پر نظر کی دعا پڑھ کر دم کرتی ہوں یہ لہجے کا حاصل لگتے ہیں۔ اب اجازت چاہوں گی اس دعا کے ساتھ اللہ رب العزت ہم سب پر رحم فرمائے ہمیں ہمارے جیسے بندوں کے آگے مجبور و بے بس نہ کرے صرف اور صرف اپنی ذات کا محتاج رکھے۔

**منیچہ نورین مہک..... برنالی**  
 ۱۔ بابا بابا ابھی شادی کیا کتنی بھی نہیں ہوئی تو سسرال والوں کی طرف سے کیا عیدی آئی ہے اور کیا تاثرات ہونے ہیں ویسے یہ رسم مجھے اچھی لگتی ہے چوڑیاں مہندی وغیرہ وغیرہ عیدی میں آتی ہیں۔

۲۔ عید کے دن کی خاص بات مجھے یہ پسند ہے کہ اس دن سب اپنی اپنی مصروفیات کو بھلا دیتے ہیں ایک دوسرے کو گلے لگاتے ہیں سب ایک دوسرے کے گھر آتے جاتے ہیں جو کہ عام روٹین میں نہیں ہوتا اور اس دن بھلے تھوڑی دیر کے لیے ہی سہی سب دل سے دوریاں بھلا کر عید کی خوشیاں مناتے ہیں۔

۳۔ بھائی بہت نجوس ہیں چھوٹے جو ہیں اور عید کی شاپنگ کے لیے ابوجی کو ہی کہتے ہیں اور ان کی جیب خالی کرانی ہوں یہ دھمکی دے کر کہ میں تو کچھ کتنی ہی نہیں ہوں آپ کی مجھے پتا ہے۔

۴۔ رمضان المبارک میں زیادہ تر لوگ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں میں بھی کرتی ہوں اور کلمہ طیبہ اور درود شریف کو اپنا

WWW.PAKSOCIETY.COM

معمول بناتی ہوں۔

۵۔ عید کی تیاری کے لیے بس اتنا کہوں گی جو لوگ عید کے دن بھی سوئے رہتے ہیں اور کہتے ہیں ہماری عید پور گزری تو وہ لوگ دراصل خود پور ہوتے ہیں ان میں اتنی اہمیت نہیں ہوتی کہ وہ عید کی خوشیوں کو منائیں سب اچھے سے تیار ہوں اور گرمی بہت ہے تو اس لحاظ سے ہی میک اپ کریں اور کوئی ایسی ڈش ضرور بنائیں جو اکثر خاندانوں میں ہر سال عید پر بنتی ہے۔ سب کو عید مبارک ہو اجازت دیں۔ اللہ حافظ۔

**فوزیہ سلطانیہ..... تونسہ شریف**  
 السلام علیکم آچل بڑھنے اور اوڑھنے سنوارنے بنانے اور سنبھالنے والوں کو دل کی گہرائیوں سے عید مبارک۔  
 ۱۔ پہلا سوال جن لوگوں کے لیے ہے ہم اس کی تکمیری میں نہیں آتے سو رہنے دیتے ہیں۔

۲۔ عید کے دن کے معمولات بھی عام دن والے ہی ہوتے ہیں بلکہ عید کے دن تو اور بھی اداس دن گزرتا ہے اللہ کرے یہ عید اچھی گزرے۔

۳۔ یہ میرے معاملے میں تو سراسر جھوٹ ہے بھئی میں اتنا ناغم تو نہیں لگاتی آپ کہیں گے کہ ہر لڑکی یہی کہتی ہے اول تو کپڑے بدلنے کا ہی دل نہیں چاہ رہا ہوتا ظہر تک عید کے کپڑے اگر پہن لوں تو بس پھر یہی کافی ہوتا ہے بس ہلکی پھلکی تیاری کے ساتھ دادی کے گھر جانی ہوں اور کزنوں کے ساتھ تھوڑا بہت ہلا گا کر لیتی ہوں۔

۴۔ عید کے دن کے حساب سے تو اسٹائلش سوٹ کرنا شلوار پسند ہے اس بار بلیو اور وائٹ رنگ کا سوٹ ہے بلیو میٹھس کے ساتھ وائٹ شلوار اور وائٹ اینڈ بلیو دوپٹہ ہے اوکے جناب اجازت۔

**طیبہ ننیر..... شادیوال گجرات**  
 ۱۔ سسرال والوں کی جانب سے ابھی عید نہیں آئی ویسے آنے والی ہے جب آئے گی تو بتاؤں گی تاثرات۔

۲۔ عید کا دن بہت بورنگ سا گزرتا ہے بس گھر کے کام کاج کھانا پکانا اور سونا یا فرینڈز سے گپ شپ خاص بات عید کے حوالے سے تو عید کا مطلب ہی خوشی ہے تو اندرونی خوشی محسوس بھی ہوتی ہے۔

۳۔ میں تو کوئی بھی بناؤ سنگھار نہیں کرتی ویسے گھومنے پھرنے کی بہت شوقین ہوں میں کسی پارک وغیرہ میں جانا ہوتا جلدی تیار ہو جاتی ہوں ویسے کہیں بھی جانا ہوتا میں لیٹ نہیں ہوتی۔

۴۔ عید کی شاپنگ کے لیے جیب خالی کروانی ہوں کہ بھائیوں اور ڈیڈ جان کے کندھے پکڑ لیتی ہوں جیب ہلکی کروا کے پھر چھوڑتی ہوں۔

۵۔ رمضان المبارک میں روزانہ 800 دفعہ بسم اللہ شریف پڑھتی ہوں اور بھی بہت سارے وظائف ہیں جو معمول میں شامل ہوتے ہیں۔

۶۔ عید کے دن ہم تینوں بہنیں مصباح مکہ اور اب بھائی آبی زینت بھی ساتھ ہوں کی تول کر سب کام کریں گی لیکن میں زیادہ ہنن کا کام ہی سنبھالتی ہوں اور گھر آئے مہمانوں کو بھی میں نے ہی دیکھا ہوتا ہے مل کے کام کرنے میں زیادہ مڑتا ہے۔  
 ۷۔ ٹراؤ زراو بری میٹھ ویسے شرارہ بھی بہت پسند ہے۔

۸۔ عید کی شاپنگ ماما کے ساتھ اور بہنوں کے ساتھ ہی کرتی ہوں عید کی تیاری کے لیے یہی کہتا چاہوں گی کہ ٹائم ٹیبل بنائیں تو آسانی رہے گی۔

**عائش کشمالی..... رحیم یار خان**  
 السلام علیکم ڈیر آچل اسٹاف اور قارئین اینڈ رائٹرز جب سے سروے کا پڑھا ہے حد خوشی ہوئی اتنی خوشی کے لکھنے پر مجبور کر گئی پہلے بھی ایک سروے ایک شیخ فروزان ہے میں لکھ کر بھیجا تھا مگر شاید تاخیر سے موصول ہوا تھا آپ کو۔ مگر اب 25 مئی کو لکھ رہی ہوں اور ان شاء اللہ 8 جون تک تو پہنچ ہی جائے گا آپ تک۔ میری طرف سے سب پیارے دوستوں کو رمضان المبارک کی آمد مبارک ہو۔ اور عید کی بھی ایڈوائس مبارک باد قبول فرمائیں اور اب آتے ہیں سوالوں کی طرف سوال تو بڑے مزے کے ہیں۔

۱۔ مجھے پہلا سوال بڑے کام کا ہے مگر کیا کریں ہماری صرف منگنی ہوئی ہے اور سسرال میں صرف ایک ساس اور دیورانی ہیں بہت نجوس ہیں اور ہے بھی اس سال میری پہلی عید دیکھتے ہیں ہم انہیں کتنے پیارے ہیں۔ اگر جہاں تک تاثرات کی بات ہے تو میرے خیال میں میں ہی پہلی لڑکی ہوں گی جو بے شرموں کی طرح اپنا حق سمجھ کر عیدی وصول کروں گی۔ ویسے بس کی بات ہے چھپلے سیال ساس صاحبہ تو نہیں مگر فیئمنسی نے 1000 روپے عیدی دی تھی۔

۲۔ دوسرا سوال مزے کا ہے عید کا دن ہمیشہ میرے لیے خوشیوں سے بھرا اور دلچسپ رہا ہے عید کے دن کی خاص بات تو یہ ہوتی ہے کہ اس دن سب بڑے گھر میں جمع ہوتے ہیں پہلے نانا ابو نانی امی آتے تھے ہمارے گھر اب تو بڑے ہی نہیں رہے گھر میں امی ابو بہن بھائی اور ہم گھر میں ہر عید خوب انجوائے کرنے کی کوشش کرتی ہوں مگر ہونہیں پاتی۔

۳۔ اس سوال کے جواب پر کم ہی لڑکیاں متفق ہوں گی مگر میرے ساتھ تو ایسا ہی ہوتا ہے پہلی بات میں تو بڑی مشکلوں سے امی اور آبی کے کہنے پر کپڑے پہنچ کرتی ہوں میری باقی بہنیں بھی ایسی ہی ہیں۔

۴۔ ہم تو اپنے ابو جان کی جیب خالی کرواتے ہیں بھائی تو

ابھی پڑھ رہے ہیں اور جب تک وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں گے تب تک تو ہماری کیوٹی بھابھیاں آچھی ہوں گی ہمارے والدین دنیا کے سب والدین کی طرح بے حد گریٹ ٹاکس اور پیارے ہیں اللہ پاک والدین کا سایہ ہر مسلمان پر سلامت رکھتا ہے۔

۵۔ تسبیحات ہم تو قرآن پاک بے حد پڑھتے ہیں ہماری قرأت بے حد پیاری ہے سارے دعاؤں میں سب سبہتے ہیں۔  
۶۔ مجھے تو گھر کے کاموں سے بے حد پیار ہے سچ کہتی ہوں ہم سب بہنیں ماشاء اللہ کھڑے ہیں اور ہمارا دوستوں سے بھرا پیارا گھر ہماری ترجمانی کرتا ہے ماسوائے ہمارے ہم صرف باتیں ہی بنا سکتے ہیں مگر میں آرائش و زیبائش میں پیش پیش اور سب سے آگے ہوتی ہوں پسندیدہ لباس لانگ شرٹ ٹراؤزر اور بڑا سا دوپٹہ ہاں فرانس کچھ کچھ پسند ہیں۔

### رباب اصغر..... گجرات

السلام علیکم میری طرف سے تمام آنچل لکھنے اور پڑھنے والوں کو رمضان المبارک کی مبارک باد اللہ تعالیٰ ہمیں اس رمضان میں اپنی رحمتوں سے نوازے اب آتے ہیں سوالات کے جوابات کی طرف۔

۱۔ سوال تو بے حد دلچسپ لگا اگر ایک سال بعد پوچھا جاتا تو جواب یقیناً لسا ہوتا بات دراصل یہ ہے کہ منگنی اسی سال 16 جنوری کو ہوئی اسی لیے ابھی عیدی تو نہیں آئی مگر حالہ شب برات پر آج میں تمہیں تو فرودس اور بیٹھائی ساتھ لائیں اور جاتے ہوئے کچھ پیسے دے گئیں مگر مجھ سے بڑی دو جھٹھانیاں ہیں ان کو تو بہت زبردست عیدی ملتی تھی اب ہماری باری ہے دیکھتے ہیں کیا آتا ہے تاثرات یقیناً فطری ہی ہوں گے۔

۲۔ عید کا تو پورا دن ہی بہت خاص ہوتا ہی آج کل کی مصروفیات میں جہاں ایک دوسرے کی طرف تاجانا م ہو گیا ہے وہ عید کا دن غیبت لگتا ہے ہماری خاندانی روایت ہے کہ اگر خاندان میں کوئی کسی سے کتنا بھی ناراض کیوں نہ ہوں عید کے دن لازماً وہ ایک دوسرے کے گھر جاتے ہیں۔

۳۔ نامعلوم کیوں خواتین کو دیر سے تیار ہونے پر بدنام کر رکھا ہے جب کہ آج کل کے مرد حضرات کسی بھی طور کم نہیں ہیں البتہ جہاں بھی جانا ہو جلدی ہی تیار ہو جاتی ہوں خاص طور پر ماموں کے گھر تو بھاگ بھاگ کر جاتی ہوں بس بہانہ ملنے کی دیر ہے اس کی بڑی خاص وجہ یہ ہے کہ میرے ماموں اٹھتے ہیں اور ان کے گھر پر میری ہی ہم عمر کزن صدف جس سے میری خوب ہنسی ہوتی ہے۔

۴۔ بھائیوں کی جیب ہلکی کروانے کے لیے زیادہ محنت کی ضرورت نہیں ہوتی بس چاندرات پرست ان کے ہاتھ میں دینا

پڑتی ہے پہلے منہ کے زاویے بگڑتے ہیں پھر کم کرنے کی فرمائش ہوتی ہے پھر بہانہ تلاش جاتا اور بازار نہ جانے کا عذر مگر ہم بھی ہمیں رام کر کے ہی دم لیتے ہیں۔

۵۔ رمضان المبارک میں زیادہ وقت تلاوت کلام پاک میں اور درود شریف پڑھنے میں گزرتا ہے اور 21 رمضان المبارک سے جتنا ہو سکے تاثرات کو عبادت کرتے ہیں۔

۶۔ عید کی شاپنگ امی اور کزن وغیرہ کے ساتھ کرتی ہوں کیونکہ ہم سب کزن فریب ہی رہتی ہیں اور جو مزہ مل کر خریدنے کا سہوا کیلئے نہیں آتا۔

۷۔ یادگار چاندرات بچپن کی ایک رات ہے جن میں اپنی پھوپھو اور چچی جان کے ساتھ بازار گئی تھی پہلے ہم نے چوڑیاں پہنیں پھر مہندی لکوائی اور پھر آخر میں آکس کریم کھاتے ہوئے گھر واپس آئے اس کے بعد ہماری بہت عزت کی گئی کہ اتنے دنوں سے بازار جا رہے ہو ابھی چوڑیاں باقی تھیں باقی آپ سب سمجھ دار ہیں کہ کیا ہوا ہوگا پھر ہم نے توبہ کر لی کہ آئندہ بھی نہ جائیں گے۔

### عذیلہ رانی..... نامعلوم

۱۔ جی ابھی اسی مہینے ہی میری منگنی ہوئی ہے ظاہر ہے منگنی کے بعد یہ میری پہلی عید ہوئی اب دیکھتے ہیں سسرال والے کیا عیدی دیتے ہیں اور عیدی ملنے پر میرے کیا تاثرات ہوں گے۔

۲۔ عید کے دن بہت سی خاص باتیں جو بے حد پسند ہیں پہلے تو ابوسے عیدی لینا پھر تیار ہو کر دوستوں کے گھر جانے کی جلدی اور ڈائجسٹ پڑھنا بقول امی عید کے دن تو اس کی جان چھوڑ دیا کرو۔

۳۔ چونکہ مجھے میک اپ کا اتنا زیادہ شوق نہیں اس لیے جلد ہی تیار ہو جاتی ہوں رشتہ داروں میں کسی کی شادی پر جانا ہو تو کوشش ہوتی ہے کہ دیر سے جاؤں ہاں فرینڈز وغیرہ کی شادی ہو یا ان کے گھر جانا ہو تو پھر تو جھٹ پٹ تیار ہو جاتی ہوں۔

۴۔ رمضان المبارک میں روزانہ قرآن پاک کی تلاوت کرنا اور طاق راتوں میں عبادت کرنا جو ہم ساری کزنز مل کر کرتی ہیں۔

۵۔ گھریلو امور میں عید کی تیاری کی حوالے سے میں ہمیشہ گھر کی آرائش و زیبائش کا کام کرتی ہوں گھر کو سنوارنا میرا پسندیدہ کام ہے۔

۶۔ عید کی شاپنگ میں ہمیشہ امی کے ساتھ اور سسرانم کے ساتھ کرتی ہوں

۷۔ کوئی خاص یادگار چاندرات تو نہیں ہاں چاندرات کو سسر کے ساتھ بچت ہوئی ہے کہ مہندی لگا دو مہندی لگا دو پھر ہمیں جا کر وہ مہندی لگاتی ہے۔

نبیلہ ناز..... ٹھینک موڈ آلہ آباد  
۱۔ سسرال کا ڈھول ابھی گلے میں نہیں لگا نہ ہی اس ڈھول کی

ڈھولک سے کانوں کو آٹھائی ہوئی ہے سوں ہم کیا جانے تاثرات کیسے ہوتے ہیں وہ کہاوت ہے بندر کیا جانے اور ک کا مزہ۔

۲۔ عید کا دن خاص ہوتا ہے اگر محسوس کریں تو۔ مگر مجھے وہ منظر بہت خاص اور بے حد دلکش لگتا ہے جب مرد حضرات عید کی نماز پڑھنے کے بعد گھر لوٹتے ہیں بابا اور بھائی گلے لگا کر مبارک باد دیتے ہیں عید کے دن معمولات عام ہی ہوتے ہیں چاندرات کی محنت عید کے دن سو کرنا ہوتے ہیں۔

۳۔ یہ بات سو فیصد درست ہے خواتین کا ہر سنگھار مرد حضرات کے لیے ہر جگہ لیٹ جانے کا موجب بنتا ہے ان کے ہاں سنگھار الامان میں تو صرف اس وقت جلدی تیار ہوتی ہوں جب اپنی فرینڈ سے ملنے جانا ہو۔

۴۔ بھائی ابھی اس عید پر نہیں پہنچے ابھی والدین پر اکتفا ہے ہاں مگر بھائیوں کی کوشش ضرور ہوتی ہے کسی چیز کی کمی نہ ہو۔

۵۔ رمضان المبارک میں عام دنوں کی تسبیحات سے ہٹ کر دوسری تسبیحات اور وظائف خود بخود شامل ہو جاتے ہیں۔ ہاں نوافل کا اہتمام بہت کرتی ہوں باقی تمام بہنوں سے گزارش ہے کہ استغفار کی تسبیحات کو معمول بنائیں۔

۶۔ عید کے پہنارے میں شلواری میں ڈوپٹہ پلین جوتا پسند ہے باقی اتنی ڈیمانڈ نہیں ہیں میری کیونکہ میں خود بہت سہل ہو۔

۷۔ عید کی شاپنگ اپنے بھائی کے ساتھ جا کر کرتے ہیں۔

۸۔ میری لائف میں ابھی تک کوئی ایسی عید کا گز نہیں ہوا۔

۹۔ ہمیشہ ان رنگوں کا استعمال کریں جو چہرے کو پہلے سے زیادہ بھرپور انداز میں پیش کریں مثلاً آنکھوں کا رنگ آپ کے بالوں کو بھی دیں اگر آپ بلونڈ گھر کا استعمال کرتی ہیں تو آنکھوں کے پونوں پر ایسی رنگ کا کری می شید دیں اس کے علاوہ ڈارک گریٹ اور چاکلیٹ براؤن رنگ بھی بہترین ہے اگر آپ چاہیں تو کا پریچ اور سرجی مائل بھور رنگ بھی استعمال کر سکتی ہیں۔

شائستہ جٹ..... چیچہ وطنی  
۱۔ سسرال سے تو نہیں کیونکہ ابھی تو ہم پڑھائی کر رہے ہیں اس لیے کوئی تاثر نہیں ویسے جو مزہ گھر والوں سے عیدی لینے میں سہوا کسی اور میں کہاں۔

۲۔ عید کے دن مجھے نیوز میں ہر طرف پورے ملک کی خبریں دیکھنے میں مزہ آتا ہے ہر کوئی عید کی شاپنگ میں لگا ہوتا ہے اور عید کی صبح نماز فجر کے بعد میں لیٹ جاتی ہوں پر امی بچن میں سوئیاں بنا رہی ہوتی ہیں تو برتنوں کا شور بے حد پسند ہے اس کے بعد اس پڑوس میں سوئیاں دینے کا رواج ہے حد پسند ہے اس کے بعد میں اٹھ کر صفائی کرتی ہوں تاکہ گھر صاف رہے وہ آٹھ گھنٹے صفائی نہ جو عموماً رمضان المبارک میں ہی شروع ہو جاتی ہے۔

۳۔ میں کہیں بھی جانا ہو جلدی تیار ہو جاتی ہوں کیونکہ میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

بہت وقت کی پابند ہوں پر مانو بہت تنگ کرتی ہے تیار ہونے میں۔

۴۔ عید کی شاپنگ کے لیے میں امی اور شگفتہ بہن سے پیسے نکلاتی ہوں اور بھائی تو اناڑی بھیا ٹھہرے ان سے پیسے لینا اونٹ کورکے میں بٹھانے کے مترادف ہے۔

۵۔ رمضان المبارک میں کوشش کرتی ہوں کہ ہر وقت درود پڑھوں اور یا اللہ جو کا در ضرور کرتی ہوں۔

۶۔ چاندرات تو ہر بار خاص لگتی ہے آسان کی وسعتوں پر محبتیں بکھیرتا چاندل کے قریب محسوس ہوتا ہے مہندی کی خوشبو چوڑیوں کی کھنک پٹروں کی ٹینشن سب چاندرات کی مستیاں ہیں جو پسند ہیں مجھے۔

۷۔ عید کی تیاری میں مجھ جیسا اناڑی غلط ہی ٹپ بتائے گا اس لیے صرف ایسا کریں صفائی کریں اور کولڈ ڈرنک سر و کر دیں مہمانوں کو۔ میک اپ میں ہنس لگا کر کاجل کی ہلکی لائن آنکھوں کے باہر لگا لیتے نکھیں بڑی لگیں گی۔

نسیم سحر..... گلشن اقبال  
سروے کے لیے جواب پیش خدمت ہیں امید ہے پسند آئیں گے۔

۱۔ سسرال والوں کی جانب سے آنے والی پہلی عید پر تاثرات کا جواب دینے سے ہم قاصر ہیں فی الحال اس کا جواب تو پادیس سدھار چکی بہنیں ہی دے سکتی ہیں ہم جیسے نا تجربہ کار کو کیا خبر بھی کہ کیا محسوس ہوتا ہے۔

۲۔ عید کے دن چھوٹے بڑے سبھی خصوصی تیاری کرتے ہیں رنگ برنگے کپڑوں کی زرق برق بچوں کی خوشیاں عید کی صبح یہ سب چیزیں بہت اٹھنے لگتی ہیں ایک کشش محسوس ہوتی ہے سب کے چروں پر خوشی چھلکتی ہے یہ سچ ہے کہ اب خوشیاں پہلے جیسے نہیں رہیں مگر پھر بھی ان تہواروں کا ایک خاص طلسم ہر ایک پر چھاسا جاتا ہے بچن میں عید کے دن آنا ہم گوارہ نہیں سمجھتے بھئی ایک ہی تو دن ہوتا ہے مزے کرنے کا سوامی جانیں اور آئی دن گیارہ بجے کے بعد مہمانوں کی آمد کزن ماموں خالہ سب آ رہے ہوتے ہیں بڑی بہن ہونے کی وجہ سے انہیں کولڈ ڈرنک اور شگفتہ ہی سر و کرنا پڑتا ہے۔

۳۔ ہر سنگھار کا کچھ خاص شوق نہیں۔ مجھے کاجل اور ہلکی لپ اسٹک لگانا پسند ہے بھاری چیلری پہننا بہت مشکل ہے ماموں لوگوں کی طرف جانے کے لیے ہم جھٹ پٹ تیار ہو جاتے ہیں۔

۴۔ میرے خیال میں سب سے زیادہ مزے اس ایک کام میں ہی ہے میں جاب کرتی ہوں ماشاء اللہ میرے پاس اچھے خاصے پیسے ہونے کے باوجود ہم جب تک بھائی کی جیب خالی نہ کروا میں مزہ نہیں آتا میں اور میری چھوٹی بہن دونوں مل کر یہ

فریضہ سرانجام دیتی ہیں بھائی انجینئر ہیں عید پر ان کی چھٹی کی دعا میں مائی جانی ہیں کیونکہ دو تین عیدوں پر چھٹی نالٹنے کی وجہ سے وہ گھرائے ہی نہیں تو عید کا مزہ کر کرہ ہو گیا۔

۵۔ رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ جس کی اہمیت لفظوں میں بیان ہی کی جاسکتی ہے اس قدر رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اس مہینے میں نہیں چاہئے کہ ہم اس سے بھرپور فائدہ اٹھائیں سارا دن درود شریف سے زبان تر رہتی ہے اور مختلف وظائف پورا ماہ کیے جاتے ہیں۔

۶۔ میٹرک کے بعد سے ہم نے عید پر گھر کی صفائی زیبائش کا کام اپنے ذمہ لیا ہوا ہے اور ہم جناب اس میں خاصے ماہر بھی ہیں رمضان سے پہلے اور آخری عشرہ میں عید کے لیے گھر کی تمام صفائیاں جس میں پردوں کی تبدیلی صوفوں کے کورچن کی کراگری میں رد بدل اور دوسری مختلف چیزیں شامل ہیں رمضان المبارک کی آمد پر ہم گھر شیشے کی مانند چکا دیتے ہیں تاکہ عید کے قریب کام کا بوجھ زیادہ نہ ہو اور عبادت بھی خشوع و خضوع کے ساتھ کی جائے۔

۷۔ شلواریں قمیص قمیص کڑھائی والا کرتا پاجامہ پسندیدہ لباس ہیں۔

۸۔ ایسی تو کوئی خاص چاند رات یا دن نہیں جو کہ ہمیں ابھی تک اپنے سحر میں جکڑے ہوئے ہو۔ ہمیشہ ایک ہی ہی ہوتی ہے مگر بہت مزہ بھی آتا ہے کبھی کسی کی چوڑیاں رہ گئیں تو کسی کا دوپٹہ ہاڑ مہندی لگوانے کب جانا ہو تمام چیزوں کا لطف بھر پور ہوتا ہے۔

۹۔ میری تو عید کی تیاری بہت سادہ ہی ہوتی ہے میک اپ کم ہی کرتی ہوں۔ عید والے دن تو نہیں مگر عام دنوں اور رمضان المبارک میں بچن میں ہی زیادہ وقت گزرتا ہے جب سے واپسی پر دوپہر کا کھانا اور رات کا میں ہی بناتی ہوں۔

**اقصیٰ حریم..... فتح جنگ**

۱۔ سسرال والوں کا توپتا نہیں کیوں کہ ابھی میں چھوٹی سی بچی ہوں بابا ہاں البتہ ابو کا ضرور بتاؤں گی میں جب بھی سب کے سامنے میرا مطلب ساری کزنز کے سامنے ابو سے عیدی مانگتی ہوں کہ ابو زیادہ عیدی دیں گے تب ابو مجھے دس روپے پکڑا دیتے ہیں اب اللہ جی تب میں سوچتی ہوں کہ میں ہی شاید دنیا کی واحد بے چاری معصوم لڑکی ہوں۔

۲۔ عید کے دن کی خاص بات یہ ہے کہ ساری کزنز اکٹھی ہو جاتی ہیں اور پھر مل کر پارٹی کرتی ہیں کچھ بازار سے منگوائی ہیں مثلاً پیزا آکس کریم وغیرہ اور معمولات میں عید کے دن امی سارا کام خود کرتی ہیں۔

۳۔ عید کی شاپنگ پہلے تو امی کے ساتھ ہی کرتی تھی لیکن اس بار بھائی نے کہا ہے کہ چاند رات کو میں لے جاؤں گا اب دیکھے کون لے کر جاتا ہے یا.....

۴۔ رمضان میں کوشش ہوتی ہے کہ زیادہ ناکم عبادت کو ملے کیونکہ کام تو ختم ہوتے نہیں ان شاء اللہ اس بار رمضان مبارک میں کام تسبیحات و وظائف کو معمول بنائے گئے۔

۵۔ خاص کام یہ کہ جب کوئی چاٹ وغیرہ بنانی ہو تو پھر اپنی ذیولنی ہوتی ہے اور ہاں سب کے کپڑے پر لیس کر کے ان تک پہنچانا میری ذمہ داری ہے اور یاد آ یا سب کزنز کو تیار کرنا کسی کا ہیر اسٹائل اور کسی کا میک اپ۔

۶۔ کچھ خاص نہیں اونگ شرٹ ٹراؤز اور بڑا سادو پینڈ اور ساتھ میں میچنگ چوڑیاں ہوتی ہیں۔

۷۔ ہم گاؤں میں ہوتے ہیں اس لیے چاند رات کو کچھ خاص تو نہیں ہوتا البتہ یہ ہے کہ ہمارا گھر چونکہ پمپلی میں سب سے بڑا ہے سوساری کزنز ہمارے گھر آتی ہیں پھر مل کر چاند کا انتظار کیا جاتا ہے اور چاند نظر آتے ہی مہندی لٹی شروع ہو جاتی ہے کوئی مہندی لگا رہا ہے کوئی کپڑے پر لیس کر رہا ہے اور کوئی بالوں کی کٹنگ کروا رہا ہوتا ہے ہر طرف شہری شور ہوتا ہے۔

**کترہ مریم..... نامعلوم**

۱۔ پہلا سوال میرے مطلب کا تو بالکل بھی نہیں کیونکہ میری ابھی شادی نہیں ہوئی۔

۲۔ چاند رات کو دیر تک جاگ کر مہندی لگنا یا بہت اچھا لگتا ہے۔ عید کے دن کے معمولات تو ہماری کوشش ہوتی ہے کہ زیادہ تر بچن کا کام رات کو ہی ختم کر لیں اور اس میں کامیابی بھی ہوتی ہے کوشش ہوتی ہے کہ عید کی صبح اٹھ کر کم از کم گیارہ بجے تک تیار ہو جاتی ہوں۔

۳۔ جب خالی کرانا بھی خاصا جان جو حکم کا کام ہے۔ عیدی لینے میں کافی محنت کرنی ہوتی ہے بھائیوں سے۔

۴۔ ہم اتنے نیک نہیں کہ تسبیحات وغیرہ کی فکر کریں اللہ جتنی توفیق دیتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ تلاوت ہوتی ہے۔ من قرآن پاک بھی پڑھے جاتے ہیں۔

۵۔ کام وہ بھی تیاری کے حوالے سے خیر ہونا ایسا ہے جس کام کا موڈ ہو وہ کر لیتے ہیں۔ لانگ شرٹ کے ساتھ چوڑی دار پاجامہ اور آج کل جو گھیر پری چل رہی ہے وہ اچھی لگتی ہے۔ جس چیز کا فیشن ہو وہی چلتا ہے۔

۶۔ عید کی شاپنگ خود کرنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا۔ سب کچھ گھر بیٹھے ہی مل جاتا ہے۔ بھائی لے آتی ہیں ڈریس بس کٹر بتا دیتی ہوں۔ مجھے کتابیں خریدنے کے علاوہ اور کچھ خریدنے کا خاص شوق نہیں۔

۷۔ ایک تو ہماری فیملی تنازعات سے بھری ہے۔ یادگار چاند رات ناممکن ہے۔ سب تیاری چاند رات میں ہی کر لیتی ہوں۔ مہندی لگانا فیشن کرانا کپڑے پر لیس کر کے رکھنا چوڑی نکال کر

رکھنا۔ یادگار کام یہی ہیں۔

۸۔ شب وغیرہ تو ایسے کوئی نہیں ہے ڈش کیا خاک بتاؤں کہ کوکنگ تو بس کرنی پڑتی ہے ورنہ مجھے ایک فیصد بھی شوق نہیں۔ آپ اگر میک اپ سے پہلے ٹھنڈے عرق گلاب کا لکا سامناج کریں اور میک اپ سے محو میز دیر پہلے ملاتی مٹی لگائیں تو میک اپ اچھا ہوگا اور پسینہ بھی کم آئے گا۔ شکریہ

**پارس فضل..... لیہ شریف**

۱۔ ہم اس صحیح بحث سے فارغ ہیں سواس کے جواب سے بھی معذرت۔

۲۔ کوئی ایک نہیں بہت سی ہیں۔ سب سے پہلی تو عید کے تین دن لامیٹ نہیں جانی جس سے بڑی کوئی خوشی کی بات نہیں ہو سکتی۔ پھر سب کا اکٹھے ہونا تمام گلے شکوے بھلا کر ایک دوسرے کے ساتھ خوشی خوشی ملنا مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔

۳۔ لوجی ہمیں تو اس طرح کا کوئی شوق نہیں ہے کہیں بھی جانا ہو اور جلدی سے منہ دھویا کپڑے پہنچ کے اور ہم تیار لیکن پھر بھی جلدی اور تاخیر تو ہو ہی جاتی ہے۔

۴۔ ہائے یہ حسرت ہی ہے ابھی تک میرے بھائی جیب خالی نہیں کرتے بلکہ میری کر دیتے ہیں۔ کبھی کوئی فرمائش کر کے اور کبھی کچھ ان کو ناراض کرنا مشکل ہے۔

۵۔ رمضان میں الحمد للہ میری کوشش ہوتی ہے کہ کچھ تو ہم بھی گناہ بخشو لیں۔ اس لیے پہلے سے بہت کوشش ہوتی ہے کہ کچھ تو ہم بھی ہے۔ اور میرے خیال سے یہ اللہ اور اس کے بندے کا معاملہ ہے۔ بس اللہ ہمت دے۔

۶۔ سب سے پہلے تو گھر کی صفائی ستھرائی پھر ظاہر سے آرائش وزیبائش بھی مجھے لے جاری کو ہی کرنی پڑتی ہے اور مجھے ہر کام کرنا پڑتا ہے مدد کے لیے کوئی نہیں۔

۷۔ بچپن میں ہوتا تھا اب تو کچھ خاص نہیں جو بھی مل گیا پہن لیا۔

۸۔ ہماری شاپنگ اکثر امی کرتی ہیں لیکن کبھی کبھی میں اور میری بہن بھی کر لیتی ہیں۔

۹۔ ہم ہر چاند رات جاگ کر گھر پر مناتے ہیں۔ مہندی لگاتے ہیں خوب انجوائے کرتے ہیں۔

۱۰۔ ہائے ظالمو! کیا پوچھ لیا مجھ جیسے پھوپھو بندے بھی تو ہوتے ہیں ناپا جنہیں نہ میک اپ آتا ہے نہ ڈش۔ میں تو سادہ سے کھانے بناتی ہوں۔ کوئی آئینہ ڈش نہیں ہاں ہر عید پر حلوہ بناتی ہوں۔ میری بہن گوشت کی کوئی کمپین ڈش ٹرائی کرتی ہے۔ اچھا اب اجازت چاہتی ہوں۔ اللہ حافظ

**روبیہ شاہد..... ایف بی ایریا کراچی**

۱۔ ماسی کی سنہری ندی میں ڈوب جائیں تو پور پور یادوں سے

بچھٹے لگتا ہے۔ گلابی جاودانی عکس ہمارے سامنے لہرانے لگتا ہے۔ جی! کیونکہ سسرال سے پہلی عیدی پر روپوشی کام کا ٹیس گلابی جوڑا، میچنگ سینڈل، چوڑیاں، جیولری وغیرہ وغیرہ۔ اتنا ڈھیروں سامان دیکھ کر تو ہم خوشیوں کے جمولے میں بیٹھ کر تیز تیز جھونٹے لے رہے تھے کیونکہ ہمارے ان کو ہم پر گلابی رنگ بہت اچھا لگتا ہے سو ہمارے تاثرات پر مسرت اور خوشگوار تھے۔

۲۔ ہمارے یہاں عید کا خاص مزہ ہے کیونکہ ہم اپنے میکے میں بھی جو انٹ میکی سٹیم میں رہتے تھے یعنی ہمارے دادا، دادی اور ان کے چار عدد بیٹے بعد پمپلی ایک ہی گھر میں رہائش پذیر تھے۔ ہمارے ابو کا نمبر دوسرا تھا۔ اور ہم سب کزنز مل کر خوب ہلہ گلہ کرتے عیدی وصولیے، مہونج مستی کرتے تھے۔ اور اتفاق یہ ہے کہ سسرال میں بھی ہمارے شوہر اور ان کے چار عدد بھائی ایک ساتھ ہی رہتے ہیں۔ ہم جیٹھانی، دیورانیوں میں بے حد انداز اسٹینڈنگ ہے۔ دن میں مل جل کر خوب پکوان تیار کرتے ہیں اور پھر شام کو سب مل کر کھونٹے جاتے ہیں باہر ہی کھانا کھاتے اور رات گئے لوٹتے ہیں۔ اگلے دن سب میکے جاتے ہیں۔

۳۔ ہم ذرا سادگی پسند واقع ہوئے ہیں تو تاخیر کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ میکے جانے کے لئے نچھٹ پٹ کیا کھٹ پٹ تیار ہو جاتے ہیں بلکہ ہر وقت تیار ہی ہوتے ہیں۔

۴۔ خیر جیہیں خالی کرانے کی نوبت ہی نہیں آتی، عید کی شاپنگ زبردست ہو جاتی ہے۔

۵۔ رمضان المبارک کا مقدس مہینہ آتے ہی ہماری روشنی یکسر بدل جاتی ہے، ہم سب تمام رات جاگتے ہیں، کثرت سے استغفار پڑھتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ وقت عبادت میں صرف ہوتا ہے۔ تلاوت کلام پاک، مختلف تسبیحات اور وظائف تو جاری رہتے ہی ہیں مگر رمضان المبارک کی ایک سو شب سے اسی سو شب تک ”قیلۃ القدر“ کی تلاش میں ہم سب پورے خشوع و خضوع کے ساتھ اپنے رب کے سامنے سر بسجود رہتے ہیں تاکہ ”نیکوں کا موسم بہار“ جب تک چھایا رہے، ہم سرور و مسرور اس میں گم رہیں اور اس بابرکت مہینے کی رحمتیں ہمیں۔

۶۔ ایک زمانہ تھا کہ جب بالکل ہی کورے تھے پر اب نہیں۔ گھر کی آرائش وزیبائش کا کام ہو یا پھر کوکنگ سب مزے سے کرتے ہیں۔ تمام گھر کی چھاروالی چادروں اور تمام ہی ٹیکوں اور گاؤ ٹیکوں کے کور اور بھی جتنے کورز ہیں، سب سلامتی کے کام پوری ذمہ داری سے کرتے ہیں اور بریائی اور شرعیہ کے دو خاص پکوان بنانا بھی ہمارا ہی کام ہے اور وہی بڑے بھی ہمارے ہاتھوں کے فرمائش کر کے بنوائے جاتے ہیں۔ باقی دوسرے کام ہماری ہیلاہیر زدیورائیاں کرتی ہیں۔ ہا ہا ہا..... ہو ہو ہو..... ہی ہی ہی..... کھی کھی کھی۔ کرتے تمام کام بخیر و خوبی انجام پاتے ہیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

بڑھ کر ہماری مشرقی اقدار کی عکاسی کرتا ہوا شگوار قبض اور دوش۔

۸۔ سبھی کو موم دیتے ہیں اپنے ساتھ شاپنگ کا۔ سبھی میاں جی ساتھ ہوتے ہیں، تو سبھی امی بہنوں کے ساتھ، سبھی ساس، منند اور پورا نیوں کے ساتھ، مگر سب سے زیادہ ساس منند اور پورا نیوں کے ساتھ ہی ہوتی ہے شاپنگ۔

۹۔ یہ تو طے ہے کہ سسرال کی پہلی عید پر آپ کتنے ہی گھبرائے ہوئے ہوں مگر چاند رات کو پیار چھلکانی میاں جی کی نگاہیں ایک ہی تحریر رقم کرنی نظر آتی ہیں گھبرائی کیوں ہو؟ "میں ہوں نا" ہماری شادی کے بعد کی پہلی چاند رات بھی عجیب تھی۔ خوف اور پیار کا ملا جلا امتزاج۔ جہاں کچھ غلط نہ ہو جانے کا خوف بھی تھا صحبت پاش نگاہوں کی پیش بھی پھلار ہی تھی۔ سب سے ہونے دل کی ہرگز نہ پیار کے احساس سے اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ ہماری ساتھیوں نے اپنے دل کی ہرگز نہ پیار کے احساس سے اتنی بڑھی ہوئی تھی اور اس رات کا سونوں ہماری سبھی یادوں کا حصہ ہے۔

۱۰۔ کئی سالوں سے عید موم گرماس میں آرہی ہے اور اسی مناسبت سے جو ڈش ہم بنا رہے ہیں بچے بوڑھے اور جوان سارے ہی خوب کھاتے ہیں اور کھائے ہی جاتے ہیں

اجزاء: دودھ ایک کلو، اسپیشی ایک کپ، کریم ایک کپ، ڈیل روٹی دو بڑے سلاکس، کنارے پٹا کر چورائے ہوئے، چینی حسب ذائقہ، لال شرب کون میں بھر لیں، بادام تیس عدد (گرم پانی میں بھگو کر، چھلکے اتار کر باریک کاٹ لیں)، پستے تیس عدد (کتر لیں) اسپیشی زیادہ پانی میں ابالنے کے لئے رکھ دیں۔

ترکیب: اسپیشی زیادہ پانی میں ابالنے کے لئے رکھ دیں۔

۱۔ چھلنے کے دوران ایک کھانے کا بیچ کو ٹنگ آئل ڈال دیں۔ اسپیشی نرم ہو جائے تو گرم پانی مکمل نھار کر ٹھنڈا پانی بار بار ڈالیں تاکہ گرمائش مکمل نکل جائے۔ دودھ ابالنے رکھ دیں ابال آنے پر چینی اور ڈیل روٹی کا چورا ڈال کر مسلسل جھج چلائی رہیں، اچھی طرح مٹس ہو جانے پر چورائے سے اتار لیں۔ اب کریم چھینٹ کر مٹس کر لیں دودھ میں جھج چلائی رہیں کریم مٹس کر کے ٹھنڈا ہونے دیں۔ جب دونوں چیزیں مل کر گرمائش اپنی اپنی جگہ نکل جائے پھر سرونگ باؤل میں پہلے اسپیشی ڈالیں پھر دودھ، کریم اور ڈیل روٹی کا شکر ملا کھچر اور پستے ڈالیں اب کون میں بھر لال شربت اور بادام پستوں سے گارنش کریں اور فریج میں رکھ دیں۔ اگر آپ میوہ جات بڑھانا چاہتے ہیں تو حسب ذائقہ میوہ جات استعمال کر سکتے ہیں اور اگر جیلی استعمال کرنا چاہیں تو وہ بھی کر لیں۔ اس میں سب کچھ سا جاتا ہے حتیٰ کہ آپ کوئی فردٹ پسند کرتے ہیں تو وہ بھی کر لیں۔ ہم نے اپنی ترکیب لکھی ہے جس طرح ہم بناتے ہیں۔

زیادہ ٹھنڈا کھانا مقصود ہو تو ایک ڈیزے گھنڈہ فریزر میں رکھ دیں۔

### گل افشاں رانا..... نامعلوم

- ۱۔ جب سسرال میں گاہلی عیدی ملے گی تو ضرور بتاؤں گی۔
- ۲۔ روحانیت ہوتی ہے ہر چیز میں ہر چہرہ کھلا کھلا سا پیارا لگتا ہے۔ بہت ساری عیدی ملتی ہے۔ انسان خوب دل لگا کے سولہ سنگھار کرتا ہے، چھوٹے بہن بھائیوں کی چیزیں پوری کرنا تیار شیار کرنا۔ کھانا پکانے کا حساب کتاب رکھنا مہمانوں سے ملنا جلنا۔
- ۳۔ اگر میرا دل خود چاہے نہیں جانے کو تو خوب دل سے تیار ہوتی ہوں۔ بہت اہتمام سے سنگھار کرتی ہوں۔ دو گھنٹے پہلے ہی تیار ہو کے ایک جگہ بیٹھ کے سب کو افراتفری مچاتے ہوئے دیکھ کے انجوائے کرتی ہوں۔ لیکن اگر کہیں زبردستی جانا ہو تو عیبا پکین کے اسی وقت ریڈی ہو کے کہتی ہوں چلیں گی۔
- ۴۔ الحمد للہ میرے باپا زندہ باد بہت خیرے کرتی ہوں ان سے اتنے لاڈ چاہے فرمائیں کرتی ہوں کہ وہ خود ہی سب پوری کر دیتے ہیں۔
- ۵۔ سارے کام سب ہی مل جل کر کرتے ہیں۔ دوسرے تیسرے دن بھائیوں نے اپنے اپنے میکے جانا ہوتا ہے تو سارا کچھ بیچ کرنا پڑتا ہے۔
- ۶۔ سفید بلیو پنک مائی آل ٹائم فیورٹ کلرز چوڑی دار پا جامہ فراک کرتے ہمیشہ سے پسند ہیں اور استعمال کرتی ہوں۔
- ۷۔ شاپنگ ہمیشہ باپا کے ساتھ جاکے ہی کی ہے۔
- ۸۔ جدہ میں اپنی ماما کے ساتھ لاسٹ چاند رات جو گزری تھی اس سے زیادہ خوب صورت رات ابھی تک دوبارہ نہیں آئی میری زندگی میں۔ میرے باپا ہم سب کو سمندر کنارے لے کے گئے چاند دیکھا، شاپنگ کی پیزا ہاٹ گئے رات تین بجے واپس آئے اور میں نے اپنی ماما اور بہن کو مہندی لگائی۔
- ۹۔ میں میک اپ بہت کم یوز کرتی ہوں لیکن جب بھی کرتی ہوں تو دو دن بھی لگا رہے تو خراب نہیں ہوتا اور زیادہ گلوڈی ہو جاتا ہے۔ اس کا کریڈٹ میں وضو کو دیتی ہوں کہ میں جب بھی تیار ہوتی ہوں تو پہلے وضو ضرور کرتی ہوں جس سے چہرہ چمکتا رہتا ہے۔
- ۱۰۔ کنول ریاض..... سر گو دھا
- ۱۔ ابھی تک آئی ہی نہیں۔
- ۲۔ صبح اٹھ کر سب کو مہندی دکھانا میری سب سے اچھی عادت ہے۔
- ۳۔ کہیں بھی نہیں گیا رہے جے میں ہر صورت ریڈی ہوتی ہوں کہیں جانا ہو یا نہ جانا ہو۔
- ۴۔ باپا اور دادی ماں کی کراتی ہوں۔
- ۵۔ کافی تسلیحات ہیں جو اس ماہ پڑھتی ہوں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

- ۶۔ کچھ بھی نہیں اپنی مرضی سے جو دل کرے کر لیتی ہوں اب امی کی ہیلپ کرتی ہوں کو ٹنگ میں۔
- ۷۔ لمبی فراک اور دو پٹا اور چوڑی دار پا جامہ میرا پسندیدہ لباس ہے۔
- ۸۔ عمو مادادی ماں کے ساتھ۔
- ۹۔ ہر چاند رات ہی منفرد ہے، ایک دفعہ میں نے چاند رات پر ایک مووی ڈاؤن لوڈ کی کہ عید پر دیکھوں گی صبح آئی تو لیپ ٹاپ سے قائب بھی بہت افسوس ہوا تب۔
- ۱۰۔ بس اس دفعہ گرمی بہت ہوگی تو ساری لڑکیاں میک اپ سے گریز کریں۔ درند آدھے گھنٹے میں چڑیل بن جائیں گی، صرف لپ اسٹک استعمال کریں۔ تمام بہنوں کو بہت بہت مبارک باد۔

### کرن شہزادی..... مانسہرہ

- ۱۔ ہائے ابھی تو ہمارے چھلنے کودنے کے دن ہیں بھلا کہاں کی منگنی اور کہاں کی عیدی..... ہاں البتہ دوسروں کو گھنٹیوں کے بعد عیدی لینے دیکھا ہے اور وہ بھی بہت خوشی اپنا حق سمجھ کر وصول کرتی ہیں۔
- ۲۔ تیس روزوں کے بعد (صرف اس ایک دن) عید کی بڑی خوشی ہوتی ہے سب ناراضگیاں گلے شکوے بھلا کر بڑی خندہ پیشانی سے ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور عید اجتماعی طور پر مسلمانوں کے لیے (چاہے وہ امیر ہوں یا غریب) خوشی کا باعث ہوتی ہے۔ عید کے روز میرے معمولات میں جھاڑ پونچھ گھر کی صفائی کے اس بعد تیار ہو کر دوستوں کی طرف نکل جاتی تھی۔
- ۳۔ میرا تو کوئی ہار سنگھار نہیں ہوتا بس منہ ہاتھ دھویا صاف کپڑے پہنے اور چل پڑی دے میں اپنی دوستوں کی طرف اور کسی پکنک پوائنٹ پر جانے کے لیے ہر وقت تیار رہتی ہوں جبکہ تاخیر کا مظاہرہ رشتہ داروں کے گھر پر جانے سے کرتی ہوں (رشتہ داروں پڑھنا نہیں)۔
- ۴۔ بھیا تو بہت اچھے ہیں زیادہ تنگ نہیں کرتے بلکہ انہیں میرے لیے جو چیز پسند آئے خود ہی لے لاتے ہیں اور مطلوبہ رقم بھی دے دیتے ہیں۔
- ۵۔ رمضان کے بارگت مہینے میں تین عشروں کی دعائیں عشروں کے لحاظ سے پڑھتی ہوں اور زیادہ سے زیادہ قرآن مجید کی تلاوت کرتی ہوں۔
- ۶۔ عید کے دن ہر اکام گھر کی آرائش وزینائش تھا "تھا" سے مطلب شاپی اپنا جانی مٹس تو راوی مٹس ہی مٹس لکھ رہا تھا یہ عیدان کی سسرال میں ہوگی اس لیے اب سب کام میرے ناتواں کندھوں پر پڑ گئے ہیں۔
- ۷۔ مجھے لاگ شرٹ اینڈ چوڑی دار پا جامہ اور ٹخنوں تک

- چھوٹے فراک کے ساتھ چوڑی دار پا جامہ اور لمبا سا دوشہ اچھا لگتا ہے اور عید پر ہی میرا خاص لباس ہوتا ہے۔
- ۸۔ شاپنگ کا مجھے کوئی تجربہ نہیں ہے میرے لیے سب کچھ اپنا جانی ہی اپنی پسند سے لے کر آتی تھی۔
- ۹۔ وہ چاند رات آج بھی مجھے محو کر دیتی ہے جب میں پہلی دفعہ دوست گنزہ کے ساتھ ان کے ہی گھر میں اعتکاف میں بیٹھی تھی اور میری عید کے حوالے سے شاپنگ بھی سر پر اتز تھی جب ہلال مہینی والوں نے چاند نظر آنے کا عندیہ دیا تو سب نے مل کر دعا کے بعد سفید چادر اوڑھا کر اور ہمیں پھولوں کے ہار پہنا کر اعتکاف سے اٹھایا اور مبارک باد کے ساتھ گفٹ بھی دیئے پھر ہم لوگوں نے مہندی لگوائی اور رات در تک باتیں کرتے رہے۔
- ۱۰۔ آخری سوال نہایت مشکل لگا کیونکہ میں ان دونوں چیزوں میں کوری ہوں کوئی خاص ڈش تو مجھے بنانی نہیں آتی اور میک اپ کا مجھ سے دور دور تک بھی واسطہ نہیں ہے (آخر میک اپ کے بغیر ہی اتنی خوب صورت جو ہوں لپ اسٹک لگانی آتی ہے یقیناً آپ کو بھی آتی ہوگی ہا ہا ہا)۔

### تمنا بلوچ..... ڈی آئی خان

- ۱۔ سسرال والوں کی طرف سے ملنے والی پہلی عیدی پر تاثرات کچھ عجیب وانوکھے تھے۔ چیزوں کو بہت پیارا اور محبت سے رکھا تھا چوڑیاں تو آج بھی میرے پاس محفوظ ہیں۔
- ۲۔ عید کے دن کی خاص بات یہ ہے کہ یہ سب کو ایک کر دیتا ہے حتیٰ کہ بھی رنجش ہوں مٹ جاتی ہیں سب ایک دوسرے سے گلے مل رہے ہوتے ہیں۔ نئے نئے کپڑے پہنے جاتے ہیں چوڑیاں مہندی ہر طرف خوشبوؤں کا سیرا ہوتا ہے۔ سب سے اہم بات یہ اللہ کی طرف سے انعام اور عیدی بھی ملتی ہے ہا ہا ہا۔
- ۳۔ جی یہ بات تو سو فیصد سچ ہے کہ خواتین کے ہار سنگھار تاخیر کا سبب بنتے ہیں مجھے بھی تاخیر ہو جانی تھی اکثر لیکن آج کل جھٹ پٹ کرتی ہوں۔ پہلے میں عید پر کہیں نہیں جاتی تھی۔ اس بار تو شادی شدہ ہوں تو میکے جانے میں جھٹ پٹ کروں گی۔
- ۴۔ بس معصوم سامنہ بنا کے فرمائش کر دیتی ہوں تو وہ بڑے پیار سے میری جائز فرمائش پوری کر دیتے ہیں بھائی بھی اور شوہر بھی۔ بے جا فرمائش میں نے بھی نہیں کی۔
- ۵۔ دو دو پاک تہجد قرآن پاک اور زیادہ تر تیسرین کو ہی صبح و شام فقط جب بچے موقع ملے معمول بناتی ہوں۔
- ۶۔ میکے میں میرے ذمہ کوئی کام نہیں تھا جو مرضی کر لوں صرف بھائیوں کی تیاری میں مدد اور اپنا روم صاف کرنا سجانا سنوارنا اور بس اور سسرال میں چونکہ میری پہلی عید ہے تو آؤ بیٹیا۔
- ۷۔ پسندیدہ لباس جو پکین کے اچھا محسوس ہو اور میری خصوصی پسند لاگ شرٹ ٹراؤزر اور بڑا سا دوشہ۔

(8) اپنی چھو اور بھائیوں کے ساتھ۔  
 (9) ایسی تو کوئی یاد نہیں حسرت ہے کہ کوئی ایسی یادگار بنے پر کچھلی عید پر میں بڑے بھائی بھائی پوری رات جاگے تھے مہندی لگائی تھی خوب گپ شب کی گھی بہت مزہ آتا تھا۔  
 (10) شب یہ کہ ماہ مبارک سے پہلے اپنی تیاری مکمل کر لی جائے تاکہ پھر سارا وقت عبادت میں ہی گزارے۔ (میک اپ) خوب صورت ساسوٹ زیب تن کریں پال بنائیں ہلکی سی لب اسٹک لگا میں اور پسند کے مطابق ہلکی پھلکی جیولری پہنیں لیجیے ہوئی تیاری میں تو ایسی ہی کرتی ہوں۔

### ماریہ ایمان مامی..... نامعلوم

- (1) پہلی عیدی..... جناب جی اچھی آئی ہے پہلی عیدی نوے تاثرات خاصے مخلوق کن تھے۔ میں شرمائے کی بجائے ہر چیز کو سکی سے دیکھ رہی تھی اور نقص نکال رہی تھی اور امی کی گھوریاں چونکہ سسرالی بھی بیٹھیں تھے وہ فیماںی تو پتا نہیں کیوں میں شرمائے کی بجائے کانفیڈنس تھی۔
- (2) مجھے عید کے دن مہمانوں کا آنا بہت پسند ہے معمولات صفائی کرنے کے بعد سب بچوں کو تیار کرنا مہمی کو زبردستی تیار کرنا اور پھر خود تیار ہونا پھر کزنز کے ساتھ گپ شب۔
- (3) پتا نہیں کیوں لیکن ہر شادابی میں ہمیشہ لیٹ ہو جاتی ہوں سب کو تیار کرنے کی ذمہ داری مجھ پر ہوتی ہے (تھوڑی بیوشن بھی ہوں اس لیے) اگر میں اپنے چاچو کے گھر جاؤں تو جھٹ پٹ تیار ہو جاتی ہوں کسی شادی پر بھی جانے کے لیے جلدی تیار ہو جاتی ہوں (زیادہ میک اپ پسند نہیں) ہاں مہندی میں خوب دل لگا کر تیار ہوتی ہوں بالکل ریٹیکس موڈ میں.....
- (4) ان میرڈ ہوں (ہیم ہم) شرم آ رہی ہے (ہاہاہا) اور بھائی کا نہیں ماما کا پرس خالی کروانی ہوں وہ یوں کہ عید کی ساری شاپنگ اور پھر عیدی اتنے نخروں سے کہ بس تو یہ تو ہے.....
- (5) الحمد للہ نماز تراویح بھی نہیں پھوڑی اور قرآن مجید روز ایک یا پھر دو بارے اور وے جب فارغ ہوں سبحان اللہ یا پھر دوسرے چھوٹے وظائف وغیرہ پڑھتی رہتی ہوں۔
- (6) چونکہ میں بڑی ہوں تو سب کام میرے سپرد ہی ہوتے ہیں آرائش و زیبائش سب کو تیار کرنا سب کے کپڑے چاند رات پر نہیں کرنا غرض سب کچھ اور کوئنگ میں بیٹھا میں بنانی ہوں۔ لیکن امی ویسے میری امی کے ہاتھ میں ذائقہ بہت ہے میں کہتی ہوں آئین شیف ہونا چاہیے تھا۔
- (7) ویسے تو مجھے سارھی بہت پسند ہے لیکن عید پہ لوگ ٹخنوں تک آتا گھیر دار فراک نیچے تک پا جا مہا اور پلائنگ دو شے۔
- (8) عید کی شاپنگ ماما اور دادو کے ساتھ جا کر کرتی ہوں رمضان میں ویسے بڑوں کے ساتھ شاپنگ کرنے کا اپنا ہی مزہ

ہے جب بھی دادو کے ساتھ جاتی ہوں تو یہ کرتی ہیں کہ پھر نہیں جاؤں گی لیکن میں..... میں بھی میں ہوں۔ میں ذرا چیزیں پسند کرنے میں نخرلی ہوں اس لیے دکا ندر بھی اکثر گھبرا جاتے ہیں کہ ایسی اعلیٰ پسند (آہ ہاہاہا)۔  
 (9) یادگار چاند رات اپنی آنٹی کے ہاں اس چاند رات بڑا مزہ آیا تھا پہلے ہم سب نے مہندی لگوالی پھر چھت پر چاند دیکھنے گئے سب کزنز دھا کہ چونکڑی شرارتیں بہت مزہ آیا تھا تب اب تو بے مزہ ہی ہیں سبھی راتیں۔  
 (10) سویوں کا قلفہ

اجزاء:-

سو یاں	150 گرام
دودھ	دو لیٹر (دو کلو)
(سویاں) تھوڑا سا پانی ڈال کر بول کر کے پھیں	
کھوئے کی برنی	آدھا کلو
چاولوں کا آنا	آدھا کپ
پستہ کشش	آدھا آدھا کپ
کارن فلور	دو کھانے کے چمچ
(پانی میں گھول لیں)	
شکر دانے	حسب ضرورت
ترکیب:-	

ایک پہلی میں دودھ گرم کریں اور اتنا کٹائیں کہ آدھا رہ جائے اس میں کارن فلور سو یوں کا پیسٹ ڈال کر اتنا کٹائیں کہ وہ گاڑھا ہو جائے آخر میں بادام پستہ پاؤڈر کشش ڈال کر اتار لیں۔ اب اس میں کھوئے کی برنی کا چورا ڈال کر اتار لیں اور تیر سے اچھی طرح مکس کر لیں اور تین گھنٹے کے لیے کسی چیز میں ڈال کر فریزر کریں۔ تین گھنٹے بعد نکال کر دوبارہ تیر سے فلانی ہو جانے تک چلائیں دو دفعہ کرنے کے بعد سا بیچوں میں ڈال دیں مزے دار قلفہ تیار ہے میری ماما ہر عید پر بیکانی ہیں او کے جی اللہ حافظ۔ سب کو عید مبارک! میرا پیاجی آپ کو بھی ہی امان اللہ۔

### سلسلے عنایت حیات..... کھلا بٹ ٹائون شب

- (1) ارے جناب میرا سرال نہیں ہے ابھی میں بچی ہوں اور امی پاپا کے ساتھ رہتی ہوں اس لیے نو سرال اور نو عیدی۔
- (2) عید کے دن کی جو خاص بات مجھے پسند ہے وہ یہ ہے کہ عید کے دن ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق عید کی خوشیوں میں شریک ہوتا ہے ہر شخص کے چہرے پر عجیب مسرت کے ستارے چمک رہے ہوتے ہیں یہ جو احساس مسرت جو حاوی ہوتا ہے وہ مجھے بہت پسند ہے۔ عید کے دن میرے معمولات یہ ہوتے ہیں کہ میں تہجد کی نماز پڑھتی ہوں اللہ کا شکر بجالاتی ہوں کہ اس نے رمضان المبارک میں روزے رکھنے کی توفیق دی پھر اس کے بعد

فجر کی نماز پڑھ کر گھر کی صفائی سترائی کرتی ہوں اور ماما جانی ناشتا تیار کرتی ہیں سب مل کر ناشتا کرتے ہیں پھر پاپا اور ذیشان مسجد جانے کے لیے تیار ہوتے ہیں ان کو چیزیں دینا میرا کام پھر اپنے چھوٹے سے بھائی حظلہ کو تیار کرتی ہوں اور آخر میں روپیہ کو تیار کرتی ہوں پھر میں اور امی دونوں تیار ہوتے ہیں کیونکہ اگر پاپا کے آنے سے پہلے تیار نہ ہوں تو پاپا ناراض ہو جاتے ہیں۔ پاپا آتے ہیں اور عیدی دیتے ہیں ماما جان پنک کارخ کرتی ہیں اور دن کے کھانے کی تیاری اور میرا کام مہمانوں کو روپیہ کرنا اور خاطر مدارت کرنا یعنی امی کی ہاتھوں کی بنی ہوئی چیزوں کو مہمانوں کے سامنے پیش کرنا۔

(3) بالکل جناب! خواتین کا ہر سنگھار ہمیشہ تاخیر کا سبب بنتا ہے مگر میرے لیے نہیں۔ یہ بات میری بہن پر بالکل فٹ ہے میں تو بس زیادہ تیار ہی نہیں ہوتی یعنی میک اپ وغیرہ نہیں کرتی میں بہت تنگ ہوتی ہوں میک اپ وغیرہ سے۔ کپڑے تو بڑے پیارے پہنتی ہوں جیولری میں بھی نا پلس چوڑیاں اور انگوٹھیاں بس میری تیاری مکمل ہو جاتی ہے۔  
 (4) عید کی شاپنگ کے لیے پاپا کی جب سے پیسہ خرچ کر دانی ہوں یعنی پاپا ہی تو ہیں جو عید کی شاپنگ کرواتے ہیں بھائی تو خود چھوٹے ہیں مجھ سے وہ مجھے کیا دیں گے ظالم مجھ سے ہی پیسے ہنرتے ہیں۔

(5) رمضان المبارک میں نماز و قرآن مجید کی تلاوت باقاعدہ کرتی ہوں اس کے علاوہ استغفار اور درود پاک کا درود کثرت سے کرتی ہوں اور اس سے مجھے بے حد فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں یعنی میں بالکل تازہ دم رہتی ہوں۔ آپ یقین کریں مجھے جب کوئی دیکھتا ہے تو کہتا ہے سلی! تم تھی تر دتا زہ اور چاق و چوبند رہتی ہو۔ وجہ یہی ہے کہ ہر نماز کے بعد ایک دو نوح استغفار کی اور کسی بھی کام کے دوران اپنی زبان کو درود ابراہیمی سے ترکتی ہوں اللہ کے ناموں کا وردیج کی نماز کے بعد کرتی ہوں۔

(6) گھر یلو امور میں عید کی تیاری کے حوالے سے گھر کی آرائش و زیبائش کا کام میرے سپرد کر دیا جاتا ہے جسے میں بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیتی ہوں اور بھی کبھار کوئنگ بھی عید کے دن کرتی ہوں۔

(7) میرا پسندیدہ لباس فراک اور شلوار قمیص ہے اور اس کے ساتھ خوب صورت سا دوشہ جو حجاب کی صورت سر پر لینا پسند کرتی ہوں میں اپنے کسی بھی ڈریس کے لیے حجاب خود ڈیزائن کرتی ہوں اور خاص مواقع پر ضرور زیب تن کرتی ہوں۔

(8) جی جناب! شاید آپ کو یہ بات عجیب بھی لگے کہ عید کی شاپنگ کے لیے نہ میں جاتی ہوں اور نہ میری بہن بلکہ عید کی شاپنگ امی اور پاپا جانی کرتے ہیں اور دونوں کی چوائس بہت اچھی

ہے امی پاپا کی لائی ہوئی ہر چیز مجھے پسند آتی ہے۔  
 (9) یہ سوال پڑھ کر میں تو سوچوں میں کم ہوئی میری بچپن کی ہر چاند رات یادگار ہے کیونکہ سب دوستیں انٹھی ہوتی تھیں خوب ہلکے کرتے تھے اس کے ساتھ ہی میری وہ چاند راتیں یادگار ہیں جس میں میرے حامد یاموں ہمارے ساتھ ہوتے تھے۔ میری اور ان کی لڑائی ضرور ہوتی تھی کیونکہ وہ مجھے تنگ کرتے تھے میں چونکہ بچپن میں پناخوں سے ڈرتی تھی ان کی آواز سے مجھے الجھن ہوتی تھی مگر میرے ماموں لاکر میرے پاؤں کے قریب رکھ دیتے اور میں چیختی رہتی تھی کہ نہ کریں مجھے تنگ مگر وہ بھی باز نہ آتے تھے جب تک میں ان سے ناراض نہ ہو جاتی اور یوں وہ مجھے راضی کرتے پھر تنگ کرتے۔ یوں ہم انجوائے بھی کرتے تھے اب تو ماموں بھی مصروف ہو گئے ہیں مگر میری بچپن کی چاند رات کو انہوں نے یادگار بنایا۔ میری دوست لائبہ کے ساتھ لڑی ہوئی چاند رات آج بھی یاد ہے کیونکہ ہم دونوں مہندی اکٹھے اور ایک جیسی لگواتے تھے۔

(10) عید کی تیاری کے لیے میک اپ شب دینے سے قاصر ہوں جی کیونکہ میں میک اپ نہیں کرتی ہاں البتہ یہ میٹھی عید آ رہی ہے تو اس کے لیے ایک میٹھی ڈش ضرور بتاؤں گی آپ کو میں پیسٹ لگی بیانا کھاؤں گی۔

اجزاء:-

چینی	ایک کپ
مونگ پھلیاں صاف کی	دو کپ
ہوئی	
الاچی پاؤڈر	ایک چھوٹا چمچ
کوئنگ مکس	چار چمچ
پانی	تین چمچ
سفید تل	دو چمچ
ترکیب:-	

ایک فرانتک پین میں دو چمچ آئل ڈال کر پھلیاں فرائی کریں۔ ہلکا سا پک جائیں تو اتار لیں اب کسی اور فرانتک پین میں باقی تیل ڈالیں اس میں چینی شامل کر دیں۔ ساتھ ہی الاچی پاؤڈر اور پانی شامل کر دیں مکس کرتے جائیں سوچ مسلسل چلاتے رہیں یہاں تک کہ چینی کی چاسٹنی بن جائے اور چینی اپنا رنگ بدلنے لگے تو ہلکا براؤن ٹنگر ہونے پر چولہے سے اتار کر مکس کریں۔ اب پہلے سے کھنے ٹرے میں تل چھڑکیں اور اوپر آمیزہ ڈال دیں اور سوچ کی مدد سے ہموار کر لیں۔ ہموار کرنے کے بعد اس پر تھوڑے سے اور تل چھڑک لیں اب اسے ٹھنڈا ہونے کے لیے رکھیں۔ ٹھنڈا ہونے پر من پسند ٹنگروں میں کاٹ لیں اور میٹھی عید پر یہ میٹھی نکلیاں پیش کر کے خوب داد وصول کریں آخر میں سب

WWW.PAKSOCIETY.COM





WWW.PAKSOCIETY.COM

پیر کا کہنی اور کئی  
ماکسٹریورنگ

فرمائے۔ آمین ویسے بھی میرے بھائی بہت اچھے ہیں میری  
چھوٹی چھوٹی خوشیوں کا خیال رکھتے ہیں۔

(5) رمضان میں تو ہر طرف رحمت برس رہی ہوتی ہے ہر  
طرف روح کو سکون دینے والی فضا ہوتی ہے جو سکون و چین  
رمضان میں وہ دوسرے گیارہ مہینوں میں نہیں ہے۔ ہر عشاء کی  
مخصوص تسبیحات قرآن پاک کی تلاوت اور پانچ وقت کی نماز  
خاص عبادات میں شامل ہیں۔

(6) بہنوں کی شادی سے پہلے تو ہمارا گھر یلو امور میں کوئی عمل  
ڈھل نہ تھا کیونکہ سارا کام وہی کرتی تھیں ہم تو بس تیار شدہ چیز پر پہنچ  
جاتے تھے۔ چاہے کپڑے ہوتے یا کھانے کی کوئی چیز اب ان کی  
شادیاں ہو گئی ہیں تو کچھ کام میرے سپرد بھی کیے جاتے ہیں  
(ارے بھئی اب بہنوں والے عیش کہاں) گھر کی آرائش یہ کام  
تقریباً بھائی اور میں مل کر ہی عید سے پہلے ہی کر لیتی ہیں۔ کوئی  
بھی ہم یعنی امی بھائی اور میں مل کر ہی کرتے ہیں ایسا کوئی خاص  
کام نہیں جو میرے سپرد ہو کیونکہ ہم مل کر کام کر لیتی ہیں ویسے بھی  
میرا دل ہو تو کام میں حصہ لے لیتی ہوں اگر دل نہ ہو تو بس لی دی  
کتا گے ہی رہتی ہوں۔

(7) عید پر میرے پسندیدہ لباس لائٹ شرٹ ٹراؤزر اور دوپٹہ  
ہے مجھے آج کل جو فیشن ہے چھوٹی قمیص پنڈلی تک پاجامہ نما  
شلوار اور بازو نہ ہونے کے برابر بالکل پسند نہیں ہے۔

(8) عید پر شاپنگ کرنے کا اپنا ہی مزہ ہوتا ہے میں اکثر  
شاپنگ امی اور بھائی کے ساتھ کرتی ہوں اور اپنی پسند کی ہر چیز لیتی  
ہوں کیونکہ امی کہتی ہیں جو بھی لیتا ہے اپنی مرضی سے لو پھر گھر جا کر  
یہ نہ کہنا کہ یہ تو اچھی نہیں ہے۔

(9) چاندنی رات نام ہی بڑا رو میٹنگ سا لگتا ہے۔ بہت  
پیاری رات ہوتی ہے یہ بھی ویسے بہت پر رونق رات ہوتی ہے  
جیسے مہندی کی رات ہو ایک خوشی گواری ہو چل رہی ہوتی ہے۔  
ابھی تک ایسا حسن فسون خیز اور یادگار چاند رات ہماری تو گزری  
نہیں جو ہمارے ذہن میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے اور جب  
بھی یاد آئے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر دے۔ میری طرف سے آپ  
سب کو ایک بار پھر عید مبارک۔ اپنا خیال رکھیے گا اور اپنے سے زیادہ  
دوسروں کا اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔



کے لیے دعا۔

**ثناء اعجاز قریشی ..... ساھیوال**

(1) ہا ہا ہا..... یہ کیا پوچھ لیا آپ نے (ہائے ایسی بائیں لڑکیوں  
کے سامنے نہیں کرتے ہا ہا ہا) ارے بھئی ہم تو شرم سے سرخ گلاب  
کی طرح ہو گئے ہیں (آہم)۔ یارا بھئی ہم کنواروں کی صف میں  
جو کھڑے ہیں۔ ہاں جب بھی عیدی ملی تو ضرور اپنے تاثرات  
بیان کروں گی۔

(2) مجھے تو عید کا دن دوسرے دنوں سے مختلف اور خوب  
صورت لگتا ہے کیونکہ صبح سے ہی چہل پہل شروع ہو جاتی ہے۔  
ہم سب گھر والے تقریباً چار بجے سے پہلے اٹھ جاتے ہیں نماز  
پڑھتے ہیں اور ایک دوسرے کو عید مبارک کہتے ہیں پھر چٹن میں  
گھس جاتی ہوں کوئی چیز بھائی بنا لیتی ہے تو کوئی میں۔ امی بھی  
ساتھ دیتی ہیں ویسے میرے ذمہ صرف سوپٹ ڈش ہوتی ہے وہ پکا  
کرفرنج میں رکھ کر گھر کی صفائی میں لگ جاتی ہوں تاکہ جلدی سے  
صفائی ہو جائے پھر آواز آنا شروع ہو جاتی ہیں کہ بیٹا مجھے یہ چیز  
اشادہ ادھر سے بھائی کہتا ہے شام جلدی کرو مجھے یہ چیز لا کر دو  
حالانکہ میں ان سب کے کپڑے رات کو ہی استری کر کے رکھ دیتی  
ہوں پھر تقریباً آدھا گھنٹہ تو بھائی اور میرا اچھی خاصی ورزش میں  
گزرتا ہے جب سب عید کی نماز کے لیے جاتے ہیں تب جا کر  
کہیں سکون ملتا ہے اور پھر ہم ناشتا کرتے ہیں۔ عید کے دن کا تو  
کھانا بھی منفرد ہوتا ہے اس کے بعد میری کوئی خاص مصروفیات  
نہیں ہوتیں بس لی دی دیکھنا کسی کو بانی دینا یا پھر کوئی اور چھوٹا موٹا  
کام ویسے بھی عید والے دن تو کام بھی زیادہ نکل آتے ہیں بندہ  
جتنی جلدی کرے اتنی دیر ہو جاتی ہے۔

(3) ہم سب شام کو ہی نہیں جاتے ہیں کیونکہ دن کو مہمانوں  
سے فرصت ہی نہیں ملتی۔ دن کو بھائی اور اہل و عیال بڑی باجیوں کو اور  
میں جس کو بھی عیدی دینی ہو جا کر دے آتے ہیں پھر شام کو ہم  
سب ہاتھی شہلا کی طرف جاتے ہیں کیونکہ وہ دوسرے علاقے میں  
رہتی ہیں۔ پہلے لاہور میں تھیں تو رمضان میں ہی یا عید کے بعد  
جا کر ہم ان کو عیدی دیتے تھے مگر اب وہ عید منانے کے لیے ابھر  
ہی آ جاتی ہیں تو بہت مزہ آتا ہے ویسے میں تیار ہونے میں بھی  
تاخیر نہیں کرتی کیونکہ مجھے زیادہ میک اپ کرنا اچھا نہیں لگتا  
(ارے خوب صورت جو ہیں میک اپ کی ضرورت ہی نہیں پڑتی)  
بس سادہ سا تیار ہو جاتی ہوں ہاں جب کہیں جانے کا دل نہ چاہ رہا  
ہو تو پھر تاخیر کر دیتی ہوں۔

(4) بھئی ہمیں کسی کی جیب خالی کرانے کی ضرورت ہی نہیں  
پڑتی ہم تو بس یہ بتا دیتے ہیں کہ ہم نے یہ یہ چیزیں لٹی ہیں اور  
ہماری امی وہ لا کر دے دیتی ہیں۔ ارے بہت پیار جو کرتی ہیں مجھ  
سے بس جی غور بھی نہیں کیا (ہا ہا ہا) اللہ انہیں زندگی اور صحت عطا



یہ خلوص کوئی خلوص ہے کہ دلوں میں ربط بہم نہیں تمہیں اعتراف ستم نہیں، مجھے اعتبار کرم نہیں یہ فقط غرور کی بات ہے کہ زبان سے اپنی تم نہ کہو تمہیں ورنہ اس کی خلش تو ہے کہ تمہاری بزم میں ہم نہیں

”بیٹیوں سے نہیں ان کے نصیب سے ڈر لگتا ہے۔“  
 ثانی اکثر کہتیں تھیں اور وہ سوچتی تھی کہ جن کے ماں باپ نہیں ہوتے۔ نصیب ان کے خراب ہوتے ہیں اور ثانی اسے جھڑک کر ایسی دس لڑکیاں دکھاتی تھیں۔ جن کے ماں باپ تھے مگر وہ برے حالوں میں تھیں۔

اس نے ایک نظر اپنے ”حال“ پر ڈالی وہ اس وقت جہاں موجود تھی یہ کمرہ کسی مغلیہ دور کے بادشاہ کے کمرے کا منظر پیش کر رہا تھا۔ کمرے کے بیچ بیچ پڑے بیڈ پر وہ شخص سو رہا تھا جس نے اپنی مرضی سے کل شام اس سے نکاح کیا تھا اور جب اپنے محل جیسے گھر میں اسے لا کر اس نے سب کے سامنے ”مسز عضنان شاہ“ کہہ کر اس کا تعارف کروایا تو سب ہی ساکت رہ گئے۔ اگر کسی کے خیال سے کہ ”عضنان شاہ“ کو اس لڑکی سے کوئی طوفانی قسم کا عشق ہو گیا ہے تو یہ سمجھنے والے کا قصور تھا۔ وہ کوئی حور پری نہ تھی کہ کوئی ایک نظر میں اس سے محبت کر بیٹھتا۔

”جب آئینے پر نظر ڈالو تو یہ دعا مانگو کہ..... اے اللہ جیسی تو نے میری صورت اچھی دی ہے ایسے میرے اخلاق بھی اچھے کر دے۔“ وہ رات کو جب سرمہ آنکھوں میں لگنے بیٹھے کے سامنے کھڑی ہوئی پیچھے سے نانو کی آواز آئی۔ وہ ہنس پڑتی۔

”نانو اور اگر کسی کی صورت اچھی نہ ہو تو وہ کیا کہے۔“  
 ایک بار اس نے پوچھا۔

”تو وہ کہے کہ میرے اخلاق میری صورت کے جیسے نہ ہو کیونکہ میرے نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے قیامت کے

روز خوش اخلاقی سے زیادہ وزنی کوئی چیز میزان میں نہ ہوگی۔“ وہ فوراً بولیں تھیں۔ اس نے ایک نظر شیشے پر ڈالی شیشہ سے کہتا تھا وہ خوب صورت ہے لیکن آج اس کی اس خوب صورتی کو گرین لگا ہوا تھا۔ خوف کا گرہن غیر محفوظ ہونے کا گرہن، اجنبی لوگوں کے رویوں کے بُرے ہونے کا اندیشوں کا گرہن۔

”آنکھوں کی اگر سو بیماریاں ہیں تو نناوے رات کو آنکھوں میں سرمہ لگنے سے ختم ہو جاتی ہیں۔“ ثانی ٹھیک کہتی تھیں وہ اکثر فاقے بھی کرتی تھی مگر آنکھوں نے کبھی کچھ ظاہر نہیں کیا تھا اور شاید اس نے بیس دن سے رات کو سرمہ نہیں لگایا تھا اور وہ آنکھیں اسے صدیوں کا بیمار ظاہر کر رہی تھیں۔ اس نے ڈریننگ ٹیبل کو مکمل طور پر دیکھا وہاں جو کچھ تھا مردانہ تھا اور اس میں سرمہ نہیں تھا۔ اس نے ایک گہرا سانس لے کر ایک نظر پھر عضنان شاہ کو دیکھا وہ اسی طرح گہری نیند میں تھا۔

”پارس وہ تجھے یہاں تک لے آیا اب آگے کا راستہ تو خود طے کر لے۔“ وہ فجر سے اٹھی ہوئی تھی اور اب ساڑھے نو بجے تھے وہ کمرہ سے قید خانہ لگ رہا تھا وہ ہمت کر کے اٹھی اور کمرے سے باہر آ گئی اسے لگا تھا اس محل کے شہزادے کی طرح باقی سب بھی سو رہے ہوں گے مگر اسے حیرت کا جھٹکا لگا جب گھر کے وہ سب افراد جو کل اس سے ملے تھے ناشتے کی ٹیبل پر تھے۔

”تم.....!“ وہاں موجود لوگوں کو بھی جھٹکا لگا مگر بولی صرف چچی تھیں۔ اس نے کل کوئی گھونگھٹ نہیں کیا ہوا تھا

سواں مختصر سی فیملی کو بڑے غور سے دیکھا تھا۔

”کل عضنان شاہ مجھ سے نکاح کر کے مجھے لائے تھے۔“ ان کی حیرت پر اسے لگا وہ اسے پہچانی نہیں وہ ایک دن کی دلہن تھی لیکن وہ دلہن نہیں جو سر آنکھوں پر بیٹھانی جاتی بلکہ بڑی عجیب سی دلہن تھی جس کے دلہن بننے میں خود اس کی مرضی بھی شامل نہیں تھی۔ ایک چھوٹے سے علاقے کی تنگ گلیوں کے ایک کمرے والے گھر میں رہنے والی لڑکی نے کبھی اس محل کے خواب تک نہیں دیکھے تھے کجا کے اس گھر میں بیاہ کر آتا۔

”عضنان شاہ لایا تھا ناں..... پھر اس کے بغیر تم یہاں کیا کر رہی ہو۔“ انہوں نے فحوت سے کہا۔ باقی سب کے چہرے ہر قسم کے رنگ سے عاری تھے۔ البتہ عضنان شاہ کی ماں کے چہرے پر بہت گہرے صدمے کے تاثرات تھے۔

”معذرت کے ساتھ کہتی ہوں کہ آپ مجھ سے یوں بیزار مت ہوں۔ میں عضنان شاہ کے ساتھ نکاح کر کے آئی ہوں اس نے مجھے اغوا نہیں کیا اور میری تربیت میں مجھے یہ بات تو کبھی بتائی ہی نہیں گئی کہ چار دیواری اور شوہر کے ساتھ گھر بنتا ہے۔ میں نے تو یہی سمجھا یہی جانا کہ گھر رشتوں سے بنتا ہے اور میں وہی بنانے کے لیے عضنان شاہ سے پہلے کمرے سے نکل آئی حالانکہ سوگ تو مجھے کرنا ہے۔ ابھی میری ثانی کو مرے تین دن بھی نہیں ہوئے اور وہ کئی بات اس دکھ کی کہ عضنان شاہ نے کس لڑکی سے شادی کر لی تو میں یا عضنان شاہ اس کے لیے مجبور ہیں کل جب وہ گھر سے نکلا ہوگا تو یقیناً اسے خبر نہیں ہوگی کہ آج وہ کسی سے شادی کرنے والا ہے جیسے مجھے پتہ نہیں تھا کہ میرا نکاح ہونے والا ہے اس نے مجھے راستے میں بتایا کہ وہ کبھی شادی نہ کرنے کا ارادہ کر چکا تھا ارادہ تو کچھ ایسا ہی میرا بھی تھا کہ مجھے اپنی ساری عمر نانو کی خدمت کرنی ہے۔ شادی کبھی نہیں کرنی مگر حضرت علی کا قول ہے۔ میں نے خدا کو اپنے ارادوں کے ٹوٹنے سے پہچانا۔“ لمحہ بھر میں ہمارے مضبوط ارادے مٹی کے پتلے کی طرح ڈھس گئے۔

لمحہ بھر میں ہم دونوں ایک دوسرے سے یکسر اجنبی لوگ زندگی بھر کے ساتھی بن گئے۔ یہ تو ہمارے شعور کو بھی سن کر دینے والے حادثہ ہے اس کے لیے ہم کوئی وضاحت آپ کو نہیں دے سکتے۔ ہاں میری نانو نے مجھے ہمیشہ ہی سکھایا تھا کہ جس گھر میں بھی بیاہ کر جانا وہاں بہو نہیں بیٹی بھائی نہیں بیوی نہیں دوست بن کر جانا اور یہ میں آپ کو بن کر دکھاؤں گی ان شاء اللہ۔“ وہ خود بظاہر جتنی شکستہ حال تھی اس کے ارادے اتنے مضبوط تھے۔ ٹیبل پر بیٹھے سب ہی نفوس نے اسے بڑے غور سے دیکھا۔

”کلوٹوم اس لڑکی کو قبول کر لو تمہارا بیٹا ہیرا ڈھونڈ لایا ہے۔“ عالم شاہ مسکرائے۔  
 ”سب کو کیا کہیں گے کہ وہ راہ چلتی لڑکی سے ہمدردی میں شادی کر کے گھر آ گیا اور ہم نے اس لڑکی کو اٹھا کر سر پر بٹھالیا۔“ چچی نے غصے سے جیٹھ کو دیکھا۔

”وہ تو بچپن سے ہی ایسا ہے اپنی من مانی کرنے والا اب اسے دیکھیں یا اس معصوم بچی کو دیکھیں اور پھر شاید اس نے پہلی بار کوئی نیک کام کیا ہے۔“ عضنان شاہ کے پاپا اس کے طرف دار تھے۔

”کام بھی ایسا جس سے انہیں کوئی فائدہ ہی نہیں ہوا الٹا نقصان۔“ چچی کی اکلوتی بیٹی طوبی شاہ نے ناک سیڑھی۔

”الٹا نقصان۔“ عضنان شاہ سے چھوٹا ولید شاہ اپنے ماں باپ دونوں کا لاڈلا بری طرح سے چونکا۔

”ایک سے بڑھ کر ایک خوب صورت اور ماڈرن ان کی راہ میں پکلیں بچھاتی ہے اور انہوں نے شادی کر لی تو کس سے جس سے وقت گزارنے کے لیے بات بھی کرنے کو دل نہیں چاہے۔“ اس نے یہ سمجھ کر کہ وہ لڑکی انگلش نہیں سمجھتی ہوگی (بظاہر شکل سے تو وہ ایسی ہی لگتی تھی) انگلش میں کہا ولید شاہ نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

”دیکھو کلوٹوم وہ تمہارا پہلا بیٹا تم سے ایک طویل دوری پر ہے اگر ہماری سوسائٹی کی کوئی لڑکی آ جاتی تو وہ ہمارے بیٹے کو ہم سے مزید دور لے جاتی۔ شاید اللہ عضنان شاہ کو

WWW.PAKSOCIETY.COM

English

Beautify  
your skin,  
naturally

English

Neem  
Soap Bar

100%  
Natural  
actives

facebook.com/snscares

@SnScare

B-01-16

چاہتی تھی۔  
”کیا نام ہے تمہارا۔“ وہ جو جانے لگی تھی چونکی۔  
”پارس۔“

”میں عضنان شاہ کی ماما ہوں۔ اس نے شاید ہی کبھی  
کہا ہو لیکن تم ضرور کہنا۔“  
”آؤ بیٹا بیٹھو ناشتہ کرو ہمارے ساتھ۔“ عالم شاہ مسکرا  
کر بولے۔ کلثوم نے نہایت عزت، احترام سے اسے  
عضنان شاہ کی کرسی پر بٹھایا۔

”بڑی تائی یہ لڑکی نیبل میز سے آگاہ ہوگی۔“ طوبی  
شاہ کے چہرے پر طنز یہ مسکراہٹ آئی۔

”طوبی جسٹ شٹ اپ۔“ ولید شاہ نے اسے گھورا۔  
”آپ اپنے بیٹے سے پوچھ لیں کہ وہ کب تک فارغ  
ہوں گے۔ تاکہ ہم ان کے ویسے کے لیے کوئی رپشن  
وغیرہ رکھ لیں تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ صاحبزادے  
شادی کر چکے ہیں۔“ کلثوم نے یک لخت عالم شاہ کو  
مخاطب کیا۔

”کلثوم شاہ تھوڑا انتظار کریں۔ ابھی اس بچی کی  
حالت ایسی نہیں ہے۔ اس کی تائی کے انتقال کو ابھی بہتر  
گھنٹے بھی نہیں ہوئے۔ ہم بات بعد میں سوچیں گے۔“  
وہ مسکرا کر بولے۔

”ارے نہیں ابھی تو مجھے اپنی بہو کے لیے خاصی تیاری  
کرنی ہے۔ میں خود کل پر سوں تک بیچ نہیں کر سکتی میں تو  
آپ کے بیٹے کی فراغت کا پوچھ رہی ہوں۔“ وہ بھی  
مسکرا دیں۔

”شرف الدین صاحب ناشتہ لے آئیں میرے  
لیے۔“ میزھیوں سے اترتے ہوئے اس نے آواز لگائی۔  
سب نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ سوائے اس کی نئی  
نوبلی دہن کے۔

”جی صاحب جی۔“ چند لمحوں میں ہی ان دونوں کا  
ناشتہ ان کے سامنے لگنے لگا۔  
”محترمہ پارس جی آتے ہی میری کرسی پر قبضہ کر لیا۔“  
”قبضے کا کیا سوال آپ کی ہر چیز اب میری ہی ہے

اس لڑکی کے ذریعے تمہارے قریب لانا چاہتا ہے۔ تمہی تو  
دیکھو جو نبی تم نے اپنی سوسائٹی کی ایک لڑکی اس کے لیے  
فائل کی وہ جو ہر لڑکی سے شادی سے انکاری تھا آنا فانا  
نکاح کر آیا۔ رب کے ہر کام میں ہمارے لیے بہتری ہوتی  
ہے۔ تم ایک بار تو آگے بڑھ کر اپنی بہو کو گلے لگاؤ۔ تھوڑا سا  
دل بڑا کر لو بچی کے لیے۔“ عالم شاہ ایک معروف بزنس  
مین ہمیشہ سے ہی ایسے حساس اور نرم دل تھے اور ولید شاہ  
ان کی کاپی بھی تو وہ ماں باپ کا لاؤ لگا تھا۔ البتہ عضنان شاہ  
بالکل الٹ تھا۔ وہ گھر والوں سے بہت فاصلے پر تھا اور یہ  
فاصلہ بچپن سے ہی شروع ہوا تھا۔ جب عضنان شاہ بہت  
بیمار ہو گیا تھا اور اس کے علاج کے لیے امریکہ لے گئے  
تب ولید ہونے والا تھا۔

کلثوم اتنا لبا سبفر کر نہیں سکتی تھی۔ مجبوراً عالم شاہ کو اکیلے  
ہی جانا پڑا وہاں عضنان شاہ کے ماموں کلثوم کے بھائی،  
بھائی نے اسے سنبھالا۔ یہاں کچھ ایسی بچیدگیاں ہو گئیں  
کہ عالم شاہ کو کلثوم کے پاس آنا پڑا۔ جب تک یہاں سب  
کچھ ٹھیک ہوا اور کلثوم تقریباً تین ماہ کے ولید کو لے کر وہاں  
گئیں تو انہیں اندازہ ہوا۔ ان کا پانچ سال کا عضنان ان  
کے بجائے تین ماہ میں ان کی بھائی سے بہت مانوس ہو گیا  
ہے۔ زبردستی واپس لانے پر وہ یہاں پھر بیمار پڑ گیا تو  
انہوں نے اسے بھائی بھائی کو ہی دے دیا۔ وہ سولہ سال کا  
ہوا تو بھائی بھائی کار ایکسیڈنٹ میں وفات پا گئے۔  
عضنان شاہ ان کے پاس آ گیا لیکن ان سے بہت دور تھا  
اور یہ دوری ہمیشہ رہی۔

وہ کس مزاج کا تھا۔ وہ آج تک سمجھ نہیں پائی تھیں۔ وہ  
گھر والوں سے کبھی کوئی بات شیئر کرتا ہی نہیں تھا۔ گھر اس  
کے لیے شاید کوئی قید خانہ تھا یا پھر کوئی مسافر خانہ جہاں وہ  
کبھی پابندی سے راتیں گزار لیتا اور کبھی کئی کئی دن پلٹ کر  
نہیں آتا تھا۔ بعض اوقات تو وہ بھول ہی جاتی تھیں کہ وہ  
ان کا سگا بیٹا ہے۔ وہ یک دم اپنی جگہ سے اٹھیں اور اس لڑکی  
کی طرف آ گئیں۔ شاید اللہ عضنان شاہ کو اس لڑکی کے  
ذریعے ان کے قریب لانا چاہتا تھا۔ وہ ناشکرا پن نہیں کرنا

آجپل 52 اگست 2016ء

WWW.PAKSOCIETY.COM



آپ دنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں

# آنچل ناول

(ایک ساتھ منگوانے پر)

ہم بروقت ہر ماہ آپ کی ڈیلیوریڈ فراہم کر سکتے

ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا رسالانہ  
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)

پاکستان کے ہر کونے میں 700 روپے

امریکا کینیڈا آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے

7000 روپے

میڈل ایٹ ایشیائی افریقہ یورپ کے لیے

6000 روپے

رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ منی آرڈر منی گرام  
ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جاسکتی ہیں۔  
مقامی افراد دفتر میں نقد ادائیگی کر سکتے ہیں۔

رابطہ: طاہر احمد قریشی..... 0300-8264242

نئے آف گروپ آف پبلسیشنز

کس نمبر: 7 فسرید چیمبرز عبد اللہ ہارون روڈ گراماچی

فون نمبر: 2/20771-3562+922

aanchalpk.com

aanchalnovel.com

circulationngp@gmail.com

آگست 2016ء 55

”ارے۔“ وہ کمرے میں پہنچتے ہی ٹھٹھک کر رکھا۔  
وہ بالکل ہی بھول گیا تھا کہ کوئی ہے جو اب اس کے  
کمرے میں موجود اس کی ہر چیز کا شراکت دار ہے۔ یہی  
وہ بیڈ پر اتنے آرام سے سو رہی تھی۔ وہ سر کو جھٹکتے ہوئے  
واش روم کی طرف مڑا لیکن یہ بھی کسی چمکتی ہوئی چیز نے اس  
کی توجہ سمیٹ لی۔  
”ہیرے کی لوگ۔“ ٹائٹ بلب کی روشنی میں اس کی  
چمک واضح تھی۔

”مطلب ماما کے ساتھ اس کے تعلقات اچھے ہیں۔“  
وہ قریب آیا تو کان میں پڑا ناپس بھی دکھائی دیا۔  
”واؤ بڑی شارپ ہے ماما کو اتنی جلدی مٹھی میں کر لیا۔“  
اب اس کی گردن پر چین کا چھوٹا سا حصہ بھی نظر آ رہا تھا۔  
”پتہ نہیں..... گھر والوں کے لیے اس لڑکی کی  
موجودگی صحیح ہے یا نہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں مجھ سے غلطی  
ہوگئی اور اس کا خمیازہ گھر والوں کو بھگتنا پڑے۔ کہیں یہ لڑکی  
دھوکہ باز نہ نکلے۔“ وہ اس لڑکی کو ٹھیک سے جانتا بھی تو  
نہیں تھا۔

”خیر میں نے اس کے ساتھ ہمدردی کی ہے۔“ خود کو  
تسلی دیتے ہوئے وہ مطمئن ہوا۔  
”ہمدردی۔“ کوئی اس کے اندر سے زور سے چیخا وہ  
بڑبڑا کر پلٹا اس نے آگے بڑھ کر اپنا ٹائٹ سوٹ نکالنے  
کے لیے وارڈ روپ کھولا۔

”آپ کا ٹائٹ سوٹ واش روم میں ہے۔“ وارڈ  
روپ کھلنے کی آواز پر اس کی آنکھ کھل گئی۔  
”اوہ اس کی ضرورت نہیں ہے میں اپنے کام خود کرنے  
کا عادی ہوں۔“

”اوکے..... ابھی تو میری اٹھنے کی ہمت نہیں ہو رہی  
ہے صبح وہ سوٹ واپس رکھ دوں گی۔ آپ اپنا کام خود  
کر لیں۔“ اس نے جواب دیا اور پھر سے آنکھیں بند  
کر لیں۔ اس فرق کے ساتھ کے پہلے بیڈ پر تھی اب  
صوفے پر جا سوئی۔ جب تک وہ واپس آیا وہ ایک بار پھر  
گہری نیند میں جا چکی تھی۔ وہ بیڈ پر گر کر تھوڑی ہی دیر میں

”شہزادیوں جیسے حسن کا کیا کرتا ہاں ان جیسا نصیب  
ہو تو اچھا ہے۔“ وہ باہر سے لوٹ کر آتی تو نانو نظر ضرور  
اتارتی تھیں اور یہ منظر ان کی پڑوسن خالدہ دیکھ لیتیں تو یہ ضرور  
کہتی تھی۔

”میری تو اپنے رب سے ایک ہی دعا ہے وہ میری  
شہزادی کے لیے کسی محل والے کو ہی بھیجے گا۔“ نانو ہنس  
کر کہتی تھیں ان کی دعا پوری ہوگئی وہ ایک محل میں آئی  
تھی لیکن محل میں آ کر ہر شہزادی خوش بھی ہو یہ ضروری  
نہیں ہوتا۔

”کچھ رشتے دار خواتین آ رہی ہیں تم سے ملنے تم بس  
ذرا سا تیار ہو جاؤ۔“ اس کے لیے کپڑوں کا انتخاب بھی خود  
کیا۔ وہ بہت ہلکا سا میک اپ کر کے ان کے ساتھ آگئی  
تھی۔ ان رشتے دار خواتین اور لڑکیوں کے سامنے اس نے  
ایک لفظ بھی نہیں کہا جو کہنا تھا وہ ممانی کہتی رہیں۔ وہ وہاں  
بہت دیر بیٹھی رہی۔

”مما عصر کا وقت ہو گیا میں نماز پڑھنے جاؤں۔“  
”ہاں بیٹا آپ جائیں۔“ اس کے وہاں سے  
جانے کے بعد سب نے عضقان شاہ کی عقل پر ماتم  
کرنا شروع کر دیا اور طوبی شاہ ان کے اظہار خیال  
جان کر ہنسی چلی گئی۔

”اس لڑکی کے آ جانے کے بعد اس کی روٹین میں کوئی  
فرق نہیں پڑا۔“ کارکی آواز پر کلثوم شاہ کی آنکھ کھلی۔ انہوں  
نے ناٹم دیکھا اور گہرا سانس لیا کیونکہ وہ اسی ناٹم آیا تھا جو  
اس کا معمول تھا۔

”زیلیکس بیگم اس نے شادی کسی طوفانی قسم کے عشق  
کے تحت نہیں کی کہ وہ ہر وقت اس لڑکی کی پی پی سے لگا  
رہے۔ تبدیلی وقت کے ساتھ آ جائے گی اور یہ لڑکی تبدیلی  
لئے کی ہمارے بیٹے میں۔“ عالم شاہ مسکرائے۔  
”اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔“ انہوں نے پھر ایک نظر  
گھڑی پڑالی ڈھائی بج رہے تھے۔

گھڑی پڑالی ڈھائی بج رہے تھے۔

جیسے آپ کے ماما پاپا اب میرے بھی ماما پاپا ہیں۔“ اس کا  
انداز بڑا نارمل سا تھا چہرے پر کسی قسم کی مسکراہٹ جھجک  
شرم کچھ نہیں تھی۔

”واؤ میرے ماں باپ پر قبضہ۔“ اس کے یوں کہنے پر  
پاپا نے فوراً ماں کو دیکھا اور ماں نے اس کی واپسی کی امید  
کو مضبوط کر لیا۔

”اوکے پائے۔“ ناشتے کے بعد بنا کسی کو مخاطب کیے  
وہ اٹھ کر چلا گیا۔

چچی نے فوراً اس نئی نویلی دلہن کو دیکھا جو پہلے کی طرح  
اطمینان سے ناشتے میں مصروف تھی۔ انہوں نے گہرا  
سانس لیا۔

”میں اندر آ جاؤ بیٹا۔“ ناشتے کے بعد وہ اپنے کمرے  
میں آگئی تھی۔ ابھی وہ ظہر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھی کہ  
ماما نے اندر جھانکا۔

”مما پلیز ایسے تو نہ پوچھیں۔“ وہ یک دم سے  
کھڑی ہوئی۔

”میں ابھی کچھ دیر پہلے بھی آئی تھی تب آپ نماز ادا  
کر رہی تھیں۔“ وہ مسکرا کر اندر آ گئیں۔ ان کے پیچھے  
ملازمہ بھی کافی شاپر پکڑے ہوئے۔

”اسے رکھ دو اور آپ جاؤ۔“ انہوں نے ملازمہ سے کہا  
تو وہ شاپر رکھ کر چلی گئی۔

”عالم کہہ رہے ہیں آپ کو یہ اچھا نہیں لگے گا مگر بیٹا  
معاف کرنا اپنی یہ ایک دن کی بہو مجھے یوں اچھی نہیں لگ  
رہی ہے۔ آپ زیادہ نہیں کرو گراہنے ہاتھوں اور ناک میں  
کچھ پہن لو۔ سہاگن لڑکیوں کے ناک اور ہاتھ کا خالی ہونا  
اچھا شگن نہیں ہوتا ہے ناں..... بس اسی لیے میں آپ  
کے لیے یہ چوڑیاں اور لوگ لائی ہوں اور کچھ کپڑے بھی  
ہیں آپ کے۔“ انہوں نے ہیرے کی لوگ اس کی طرف  
بڑھائی۔ اپنے ہاتھوں سے اسے چین لاکٹ پہنایا، ایک  
ایک سونے کی چوڑی اس کے ہاتھ میں ڈالی، ہیرے کے  
ٹاپس تک اس کے کانوں میں خود پہنائے۔

آگست 2016ء 54

WWW.PAKSOCIETY.COM

”پری بیٹا آج ہماری سوسائٹی کی خواتین تم سے ملنے آرہی ہیں۔“ ناشتے کی ٹیبل پر اس اطلاع کو سنتے ہی اس نے ایک گہرا سانس لیا۔ پھر مہاشرف الدین کے ساتھ مل کر کوکنگ کا انتظام کرنے لگیں۔ کیونکہ ان بیگمات کو دوپہر میں آنا تھا۔

”مما میں بھی کچھ ہیلپ کرواؤں۔“ وہ ان کے پاس آ کر کھڑی ہوئی۔

”بالکل یہ سب تمہیں بھی کروانا ہوگا کیونکہ میں کھانے کے معاملے میں ملازموں پر بھروسہ نہیں کرتی مگر آج تم صرف دوسرے دن کی دلہن ہو اس لیے آرام سے بیٹھو اور کل تو مجھے خیال ہی نہیں آیا اسی لیے آج میں نے بیوشین کو بلا لیا ہے وہ تمہارے ہاتھ پاؤں میں مہندی لگا دے گی۔“ وہ کہتے کہتے رک کر پیشیں۔

”آج تمہاری نانی کو تیسرا دن ہو گیا ہے ناں ہم شام کو کچھ کھانا اور دیگر چیزیں یتیم خانے میں لے چلیں گے ٹھیک۔“ اس کی چپ کو اور چپ لگ گئی اس کا دل چاہا کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دے۔

”میری بچی تو بہت صبر والی ہے۔ دیکھنا تجھے ماں باپ جیسی چاہت والا سسرال ملے گا۔“ نانو کی دعائیں قبول ہوئیں مگر انہیں دیکھنے کے لیے نانو نہیں تھیں۔

”بڑی بیگم صاحبہ پارلر سے ایک لڑکی آئی ہے۔“ ملازم نے آ کر بتایا۔

”جاؤ بیٹا..... لاؤ سچ میں جاؤ بلکہ میرے ساتھ آؤ۔“ وہ اسے اپنے ساتھ لے آئیں۔ پھر ڈیزائن بک میں سے ایک دو ڈیزائن پسند کر کے اسے بٹھا کر چلی گئیں۔ تین گھنٹے میں اس کی مہندی مکمل ہوئی تھی پھر ممانے اسے آرام کرنے کے لیے اپنے کمرے میں بھیج دیا کچھ دیر بعد ہی مہمان خواتین آ گئیں۔

”واہ بھئی آپ کی بہو تو بڑی پیاری ہے بلکہ سچ سچ کی پری ہے۔“ ممانے اسے ”پری“ کہنا شروع کر دیا تھا۔ نانو

بھی اسے پری کہتی تھیں۔ ان کے بعد ممانے لے کر یتیم خانے آ گئیں۔

”پتہ ہے پری جب میں بہت پریشان ہوتی ہوں تو یہاں آ جاتی ہوں۔ بہت اچھا لگتا ہے ان یتیم بچوں کے ساتھ وقت گزار کر۔“ وہ دونوں وہاں کافی دیر رہیں۔ جب گھر آئیں تو ولید شاہ گھر آ چکے تھے۔

”آپ کہاں گئیں ممانے؟“ اس نے ایک نظر بھی پارس کی طرف نہ ڈالی تھی۔

”کھانا کھا لیا تم نے؟“

”جی۔“

”اور چچی کہاں ہیں؟“

”کہہ رہی تھیں طوبی کو یونیورسٹی سے پک کر کے شاپنگ پر جائیں گی۔ آپ بھی شاپنگ کے لیے گئی تھیں؟“ اس کے سوال پر انہوں نے نفی میں سر ہلا دیا۔

”میں تو دارالاطفال گئی تھی۔“ انہوں نے یتیم خانے کا نام لیا۔

”اچھا..... اپنی بہو کو لے کر۔“ وہ ہنس پارس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

”ان کی بہو آپ کی بھابی ہے۔“ اس نے یک دم سے کہا تو ولید نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ اس نے ڈوپٹہ نماز کی اسٹائل میں لیا ہوا تھا۔ ممانے ولید کو تادیبی نظروں سے دیکھا۔

”جاؤ پری تم آرام کرو بیٹا۔“ ان کے کہنے پر وہ آگے بڑھ گئی۔

”ولید بری بات ہے بیٹا وہ بھابی ہے تمہاری۔“

”مما بھئی آپ اسے قبول کر سکتی ہیں مگر میں اس کے اور اپنے سچ موجود اس واضح فرق سے سمجھتا نہیں کر سکتا۔ میں نے عضنان شاہ کی بیوی کو اس روپ میں بھی نہیں سوچا تھا۔ اس کی گرل فرینڈ دیکھی ہیں آپ نے؟ ٹھیک کہا تھا طوبی نے اس ہمدردی سے مکمل نقصان اٹھایا ہے عضنان شاہ نے۔“ وہ بیزاریت سے بولا۔

”میں غریبوں کے ساتھ بہت ہمدردی کرتی ہوں مگر

کبھی کسی لڑکی کو اپنی بہو بنانے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ لیکن تمہارے پاپا بالکل ٹھیک کہہ رہے تھے کہ یہ لڑکی عضنان شاہ کو ہمارے قریب لے آئے گی۔ تمہارا زیادہ واسطہ نہیں پڑا ہے ناں ان غریب لوگوں سے اگر ان لوگوں کو موقع ملے ناں تو یہ جو چاہیں حاصل کر لیتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے۔ بڑے سے بڑے نامور انسان کا بیک گراؤ تھ

غریب ہے۔“

”تو مطلب آپ کو اس سے کوئی ہمدردی یا محبت وغیرہ نہیں ہوئی بلکہ آپ اسے قابو کرنے کے چکر میں ہیں تاکہ بھائی آپ کے قریب آ سکیں۔“ طوبی شاہ نے غلط موقع پر انٹری دی تھی۔ ولید شاہ نے اسے گھور کر دیکھا۔

”مطلب وہ ہمیں پسند نہیں آئی تو آپ کو بھی اچھی ہرگز نہیں لگی۔ ویری ٹاکس آپ بزنس کی طرف کیوں نہیں آ جاتیں بھی گھائے کا سودا نہیں کریں گی۔“ وہ ہنسے جا رہی تھی۔

”بیٹا گھر بھی بہت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ گھانا یہاں بھی برداشت نہیں کیا جاسکتا۔“ وہ مسکرائیں۔

”مطلب تائی کہ آپ مجھ سے بھی پیار کی فائدے کے لیے کرتی ہیں۔“ اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔

”تم سے کیا فائدے حاصل ہونے ہیں انہیں۔ تم صرف نقصان دینے والی مشین ہو۔“ ولید شاہ نے ہنس کر چھیڑا تو ان کی جنگ اب شروع ہو گئی تھی۔ کلثوم شاہ شام کے کھانے کی تیاری دیکھنے کچن میں آ گئیں۔

”مما میں اندر آ جاؤں۔“ عالم شاہ کلثوم شاہ نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔

”آ جاؤ بیٹا۔“ کلثوم نے پیپر سمیٹ کر اس کے لیے جگہ بنائی۔

”مما شرف الدین نے بتایا آپ کے پیروں میں درد ہو رہا ہے اور آپ نے اس سے بام مٹکوائی تھی۔“ ان کا سر اثبات میں ہلا۔

”مما میں یہ زیتون کا تیل لائی ہوں۔ اس کا مساج

کروالیں کیونکہ بام وغیرہ سے وقتی طور پر فائدہ ہوتا ہے جبکہ زیتون میں ہر مرض کی شفا ہے۔“ اس نے تیل ہاتھ میں لے کر ان کے پیروں پر مساج شروع کر دیا۔

”بیٹا رہنے دو میں کر لوں گی۔“ انہوں نے پیر پیچھے کرنا چاہا۔

”آپ خود کر لیں گی تو مجھے بیٹا بھی مت کہیں اور اگر بیٹا کہتا ہے تو اتنا غیر مت کریں۔“ اس نے نرمی سے مساج جاری رکھا۔ ممانے کو بہت سکون مل رہا تھا۔

”تھینک یو بیٹا مجھے بام سے زیادہ اچھا لگا۔“ وہ کافی دیر بعد فارغ ہوئی۔

”پاپا آپ کے سر میں بھی مساج کر دوں؟ اتنا زیادہ نظر کا کام کرنے سے دماغ کمزور ہو جاتا ہے۔“ وہ جب سنا تو کئی کئی پاپا فائلوں میں بڑی تھے۔

”ارے سکی اور پوچھ پوچھ۔“ وہ ہنسے تو اس نے ان کے سر پر بھی مساج شروع کر دیا۔

”پری بتا سے مجھے نیند آتی شروع ہو گئی ہے۔“ ان کی آنکھیں واقعی بو جھل ہونے لگیں۔

”آپ کو نیند آ رہی ہے۔ حیرت انگیز واقعہ ہے۔“ ممانے قدرے چونک کر کہا وہ مسکرا کر ہٹ گئی پاپا فوراً لیٹ گئے۔

”سچ سچ بہت اچھا لگ رہا ہے۔“ جب تک اس نے تیل کی بوتل کا ڈھکن بند کیا ہاتھ صاف کیے پاپا واقعی سو گئے تھے۔ ممانے انہیں حیرت سے دیکھا۔

”پری یہ تو واقعی سو گئے۔“ ممانے کی بات پر وہ مسکرا دی۔

”جی ممانے زیتون میں شفا ہے آپ کے سر میں بھی کر دوں۔“ اس نے کہا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”رات مجھے اتنی اچھی نیند آئی کہ مجھے عضنان شاہ کے آنے کا بھی پتہ نہیں چلا۔“ صبح وہ ناشتے کی ٹیبل پر آئی تو پاپا نے مسکرا کر اسے کہا۔

”کچھ ایسا ہی حال میرا بھی ہے۔“ ممانے مسکرا کر پاپا کی تائید کی۔

”مگر وہ تو اتنی زور سے ہارن دیتے ہیں کہ محلہ جاگ

”طوبی کی زبان اف اف.....“ ولید نے گھور کر دیکھا۔  
 ”مما آپ کو ان کے یہ نازخراے آخر کب تک اٹھانے ہوں گے۔“ وہ بیزار ہوا۔  
 ”ولید ایسا کر کے مجھے اچھا لگتا ہے۔“ ممانے یک دم سنجیدگی سے کہا۔  
 ”کیسا کر کے؟“ طوبی شاہ اور ولید شاہ دونوں چونکے۔

”اس سے محبت کر کے۔ تمہیں یقین نہیں ہوتا مجھے ہر گھڑی اس کا خیال اس کی فکر رہنے لگی ہے۔ پہلے میں اسے اکثر شاپنگ یا دیگر باتوں کے لیے باہر لے جاتی تھی۔ لیکن ایک دن میں نے عضنان شاہ کو ایک لڑکی کے ساتھ دیکھا۔ اس کی نظر نہیں پڑی مگر میں اسے جلد ہی وہاں سے لے آئی میں نہیں چاہتی تھی اس کا دل دیکھے۔ پہلے میں عضنان شاہ کے لیے اداس ہو جایا کرتی تھی لیکن اب میں اس کی حرکتوں پر افسردہ ہو جاتی ہوں۔ کیونکہ اب مجھے پری کے لیے بہت ڈر لگتا ہے۔“ وہ تاسف سے کہہ رہی تھیں۔

”مما.....“ ولید شاہ آنکھیں پھاڑے انہیں دیکھتا رہ گیا اور طوبی بھی گنگ رہ گئی۔  
 ”ولید اب تو مجھے یہ بھی بھول گیا ہے کہ اس کے اور ہمارے اسٹیشن میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اب وہ مجھے بہت اچھی لگنے لگی ہے پورے دل سے اچھی لگنے لگی ہے۔“ وہ پورے جذبے سے کہہ رہی تھیں اور پہلی بار ولید شاہ اور طوبی شاہ اس کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہوئے تھے۔ انہیں جستجو ہو گئی تھی کہ آخروہ ایسا کیا کرتی ہے جو پاپا کے بعد ممانے بھی اس کی گرویدہ ہو گئی تھیں۔

”میں آج رات بیس جا رہا ہوں۔“ وہی کسی کو بھی مخاطب کیے بغیر اپنی سادینا۔ سب نے چونک کر دیکھا۔  
 ”ہنی مون کے لیے۔“ یہ طوبی اور اس کی زبان۔ اف

جائے۔“ طوبی شاہ نے حیرت سے کہا۔  
 ”ہاں بھئی ہم بھی روز جاگ جاتے ہیں مگر کل ہماری بیٹی نے اتنا اچھا میرے سر کا مساج کیا میں پریشانی سے بے خبر سو گیا۔“ پاپا نے مسکرا کر اسے دیکھا اور طوبی نے معنی خیز نظروں سے ولید شاہ کو دیکھا۔  
 ”شرف الدین میرا ناشتہ لے آؤ۔“ میٹرھیماں اترتے ہی کہنا اس کی عادت تھی۔ سب اسے چونک کر بھی ضرور دیکھتے تھے۔

”کیسے ہیں بیٹا آپ؟“ پاپا نے پوچھا۔  
 ”جی بالکل ٹھیک۔“ جواباً اس نے بھی ان کی خیریت نہیں پوچھی تھی۔ ناشتے کے بعد ”او کے بائے“ کہہ کر وہ چلتا بنا پتہ نہیں سب سے آخر میں آ کر سب سے پہلے ناشتہ کر کے وہ کیسے چلا جاتا تھا۔  
 دن گزرنے لگے عالم شاہ نے پورے دل سے پہلے ہی دن اسے بہو تسلیم کر لیا تھا۔ اب وہ ان کی بیٹی بنتی جا رہی تھی۔ کٹھوم شاہ بھی دل ہی دل میں اس کی معترف ہوتی۔ یہ بھولتی جا رہی تھیں کہ اس لڑکی کو وہ اپنی مٹھی میں رکھنا چاہتی تھیں۔

”مما عضنان شاہ نے اب تک اپنی گرل فرینڈ نہیں چھوڑی ہیں۔“ اس کی شادی کو دو ماہ گزر چکے تھے کہ ایک شام ولید شاہ نے آ کر بتایا۔  
 ”اس نے اب تک اپنی روش نہیں چھوڑی۔ وہ اور کیا چھوڑیں گے۔“ طوبی مسکرائی۔  
 ”مما آپ تو کہہ رہی تھیں یہ لڑکی عضنان شاہ کو بدل دے گی؟“ ولید شاہ بولا۔  
 ”ولید وہ ستائیس سال سے ایسا ہی ہے وہ لڑکی دو ماہ میں کیسے بدل سکتی ہے۔ کچھ وقت تو لگے گا۔“ ممانے مسکرا کر ولید کو تسلی دی۔  
 ”گویا..... مطلب وہ ستائیس سالوں سے گرل فرینڈ بنا رہے ہیں۔ پیدا ہوتے ہی یہ کام شروع کر دیا تھا یا وہ پچاس سال کے ہیں۔“

اف.....

”پرستل کام ہے۔“

”سونیا جعفر بھی بیس جا رہی ہے۔“ ولید شاہ کو عضنان شاہ سے متعلق ہر معلومات رہتی تھی مگر وہ کبھی اسے مخاطب نہیں کرتا تھا۔ مخاطب تو آج بھی نہیں کیا تھا لیکن سونیا جعفر عضنان شاہ کی نئی گرل فرینڈ تھی۔

”اس وقت اُس کا کیا ذکر۔“ عضنان شاہ نے بڑے غور سے ولید شاہ کو دیکھا مگر ولید شاہ کی نظریں اس کی بیوی پر تھیں جو ہر طرف سے بے نیاز اپنے ناشتے میں مگن تھی۔ عضنان شاہ کے لبوں پر استہزائی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

”ہم دونوں ساتھ جا رہے ہیں۔“ ولید شاہ کیا چاہتا تھا یہ اسے لحوں میں سمجھا گیا۔ وہ اس کی بیوی کو اس کی طرف سے مشکوک کرنا چاہتا تھا۔ عضنان شاہ کا دل چاہا کہ وہ خوب کھلکھلا کر ہنسنے۔ ممانے ولید کو گھور کے دیکھا۔

”آپ کی نیو گرل فرینڈ ہے وہ۔“ طوبی شاہ واقعی طوبی شاہ تھی۔ اپنی نوعیت کا واحد بیس۔

”ابھی اس سے ملے مجھے دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔ اس لیے اس کے بارے میں ابھی کچھ سوچا نہیں۔“ عضنان شاہ کو اپنے گھر والوں سے پہلی بار بات چیت کرتے ہوئے دلچسپی محسوس ہوئی تھی۔ البتہ ولید شاہ کے چہرے پر اب جھنجھلاہٹ نمایاں تھی۔ کیونکہ عضنان شاہ کی بیوی اسی طرح مطمئن تھی۔

”گرل فرینڈ کے لیے اتنی سوچ۔ بھرا اور بیوی پل بھر میں لے لے۔“ طوبی شاہ وہ کوئی پھٹا بلس تھی۔  
 ”یہ ٹھیک ہے کہ میں نے بیوی کے لیے سوچ بچار نہیں کی مگر بیوی بالکل ویسی ملی جیسی میں چاہتا تھا۔“ وہ مسکرا دیا۔ ٹیکسٹین سے ہاتھ صاف کرتا وہ کھڑا ہو گیا۔

”تو آپ کو ایسی بیوی چاہیے تھی جو آپ کے معاملات میں دخل اندازی نہ کرے۔“ ولید شاہ کا لہجہ سلگ رہا تھا۔ عضنان شاہ کی باتوں سے نہیں بلکہ بیوی کے اطمینان سے۔ عضنان شاہ نے مسکرا کر کندھے اچکائے اور ”او کے بائے“ کہہ کر باہر چلا گیا۔

”اور آپ..... آپ ساری زندگی اس شخص کے ساتھ ایسے ہی گزاریں گی..... ارے ہاں آپ ایسے ہی گزاریں گی کیونکہ سمجھوتے تو آپ غریبوں کی مٹھی میں پڑے ہوتے ہیں۔“ سب نے چونک کر اسے دیکھا وہ جانے کیوں اتنا مشتعل ہو گیا تھا۔ وہ کیا کرتا اسے اپنے بھائی کی حرکتیں تو برداشت ہوئی جاتی تھیں مگر اس کی بیوی کا سکون ہرگز برداشت نہیں تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ بھی عضنان شاہ کے لیے ممانے کی طرح پریشان ہوا کرے اور وہ ایسا کیوں چاہتا تھا اسے خود نہیں پتا تھا۔

”شرفو کھانا لگا دو۔“ وہ یونیورسٹی سے واپس آیا تو اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے بولا۔ واپسی میں شرفو یا ممانے کے بجائے عضنان شاہ کی بیوی کو دیکھ کر چونکا۔  
 ”مما اور شرفو.....؟“ عضنان شاہ کو گئے ایک ہفتہ ہو چکا تھا۔

”مما تو خالد کے گھر گئیں ہیں اور شرفو کو بخار ہے۔“ اس کی سن کر وہ ٹھیل پر بیٹھ گیا۔  
 ”کھانے کے بعد چائے لو گے یا کافی۔ اصل میں بہت بھوک لگ رہی ہے مجھے اکیلے کھایا نہیں جاتا۔ اسی لیے میں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔“  
 ”اوہ تو پھر پہلے کھانا کھائیں۔“ وہ چونک کر سیدھا ہوا۔

”تم بتاؤ کیا لو گے؟“ ممانے اور وہ تینوں ساتھ کھانا کھاتے تھے وہ کبھی چائے کی فرمائش کرتا کبھی کافی کی اسی لیے وہ پوچھ رہی تھی۔  
 ”وہ تو میں ہمیشہ کھانا کھانے کے بعد بتاتا ہوں۔“ وہ بے اختیار مسکرایا۔  
 ”آپ پہلے کھانا کھا لو۔“  
 ”پتہ ہے ولید مجھے بیف پلاؤ اتنا پسند ہے اس کی خوشبو سے تو بھوک کے مارے میرا دم نکلنے والا تھا۔“ وہ بیٹھتے ہوئے بے تکلفی سے بولی۔  
 ”تو کھالینا تھا کھانا۔“ اس نے رائیہ ڈالا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

”اکیلے کھاؤ تاں ولید تو کم کھایا جاتا ہے۔“

”اچھا تو آپ کو زیادہ کھانا تھا۔“ وہ ہنسا۔

”ہاں اور کیا اتنا مزے کا ہوتا ہے۔“ اس نے منہ بناتے ہوئے کہا اس نے آج سے پہلے اتنی بے تکلفی سے بات کبھی نہیں کی تھی۔

”ولید تم مجھے نیٹ سے کچھ کتابیں ڈاؤن لوڈ کرو گے میں فارغ وقت میں کچھ پڑھنا چاہتی ہوں۔“ وہ کھانے کے بعد چائے لگائی۔

”آپ کو لیب ٹاپ استعمال کرنا آتا ہے۔“

”صرف کتابوں میں پریکٹیکل میں نے کبھی نہیں استعمال کیا۔“

”اوکے میں آپ کو بتا دوں گا۔“ جب تک ماما واپس آئی تھیں وہ دونوں گہرے دوست بن چکے تھے۔ اب روز واپسی میں ولید لیب ٹاپ لیے اس کے پاس آ بیٹھتا۔ اسے نئی نئی ویب سائٹس وزٹ کرواتا۔ وہ اور ماما دونوں کے لیے ایک نئی دلچسپی نکل آئی تھی۔

”ولید تمہیں ایسا نہیں لگتا کہ ہم دونوں بہت قریب آگئے ہیں۔“ کھانا کھانے کے بعد پہلے وہ اپنے اپنے کمروں میں چلے جاتے تھے۔ اب تینوں ساتھ بیٹھے رہتے۔ بچن ان کی بہونے سنبھال لیا تھا۔

”ہاں ماما ہم پہلے اتنی باتیں نہیں کرتے تھے۔“ وہ خود حیران تھا وہ باہر سے آ کر ایک ایک بات گھر میں بتانے لگا تھا۔

”پتہ ہے ماما گھر میں اب کچھ ایسا ہے کہ باہر دل نہیں لگتا۔“

”تم ان باتوں سے کچھ اخذ کر رہے ہو ولید کہ ہمارے گھر میں ہو کیا رہا ہے؟“

”کیا ماما.....؟“ وہ چونکا۔

”ولید تم میں اور تمہارے پاپا اب گھر سے باہر زیادہ نہیں رہ سکتے۔ حتیٰ کہ طوبی اور تمہاری چاچی بھی کچھ وقت گزارنے لگی ہیں۔ اگر رات میں کسی پارٹی میں جائیں تو اسے اکیلے ڈر لگتا ہے۔ دن میں کہیں جائیں تو وہ کچھ نہ کچھ

ایسا کر لیتی ہے کہ اگر جانا مجبوری ہے تو جلدی لوٹ کر آنا اس سے بڑی مجبوری بن جاتی ہے۔“

”جی ماما یہ بات تو میں جانتا ہوں کہ گھر میں جو یوں دل بندھا ہے تو اس کی وجہ یہ ہی ہے۔ انہوں نے ہمیں گھر سے باندھ لیا ہے۔“ وہ ہلکے سے مسکرایا۔

”تو پھر وہ عضنان شاہ کو کیوں نہیں باندھ رہی۔“ وہ بے بسی سے بولیں۔

”مما.....“ وہ حیران سا نہیں دیکھے گیا۔

”عضنان شاہ کو کیوں نہیں باندھ لیتی گھر سے؟ وہ کیوں نہیں بدل رہا؟ اس لڑکی کے آنے سے مجھے لگا تھا مجھے میرا بیٹا مل جائے گا۔ وہ آج بھی مجھ سے اتنے فاصلے پر ہے کیوں.....؟ عضنان شاہ کیوں دور ہے مجھ سے؟“ وہ

یک دم رو پڑیں۔ ولید شاہ کے لب بھینچ گئے۔ وہ اپنی زندگی لٹا کر بھی شاید عضنان شاہ کی کمی کو پورا نہیں کر سکتا تھا۔

جب اپنا کوئی مر جاتا ہے تو اس کی طرف سے دل کو قرار آ جاتا ہے لیکن کوئی آنکھوں کے سامنے دور رہے تو اس کی دوری برداشت نہیں ہوتی اور عضنان شاہ کی یہ دوری اس کی

ماں سے برداشت نہیں ہوتی۔ وہ جو چائے لے کر آئی تھی اسی خاموشی سے پلٹ گئی وہ نہیں چاہتی تھی کہ ولید اور ماما اسے دیکھ لیں۔

”عضنان شاہ اتنی آزادی کا کیا کرو گے۔ تمہاری ماں دیکھو تمہارے لیے کیسے تڑپ رہی ہیں۔“ اسے افسوس ہوا۔

”سوری ماما..... مگر میں آپ کی تکلیف پر سوائے افسوس کے اور کچھ نہیں کر سکتی۔“

”بھابی عضنان شاہ کی شادی کو چھ ماہ گزر گئے ہیں مگر وہ ابھی تک ویسے کا ویسا ہی ہے۔ ہمارے جیٹھ صاحب کا تو خیال تھا کہ یہ لڑکی ضرور اسے آپ کے قریب لائے گی۔ یہ تو الٹا ولید کے ہی پیچھے پڑتی ہے۔ اب تو وہ گھر سے باہر جانی نہیں سکتا۔ ایسے مسئلے وہ اپنے شوہر کے لیے کیوں پیدا کر رہی ہے۔“

”اس کے شوہر کو تو پھولوں سے دلچسپی ہے نہ کتابوں سے نہ ہی انٹرنیٹ کے ذریعے دنیا گھومنے کا شوق وہ تو جب چاہتا ہے اٹھ کر کہیں بھی چل دیتا ہے۔“ بات اگرچہ عضنان شاہ کی برائی تھی لیکن پری کا دفاع بھی تھی۔

”اپنے بچوں میں تو دلچسپی ہوتی یہ کچھ ایسا ہی سوچ لے۔ کیسا بھی برا انسان کیوں نہ ہو کسی کے آگے نہ جھکے اپنے بچوں سے تو محبت کرتا ہے۔ ان کے لیے تو رکتا ہی ہے۔“ ماما نے رک کر چاچی کو دیکھا۔ شاید چاچی کی کوئی پہلی بات تھی جو ماما کے دل میں کھب گئی اور شام تک انہوں نے پری سے کہہ دیا وہ تو یک دم سرخ پڑ گئی۔ وہ یقیناً شرما گئی۔

”ارے اگر ایسی کوئی خوش خبری تھی تو تم نے مجھے بتایا نہیں پری۔“ اس کا سرخ پڑنا چہرہ انہیں کچھ اور سمجھا رہا تھا۔

”نہیں ماما ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ تو اللہ کا حکم ہے وہ کب نوازے۔“ وہ گڑ بڑائی۔

”ایسا کرتے ہیں ہم ڈاکٹر کو دکھاتے ہیں۔ دیکھو بیٹا مجھے لگتا ہے اتنی بڑی خبر پا کر عضنان شاہ ضرور بدل جائے گا۔ پتا نہیں پہلے مجھے یہ خیال کیوں نہیں آیا۔ ابھی بھی تمہاری چاچی نہ کہتیں تو میں تو عضنان شاہ کے بدلنے کی امید کو دل میں لیے بیٹھی رہتی۔“

”اف چاچی..... اللہ آپ کو سمجھے۔ میری سیدھی سادھی ماما کو کس راہ پر لگا دیا۔“ دل گراہ اٹھا۔

”بس تم صبح میرے ساتھ ڈاکٹر کے پاس چلو۔“

”افوہ اب میں اس پچویشن میں کیا کروں۔“ اس کے دماغ نے کام کرنا بند کر دیا تھا۔

”آج پتہ نہیں دو کب بجیں گے۔“ ان کی شادی کو چھ ماہ ہو گئے تھے اور آج پہلی بار وہ عضنان شاہ کی آمد کی شدت سے منتظر تھی۔ کمرے کے چکر لگاتے لگاتے اس کی ٹانگیں شل ہو گئیں تھیں۔ مگر ابھی تک بارہ بھی نہیں بچے تھے۔

”میں سونے کی کوشش کرتی ہوں جب وہ آئے گا میں

تب اٹھ کر بات کروں گی۔ لیکن میں یہ بات اس سے کیسے کروں گی کہ تمہاری ماں بچے کی خواہش مند ہو رہی ہے۔ وہ نہیں اللہ میں کیا کروں۔“ وہ پریشانی کے عالم میں ایک بار پھر ٹھٹھکنے لگی۔

”لیکن اگر اس سے نہیں کہا تو صبح جو یہ ہاسپٹل کی تلوار سر پر لٹکے گی اس سے کیسے بچوں گی۔ پارس بی بی تھوڑی دیر کے لیے تو شرم و حیا کو طاق میں رکھنا پڑے گا۔ نہیں نہیں میرے اللہ میں نہیں کہہ پاؤں گی۔ تو مسبب الاسباب ہے میرے لیے اسباب بناوے۔ مجھے اس پریشانی سے نکال دے۔“ نیند سولی پر بھی آ جاتی ہے اور ایک بچے اسے نیند آ گئی دوبارہ آنکھ کھلی تو تین بج رہے تھے۔

”ارے عضنان شاہ ابھی تک نہیں آیا۔“ وہ اچھل پڑی۔ پھر پریشانی بڑھنے لگی تو اس نے اٹھ کر وضو کیا اور تہجد ادا کرنے لگی۔ پونے چار بجے عضنان شاہ گھر آیا اس کی پریشانی اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی ہر بات ذہن سے نکل گئی۔ کیونکہ عضنان شاہ کی شرٹ خون سے بھری تھی۔

”آپ ٹھیک ہو..... یہ سب کیا ہو گیا عضنان شاہ۔“ وہ بدحواسی سے اس کی طرف بڑھی۔

”میں ٹھیک ہوں یہ دوسرے گاڑی کے ڈرائیور کا خون ہے۔“ اس نے شرٹ اتاری۔

”اس کا خون آپ کی شرٹ پر کیسے آ گیا؟“ وہ حیران ہوئی کیونکہ اسے واقعی کوئی چوٹ تو کیا خراش تک نہیں آئی تھی۔

”محترمہ جذبہ ہمدردی تو آپ کو پتہ ہے میرے اندر کتنا بھرا ہے۔ بس اس کے تحت میں نے اسے اٹھا کر اپنی کار میں ڈالا اور اسپتال لے گیا۔“ وہ وارڈ روب سے اس کے لیے شرٹ لے آئی۔

”میں نہ پاؤں گا۔“ وہ واش روم میں گھس گیا۔

”وہ پہلے ہی اتنی ٹینشن میں ہے میں مزید پرابلم ڈسکس کرنے بیٹھ جاؤں..... نہیں ایسا نہیں کرنا۔“ وہ سوچتے ہوئے بیڈ کے کنارے ٹک گئی۔ وہ تو لیے سے بال رگڑتا ہوا نکلا تو اسے دیکھ کر چونکا وہ ہمیشہ سوری ہوتی تھی اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

آج جاگ رہی تھی۔  
 ”پارس بی بی علامہ اقبال نے جاگ کر پاکستان کا خواب دیکھا تھا آپ کس کا خواب دیکھ رہی ہیں۔“ اس نے تولیہ اس پر پھینکا تو وہ چونک گئی۔  
 ”آپ صبح اسپتال جائیں گے اس ڈرائیور کو دیکھئے۔“ اچانک اس کے ذہن میں خیال آیا۔ عضنان شاہ نے چونک کر اسے دیکھا۔  
 ”پتہ نہیں وہ کس حال میں ہو۔“  
 ”وہ ڈرائیور ایک لڑکی تھی۔ میں نے اس کی فیملی کو اس کے موبائل سے انقارم کر دیا تھا اس کے فادر اور سسٹر کے آنے کے بعد ہی میں گھر آیا ہوں۔“ اس نے تفصیلی جواب دے کر اسے ڈرائیور کے ”صدے“ سے نکالنا چاہا۔  
 ”پھر بھی ہمیں صبح جا کر دیکھنا تو چاہیے کہ اس کی اب کیسی طبیعت ہے؟“ وہ مصر ہوئی۔  
 ”ہمیں.....!“ اس نے اچھبے سے دہرایا۔ ”ہمیں سے کیا مراد ہے آپ کی؟“  
 ”پلیز عضنان شاہ مجھے بھی اسپتال لے چلیں۔“ بڑا گرگڑاتا ہوا لہجہ تھا عضنان شاہ نے حیرت سے دیکھا پھر کچھ سوچا۔  
 ”کسی مشکل میں ہو؟“ اس کی اندر تک کھوج لگاتی نگاہیں۔ پارس نے اپنے سر پر ہاتھ مارا اتنی آسانی سے معاملہ نمٹ گیا۔ اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔  
 ”عضنان شاہ ویسے تو میرے اندر اتنی صلاحیتیں ہیں کہ میں ہر معاملے کو نمٹا سکتی ہوں مگر کبھی جب آپ کو بلاؤں تو پلیز فوراً آ جانا سمجھ لینا میں جس مشکل میں ہوں وہاں سے آپ کے علاوہ کوئی نہیں نکال سکتا۔“ اس نے یہ بات اس گھر میں اپنی دوسری رات کو عضنان شاہ سے کہی تھی۔ پھر آج تو صرف اسے عضنان شاہ کو پکارنا تھا۔ اتنی تفصیل بتانے کی ضرورت نہ تھی۔

.....\*

”ولید شاہ چھٹی کرو شہزادی صاحبہ کی سواری آج صبح ہی صبح نجانے کہاں جانے کے لیے تیار ہے۔“ اسے بلیک بہت مرعوب ہوئی تھی۔

چادر میں سیڑھیاں اترتا دیکھ کر ولید نے اعلان کیا۔  
 ”تمہیں چھٹی کی ضرورت نہیں ہے میں عضنان شاہ کے ساتھ جا رہی ہوں۔“ وہ مسکرائی۔  
 ”کہاں؟“ وہ سب بری طرح چونکے لیکن پوچھا ولید نے تھا۔  
 ”اسپتال۔“ اس نے ماما کی طرف دیکھا۔ ان کا چہرہ کھل اٹھا اور اس کا سفید پڑ گیا۔  
 ”پارس بی بی کسی کے جذبات سے کھیلنا بری بات ہے۔“ اس کے ضمیر کا چابک بے وقت پڑا۔  
 ”اسپتال کیوں؟“ اس کا سفید پڑتا چہرہ بغور دیکھتے ہوئے ولید نے پوچھا۔  
 ”ولید اسٹاپ اٹ..... کتنے سوال کرتے ہو تم۔“ ممانے خلقی سے کہا۔ ولید نے چونک کر ماما کو دیکھا کبھی عضنان شاہ سیڑھیاں اترتا ہوا نظر آیا۔ ولید یک دم سنجیدہ ہو گیا۔  
 ”شرف الدین میرا ناشتہ لے آؤ۔“ ناشتے کے بعد وہ دونوں باہر نکل گئے۔ اس نے گاڑی میں بیٹھتے ہی چادر کے پلو سے چہرے پر نقاب ڈال لیا۔ عضنان شاہ نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر پوری توجہ سے ڈرائیونگ کرنے لگا۔  
 ”کیسی ہے آپ کی سسٹر؟“ عضنان شاہ ایک روم کے باہر کھڑی لڑکی سے مخاطب ہوا۔ وہ ان کے قریب آئی۔  
 ”ابھی بہتر ہے اور آپ کا بہت بہت شکریہ۔“ وہ دونوں کو روم کے اندر لے آئی۔  
 ”میرے خدا کتنی خوب صورت ہیں یہ۔“ بیڈ پر لیٹے وجود پر نظر پڑتے ہی وہ حیرت زدہ رہ گئی۔ اس کی ہلکی سی بڑبڑاہٹ عضنان شاہ نے بخوبی سن لی تھی۔  
 ”کیا نام ہے ان کا؟“  
 ”کشمال۔“ اس لڑکی کے کہنے پر اس کی طرف دیکھا۔  
 ”یہ آپ کی کون ہیں؟“ وہ رات عضنان شاہ کو دیکھ کر بہت مرعوب ہوئی تھی۔

”میں اور عضنان شاہ کزن ہیں آپس میں۔ عضنان شاہ کے بولنے سے پہلے وہ بول پڑی۔“

”آپ کے خاندان میں عورتیں پردہ کرتی ہیں؟“ وہ لڑکی حیران ہوئی۔

”نہیں یہ جراثیم صرف میرے اندر ہیں۔“ وہ ہلکا سا ہنسی۔ کچھ دیر اور بیٹھ کر وہ دونوں باہر آئے۔

”عضنان شاہ وہ کتنی خوب صورت تھی ناں۔“ وہ ابھی تک اس کے سحر میں جکڑی ہوئی تھی۔

”ہوگی..... میں نے اتنے غور سے نہیں دیکھا۔“ وہ ہمیشہ سے ایسا ہی بے پروا تھا۔

”بائی دے دے تم آئی کیوں ہو؟ کیا مشکل آن پڑی ہے تمہیں؟“

”اوہ ہاں مجھے ویک نیکس کے لیے کچھ وٹامن دوائیں چاہیں میں ڈاکٹر سے لکھوا کرتی ہوں۔“

”اس کام کے لیے تم ماما کے ساتھ بھی تو آ سکتی تھیں۔“ وہ حیران ہوا۔

”نہیں وہ مجھے بڑے مسئلوں میں الجھا دیتی ہیں۔ اتنی پریشان ہو جاتی ہیں کہ بس ڈرائیور کے ساتھ اور ولید کے ساتھ مجھے آنا اچھا نہیں لگا۔“

”یہ تو مجھے یہاں آنا تھا اسی لیے میں تمہیں ساتھ لے آیا ورنہ میں تمہیں کبھی نہ لاتا۔“

”پھر مجھے آپ کو بتانا ہوتا کہ آپ کی ممانے میرے لیے ایک نیا مسئلہ کھڑا کر دیا ہے۔“

”وہ کیا؟“

”اب اس بات کو بتانے کا کوئی فائدہ نہیں۔“

عضنان شاہ نے اس کا جواب سنا نہیں تھا۔ سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر اس کے لب بھینچ گئے۔ اس نے مڑ کر دیکھا وہ اس سے ایک قدم پیچھے تھی۔ اس کا دھیرے دھیرے کپکپاتا بدن نقاب ہونے کے باوجود اس کی حالت کو ظاہر کر رہا تھا۔

”ریلیکس تم نقاب میں ہو اسے نہیں پتا چلے گا۔“

اس نے آہستہ سے کہا مگر وہ سن رہی تھی۔ اس کا بدن

بے جان ہوا جا رہا تھا۔ قدموں پر کھڑا رہنا اس کے لیے مشکل ہو گیا تھا۔

”گرنے سے پہلے یاد رکھنا میں تمہیں ہرگز نہیں اٹھاؤں گا۔ شرافت سے آگے بڑھو وہ تمہیں نہیں پہچانے گا۔“ اس نے بازو سے پکڑ کر گھسیٹا، وہ بس ایک بے جان مورتی کی طرح اس کے ساتھ چلی آئی اس نے خود وٹامن دوائیں ڈاکٹر سے لکھوائی اور اسے گھر لے آیا۔

مما اس سے بات کرنا چاہتی تھی لیکن عضنان شاہ نے یہ کہہ کر کہ وہاں اس کی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ ماما کی خواہشوں اور امیدوں کو اور بڑھا دیا تھا۔ وہ اسے آرام کی تاکید کرتا آفس چلا گیا۔

”واٹ اے۔۔۔ تم پری۔“ ولید اسے شرمندہ کرنا چاہ رہا تھا اور وہ تھی کہ ہنس ہنس کر اس کا برا حال ہوا جا رہا تھا۔ وہ اور ولید دونوں رات کھانے کے بعد واک کرنے آئے تھے۔

بلکہ ولید اسے زبردستی لایا تھا اور جب وہ گلی کا موڑ مڑنے والے تھے تو اس نے آخری بنگلے کی ڈور تیل بجادی۔ ولید ہکا بکا وہیں کھڑا رہ گیا تو وہ اسے بازو سے پکڑ کر فوراً گلی کا موڑ مڑ گئی۔

”پری آپ کو عضنان شاہ کی حرکتوں کا پتہ نہیں عضنان شاہ اگر یہ حرکت دیکھ لیتا تو یقیناً بے ہوش ہو جاتا۔“

”اور ماما پاپا۔“ وہ دونوں ہاتھوں سے پیٹ پکڑ کر دہری ہو رہی تھی اسے ہنسی کسی کے گھر کے ڈور تیل بجانے پر نہیں بلکہ ولید شاہ کے ہونق زدہ چہرے کو دیکھ کر آ رہی تھی۔

”وہ تو میرا کبھی یقین نہیں کریں گے کہ آپ نے ایسی حرکت کی ہے بلکہ سچ بتاؤں مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں ہو رہا ہے مجھے لگ رہا ہے میری آنکھوں نے کچھ غلط دیکھ لیا ہے ورنہ میری پری تو غلط نہیں ہو سکتی۔“ اس کی ہنسی یوں غائب ہوئی جیسے بن دباتے ہی کمرے میں اندھیرا ہو جائے وہ سن ہی ولید کو دیکھے گی۔

”ولید ہر انسان اچھا برا ہوتا ہے..... پھر میں.....“

”کسی کی اچھائی برائی کو دیکھنے کے لیے ایک سال کافی

ہوتا ہے اور اس ایک سال میں میں نے جان لیا آپ کتنی اچھی ہیں اتنی اچھی کہ آپ کے اندر کوئی برائی نہیں۔

عضنان شاہ جیسے شخص کے ساتھ رہ کر آپ کو آج تک اس سے کوئی شکایت نہیں ہوئی میری تو پھر یہ آپ کی اچھائیوں کی حد ہے ہماری سوسائٹی کی کوئی بھی لڑکی ہوتی ناں پری تو ہمارا گھر میدان جنگ بن چکا ہوتا۔ عضنان شاہ کی کب کی علیحدگی ہو چکی ہوتی۔ ماما کہتی ہیں آپ کو عضنان شاہ کے متعلق کچھ نہیں پتہ مجھے لگتا ہے جو ہم سے چھپا ہے وہ بھی سب آپ کو پتہ ہے۔“ وہ بیچیدگی سے بولتا پلا گیا۔

”ولید.....“ اس نے کچھ کہنا چاہا مگر ولید نے اسے روک دیا۔

”مجھے لگتا ہے پری عضنان شاہ نے آپ سے شادی نہیں کی آپ کو خرید لیا ہے جیسے آپ دونوں کے درمیان کوئی سودا ہے اس نے آپ کو آپ کی نانی کے بعد ایک چھت ایک تحفظ دیا ہے اور بدلے میں آپ نے اسے آزادی۔ ماما کہتی ہیں آپ اسے گھر سے باندھ کیوں نہیں لیتی..... لیکن آپ ایسا نہیں کر سکتی کیونکہ وہ آپ کے معاہدے کی خلاف ورزی ہوگی۔“ اس کی حالت بگڑتی شروع ہو گئی ولید یہ سب کیا کہہ رہا تھا اس کا دماغ بند ہو گیا۔ وہ جھٹکے سے بگٹی وہاں سے بھاگ جانے کو مگر ولید نے اسے بازو سے تھام لیا۔

”پری کچھ ایسا ہی ہے ناں آپ کے اور عضنان شاہ کے درمیان۔“ اس نے اسے غور سے دیکھا۔

”شٹ اپ ہاتھ چھوڑو میرا۔“ وہ سختی سے گویا ہوئی۔

”پری پلیز آپ ہمیں بہت عزیز ہو اپنا وہ معاہدہ توڑ دو۔ پری عضنان شاہ کو باندھ لو خود سے میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ پری ماما پاپا بھی آپ کا ساتھ دیں گے ہم عضنان کو مجبور کر دیں گے۔“ اس نے جدوجہد کر کے ولید سے اپنا ہاتھ چھڑوایا اور پلٹ کر بھاگتی ہوئی گھر کی طرف آ گئی۔ اپنے کمرے میں بیڈ پر گرتے ہوئے وہ بے جان سی ہو گئی۔

”اوہ خدا یا ولید کیا کہہ رہا تھا۔ ولید کو یہ سب کیسے معلوم

ہو گیا نہیں ولید کو کچھ معلوم نہیں ہوا یہ اس کے صرف اندازے ہیں وہ بہت تیز ہے۔ مجھے عضنان شاہ کو یہ سب بتانا ہوگا ورنہ بہت مشکل ہو جائے گی۔ ایک طرف ماما اور دوسری طرف ولید یا اللہ میں کہاں جاؤں۔“ ممانے اسے وہ دائیاں کھاتے دیکھ کر ایک خوشی کا اظہار کیا تھا لیکن پھر بھی جب انہیں کوئی خوش خبری نہ مل سکی تو وہ خود اسے ایک ڈاکٹر کے پاس لے گئیں تھیں وہاں اس کی عزت کو خدانے بنائے رکھا لیکن اب اسے عضنان شاہ کی طرف سے سپورٹ کیا جانا ضروری ہو چکا تھا۔

”تم اب تک جاگ رہی ہو آج ولید شاہ نے اس کی نیند اڑا دی تھی۔ عضنان شاہ اسے جاگتا دیکھ کر حیرت زدہ ہوا۔ وہ بیڈ کے کنارے پر گود میں تکیہ رکھے بیٹھی تھی۔

”مجھے آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں عضنان شاہ۔ آپ فریٹس ہو کر آ جائیں۔“ اپنی شادی کو ایک سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود یہ ان کی چوتھی بار ہونے والی میٹنگ تھی۔ ابھی کچھ دن پہلے ان کی شادی کی سال گرہ تھی جسے ولید نے سیلیبرٹ کیا تھا۔

”ہاں بولو۔“ وہ تالیے سے بال رگڑتا ہوا بیڈ کے دوسرے کنارے پر بیٹھ گیا۔

”عضنان شاہ پہلی بار آپ تین ماہ سے مسلسل ایک ہی لڑکی کے ساتھ ولید شاہ طوطی شاہ مانا پاپا اور چچی کو نظر آ رہے ہیں اس بات کا کیا مطلب لیا جائے۔“

”یہی کہ میں اس سے شادی کرنے والا ہوں۔ تم نے دیکھا ہے اس لڑکی کو۔“ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

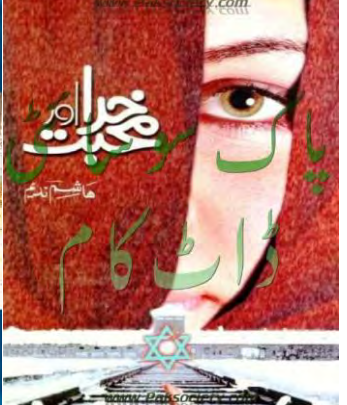
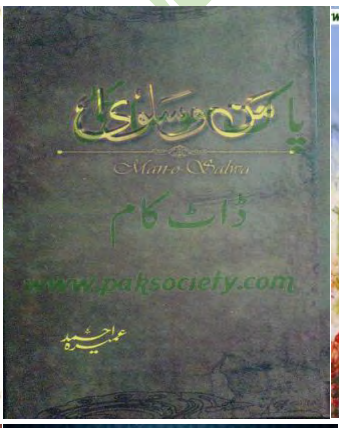
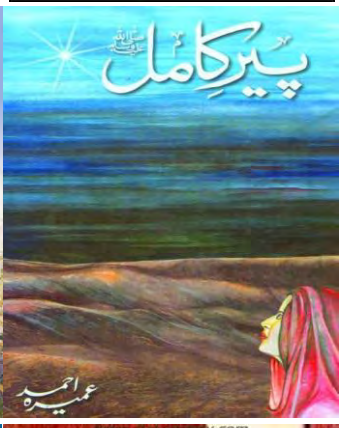
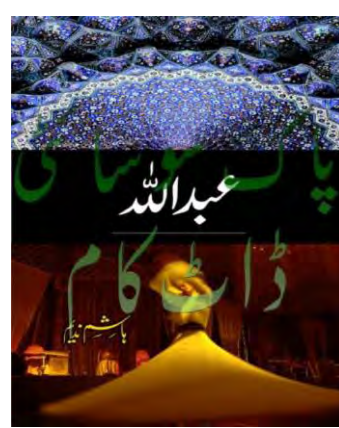
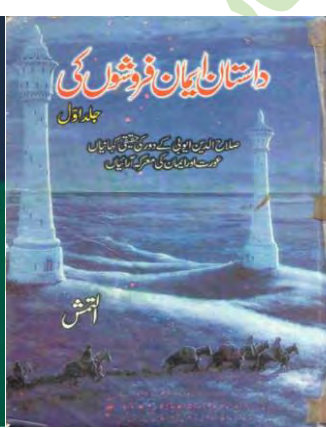
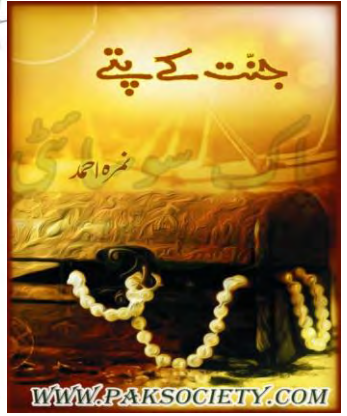
وہ اتنے آرام سے بتا رہا تھا جیسے اپنے کسی گہرے دوست کو بتا رہا ہو۔

”وہ کشمالہ یاد ہے تمہیں جسے میں نے ہاسپٹل پہنچایا تھا۔“ اس نے کہا تو اس نے چونک کر اثبات میں سر ہلایا۔

”وہ وہی لڑکی تو ہے۔ بہت پیاری بہت خوب صورت اس میں وہ سب کچھ ہے جو میں چاہتا تھا۔“

”مگر آپ تو کبھی شادی کرنا ہی نہیں چاہتے تھے۔“

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-



اس کی ساری پریشانی ختم ہوگئی وہ بڑی ہلکی پھلکی ہو کر اس سے پوچھ رہی تھی۔  
 ”بس یاریہ سمجھو کہ مجھے کسمالہ جیسی کوئی لڑکی کبھی ملی ہی نہیں۔ کسی کو دیکھ کر ساری زندگی اس کے ساتھ گزارنے کا مجھے کبھی خیال آیا ہی نہیں۔“  
 ”میں نے تو پہلی ہی نظر میں جان لیا تھا کہ وہ بہت خوب صورت ہے۔“ وہ اپنی جوہری والی نظروں پر اترا تکی تو وہ ہنس دیا اور تکیہ سپدھا کر کے وہ لیٹ گیا۔  
 ”سچ سچ وہ واقعی خوب صورت ہے اس میں کچھ ایسا ہے جو آپ کو اس سے باندھ لیتا ہے۔“  
 ”تو آپ اپنی شادی میں گھر والوں کو شامل کرنے والے ہیں یا نہیں۔“  
 ”کتنا بے تکا سوال ہے یہ میری شادی میں میرے گھر والے کیوں نہیں آئیں گے۔“ وہ ابھی تک کسمالہ حیدر کے حسن میں گم تھا اس کے اس طرح کہنے پر گھور کر اسے دیکھا مگر جیسے کچھ یاد آتا تو وہ رکا۔  
 ”ارے ہاں..... آپ بھی تو موجود ہو گھر میں میری بیوی کے نام سے۔ جو گھر بھر کی بہت لاڈلی بہو اور بھالی ہو۔“  
 ”مجھے وقت گزارنے کے لیے کچھ تو کرنا تھا۔ اس لیے میں نے ان لوگوں سے رابطہ بڑھایا مجھے نہیں پتا تھا وقت اتنی جلدی گزر جائے گا۔“  
 ”رابطہ تم نے بڑھایا اب اسے ختم بھی تمہیں ہی کرنا ہوگا۔“ وہ کتنے آرام سے کہہ رہا تھا اس کے دل پر جو گزر رہی تھی اس کا ذرہ بھر اندازہ نہ تھا اس شخص کو۔  
 ”ولید کو لگتا ہے ہمارے درمیان کوئی معاہدہ ہے۔“ اس نے ولید کی تمام باتیں بتائیں۔  
 ”یہ ولید کا بچہ بہت ہمدرد ہے۔“ وہ چڑ گیا۔  
 ”یاد ہے اس روز کس طرح وہ تمہیں میری گرل فرینڈ سے آگاہ کر رہا تھا۔ میرا جی چاہ رہا تھا تمہیں لگا کر ہنسوں۔“ وہ واقعی ہنسا۔  
 ”ویسے اگر میں نے تمہاری موجودگی میں شادی کر لی تو

ولید مجھ سے حقیقتاً جھگڑ پڑے گا اسے میری گرل فرینڈز برداشت نہیں ہوتیں بیوی کیسے برداشت کرے گا۔ خواہ مخواہ ایک غیر لڑکی کے پیچھے ہم بھائیوں کا رشتہ پہلے سے خراب ہو جائے گا۔“ غیر لڑکی کے القاب سے یقیناً اسے ہی نوازا گیا تھا۔ اس کے دل پر کڑی گزری۔  
 ”ایک غریب لڑکی کسی محل میں آ کر خوش رہ ہی نہیں سکتی۔“ اس نے اذیت سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔  
 ”عضنان مجھے دو ماہ کا وقت دیجئے۔ اس وقت کے اختتام پر خود آپ کی فیملی کسمالہ کے گھر آپ کا یہ پرپوزل لے جائے گی۔“ اس کا لہجہ بڑا مضبوط تھا۔  
 ”او کے مجھے تمہاری صلاحیتوں پر شک نہیں کرنا چاہئے۔“ وہ مسکرایا جب کہ وہ آہستگی سے اٹھی اور صوفے کی طرف بڑھ گئی۔  
 .....  
 ”مما کیا بات ہے جب سے آیا ہوں دیکھ رہا ہوں آپ کچھ پریشان ہیں۔“ وہ سب رات کا کھانا کھانے کے بعد فارغ بیٹھے طوبی شاہ کے ہاتھوں کی چائے سے لطف اندوز ہوتے ملی مذاق کر رہے تھے کہ اچانک ولید شاہ نے کہا تو وہ جو بڑی بے چینی سے بار بار پہلو بدل رہی تھیں چونک گئیں۔  
 ”نہ..... نہیں تو۔“ اب سب نے ان کی طرف دیکھا۔ وہ واقعی پریشان تھیں پارس نے کین اکیوں سے دیکھا تھا جب آج وہ پہلے دن اپنی پریشان تھیں تو باقی 29 دن کس طرح گزاریں گی۔ پارس کو اندر ہی اندر شرمندگی نے گھیرا۔  
 ”واقعی..... یہ بات تو میں نے بھی محسوس کی تھی۔“ چچی نے یکنخت کہا۔  
 ”ارے کچھ نہیں ہوا میں ٹھیک ہوں۔“  
 ”پری ایسا کرو بیٹا آپ اپنی ماما کے سر میں تیل کا مساج کر دو انہیں اچھا محسوس ہوگا۔“ پاپا نے کہا تو وہ اٹھنے لگی۔  
 ”ذرا آرام سے چلو۔“ ماما نے یکنخت اسے ٹوکا تو اس نے چلنے کی رفتار چوٹی جیسی کر دی واپس آئی تو ماما نے منع

کر دیا وہ پاپا کو مساج کرنے لگی۔  
 ”واہ..... واہ مزہ آتا ہے بہت۔“  
 ”پری ذرا آج میرے بھی کر دو۔“ ولید پاپا کے دائیں طرف آ بیٹھا۔  
 ”وہ تھک جائے گی۔“ ماما کے یوں کہنے پر پارس نے بے بسی سے انہیں دیکھا۔  
 ”السلام علیکم۔“ اس سے پہلے کہ وہ سب ماما کو بھرپور حیرت سے دیکھ پاتے ان کے دماغ سن ہو گئے۔ اس بار پارس بھی حیرت سے منہ پھاڑے رہ گئی کیونکہ عضنان شاہ ساڑھے نو بجے گھر آ گیا تھا۔  
 ”ولیکم السلام بیٹا میں کب سے آپ کا انتظار کر رہی تھی۔“ ماما کی ساری بے چینی بے قراری خوشی میں ڈھل گئی۔  
 ”جس وقت آپ کی کال آئی میں یہاں سے دور تھا۔“  
 ”کوئی بات نہیں بیٹا۔“ ماما نے مسکرا کر کہا۔ وہ سب بے حد سنجیدگی سے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔  
 ”آپ نے مجھے کال کیوں کی سب خیریت تو ہے نا۔“  
 ”آپ پاپا بننے والے ہو۔“ سب اچھل پڑے تھے لیکن عضنان شاہ سن سائیں دیکھتا رہ گیا۔  
 ”مجھے لگا مجھے یہ خبر سب سے پہلے آپ کو دینی چاہیے اسی لیے میں نے ابھی تک گھر میں کسی کو نہیں بتائی۔“  
 ”کیا میں چا چاہنے والا ہوں۔“ ولید اچھل پڑا۔  
 ”او میں پھوپھو۔“ طوبی آگے بڑھ کر پری سے لپٹی۔  
 ”طوبی.....“ ماما یکنخت چیخیں تو سب ہی حیران رہ گئے۔  
 ”بیٹا پری کو بہت احتیاط کی ضرورت ہے ڈاکٹر نے بتایا ہے کہ پری بالکل بھی نارمل نہیں ہے۔ ہماری ذرا سی بھی غیر احتیاطی بچے اور ماں کی جان کے لیے خطرہ بن سکتی ہے۔“ سب اس بار سن رہ گئے تھے تو عضنان شاہ نے نظریں گھما کر اسے دیکھا۔ جس کے پورے وجود میں ایک بے چینی تھی۔ ماما سب سے پہلے اس خبر کو عضنان شاہ

سے شیئر کریں گی۔ یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔  
 ”اب اپنی بیوی کا خیال تمہیں خود رکھنا ہوگا۔ اسے بہت سنبھال کر رکھنا ہوگا ہم لوگ جتنا بھی خیال کر لیں تمہاری طرح نہیں کر پائیں گے۔“ عضنان شاہ کی نگاہیں اسے خود پر گزری ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ اس کا جی چاہ رہا تھا وہ پل بھر میں یہاں سے غائب ہو جائے مزید شرمندگی اس سے اٹھانی نہیں گئی تو وہ یکنخت اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔  
 ”میں آتا ہوں۔“ کہہ کر وہ فوراً اس کے پیچھے آ گیا۔ وہ کمرے میں نہیں تھی تب وہ میز کی طرف کھلنے والے دروازے کی طرف بڑھا۔ وہ دونوں ہاتھ گرل پر لٹکائے دوسری طرف جھکی گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔ اس نے بازو سے پکڑ کر جھٹکا دیا تو وہ گرل کافی زور سے اسے لگی۔  
 ”بہت احتیاط کی ضرورت ہے تمہیں۔“ وہ اسے اسی طرح جھٹکے سے کھینچتا ہوا اندر کمرے میں لے آیا۔  
 ”سوری عضنان شاہ مجھے نہیں پتا تھا کہ ماما آپ کو بلائیں گی یا اس معاملے کے لیے آپ کو پابند کریں گی۔“ اس کی نظریں اٹھ نہیں پار رہی تھیں۔  
 ”یہ کیا ڈرامہ ہے ویسے۔“ اس نے اسے بیڈ پر پھینکا۔  
 ”میں نے رابطے کے اختتام کی طرف پہلا قدم بڑھا دیا ہے۔ مجھے لگا آخری قدم تک میں خود چلوں گی مگر ماما..... مجھے سمجھ نہیں آ رہا انہوں نے آپ کو کیوں بلایا اور وہ.....“ کچھ خیال آتے ہی وہ یکنخت رکی۔  
 ”اوہ نو..... اوہ اب سمجھا آیا۔“  
 ”کیا.....؟“ وہ اس کے سامنے بیٹھ گیا۔  
 ”جب میں پہلے دن آپ کے گھر والوں سے رابطے بڑھانے کے لیے نیچے اتر کر گئی تھی تو آپ کی ماما نے مجھے بہو تو تسلیم نہیں کیا لیکن مجھ سے انہوں نے ایک امید باندھ لی تھی کہ میں آپ کو ان کے نزدیک لے آؤں گی لیکن میں ایک سال گزرنے کے باوجود ایسا نہیں کر سکی آپ کو پتا ہے کچھلے کئی ماہ سے وہ مجھے ڈاکٹر



کے پاس لے جا رہی ہیں تاکہ انہیں یہ خوش خبری مل سکے میرا اور آپ کا ریلیشن تو انہیں جلد ہی پتہ چل جاتا اگر وہ ڈاکٹر جین نہیں ہوتی۔“

”ڈاکٹر جین۔“ وہ بری طرح چونکا اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

”مجھے لگ رہا تھا کہ وہ محض اپنا پوتا یا پوتی دیکھنا چاہتی ہیں جب آپ نے مجھے بتایا کہ آپ کسمالہ حیدر سے شادی کرنا چاہتے ہیں تو مجھے لگا کہ اب وقت قریب ہے مجھے اس گھر سے چلے جانا ہے تو میں نے اس رابطے کو ختم کرنے کے لیے یہ پلان کیا۔ مگر ممانے آپ کو کیوں بلایا اور یوں پابند کیوں کیا آپ جانتے ہیں کیوں؟“ وہ رک کر اسے دیکھنے لگی۔

”کیونکہ وہ اپنے پوتا پوتی نہیں آپ کو اپنے پاس دیکھنے کی خواہش مند ہیں۔ وہ آپ کو گھر میں دیکھنا چاہتی ہیں کیونکہ کوئی بھی شخص ہو وہ کسی کے گھر نہ جھکے اپنی اولاد کے لئے جھکتا ہے۔ اسی لیے وہ آپ کو آپ کی اولاد سے باندھ کر اپنی اولاد کو اپنے سامنے دیکھنا چاہتی ہیں۔“

”کیا ملتا ہے یار گھر میں؟“ اس نے منہ بنایا وہ اپنی نوعیت کا واحد شخص تھا۔ جو گھر سے اتنا بے زار تھا۔

”اور اگر میرے ماں باپ کو میری اتنی ہی چاہت تھی تو مجھے نہیں دینا تھا کسی اور کو انہوں نے جو مجھے ماحول دیا میں اب اس ماحول کا عادی ہو چکا ہوں۔ اکیس سال میں نے امریکہ میں گزارے ہیں اور مجھے اس ماحول کی عادت پڑ گئی ہے یہاں آیا تو ممانے کو میری ہر بات پر اعتراض میرے سنانے جانے پر میری ڈرینگ پر میرے دوستوں پر میرے کھانے پینے پر بس یہی ہوتا ہے اس گھر میں اور مجھے یہ سب پسند نہیں۔ مجھے پابند ہو کر رہنا اچھا نہیں لگتا۔“ وہ بیڈ پر سیدھا ہو کر لیٹ گیا اور آنکھوں پر ہاتھ رکھے وہ انتہا کا بیزار تھا۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی اس کے ماں باپ نہیں تھے وہ کتنا ترستی تھی لیکن اس کے پاس تھے اور یہ کتنا بیزار تھا۔

”ایک بات کہوں عضنان شاہ آپ برا تو نہیں مانتیں

گے۔“ جو باواہ کچھ نہیں بولا۔

”آپ نے زندگی کے اٹھائیس سال آزادی کے ساتھ گزارے ہیں۔ اپنی مرضی سے گزارے ہیں۔ کیا صرف اٹھائیس دن اس گھر کے لیے گزار لیں۔ صرف اٹھائیس دن پلیز۔“ جانے سے پہلے وہ ممانے کو یہ خوشی دے جاتی تو شاید اس کی طرف سے ملنے والی تکلیف کا کچھ ازالہ ہو جاتا۔ وہ کچھ نہیں بولا تو وہ مایوس ہو کر وہاں سے اٹھنے لگی۔

”انہی سو دن نہیں ہوگا۔“ اس کی آواز پر وہ لکھت خوشی سے پلٹی۔

”نہیں ہوگا۔ بالکل نہیں ہوگا۔“ وہ سرشاری سے بولی۔ جس وقت ممانے کا فون آیا تھا وہ کسمالہ حیدر کو چھوڑنے ایئر پورٹ گیا ہوا تھا۔ اس کے کسی رشتے دار کی شادی تھی وہ لندن چلی گئی۔ ایک ماہ بعد اس کی واپسی ہوئی تھی اور کسمالہ حیدر کے بعد باہر اس کا دل لگنا نہیں تھا اس کا ارادہ لندن جا کر کسمالہ کو سر پرانز کرنے کا تھا مگر اب نہیں۔

”ممانے اناشتہ۔“ میٹر ہیوں سے اترتے ہوئے اس کا کہنا۔ بس لفظوں کی ذرا سی تبدیلی نے سب کو خوشی سے گنگ کر دیا۔

”کیا لوگے ناشتے میں بیٹا۔“ ممانے فوراً اٹھیں۔ اس نے مسکرا کر وہی بتایا جو روز وہ لیتا تھا۔ ناشتہ ہو گیا تو وہ کھڑا ہو گیا۔

”اوکے ہائے۔“ وہ باہر کی طرف بڑھا۔

”پری یہ بہت بری عادت ہے تم اسے دروازے تک جا کر اللہ کے سپرد کیا کرو۔ ہمیشہ یہی ٹیٹھی رہتی ہو۔“ چچی کے اس طرح کہنے پر اسے زور سے پھندہ لگا۔

”ہاں یہ تو ہے۔“ ممانے بھی تائید کی تو اس کے ساتھ ساتھ ولید طوبی باپا کی بھی آنکھیں پھٹ گئیں۔ حتیٰ کہ خود عضنان شاہ نے بھی پلٹ کر ان دونوں خواتین کو دیکھا۔ وہ آہستہ سا اٹھی اور اس کے قریب آئی۔

”اللہ حافظ۔ ڈنر پر انتظار کریں گے ہم آپ کا۔“

”پانچ بجے میرے لیے چائے تیار رکھنا۔“ اس نے پری سے کہا لیکن اس کی نظریں ممانے کی طرف سے چہرے پر خوشی اور آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے۔ وہ پلٹ گیا۔

”ممانے نے ایک بار ممانے کو کہہ دیا آپ تو سچ سچ کی ساس بن گئیں۔“ ولید نے اس شاک سے بمشکل نکلنے ہوئے کہا۔

”شٹ اپ ولید بہت بولتے ہو تم۔“ اور سب کے منہ کھل گئے۔

”یہ عضنان شاہ تو بڑا بھاری پڑ رہا ہے ہمیں۔“ اس نے منہ بنایا تو پری اور باپا ہنس دیئے۔

”ممانے ہم پوری احتیاط کریں گے پلیز جانے دو ناں ہمیں۔“ ولید بری طرح سے تنگ آ چکا تھا۔ ممانے عضنان شاہ کے لیے ہتھیلی بچھائے ہوئے تھیں اور پورے گھر کو بھی تنگ کیا ہوا تھا۔

”تمہیں ولید تم پر اعتبار نہیں کر سکتی میں بہت بچپنا ہے تمہارے اندر۔“ انہوں نے اسے گھورا۔

”اچھا بس لان تک جانے دیں۔“ اصل میں وہ پری کو لے کر واک کرنے جانا چاہتا تھا۔

”ایک بار پہلے بھی تم لان کا کہہ کر پورے علاقے کا چکر لگا کر آئے تھے۔“ طوبی کی عقل کا کیا کہنا۔

”تم میرے بارے میں بہت اپ ٹو ڈیٹ معلومات رکھتی ہو۔“ وہ چڑا۔

”تو کیا پری کی طرح آنکھیں بند کر کے بیٹھ جاؤں۔“ اس نے کہا تو ولید کے ساتھ ساتھ پری کی بھی آنکھیں پھیل گئیں۔ پھر پری نے مسکراتے ہوئے منہ پھیر لیا مگر ولید نے کافی گہری نظروں سے اسے دیکھا۔

”دال میں کچھ کالا ہے پری۔“ ولید بڑبڑایا تو دونوں نے اس کی عقل کا ماتم کیا۔

”یہ دال تم پر لٹو ہے۔“ پری نے مسکرا کر کہا۔ ولید نے آنکھیں گھمائیں تو طوبی نے پری کا آنچل اپنے منہ پر پھیلا لیا۔

”لیکن میں تو کہیں اور فدا ہوں۔“ اس نے مسکرا کر چھیڑا۔

”فدا ہونے کا اب حق نہیں بچا۔ بیٹا سارے حقوق طوبی کے نام ہو چکے ہیں۔“

”کیا.....؟“ اس نے چیخ ماری۔

”جی..... چچی اور ممانے یہ بات طے ہو چکی ہے اب جلد ہی کوئی رسم ادا کی جائے گی۔“ انکشاف پر انکشاف وہ دم بخود رہ گیا۔

”ممانے کو کیا نظر آیا اس میں۔“

”جو تم اندھے کو نظر نہیں آیا۔“ ساری شرم بھلا کر وہ غصے سے بولی۔

”پری مجھے آپ کے جیسی لڑکی چاہیے۔ دھیمے مزاج والی۔ اپنے شوہر کا بہت خیال کرنے والی۔ سب گھر والوں سے اتنی محبت کرنے والی۔ ایسی بد تمیز لڑکی نہیں۔“ وہ بے بسی سے بولا تو طوبی نے اسے گھور کے دیکھا اور پری کی مسکراہٹ لکھت غائب ہو گئی۔ خود پر قابو پاتے پاتے بھی کوئی درد چہرے کا حصہ بن گیا۔

”ولید ذرا خبریں تو لگانا بیٹا۔“ پری نے چونک کر دیکھا باپا کے ساتھ عضنان شاہ بھی تھا۔ ولید نے ٹی وی آن کر کے باپا کو ری موٹ تھمایا۔ عضنان شاہ کا چہرہ بتا رہا تھا کہ ”اٹس بورنگ۔“

”پری ممانے اب ہمیں باہر جانے نہیں دیں گی پھر کیا کریں۔“ وہ عضنان شاہ کو بغور دیکھ رہی تھی اور وہ ٹی وی میں مصروف تھا۔

”ولید کیرم لے آؤ۔“ اس کی نظروں کے تعاقب میں ولید نے دیکھا اور پھر اثبات میں سر ہلایا۔

”عضنان بھائی آئیں ہمارے ساتھ کھیلیں۔“ طوبی نے آواز لگائی وہ کیرم کے بجائے لیڈو لے آئی تھی پورے ٹیبل پر لیڈو سیٹ کر دیا تھا۔

”کیا.....؟“ وہ حیران ہوا۔ پری اور ولید ایک دوسرے کے سامنے تھے۔ جب کہ طوبی کے سامنے جگہ خالی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

”آئیں ناں یہ دونوں پارٹنر ہیں۔ میرا پارٹنر نہیں ہے آپ آ جائیں ناں۔“ ولید گوئیں سیٹ کر رہا تھا۔

”یہ کیا بچوں والا گیم ہے۔“ اس نے منہ بنایا۔

”آپ آئیں تو ایک بار ہماری مرضی سے کھیلیں۔ اگلی بار آپ کا دل نہ چاہے گا تو ہم نہیں کھیلیں گے۔“ پری نے مسکرا کر کہا اور مرضی کا نام آتے ہی وہ کچھ سوچتا ہوا اٹھ گیا۔

پھر جو ولید اور پری نے پارٹنر کے نام بردھاندی کی تو طوبی حقیقت میں رو دینے کے قریب ہو گئی تھی۔ عضنان شاہ کو گیم آتا ہی نہیں تھا تو وہ فوری طور پر ان کی دھاندلی کو سمجھ نہیں پایا اور جب تک طوبی اسے سمجھانی وہ دونوں لڑنے پر آجاتے۔ گیم ختم ہوا پری اور ولید جیت چکے تھے اور اب گیم عضنان شاہ کو سمجھ بھی آ گیا تھا۔

”آؤ تم دونوں..... ہمیں بے وقوف سمجھ لیا تھا تم دونوں نے۔“ وہ خود دوبارہ گوئیں سیٹ کرنے لگا۔ تینوں نے معنی خیزی سے ایک دوسرے کو دیکھا کیونکہ عضنان شاہ کو خود پتہ ہی نہیں چلا وہ بچوں والا گیم اب شوق سے کھیلنے چلا تھا۔

مما پاپا چچی بھی انہیں دلچسپی سے دیکھنے لگی۔

”واٹ نان سنس۔“ اس نے کھیل کے درمیان میں یکنخت پری کا ہاتھ پکڑا۔

”کیا ہوا۔“ وہ دونوں چونکے۔

”یہ گرین گوٹ ولید کی ہے یہ تمہارے بلیو دائرے میں پہنچ کر کس طرح سے گیم سے باہر جاسکتی ہے۔“

”اوہ یہ تو واقعی گرین گوٹ ہے یہ یہاں کیسے آئی۔“ وہ بڑی معصومیت سے بولی۔ ولید نے فوراً اٹھ کر اس کی بلا میں لیس تو ممما پاپا بے اختیار ہنس دیے جب کہ عضنان شاہ نے دونوں کو گھورا۔

”پتہ ہے میں تو ان دونوں کے ساتھ کھیلتی بھی نہیں ہوں بھائی اتنی دھاندلی کرتے ہیں یہ دونوں کہ الامان۔“ طوبی نے بھی ان دونوں کو گھورا۔

”اگلے گیم میں یہ دونوں پارٹنر نہیں بنیں گے بلکہ پری میری پارٹنر اور ولید تمہارا پارٹنر۔“ اس نے تیسرے گیم کا بھی پلان بنا لیا تھا۔ پری نے با مشکل اپنی مسکراہٹ کو چھپایا۔

دوسرا گیم بھی ولید کی ٹیم جیت گئی تھی۔

”اب کل کھیلیں گے۔“

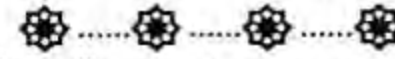
”ہاں میرا تو سر بھی دکھ گیا۔“ ولید نے بھی ایکشن دکھائے۔

”تم دونوں کی ایسی کی تیسی۔“ عضنان نے ایک جھٹکے سے پری کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔

”بیٹا آرام سے۔“ ممما کے چہرے کی ہوائیاں اڑ گئیں وہ توازن قائم نہ رکھ سکی اور اچھی خاصی اس کے قریب پہنچ آئی سب ہی کچھ بھر کے لیے سن رہ گئے۔

”بیٹا ڈاکٹر نے بہت زیادہ احتیاط بتائی ہے پری کے لیے اس کی کوئی بھی ٹیسٹ رپورٹ نارمل نہیں ہے پلیز بیٹا خیال رکھو۔“ ممما کے چہرے پر اتنی پریشانی اضطراب تھا کہ عضنان شاہ کا سر بے اختیار اثبات میں ہلا۔

”اب واقعی باقی کا کھیل کل ہی کھیلنا اب تم لوگ آرام کرو۔“ چچی نے کہا تو وہ فرماں بردار بچوں کی طرح اٹھ کر چلتا ہوا۔



”پری بڑی بری عادت ڈال دی ہے تم نے مجھے یہ مساج کروانے کی۔“ وہ صوفے پر پاپا کے پیچھے بیٹھی مساج کر رہی تھی۔ عضنان اور ولید کا رڈ کھیل رہے تھے ممما سب کے لیے ڈرائی فروٹ لے آئی تھیں سب ہی اس سے لطف اندوز ہو رہے تھے پری کے منہ میں خود ممما ڈال رہی تھیں کیونکہ اس کے ہاتھ تیل میں ہو رہے تھے۔

”پاپا ممما یہ عادت ختم کروادیں گی اب جلد ہی۔“

”جی بالکل..... دیکھیں پہلے روز کرواتے تھے اب ممما نے ایک دن کا گیپ کروادیا ہے۔ پھر دو دن کا کروائیں گی پھر چار دن اس کے بعد بند کروادیں گی۔“ ولید نے ہنس کر کہا۔

”ہاں تو تمہارے باپ کو بھی احساس ہونا چاہئے کہ پری کو میں ہر محنت مشقت سے دور رکھ رہی ہوں اور یہ خواہناوا.....“ ممما نے خفگی سے پاپا کو دیکھا۔

”نہیں بیگم صاحبہ ایسا نہ کرنا مجھے واقعی پری کی عادت

پڑ گئی ہے۔“ پاپا نے قدرے پریشان ہو کر کہا تو ممما نہ چاہتے ہوئے بھی ان کے مسخرے پن پر ہنس پڑیں۔

”اچھا بیٹا اب آپ آرام کرو میں بھی سونے جا رہا ہوں۔“ پاپا کھڑے ہو گئے۔

”پری ذرا ادھر بھی مساج کر دو۔“ ممما بھی اسے آرام کی ہدایت کر کے پاپا کے پیچھے چلی گئیں۔ وہ اٹھنے لگی تو ولید نے کہا عضنان شاہ نے نظریں اٹھائیں تو ولید کا عضنان شاہ کی طرف اشارہ کرتا ہوا اپنی طرف مڑا۔

”نہیں بس اب میں سونے والی ہوں۔“ چونکہ وہ اشارہ سمجھ گئی تھی اسی لیے ہنس پڑی پھر ایک منٹ چپ رہ کر وہ عضنان شاہ کے پیچھے آ گئی۔

”آپ کو مساج کروں۔“ اتنی چاہت اور محبت سے کہا کہ اگر وہ کارڈز میں گم نہ ہوتا تو اس کے انداز پر ضرور چونکتا مگر گیم میں محو اس نے صرف نشی میں سر ہلایا اور اس کے بعد چند لمحوں میں بازی پلٹ کر ایک اچھا خاصا جیتا ہوا گیم وہ ہار گیا۔

”دیکھا میں کتنا ٹیلنٹڈ ہوں کوئی بھی مجھے ہرائے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔“ ولید خوشی سے جھومتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور وہ اس بات پر حیران ہوتا ہوا اٹھا کہ وہ ہار کیسے گیا لیکن جو نمبی اس کی نظر پری پر پڑی اسے سمجھا گیا اس کے پیچھے آ کر جو پیار سے مساج کرنے کی درخواست کی گئی تھی تو وہ تجھض اس کے پتے دیکھنے کے لیے تھی۔

”یہ کیا حرکت تھی۔ تم بہت زیادہ ولید کو سپورٹ کرتی ہو۔“ وہ دونوں اس کی خفگی پر ہنس دیئے۔

”ہمارے چھوٹے ہمیں ہر ادیں تو بڑی خوشی ہوتی ہے اس خوشی کو محسوس تو کریں۔“ وہ مسکرائی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ تو وہ سر جھٹک کر اس کے پیچھے آ گیا۔ وہ کچھ محسوس نہیں کر پاتا تھا۔



”بھائی..... بھائی جلدی سے باہر آئیں پاپا کو دیکھیں کیا ہو گیا۔“ دروازہ بجنے پر پری کی آنکھ کھلی ولید کی آواز پر وہ بوکھلا کر انہی تیزی سے اپنا بلینٹک اور تکیہ اس نے بیڈ پر

WWW.PAKSOCIETY.COM

پھینکا اور آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تب تک عضنان بھی اٹھ بیٹھا تھا۔

”کیا ہوا ولید؟“

”پاپا کی طبیعت خراب ہو رہی ہے۔“ وہ پلٹ گیا تو وہ دونوں اس کے پیچھے بھاگے۔

”تم گاڑی نکال ولید میں پاپا کو لے کر آتا ہوں۔“ پاپا ہارٹ پیشنٹ تھے یہ اسے ابھی انہی پتہ چلا تھا۔

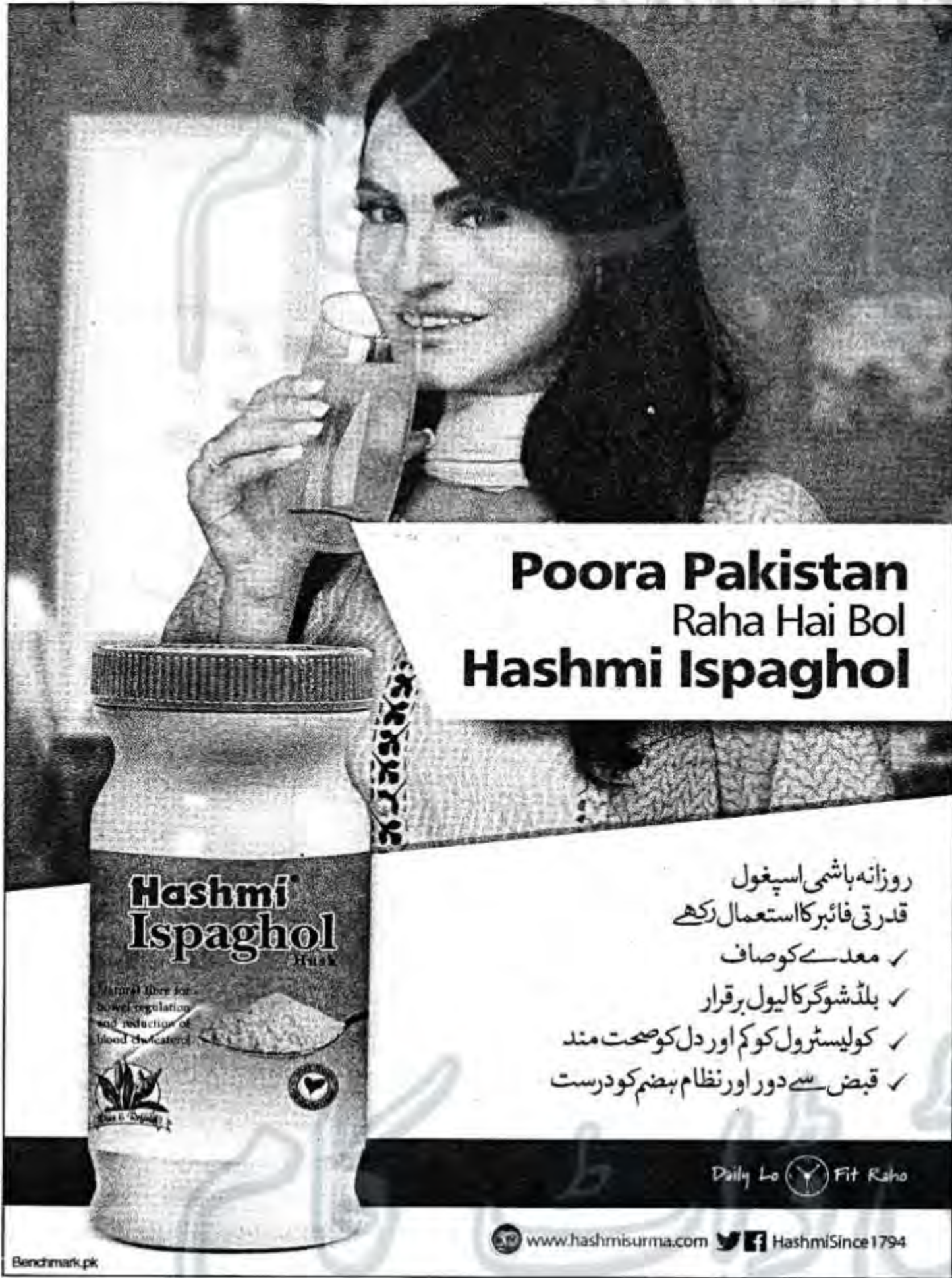
”مجھ سے گاڑی ڈرائیو نہیں ہوگی۔“ ولید تو بچوں کی طرح بی ہو کر رہا تھا۔ عضنان تیزی سے باہر بھاگا گاڑی پاس لایا تب تک ولید ممما کے سہارے پاپا کو لارہا تھا اس نے آگے بڑھ کر دونوں بازوؤں میں پاپا کو اٹھا کر پچھلی سیٹ پر لٹایا ممما کے پیٹھے ہی گاڑی لے کر نکل گیا۔ ولید اور پری پیچھے اپنی گاڑی میں گئے۔ پاپا کو فوراً آئی سی یو میں شفٹ کر دیا گیا۔

”بھائی پاپا ٹھیک تو ہو جائیں گے ناں۔“ ولید ہر اسماں اس سے لپٹ گیا اور اس نے شاید پہلی بار اپنی ذمہ داری کو محسوس کیا اس نے ولید کو اپنے بازو کے گھیرے میں لے لیا۔

”پاپا بالکل ٹھیک ہو جائیں گے تو فکر مت کرو۔“ تھوڑی دیر بعد پاپا کے نارمل ہونے کا بتایا گیا تو ان سب کی جان میں جان آئی۔ عضنان شاہ اور ممما اندر روم میں پاپا کے پاس چلے گئے تو پری اور ولید باہر ہی رہ گئے زیادہ لوگوں کو اندر جانے کی ابھی ڈاکٹر نے اجازت نہیں دی تھی۔

”ولید یہ کیسا بچپنا ہے پاپا کی پہلی بار تو طبیعت خراب نہیں ہوئی تھی۔“ اس نے حیرت سے ولید کو دیکھا افسردہ سا ولید آہستہ سے مسکرایا۔

”پری عضنان کی موجودگی میں مجھ لگ رہا تھا جیسے میں چھوٹا سا بچہ ہوں۔ وہ ہے ناں میرا بڑا بھائی وہ سب سنبھال لے گا۔ مجھے ایک انوکھا سا احساس ہو رہا تھا آپ کے پاس بڑا بھائی ہو یہ کیسی بے فکری کا احساس ہوتا ہے مجھے آج محسوس ہوا پری۔“ وہ اس کی طرف مڑا اس کی



**Poora Pakistan Raha Hai Bol Hashmi Ispaghool**

روزانہ ہاشمی اسپغول  
قدرتی فائبر کا استعمال رکھے  
✓ معدے کو صاف  
✓ بلڈ شوگر کا لیول برقرار  
✓ کولیسٹرول کو کم اور دل کو صحت مند  
✓ قبض سے دور اور نظام ہضم کو درست

Daily Lo Fit Raho

www.hashmisurma.com HashmiSince1794

WWW.PAKSOCIETY.COM

خطرناک حد تک پہلی رنگت دیکھ کر وہ اچھل پڑا۔  
”پری..... کیا ہوا۔“ وہ بوکھلا گیا اس کا لرزتا بدن  
کچھ کپکپاتے ہونٹ دہشت زدہ نگاہیں اس سے پہلے کہ وہ  
کچھ سمجھ پاتا وہ بے ہوش ہو گئی پر اس کے بے ہوش ہو کر  
گرنے سے پہلے اسے کسی نے سہارا دیا۔  
”آپ ہوان کے شوہر۔“ عضنان شاہ کو کمرے سے  
نکلے دیکھ کر ڈاکٹر نے غصے سے ولید سے پوچھا۔  
”نہیں بھابی ہیں میری۔“  
”وہ میری پینٹ ہے۔ میں نے آپ کی مدد کو بتایا تھا  
کہ انہیں کتنی احتیاط کی ضرورت ہے پھر یہ کیا تھا انہیں کچھ  
ہو گیا تو کون ذمہ دار ہوگا۔“ ڈاکٹر نے انتہائی غصے میں تھی۔ وہ  
اسے پاپا کے برابر والے روم میں لے آئی تھی۔  
”اصل میں ہمارے پاپا کی طبیعت خراب ہے ہم  
انہیں ہی لے کر آئے تھے کہ اچانک بالکل ٹھیک ٹھیک بھابی  
ایک دم سے گر پڑیں۔“ ولید کی پریشانی کی کوئی انتہا نہ تھی  
جب کہ عضنان شاہ اطمینان سے دروازے سے ٹیک  
لگائے کھڑا تھا۔  
”اوہ سوری مجھے پتہ نہیں تھا کہ آپ کے والد کی طبیعت  
خراب ہے مگر ان کے لیے کوئی پرابلم ان کی جان کو خطرہ  
ہے۔“ ولید کا منہ کھل گیا۔  
”اگر اس وقت میں ان کو گرنے سے نہ بچاتی تو امید  
ہے کہ آپ کو اس وقت ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑتا۔“  
ڈاکٹر نے کالج پشور اور نہ تھا لیکن ولید کا سانس رک گیا۔  
”ابھی تو یہ ٹھیک ہیں ہوش آجائے تو آپ انہیں گھر  
لے جائیں۔“  
”ولید تم یہاں روم میں ماما سے کہہ دیتا ہوں کہ میں نے  
پری کو تمہارے ساتھ گھر بھیج دیا ہے۔“ عضنان شاہ نے کہا  
تو ولید چونکا۔  
”آپ بھابی کے پاس رگیں میں ماما سے یہ کہہ دوں  
گا۔“ وہ ہراساں چہرہ اور آنکھوں میں نمی لیے باہر نکل گیا۔  
”میرا بھائی پہلے ہی پریشان تھا اس وقت اس طرح کی  
پہنچیشن کری ایٹ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔“ وہ غصے

”تمہیں لگ رہا ہے یہ بے ہوشی کا ڈرامہ کر رہی ہے۔“  
اس کا بس نہ چلا ورنہ وہ عضنان شاہ کے تھپڑ مار دیتی جو  
شاید کبھی لوگوں کو سمجھ نہیں سکتا۔  
”یہ سچ سچ بے ہوش ہو گئی ہے کیونکہ اس نے یہاں  
ڈاکٹر نوید کو دیکھ لیا تھا اور اسے دیکھنے کے بعد اس کے دل  
کی دھڑکن تک بند ہو سکتی ہے۔ سمجھ میں آئی بات۔“ اس  
نے غصے سے کہا اور دروازے کی طرف بڑھی۔  
”بہتر یہی ہوگا کہ اسے یہاں سے ابھی لے جاؤ۔“  
عضنان لیکھت چونکا یہ وہی اسپتال تھا جہاں وہ کشمالہ حیدر  
کو لایا تھا۔ پھر ڈاکٹر جیہ خود ہی دوسروں کو لے آئی ان کی  
مدد سے اس نے خود ہی اسے عضنان شاہ کی گاڑی میں  
لٹایا۔ وہ اسے گھر لے آیا۔ جیہ نے اسے سکون آور انجیکشن  
لگا دیئے تھے جس کی وجہ سے وہ صبح اٹھی تھی خود کو اپنے بیڈ  
روم میں دیکھ کر وہ حیران ہوئی۔ عضنان شاہ واپس اسپتال  
چلا گیا تھا۔  
”کیسی طبیعت ہے پری۔“ طوبی کی آواز پر  
وہ چونکی۔  
”عضنان بھائی رات کو آپ کو گھر لائے تھے کہہ رہے  
تھے وہاں آپ کی طبیعت خراب ہو گئی تھی اور اس بات کا  
تائی امی کو پتہ نہ چلے اسی لیے وہ آپ کو گھر لے آئے مگر وہ  
خود تائیا ابوی کی طرف سے بھی اتنے پریشان تھے سو مجھے آپ  
کے پاس بھیج کر وہ واپس اسپتال چلے گئے۔“  
”طوبی مجھے پاپا کے پاس جانا ہے۔“ وہ بیٹھے  
ہوئے بولی۔  
”تائیا ابوی کو ڈسچارج کر دیا گیا ہے وہ واپس آ رہے  
ہیں۔“ طوبی نے تسلی دی۔ ”آپ فریش ہو جائیں پھر  
ہم ناشتہ کرتے ہیں۔“ طوبی نے کہا تو اس نے اشبات  
میں سر ہلا دیا۔

”پاپا میں بہت ڈر گیا تھا آپ کی طبیعت دیکھ کر۔“  
ولید ان کے دائیں طرف اور عضنان شاہ ان کے بائیں

طرف تھا۔ اس کے گھر والوں کے درمیان جو فاصلہ تھا اسے طے ہونے میں شاید ابھی کچھ دن اور لگتے مگر پاپا کی طبیعت نے جیسے وہ طویل فاصلہ ایک ہی جست میں طے کر دیا تھا۔ وہ آج گھر سے باہر ہی نہیں گیا مسلسل پاپا کے ساتھ تھا۔

”اگر عضنان نہیں ہوتا تو شاید میں بھی بہت پریشان ہو جاتی اس ولید نے تو بالکل حد کر دی آپ کی طبیعت خراب ہوئی تو میں نے اسے آواز دی لیکن یہ تو صرف آپ کو دیکھ کر ہی اتنا بوکھلا گیا کہ حد نہیں۔ میرے بچے نے ہی پھر سب کو سنبھالا۔“ ماما کے لہجے میں عضنان شاہ کے لیے بے پناہ فخر تھا۔

”مما بچہ بتاؤ میں آپ کا سا نہیں ہوں کیا۔“ ولید ایک دم مصنوعی حُفلی سے بولا۔

”سگے کیوں نہیں ہوتے۔ اتنی تو تعریف کرتی ہیں وہ تمہاری جب عضنان بھائی نہیں ہوتے تھے تب بھی تو تم ہی سنبھالتے تھے پھر رات بچوں والی حرکتیں کیوں کر رہے تھے۔“ طوبی شاہ اور اس کی زبان ولید نے گڑبڑا کر دیکھا اور عضنان شاہ نے اسے بڑے غور سے دیکھا فاصلے کچھ اور کم ہوئے تھے۔

”یہ پری کہاں ہے ناشتے کے بعد سے نظر نہیں آئی۔“ چچی نے کہا تو ولید چونکا۔

”مما وہاں پری بے ہوش ہو گئیں تھیں ڈاکٹر اتنا غصہ کر رہی تھیں مجھ پر پھر میں نے انہیں بتایا کہ والد کی طبیعت خراب ہے تو.....“

”کیا.....! یا اللہ ولید تم مجھے اب بتا رہے ہو۔“ ممانے اسے گھور کے دیکھا اور تیزی سے انہیں مگر بھی وہ ایک ٹرے اٹھائے اندر آئی۔

”پاپا میں نے آپ کے لیے سوپ بنایا ہے آپ ٹرائی کریں میں نے آپ کی طبیعت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی تیاری کی ہے۔“ اس نے مسکراتے ہوئے ٹرے کو نیبل پر رکھا۔

”تمہیں سمجھ نہیں آتا پری کہ تمہیں صرف احتیاط اور

آرام کی ضرورت ہے بتاؤ کیا چاہتی ہوتی..... نہیں چاہتی ہوتی یہ بچہ تو بتا دو مجھے۔“ وہ ہکا بکا ماما کو دیکھے گئی وہ سب بھی چونک گئے تھے اس کی مسکراہٹ غائب ہوئی اور چہرے پر تکلیف پھیلتی چلی گئی وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔

”کلثوم یہ کیا طریقہ ہے بچی پہلے ہی پریشان ہے اور آپ بھی ایسا رویہ رکھیں گی تو بھلا کون دیکھے گا اسے۔“ پاپا نے آہستہ آواز میں سرزنش کی تو ماما کے بھی لب بھینچ گئے ان سے واقعی زیادتی ہو گئی وہ فوراً باہر نکل گئی وہ ڈائیننگ ہال کی نیبل پر سر رکھے بری طرح رو رہی تھی۔

”پری۔“ وہ شرمندہ ہوئیں۔

”مما میں آپ کو کبھی تکلیف دینا نہیں چاہتی تھی۔ آئی ایم سوری ماما آئی ایم ریلی سوری میں آپ کی تکلیفوں کا باعث بن رہی ہوں۔“ وہ ان سے لپٹ گئی اور انہیں افسوس ہوا۔ وہ بے چاری آخر کتنی احتیاط کرے۔ انہیں بہت افسوس ہوا پھر اس کی مسکراہٹ پھیلتی پھیلتی ہی ہونے لگی وہ سب کے درمیان بیٹھ کر بھی وہاں ہوتی نہیں تھی۔ ماما کو پھر چچی نے مشورہ دیا اگر وہ ذہنی طور پر نارمل نہ ہو پائی تو ان کی ہر احتیاط بے کار ہے انہوں نے مل کر ولید اور طوبی کی شادی کی تیاری شروع کر دی یہ تیاریاں اسے واقعی ذہنی پریشانی سے نکال لائیں۔

”طوبی کے ڈریسز کے لیے کچھ ڈیزائنز کی الیم منگوا لی ہے۔“ انہوں نے الیم اس کے سامنے رکھے۔ یہ سب ایک دلچسپ مرحلہ ثابت ہوا اس کی جیولری کپڑے پر چیز کی تیاری کروانے مختلف لوگ گھر آنے لگے تھے وہ واقعی ہر فکر سے آزاد ہو گئی تھی ممانے بھی احتیاط جیسے ڈائلاگ کم کر دیئے کیونکہ وہ خود بھی بہت زیادہ احتیاط کرنے لگی تھی۔

بظاہر وہ جتنی خوش اور مصروف تھی حقیقتاً ایسا نہ تھا ہر دن ڈوبے سورج کے ساتھ اس کے اندر بھی کچھ ڈوب رہا تھا۔ ان سب کو دکھ دینے کا گناہ ہر گزرتے دن کے ساتھ قریب سے قریب ہو رہا تھا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ مر جائے مگر مرنا آسان ہوتا تو وہ تب ہی مر چکی ہوتی۔ جب عضنان شاہ اسے اس گھر میں لایا تھا۔ بیس دن گزر چکے تھے ماما

عضنان شاہ کو پا کر خوش تھیں ولید کی شادی کی تیاریوں کے ہر کام میں ماما عضنان شاہ کو شامل کر رہی تھیں ابھی شادی کی تاریخ فائنل نہیں ہوئی تھی لیکن ولیمہ کہاں ہونا ہے اور بارات کس ہال میں جانی ہے سب فائنل ہو چکا تھا۔

”آج سے ٹھیک نو دن بعد جب عضنان شاہ واپس اپنی روٹین پر لوٹے گا تب میرے پاس گھر والوں کو دینے کے لیے ایک ریزن کا ہونا ضروری ہے ایک ایسا ریزن جو عضنان شاہ اور کشمالہ کے درمیان سے ہر رکاوٹ کو دور کر دے۔“ ایکسواں دن شروع ہو چکا تھا۔ وہ پہلے دن سے روز عضنان شاہ کو دروازے تک چھوڑنے آتی تھی آج بھی آئی تھی۔

”اللہ حافظ۔“ اس نے ہونٹوں کو مسکراہٹ کے اسٹائل میں پھیلا یا ضرور تھا لیکن وہ مسکرائی نہیں تھی۔

”اللہ حافظ۔“ وہ آگے بڑھ گیا وہ وہیں کھڑی رہی آج ولید کو بھی جلدی جانا تھا سو وہ بھی اٹھ کر آیا گیا۔

”اللہ حافظ پری اپنا خیال رکھنا۔“ اس نے پھر مسکرانے کی پوری کوشش کے ساتھ سر اثبات میں ہلایا۔ ولید اپنی اور عضنان اپنی گاڑی لے جا چکے تھے اس کے باوجود گھر میں چار گاڑیاں تھیں۔ طوبی اور پاپا کے جانے کے بعد وہ کھڑی ہوئی۔

”مما میرے سر میں درد ہو رہا ہے اور مجھے کچھ چکر سے محسوس ہو رہے ہیں میں اپنے کمرے میں آرام کرتی ہوں۔“

”اوہ..... ٹھیک ہے بیٹا آپ آرام کرو زیادہ طبیعت خراب ہے تو ڈاکٹر کو بلا لیں۔“ ماما ایک دم سے گھبرائیں۔

”نہیں ماما میں آرام کرتی ہوں معمولی سا سر درد ہے بس۔“ وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور بہت آرام سے سیڑھیاں چڑھنے لگی ماما فکر مندی سے اسے دیکھ رہی تھیں وہ اوپر پہنچ گئی بس ایک سیڑھی باقی تھی وہ بھی پلٹی تھی۔

”مما میرے لیے دودھ.....“ لیکن اس کا پیر مڑ گیا اس کے ساتھ ماما کی بے ساختہ چیخ نکل گئی مگر ماما کی چیخ بھی اسے لڑھکنے سے بچانہ سکی اس نے خود کو بچانے کے لیے

گرل کو پکڑنا چاہا تھا مگر ساتھ رکھے گل دان پر ہاتھ لگا اور وہ اس کے ساتھ لڑھکتا ہوا نیچا گیا تھا۔ آخری سیڑھی پر وہ اپنے حواس کھو چکی تھی۔ گل دان اس کے سر پر لگا تھا۔ ماما کی چیخوں سے ملازمین اور چچی آگئیں تھیں ماما اس کا سر اپنی گود میں رکھے اس کے چہرے کو تھپتھپا رہی تھیں چچی نے تیزی سے اپنا دوپٹہ اس کے سر پر باندھا جہاں سے خون نکل رہا تھا ڈرائیور نے جلدی سے گاڑی نکالی۔

”مما.....“ وہ جو گھر پر اپنی بھول جانے والی فائل لینے آیا تھا یہ منظر دیکھ کر سن کھڑا تھا۔

”عضنان جلدی سے دیکھو میری بچی کو کیا ہو گیا ہے۔“ ماما بلک رہی تھیں اس نے آگے بڑھ کر اسے اٹھایا وہ لوگ اسے قریب ہی ہاسپتال لے آئے تھے۔

”آپ کی بہو اب بہتر ہے اس کے سر کی چوٹ کافی گہری ہے۔ لیکن پھر بھی خطرے سے باہر ہے۔“ ایک گھنٹے بعد ڈاکٹر نے بتایا۔

”ڈاکٹر ہماری بہو پر یکنٹ ہے اور ڈاکٹر نے اسے بہت زیادہ احتیاط بتائی تھی۔“ چچی نے یکنخت کہا یقیناً وہ اس طرف سے بھی مطمئن ہونا چاہتی تھیں۔

”مسز عضنان پر یکنٹ ہے؟“ ڈاکٹر نے حیرت سے چچی کو دیکھا۔ عضنان کے لب بھینچ گئے۔

”ڈاکٹر اس مریضہ کو دیکھیں جلدی۔“ اسی پل نرس باہر آئی تو وہ سب چونکے۔ ڈاکٹر تیزی سے اندر پلٹ گئی تھی پھر وہ کافی دیر سے باہر آئی لیکن اس نے اس بار عضنان شاہ کو بڑے غور سے دیکھا۔

”آپ ان کے شوہر ہیں۔“ وہ کچھ نہیں بولا ڈاکٹر کے انداز نے اسے چونکا دیا تھا۔

”میں اس کی ساس ہوں اور یہ ہی شوہر ہے۔“ ممانے دھڑکتے دل کے ساتھ کہا۔

”آپ لوگوں کے لیے ایک افسوس ناک خبر ہے آپ کی بہو کبھی ماں نہیں بن سکتی۔“ اس کا انداز پروٹیشنل تھا لیکن عضنان شاہ کے لیے اس کی آنکھوں میں رشک تھا۔ ممانے جتنی ہی چلی گئیں چچی نے انہیں تیزی سے سہارا دیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

”وہ پری لگی مین۔ میں نے تمہاری بیوی جیسی لڑکی آج تک نہیں دیکھی۔“ وہ قریب آ کر آہستہ سے بولی تو وہ چونکا۔

”ویسے اس کا خیال رکھنا اس کے سر پر آٹھ ٹانگے لگے ہیں۔“ وہ آگے بڑھ گئی۔

”بھابی پلیز خود کو سنبھالیں آپ ایسا کریں گی تو باقی سب کو کون دیکھے گا۔“ ماما بچکیوں سے رونے لگی تھیں چچی نے ولید طوبی کو فون کر دیا تھا وہ سب تھوڑی دیر بعد وہاں پہنچ گئے اور اداسی کی چادر پورے گھر نے اوڑھ لی رات کو طوبی اور ولید وہاں رک گئے تھے صبح وہی دونوں اسے گھرائے تھے۔ ماما آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا۔ ”مت ہاتھ لگائیں مجھے۔“ اس نے جھٹکے سے ماما کو خود سے الگ کیا۔ ”میں نے مارڈالا اپنے بچے کو قاتل ہوں میں۔ میں نے مارڈالا۔“ وہ دھاڑے مار کر روتے ہوئے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گئی۔

”پری..... پری.....“ سب ہی بھونچکا رہ گئے مگر اس کی ذہنی حالت ابتر ہوتی چلی گئی وہ سنبھالنے نہیں سنبھال رہی تھی۔ وہ خود بھی روتی رہی گھر والوں کو بھی رلاتی رہی۔

”پری پلیز سنبھالیں خود کو..... مجھے پتہ ہے آپ کی تکلیف بہت بڑی ہے ہم وہ درد محسوس بھی نہیں کر سکتے جو آپ کو ہو رہا ہے لیکن ہم آپ سے بہت پیار کرتے ہیں اور آپ کو اس حال میں دیکھ کر جو تکلیف ہمیں ہو رہی ہے وہ آپ نہیں سمجھ سکتی پلیز پری ٹھیک ہو جائیں۔“ ولید اس کے لیے کھانا لایا آج دوسرا دن ہو چکا تھا اس نے کچھ نہیں

کھایا تھا ولید نے زبردستی نوالہ اس کے منہ میں ڈالا ماما بھی آگئیں تھیں ان سے اس کی یہ حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی۔ اس نے رونا بند کر دیا تھا وہ چپ ہو گئی تھی بالکل چپ لیکن اس کی طرف سے سب اتنے پریشان تھے کہ کسی نے بھی عضنان شاہ پر دھیان تک نہیں دیا تھا۔ پانچ دن گزرے تو سب کچھ معمول کے مطابق ہونے لگا مگر خاموشی کے ساتھ ہاں ایک تبدیلی آئی اب وہ عضنان شاہ کے پیچھے اسے اللہ حافظ کہتے نہیں جاتی تھی۔ عضنان پانچ

بجے شام گھر آ جاتا تھا۔ اٹھسواں دن تھا رات نو بج چکے تھے مگر وہ نہیں آیا اور وہ جو پچھلے آٹھ دن سے بالکل چپ تھی ماما کے پاس چلی آئی۔

”ماما آپ کے پاس لیٹ جاؤں۔“ ماما اور چچی ساتھ تھیں چونکہ کرا سے دیکھا۔

”آؤ بیٹا۔“ وہ آ کر ان کی گود میں سر رکھ کر نیچے بیٹھ گئی۔

”ماما عضنان جلدی آنے لگے تھے ہمارے ساتھ رہنے لگے تھے کتنا اچھا لگتا تھا ناں۔“

”وہ ابھی آ جائے گا بیٹا کسی ضروری کام میں پھنس گیا ہوگا۔“ ماما کو لگا وہ خود کو اکیلا محسوس کر رہی ہے اب نہیں عضنان پر غصہ آ جا جو جانے کیوں اب تک نہیں آیا تھا۔

”وہ آ بھی جائیں ماما تو میرے پاس انہیں دینے کے لیے ہے ہی کیا۔“

”پری.....“ ماما کے ساتھ چچی بھی چونکیں۔

”کیوں نہیں کہوں ماما میں نے ان کی قیمتی چیز کی حفاظت نہیں کی۔ میں نے ان کی خوشی کی حفاظت نہیں کی

وہ اب میرے پاس کیوں آئیں اور اگر وہ آ بھی جائیں تو مجھے ان کی ہمدردی نہیں چاہئے۔ میں انہیں کچھ نہیں دے سکتی ماما میں انہیں ایک اولاد تک نہیں دے سکتی ایک اولاد.....“ وہ رونے لگی۔

”پری۔“ ماما کو تکلیف ہوئی۔

”ماما انہیں آپ اور میں مل کر بھی باندھ نہیں سکتے انہیں ان کے بچوں نے باندھ لیا تھا مگر اب میں نے اسی بندھن کو کھودیا میں نے انہیں کھودیا.....“ وہ پھر رو رہی تھی اور ماما چچی نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

”عضنان بیٹا یہ جو اچانک سے ایک برا حادثہ ہو گیا ہماری زندگی میں اس سے سب سے زیادہ اثر آپ اور پری پر ہوا ہے۔ ہم لوگ سوچ رہے تھے کہ ولید کی شادی کی ڈیٹ فائنل کر لی جائے تاکہ پری کو خود کو سنبھالنے کا موقع

ملے۔“ ماما نے ناشتے کی ٹیبل پر کہا۔

”آپ جو چاہیں کریں ماما ایسے مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہیں۔“ پری نے اس سے جو دو ماہ کا وقت لیا تھا اسے ختم ہونے میں ابھی ایک ہفتہ باقی تھا۔

”بیٹا جتنی طور پر تو ہم ولید کی شادی سے خود کو بہلا لیں گے لیکن بیٹا آپ کا جو نقصان ہوا ہے..... بیٹا آپ میرے بڑے بیٹے ہو میرے گھر کے وارث..... بیٹا دیکھو

اگر پری کا صرف مس کیرج ہوا ہوتا تو میں کبھی آپ سے ایسے نہیں کہتی۔“ ماما کی ہچکچاہٹ پر وہ قدرے چونکا۔

”امید ہے بیٹا آپ میری بات کو سمجھنے کی کوشش کرو گے اور مجھے غلط نہیں سمجھو گے۔“ ماما نے رک کر اسے دیکھا۔

”ماما آپ کو جو کہنا ہے کہیں میں آپ کی بات کا ہرگز برا نہیں مانوں گا۔“

”بیٹا میں چاہتی ہوں آپ دوسری شادی کر لیں۔“

”ماما.....! یا آپ کیا کہہ رہی ہیں۔ پلیز ماما پری آپ کی بیٹی جیسی ہے۔ پلیز اس کا تو خیال کریں۔“ وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ پری نے چونک کر اسے دیکھا۔

”یہ میں نہیں چاہتی ولید پری نے مجھ سے یہ سب کہنے کے لیے کہا ہے۔“ ماما کی بات پر ولید نے چونک کر اور عضنان نے بنا چونکے پری کی طرف دیکھا۔

”واٹ ریش پری آپ ایسا کیسے کہہ سکتی ہیں۔“ وہ غصے سے بولا۔

”تم نے کبھی عضنان شاہ کے ساتھ میرے جیسی لڑکی نہیں سوچی تھی ناں۔ قدرت نے مجھ کو ایک موقع دیا ہے بالکل ویسی لڑکی لانے کا جیسی تم نے سوچی تھی۔“ وہ کھڑی ہو کر بہت آہستگی سے بولی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ پیچھے ولید رہ گیا۔ اس کے بعد ولید کی شادی کی ڈیٹ فائنل کر لی گئی مگر عضنان شاہ نے فی الحال جواب نہیں دیا تھا۔

”عضنان آپ ماما کو کشمالہ کے بارے میں کیوں

نہیں بتا رہے؟“ ایک ہفتے بعد وہ اسے جاگتی ہوئی ملی۔

”تمہارے سر کے ٹانگے اب کیسے ہیں۔“ ڈپڑہ ماہ بعد اسے پوچھنے کا خیال آیا۔ آخری دو ٹانگے پیشانی تک آ رہے تھے کپٹی کی سائڈ پر غور سے دیکھنے پر چوٹ کا نشان واضح ہوتا تھا۔

”اب تو بہتر ہیں لیکن آپ ماما کو بتائیں وہ کشمالہ کے گھر جانا چاہتی ہیں۔“ اس کی بے چینی بڑھنے لگی تھی۔ عضنان شاہ نے اسے دیکھا پھر وہ بیڈ کے دوسری طرف آ بیٹھا۔

”ماما نے ولید کی شادی کی ڈیٹ فکس کر دی ہے ہر دن اس کے لیے بے حد انمول ہے بے حد خوشی کا دن اور میں ان خوشی کے دنوں میں کوئی کڑواہٹ نہیں ڈالنا چاہتا۔“ وہ اس کی بات پر حیرانگی سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

”عضنان آپ کو لگتا ہے کہ آپ کی خوشیاں آپ کے گھر والوں کی خوشیوں میں کڑواہٹ ہیں..... آپ اپنے گھر والوں کو ایسا سمجھتے ہیں؟“ بے پناہ تاسف آ گیا اس کی نظروں میں کتنا عجیب انسان تھا وہ اپنے گھر والوں کو ہی نہیں سمجھتا تھا۔

”ہاں..... میری خوشی میرے گھر والوں کے لیے کڑواہٹ ہے اور یہ تمہاری وجہ سے ہے۔“ عضنان شاہ کی ایسی صاف گوئی پر اس کے لب بھنج گئے۔

”اگر تم نہیں ہوتیں یا تم نے ان سے برابر یہ رکھا ہوتا تو آج میری خوشی ان کی خوشی ہوتی لیکن اب معاملہ دوسرا ہے

میرے گھر والوں کو مجھ سے زیادہ تمہاری جاہت ہے ان کے لیے میری خوشی سے زیادہ اہم تمہاری خوشی ہے۔ بظاہر تو سب کو یہی لگتا ہے کہ تم ایک عظیم عورت ہو جو اپنے شوہر کے لیے خود ہی دوسری بیوی کی تلاش میں ہے تو ایسی عظیم عورت کے لیے ولید نے مجھ سے ریکویسٹ کی ہے کہ میں اس کی شادی کو تمہیں بھر پور طریقے سے انجوائے کرنے دوں کیونکہ اسے لگتا ہے تم پہلے ہی پوری لگن سے میری دوسری شادی کروانا چاہتی ہو مگر میری دوسری بیوی کے آنے کے بعد تم کبھی دل سے خوش نہیں ہو پاؤ گی۔“

WWW.PAKSOCIETY.COM

عضنان شاہ کہے جا رہا تھا اور ولید کی اس چاہت پر اس کی آنکھیں نم ہوتی چلی گئیں وہ رخ پھیر گئی۔

”اسی لیے میں نے ماما کو کچھ نہیں کہا۔ ولید کی شادی ہو جائے پھر میں ماما کو کشمالہ کے گھر لے جاؤں گا کیونکہ اگر میں نے ابھی ماما کو کشمالہ کے بارے میں بتا دیا تو ولید کو لگے گا میں نے اس کی بات نہیں مانی اور خواہ مخواہ تمہاری وجہ سے ہم بھائیوں کے درمیان دوری بڑھ جائے گی۔“ وہ ولید کی چاہت میں یوں گم تھی کہ عضنان شاہ کی بات پر اسے زیادہ تکلیف تک نہیں ہوئی۔ وہ پہلے بھی بہت دل سے ولید طوبی کی شادی میں حصہ لے رہی تھی اب تو پورے دل و جان سے شریک تھی۔ ماما اس کے لیے بہترین تیاری کر رہی تھیں وہ ماما کو منع کئے جا رہی تھی کہ اتنے بھاری کپڑوں میں اسے الجھن ہوگی مگر ماما اس کی ایک نہیں سن رہی تھیں۔

”اپنی وائف سے ملو اور عضنان۔“ وہ اس کے دوست کی بیوی تھی۔

”وہ ضرور ملوائے گا..... اگر آج کی تاریخ میں اس کی بیوی فارغ ہوئی تو۔“ اس کے دوست نے ہنس کر کہا۔

آج ولید طوبی کی مایوں کی تقریب تھی اور ان کی رسم کے بعد ماما پاپا طوبی ولید کے فرینڈ اور فیملی، رشتے داروں کے سب سے سینڈ ویج بن گئی تھی۔ ابھی ماما سے کسی سے ملوا رہی ہو تھی تو پاپا اس کا ہاتھ تھام کر اپنے کسی دوست سے ملوانے لے جاتے۔ ان کی ملاقات مکمل ہونے سے پہلے ولید لے جاتا طوبی لے جاتی۔

”ویسے عضنان ایک بات ہے تمہاری وائف ہے بہت خوب صورت۔“ دوسرے دوست کی بیوی نے کہا اور سب نے تائید میں سر ہلایا۔ اس بات پر جن کی اس کی طرف پشت تھی انہوں نے بھی سر گھما کر اس کی بیوی کو دیکھا اور اس نے نظر اٹھا کر دیکھنے کا تکلف بھی نہیں کیا کیونکہ جن نگاہوں میں کوئی بس جائے پھر دوسرا کوئی بھی نہیں سما سکتا اور اس کی نگاہوں میں کشمالہ بس چکی تھی تو پارس کے لیے کوئی جگہ نہیں تھی۔

”ارے اس کلثوم کو دیکھو بڑی بہو کے لاڈ ہی ختم نہیں ہو رہے ہیں اس کے تو.....“ عضنان وہاں سے اٹھنے لگا تھا کہ پچھلی سیٹ سے ایک خاتون کی آواز آئی۔

”ہاں..... حالانکہ اب تو چھوٹی بہو کے نخرے اٹھانے کا وقت ہے مگر بڑی بہو کو ہی لے کر گھوم رہی ہیں۔“ دوسری خاتون بولیں۔

”اور اب تو اتنی یورنگ ہو گئی ہے کہ ہر بات چھوڑ کر اپنی بہو کی تعریفیں ہی کرتی ہے۔“ عضنان شاہ کے ساتھ بیٹھے دوست نے اسے معنی خیزی سے دیکھا وہ آوازیں یقیناً اسے بھی آ رہی تھیں۔

”ویسے ہے تو تعریف کے قابل ابھی ربیعہ (چاچی) نے بتایا کہ وہ اپنے شوہر کی دوسری شادی کر رہی ہے تو ابھی تک عضنان نے ہی کوئی لڑکی سلیکٹ نہیں کی ورنہ آج ولید کے ساتھ عضنان کی بھی شادی ہوتی۔“ جہاں اس کا دوست اچھلا تھا وہاں پیچھے ٹیبل پر بیٹھی ساری خواتین حیران ہوئیں۔

”مگر وہ شادی کروا کیوں رہی ہے؟“ مشترکہ سوال ہوا۔

”ربیعہ نے بتایا ہے کہ وہ کبھی ماں نہیں بن سکتی۔“

”تو کوئی بچہ اڈاپ کر لے۔“ مطمئن مشورہ آیا۔

”یہ مڈل کلاس لڑکیوں کو ہیر وڈن بننے کا کچھ زیادہ ہی شوق ہوتا ہے۔“ کسی نے کہا اور سب خواتین ہنسنے لگیں۔

”کیا یہ سب سچ ہے عضنان؟“ اس کے ساتھ بیٹھے دوست نے حیرت سے پوچھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا اسے سب سے ملواتی ماما ان کی ٹیبل کے قریب آ گئیں۔

”ہیلو آئی۔“ اس کے دوست کی وائف کھڑی ہوئی۔

”ہیلو بیٹا کیسی ہو۔“ ماما نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

”جی آئی فائن۔“

”اس سے ملو یہ پری ہے میری بہو۔“ ماما مسکرائیں۔

”آپ کی بہو بہت پیاری ہے بہت خوب صورت

WWW.PAKSOCIETY.COM

بھی۔“ اس کے یوں کہنے پر ماما کے ساتھ پری بھی کھل کر مسکرائی۔

”اور پری یہ عضنان کے دوست سعد کی بیوی حرا۔“ ماما کے تعارف پر اس کی مسکراہٹ ایک آن میں غائب ہوئی اور وہ نامحسوس انداز میں ٹیبل سے ایک قدم پیچھے ہوئی کیونکہ جس چیئر کے قریب وہ کھڑی تھی عضنان اس پر ہی موجود تھا۔

”آپ یہاں بیٹھیں ہمارے ساتھ..... ہم آپ کی کمپنی کے زیادہ حق دار ہیں۔“ حرا نے بے تکلفی سے اس کا ہاتھ تھام کر عضنان کے ساتھ والی چیئر پر بٹھایا۔

ماما مسکرا کر کسی کی آواز پر ایکسکوز کر کے بڑھ گئی تھی جبکہ حرا ٹیبل پر باقی موجود لوگوں کے تعارف کروا رہی تھی۔ عضنان کے دوستوں کے درمیان اس پر بے پناہ گھبراہٹ طاری تھی۔ دانتوں کی نمائش کو اگر مسکراہٹ کہا جاتا تو وہ مسکرا رہی تھی۔

”عضنان بہت لکی ہے کہ اسے آپ جیسی وائف ملی۔“ عضنان شاہ کے برابر والی سیٹ پر بیٹھے شخص نے کہا تو اس کی سیٹ پر گویا کانٹے اگ گئے۔

”قسمت والی تو میں ہوں کہ مجھے یہ گھر ملا.....“ کوئی درد چہرے کا حصہ بننے لگا تو وہ یک دم کھڑی ہو گئی۔

”ایکسکوز می میں ذرا طوبی کو دیکھ لوں۔“ وہ کسی کے کچھ بھی بولنے سے پہلے آگے بڑھ گئی۔

”تمہاری طرف سے ان پر ہم سے ملنے کی پابندی تھی کیا۔“ سعد نے اسے گھورا۔

”اور کیا.....؟ سب سے تو وہ اتنا خوشی خوشی مل رہی ہیں۔“ حرا نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا اور اس کے ساتھ عامر نے افسوس بھری نظروں سے دیکھا کیونکہ وہ پیچھے بیٹھی خواتین کی باتیں سن چکا تھا۔

”ارے.....“ وہ واش روم سے چنچ کر کے نکلی تو عضنان شاہ کو بیڈ پر جو توں سمیت نیند میں پا کر حیران ہوئی۔ آگے بڑھ کر اس نے اپنا تکیہ اور کبل اٹھایا اور

صوفے کی طرف بڑھ گئی۔ تجھی دروازے پر دستک ہوئی۔

”کون؟“ اس نے ایک نظر عضنان پر ڈالی اور اپنا تکیہ اور کبل واپس بیڈ پر ڈالا۔

”ولید۔“ باہر سے آواز آئی تو وہ چونک کر دروازے کی طرف آئی۔

”خیریت تو ہے ناں ولید۔“ اس نے دروازہ کھولا۔

”سنا ہے آپ بہت ہی بہادر ہو۔“

”شیش آہستہ..... عضنان سو رہے ہیں۔“ ولید کی آواز ہلکی ہی تھی مگر اسے پھر بھی بلند گئی۔

”باہر آ جاؤ۔“ ولید نے کہا تو وہ ایک نظر عضنان پر ڈالتی باہر نکل آئی۔ جب وہ کمرے سے باہر نکلی تھی تب دو بج رہے تھے اور جب وہ لوٹی تھی تب پانچ بج رہے تھے۔ عضنان مگر اتنی گہری نیند نہیں سویا تھا کہ اپنی روم میٹ کے آنے جانے کا اسے پتہ ہی نہ چل پاتا۔

”بھائی بچاؤ مجھے..... دیکھو یہ بھابی میرے ساتھ کیا کر رہی ہیں۔“ وہ کوٹ سے شرٹ کی کف نکالتا میٹھیوں اتر رہا تھا۔ ولید کی آواز پر ٹھٹھک کر رکا۔ دلہا بنے ولید کو خواتین نے گھیر رکھا تھا وہ مسکرا کر آگے بڑھنے لگا۔

”بھائی ادھر آؤ اس بار میرا ساتھ دو۔“ ولید کراہا۔

”شادی تمہاری ہے درگت بھی تمہاری بنے گی۔ مجھے کیوں پیس رہے ہو۔“ اس نے حظ اٹھایا کل مہندی میں بھی ولید کی بری حالت بنائی گئی تھی۔

”بھائی پلیز میرا ساتھ دو۔“ ورنہ آج طوبی میرا انتظار کرتی رہ جائے گی اور میں ان کی شرط کی زنجیر میں جکڑا رہ جاؤں گا۔“ وہ روہانسا ہو گیا باقی سب کھلکھلا کر ہنس پڑے تھے وہ قریب چلا آیا۔

”کہو..... کیا ہوا..... اور میں کیا مدد کر سکتا ہوں۔“

”یہاں رسم ہو رہی ہے دلہا کو اس کی بھابی مہندی لگا رہی ہیں۔ انہوں نے میری ایک آنکھ میں سرمہ لگا دیا اب دوسری آنکھ کے لیے پچاس ہزار مانگ رہی ہیں۔“

”اتنا مہنگا سرمہ۔“ وہ بے اختیار ہنس پڑا۔

”بھائی سرمہ لاکھ کا بھی ہوتا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ اس کے ساتھ جو شرائط ہیں وہ بڑی کڑی ہیں۔“ اس نے دہائی دی اور سامنے کھڑی پارس نے گھور کر اسے دیکھا۔

”شرط کیسی شرط؟“

”شرط نمبر ایک پیسے میں اپنی جیب سے ادا کروں ماما پاپا سے نہ لوں۔ شرط نمبر دو اپنی پاکٹ منی سے ادا کروں میری تنخواہ بھی نہیں ہے۔ شرط نمبر تین یہاں سے پہلے بغیر رقم دوں میری جیب میں تو پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے بھائی۔“

”یہ تو واقعی بڑی سخت شرائط ہیں۔“ وہ مزید قریب چلا آیا۔

”اس معاملے میں تو میں بھی تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا میرے بھائی۔“ وہ ولید کے اور قریب ہوا۔

”چینگ۔“ پارس نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ کوٹ کی آستین سے پکڑا۔

”کیا.....؟“ سب ہی حیران ہوئے۔

”یہ آپ کا ہاتھ ولید کی جیب میں کیا کر رہا ہے۔“ پارس نے حنفی سے دیکھا۔

”ارے واقعی یہ تو میرا ہاتھ ہے لیکن یہ ولید کی جیب میں کیسے گیا؟“ وہ بڑی معصومیت سے بولا تو سارے کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ اس نے اپنا جو والٹ ولید کی جیب میں ڈالا تھا وہ بھی پری نے نکال لیا۔

”پری آپ میرے ساتھ ایسا کریں گی میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔“ ولید صدمے سے بولا۔ جب کے وہ اپنے مصنوعی کالر کھڑے کرتے ہوئے اترائی۔

”اب ہم جو کریں گے وہ انہوں نے سوچا بھی نہیں ہوگا۔“ اس نے چونک کر عضنان شاہ کی طرف دیکھا وہ بھی ہی نہیں اور عضنان شاہ کے دائیں ہاتھ میں اس کا دایاں ہاتھ اور بائیں ہاتھ سے اس کا بائیں ہاتھ قابو کر لیا تھا۔ اس کی پشت عضنان شاہ کے سینے سے لگی تھی۔

”ولید دوسری آنکھ میں سرمہ لگاؤ۔“ ولید قریب آ گیا سب کے ہاتھوں سے ہال گوج اٹھا تھا لیکن اس کے وجود

اس کی جان نکل گئی تھی۔

”وہ مارا۔“ ولید خوشی سے اچھل پڑا۔ اس کی آنکھ میں سرمہ لگایا گیا پھر اسے چھوڑ کر عضنان شاہ نے اسے اپنی طرف گھمایا اس کی نگاہیں فرش سے چپکی ہوئی تھیں۔

”یہ تمہارا نیگ۔“ اس نے والٹ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

”جو میرے بھائی۔“ ولید کی شوخیاں عروج پر تھیں۔ اس نے حنفی سے ولید کو دیکھا۔

”کیسے قید کر لیا اس پری کو۔“ وہ پیر پختی ہوئے آگے بڑھ گئی۔ عضنان شاہ کی مسکراہٹ بے ساختہ تھی۔ پھر وہ بارات لے کر نکل گئے۔

.....

”منہ دکھائی میں کیا ملا۔“ اس سوال پر ہنستی مسکراتی طوبی کی ہنسی غائب ہو گئی اور اس کی نظروں نے فوراً پری کو تلاش کیا۔

”عضنان بھائی آپ اپنی بیوی کو اپنے قابو میں رکھیں۔“ وہ فوراً لڑنے کو تیار ہوئی۔

”آپ کو پتہ ہے رات مجھے منہ دکھائی میں کیا ملا ایک کلرڈ فروگ۔“ اس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”کیا.....؟“

”اس مینڈک کو کل ساری رات پکڑنے اور پھر اس پر کلر کرنے میں آپ کی بیگم نے کافی انرجی خرچ کی ہے۔“ طوبی نے پری کو گھورتے ہوئے کہا تو وہ جو زیر لب مسکرا رہی تھی اچھل پڑی۔

”ولید..... غلط بات تم نے اسے یہ تک بتا دیا کہ مینڈک میں نے پکڑا۔“

”بیوی سے کوئی بات چھپانی نہیں چاہیے۔“ وہ بڑے مزے سے بولا۔

”یہ زندگی کو بلکہ شادی شدہ زندگی کو مزے سے گزارنے کا پہلا اصول ہے۔“

”اور یہ پہلا اصول کہاں سے سیکھا۔“ اس نے گھورا جب کے باقی سب مسکرا دیے۔

”آپ کے شوہر نامدار سے..... جو آپ سے اپنی گرل فرینڈ تک نہیں چھپاتے۔“ ولید کے یوں کہنے پر وہ لمحہ بھر کے لیے سن رہ گئی۔ اس کے چہرے پر درد کا جوتا اثر پھیلا وہ ولید کو اپنی بے وقوفی کا احساس دلا گیا۔

”یہ اصول ہے بہت پیارا..... اس کی وجہ سے میں نے ماما کو اس لڑکی سے ملوایا جسے اب تمہاری بھابی بننا ہے۔“ وہ آہستگی سے مسکرا کر بولی تو عضنان شاہ بھی چونکا۔ ماما خاموش چہرے پر افسردگی لیے پری کو دیکھ رہی تھیں۔ اس کا مطلب تھا وہ کسمالہ سے مل چکی تھیں۔

”آپ آج شام میری ولیمہ پارٹی میں کیا نہیں گئی؟“ ولید اس کے جیسا حوصلہ مند نہیں تھا کہ وہ ان باتوں کو سن پاتا جو وہ آرام سے کر رہی تھی۔ ولید کے ویسے کی تقریب کے ایک ہفتے بعد ماما پاپا عضنان شاہ کے ساتھ کسمالہ کے گھر ہوئے۔

ان کا جواب اب سب کو پتہ تھا۔ اس لیے یہاں کوئی بے قرار نہیں تھا۔

.....

”پری کہاں گئی؟“ وہ کمرے میں داخل ہوا تو بے شکن بستر دیکھ کر چونکا۔ نظریں پہلے واش روم کے دروازے کی طرف اٹھیں مگر وہ کھلا تھا۔ پھر ٹیرس کے دروازے کی طرف اٹھیں وہ بند تھا۔ اسے ایک دم سے وحشت ہوئی یہ تو ایک سال چار ماہ میں پہلی بار ہوا تھا اور نہ وہ ہمیشہ بیڈ پر موجود ہوتی تھی۔ آج کمرہ بے حد خالی سا محسوس ہوا وہ باہر نکل آیا۔ باقی سب کمروں کی لائٹس آف تھیں۔ مطلب سب سو رہے تھے۔ وہ تیزی سے باہر نکلا گاڑا اپنے کیبن میں تھا۔

”آج پارس کہیں گئی تھی۔“

”نہیں صاحب وہ تو کہیں نہیں گئیں۔“ گاڑا نے چونک کر اسے دیکھا وہ لب بھینتا ہوا واپس آیا جب وہ واپس اندر آیا تب ممالاؤنچ میں تھیں۔ اسے دیکھ کر ایک دم چونکیں۔

”پری کی بہت طبیعت خراب ہو رہی ہے وہ میرے

کمرے میں ہے۔“

”کیا ہوا۔“ اس نے ان کے کمرے کی طرف نظر ڈالی۔

”پتہ نہیں..... آج کسمالہ کے گھر والے آئے تھے۔ ہم سب بیٹھے یا تیں کر رہے تھے کہ اچانک فون بیل بجی۔ پری پاس کھڑی تھی اس نے اٹھا لیا۔ فون سنتے ہوئے اس کی حالت بدل رہی تھی وہ میں نے ایک نظر میں بھانپ لی۔ فون رکھ کر فوراً کھڑی ہو گئی کہ اپنے کمرے میں ہوں۔ پھر ہم سب کسمالہ کی فیملی سے باتوں میں مصروف ہو گئے۔ دو گھنٹے بعد وہ لوگ گئے تو میں اسے دیکھنے گئی مگر وہ نیچے کار پیٹ پر بے ہوش بڑی ہوئی تھی۔“

”مما از حد پریشان تھیں اور اس کے لب بچھ گئے۔ ڈاکٹر نے کہا کہ..... خوف کی وجہ سے بے ہوش ہو گئی ہے اس کے کچھ دماغ کے ٹیسٹ بھی کروانے کے لیے کہا ہے۔“

وہ ماما کے کمرے کی طرف آ گیا وہ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے نظریں تک نہیں اٹھائیں۔

”پری بیٹا کچھ کھالو۔“ ماما نے کھانے کی ٹرے اس کے آگے رکھی۔

”نہیں ماما میرا دل.....“ لیکن عضنان شاہ پر نظر پڑتے ہی باقی الفاظ اس کے منہ میں رہ گئے وہ تیزی سے خود پر سے مبل ہٹاتے ہوئے اٹھی۔ اس کے چہرے پر صاف لکھا تھا کہ وہ بڑی بے قراری سے عضنان شاہ کی منتظر تھی۔

”آپ آرام کریں ماما میں کھانا کھلا دوں گا پری کو۔“ اس کے کہتے ہی پری نے تیزی سے بیڈ پر رکھی ٹرے اٹھائی۔

”مما میں ٹھیک ہوں آپ پریشان مت ہوں۔“ کہتی ہوئی وہ عضنان شاہ کے پیچھے نکل گئی۔ وہ ٹرے کچن کی ٹیبل پر رکھ آئی تھی۔ کمرے میں آتے ہی اس نے دروازہ لاک کیا۔

”آج کسمالہ کی فیملی آئی تھی۔“ وہ بے جان قدموں

WWW.PAKSOCIETY.COM



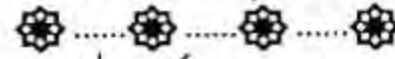
POP-UP TISSUE

Softness your way

WWW.PAKSOCIETY.COM

تو آپ ہیں مجھے بجائیں گے پھر آپ نہیں ہوں گے تو.....  
تو کیا ہوگا؟ میرا دل رک رک کر دھڑکتا ہے پتہ نہیں یہ  
دھڑکنے کیوں نہیں کر دیتا میں مر کیوں نہیں جانی۔ اتنے  
لوگوں کی پریشانی کا باعث ہوں۔ وہ گھڑی بنی بیڈ کے  
کنارے پر روئے جا رہی تھی۔ عضنان شاہ بس خاموشی  
سے اسے دیکھتا رہا۔ اب اسے ڈاکٹر نوید کے ساتھ کیا کرنا  
تھا یہ وہ جانتا تھا۔ پھر بہت دیر رونے کے بعد وہ اٹھی۔ اس  
کا اپنا کون تھا جو اسے چپ کروا تا یا اس کے آنسو پونچھتا  
اسے اپنے لیے حوصلہ بھی خود ہی لینا تھا اور جینے کے لیے  
ہمت بھی خود ہی جمع کرنی تھی۔

”آپ نے ہمیشہ مجھ پر احسان کیے ہیں۔ بس ایک  
احسان اور کر دیں مجھے دنیا کے کسی ایسے کونے میں بھیج دیں  
جہاں وہ عفریت نہ ہو۔ جہاں ڈاکٹر نوید کی پرچھائی نہ  
ہو..... میں آپ کی ہمیشہ احسان مند رہوں گی.....“ آگے  
اس سے بولا نہ گیا تھا وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائی اسے  
دیکھے جا رہا تھا۔ وہ واٹس روم کی طرف بڑھ گئی۔



ڈاکٹر نوید نامی عفریت میڈیکل کالج سے اس کے  
بیچھے پڑا تھا۔ اگر جیہ اس کی دوست نہ ہوتی تو وہ پہلے سال  
ہی میڈیکل کالج چھوڑ دیتی۔ جیہ ہاسٹل میں اس کی روم  
میٹ تھی وہ اور نا تو ایک گاؤں میں رہتے تھے۔ نانوں نے ہی  
ماں باپ کے بعد اسے پال پوس کر بڑا کیا۔ گاؤں میں ان  
کا ایک چھوٹا سا گھر تھا۔ لیکن گاؤں کی بے حد سادہ زندگی  
میں انہیں کبھی پیسے کا مسئلہ نہ ہوا ایک چھوٹی سی زمین تھی۔  
جس کی محدود آمدنی سے ان کی محدود زندگی کے مسائل نانو  
اچھی طرح سنبھال لیتی تھیں۔

پھر اپنی اور نانو کی خواہش پر اس نے میڈیکل کالج  
میں ایڈمیشن لے لیا۔ ڈاکٹر نوید اس سے ایک سال سینئر  
تھا۔ ایک بڑا ہوارٹس زادہ جسے اپنی دولت پر بڑا گھمنڈ  
تھا۔ میڈیکل کے چوتھے سال نانو کی طبیعت خراب ہو گئی  
وہ پہلے تو ان کے پاس گاؤں آ گئی۔ جب طبیعت زیادہ  
خراب ہوئی تو وہ انہیں شہر لے آئی۔ نانو کی جو بھی جمع پونجی

سے بیڈ کے کنارے پر ٹنگ گئی۔  
”تو آپ اس بات کا سوگ منا رہی تھیں۔“ اس نے  
گھور کر اسے دیکھا۔  
”اس وقت ہی ڈاکٹر نوید کا فون آ گیا وہ مجھے اس گھر  
کی بہو بننے کی مبارک باد دے رہا تھا۔“ اس نے رونا  
شروع کر دیا۔  
”اسے کیسے پتہ کہ تم یہاں ہو۔“ وہ چونکا اس کا چہرہ اس  
کے بازو کے نیچے تھا۔  
”مجھے نہیں پتہ..... مجھے کچھ نہیں پتہ۔“ وہ بے آواز  
روتی رہی۔

”میں مر کیوں نہیں جاتی اتنی پریشانیوں کا سبب  
ہوں۔ آپ کے پورے گھر کی پریشانیوں کا سبب ہوں۔  
جی چاہنے لگا ہے کہ خود کشی کر لوں۔ پتہ نہیں کیوں جتنا  
چاہتی ہوں کہ کوئی میری وجہ سے پریشان نہ ہوا اتنا ہی.....  
سب کی پریشانی کا باعث ہوں۔ کشمالہ کی ممانے کہا ہے  
کہ وہ لوگ ہاں تو کر رہے ہیں مگر ان کی ایک شرط ہے کہ  
کشمالہ کو الگ گھر میں رکھا جائے جہاں اسے میری شکل نہ  
دیکھنی پڑے اور یہاں ماما تو آپ کو پانا چاہتی ہیں۔ آپ کو  
اپنے سامنے دیکھنا چاہتی ہیں۔ وہ کشمالہ کی فیملی کی اس  
ڈیمانڈ پر بے حد پریشان ہو گئی ہیں اور میں..... میں ان  
سے کیسے کہوں کہ وہ کشمالہ کو یہاں اپنے پاس رکھ لیں۔  
میں کسی اور گھر میں رہ لوں گی۔ ڈاکٹر نے ماما سے پوچھا  
آج کے علاوہ کبھی میں ایسی حالت میں بے ہوش ہونی  
ہوں۔ ولید کو یاد آ گیا میں پاپا کی ہاسپٹلائز والے دن  
بالکل اسی طرح بے ہوش ہوئی تھی۔ ڈاکٹر کو لگتا ہے اس  
خوف سے میرا دماغ متاثر ہو رہا ہے۔ ان میں سے کسی کو  
پتہ ہی نہیں ہے کہ میری زندگی متاثر ہو رہی ہے۔“ وہ  
بولے جا رہی تھی اتنا ہلکے اتنا دھیمے کہ عضنان شاہ کو سننے  
میں اپنی پوری سماعت کا زور دینا پڑ رہا تھا۔

”ولید کو لگتا ہے یہ خوف آپ کی شادی کے بعد آپ کی  
دوری کا ہے۔ شاید اسے ٹھیک لگتا ہے کیونکہ ابھی تو میرے  
دل کو قرار رہتا ہے کہ اگر وہ عفریت دوبارہ میرے قریب آیا



تھی وہ خرچ ہونے لگی۔

کانج میں جانے کے بعد ڈاکٹر نوید سے اس کی ملاقات ہوئی پھر نانوی کی وجہ سے ہوئی۔ وہ بہت ہی سلیپ کرنے لگا۔ اس نے کتنی ہی سلیپ کی یہ اسے نانوی کے انتقال کے بعد پتا چلا جب وہ نانوی کی بیماری پر ان کے اوپر لگائے جانے والے اپنے روپوں کا حساب لیتے آ گیا۔

دولا کھ روپے اس کے تو ہوش اڑ گئے۔ وہ کہاں سے دیتی اس کی منت سماجت کچھ بھی اس حیوان نما انسان پر اثر نہ کر رہی تھی۔ اس نے اپنی گاؤں کی زمین بیچ دی مگر اس کی رقم پوری نہ ہوئی وہ مدد کے لیے جیہ کے پاس آئی جو نانوی کی ایک سالہ بیماری کے دوران ہاؤس جا بجا کر کے ڈاکٹر بن چکی تھی۔

”جیہ وہ مجھے شادی کی پیش کش کر رہا ہے۔“ اس نے بے بسی سے کہا۔

”وہ پہلے سے شادی شدہ ہے۔“ جیہ نے منھیاں پٹی۔

”میں دوسری شادی کے لیے تیار ہو گئی جیہ مگر وہ جواری شخص دولا کھ کے بدلے مجھے بیچ چکا ہے۔ میں بہت مشکل سے وہاں سے بھاگ کر آئی ہوں۔“

”اوہ میرے خدا.....“ جیہ نے اپنا سر پکڑا۔ وہ ٹیبل پر سر رکھے بری طرح روتی رہی۔ جیہ کی نائٹ ڈیوٹی تھی۔ وہ وہیں اس کے ساتھ رہی تھی۔ رات ڈھائی بجے جیہ کے کیمین کا دروازہ بجا تو وہ دونوں ہی خوف زدہ ہو گئیں۔

”کک..... کون۔“ جیہ خوف پر قابو پاتے ہوئے بولی۔

”ڈاکٹر جیہ۔“ باہر سے شناسا آواز آئی تو جیہ کی جان میں جان آئی اس نے تیزی سے اٹھ کر کیمین کا دروازہ کھولا۔

”عضنان شاہ پلیز کم ہیر۔“ وہ مسکرا کر اندر آیا۔

”خیریت عضنان شاہ کیسے آنا ہوا..... پھر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئے ہیں۔“ جیہ نے چھیڑا۔

”ہاں تمہیں تو پتہ ہے ڈاکٹر مجھے پولیس کیس کہہ دیتا

ہے۔“ وہ کہتے ہوئے اندر آیا اور اپنی مخصوص کرسی کی طرف بڑھا۔ لیکن وہاں پہلے سے کسی کو موجود پا کر کھٹک کر رکا۔

”یہ میری فرینڈ ہے پارس۔“ جیہ فرسٹ ایڈ باکس لے آئی۔

”اوہ.....“ اس کا ہاتھ زخمی تھا۔ جیہ بینڈیج کر رہی تھی۔

”بھینکس ڈاکٹر..... کبھی میری مدد کی ضرورت پڑے تو بلا جھجھک کہنا۔“ بینڈیج مکمل ہو گئی تو وہ کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔ ڈاکٹر جیہ مسکرا دی وہ دروازے تک گیا تھا کہ جیہ کو کچھ کلک ہوا۔

”عضنان شاہ مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔“ وہ رک پلٹ کر اسے دیکھنے لگا۔

”زہے نصیب۔“ وہ واپس آ کر بیٹھا۔

”عضنان شاہ مجھے دو لاکھ روپے قرض دے سکتے ہیں۔“ وہ حیران رہ گیا کیونکہ ڈاکٹر جیہ کو وہ اس قدر نہیں جانتا تھا کہ اتنی بڑی رقم کالین دین کیا جاسکتا۔

”میں جانتی ہوں کہ ہم ایک دوسرے سے محض چند بار ہی ملے ہیں اور اتنی بڑی رقم مانگ رہی ہوں میں آپ سے لیکن آپ کے علاوہ میں کسی ایسے شخص کو ایک مل کے لیے بھی نہیں جانتی جس سے اتنی بڑی رقم مانگ سکوں اور وہ مجھے بغیر اپنے کسی مفاد کے دے دے۔ اصل میں یہ میری دوست ہے پارس۔“ اس کے بعد وہ پارس کے متعلق سب ہی کچھ بتاتی چلی گئی۔

”اس وقت میرے پاس چیک ہے تم چاہو تو کیش کروالو۔“ وہ بولا اور پارس جو جیہ کے اپنی ہی کہانی سنانے پر بھی لائق ٹیٹھی تھی بری طرح چونک کر اسے دیکھنے لگی جس نے ایک بار اس کی طرف دیکھا تک نہیں تھا۔

”نہیں عضنان شاہ چیک نہیں ہمیں کیش ہی چاہیے اور ساتھ ہی تم سے ایک فیور بھی۔“ وہ بے بس تھی۔

”فیور کیا؟“ وہ چونکا۔

”اصل میں، میں اس شہر میں خود ہاسٹل میں رہتی ہوں اگر تم کسی گھر کا انتظام کر دو تو مہربانی ہوگی کیونکہ

”اس کے اپنے رشتے دار؟“

”اگر اس کا کوئی ہوتا تو یقیناً وہ اتنے بڑے مسئلے میں نہ گھرتی۔“ جیہ نے افسردگی سے کہا۔ اس کے بعد عضنان شاہ نے کال ڈراپ کر دی۔ دوسرے دن صبح اسے ہوش آیا تھا۔ شام تک وہ قدرے بہتر تھی۔ جیہ جیہ اسے اپنے رشتے دار کے متعلق بتانے لگی کہ وہ اس سے ملنے آنے والے تھے۔ وہ چپ چاپ جیہ کو سن رہی تھی۔ بھی دروازے پر

ڈاکٹر نوید اسے سب سے پہلے میرے پاس ہی ڈھونڈنے آئے گا اور مجھ پر ہی نظر رکھے گا۔“ اسے اپنی کہی بات کا مکمل یقین تھا۔

”اوکے۔“ اس نے ہامی بھری۔

”آپ کا بہت بہت شکریہ میں جلد ہی آپ کی رقم لوٹا دوں گی۔“ جیہ اور عضنان شاہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا جو بے تحاشہ روتے ہوئے اس کا مسلسل شکریہ ادا کر رہی تھی۔

”آپ کو..... آپ کو اندازہ نہیں ہے آپ مجھے کتنے بڑے غنڈے سے بچا رہے ہیں۔ اللہ آپ کو اس کی جزائے خیر عطا فرمائے گا۔“ عضنان شاہ نے جیہ کو دیکھا وہ بھی مشکور نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی اور پھر وہ باہر نکل آیا۔ صبح اس نے خود ہی جیہ کو وہ رقم پہنچا دی تھی اور پھر شام کو اس نے جیہ کو گھر کے متعلق بتانے کے لیے فون کیا۔

”عضنان شاہ آج تو نہیں آسکوں گی۔ پارس کو نروس ایک ہوا ہے وہ ڈاکٹر نوید سے بہت ڈر گئی ہے۔ اس وقت ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہے۔“ جیہ افسردہ تھی۔

”اوہ..... مگر رقم تو دے دی تم نے پھر؟“ وہ حیران ہوا۔

”وہ بے وقوف لڑکی اس سے بہت ڈر گئی ہے۔ اندازہ تو آپ کو بھی ہو گیا ہوگا۔ اس کے اس طرح نروس ایک ہونے سے میں اسے ایک اکیلے گھر میں نہیں چھوڑنا چاہتی یہ اسے بنا موت مار دینا ہوگا۔ میں نے اپنے ایک رشتے دار سے بات کی ہے وہ اسے اپنے ساتھ رکھنے پر تیار ہیں۔ لوگوں کے بیچ ہی وہ نازل رہ پائے گی۔“ جیہ پلان ترتیب دینے بیٹھی تھی۔

”اس کے اپنے رشتے دار؟“

”اگر اس کا کوئی ہوتا تو یقیناً وہ اتنے بڑے مسئلے میں نہ گھرتی۔“ جیہ نے افسردگی سے کہا۔ اس کے بعد عضنان شاہ نے کال ڈراپ کر دی۔ دوسرے دن صبح اسے ہوش آیا تھا۔ شام تک وہ قدرے بہتر تھی۔ جیہ جیہ اسے اپنے رشتے دار کے متعلق بتانے لگی کہ وہ اس سے ملنے آنے والے تھے۔ وہ چپ چاپ جیہ کو سن رہی تھی۔ بھی دروازے پر

WWW.PAKSOCIETY.COM

دستک ہوئی اور عضنان شاہ کو دیکھ کر جیہ چونک گئی۔

”کیسی طبیعت ہے؟“

”بہتر ہے۔“

”میں تم سے کچھ کہنے آیا تھا۔ یوں سمجھو کہ ایک ڈیل کرنے آیا ہوں۔“ اس کے یوں کہنے پر وہ دونوں چونک گئی تھیں۔

”اپنی دوست سے پوچھو کیا وہ مجھ سے شادی کرے گی؟“ اس کے بناء کسی تمہید کے یوں کہنے پر ان دونوں کی آنکھیں پھیل گئیں۔ دونوں کے حیرت سے بگڑے چہرے دیکھ کر اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

”مجھ سے شادی کر کے تمہاری دوست کو یقیناً فائدہ ہوگا۔ ایک ڈاکٹر نوید سے جان چھوٹ جائے گی، دوسرا یہ کہ وہ جو رشتوں کو ترسی ہوئی ہے تو میرے گھر میں اسے ہر رشتہ میسر آئے گا۔“ وہ جیہ کو ہی دیکھ رہا تھا۔

”یہ سب کرنے میں آپ کا کیا فائدہ؟“ جیہ کی نظریں اسے جا چننے لگی۔

”میں پھیلی کی پابندیوں سے سخت الرجک ہوں۔ لیکن میری مام کو میرے لیے ایک عدد بیوی چاہیے جو میں فوراً نہیں کر سکتا۔ یعنی کوئی میرے پرسنل معاملات میں دخل اندازی کرے یہ میں برداشت نہیں کر سکتا۔ سو جب میں تمہاری دوست سے شادی کر لوں گا تو انہیں گھر اور رشتے دار مل جائے گے۔ میری مام کو ایک بہو مل جائے گی اور مجھے مکمل آزادی.....“ وہ اطمینان سے بولا اور جیہ کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ لیکن اس نے فوراً خود کو سنبھالا۔

”عضنان شاہ بے شک آپ نے بہت بڑی پرابلم میں ہماری مدد کی ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں اس لڑکی سے جینے کا حق چھین لوں۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جو آفر آپ کر رہے ہیں وہ ایک قید خانہ ہے۔ بلاشبہ آپ کے گھر والے بہت اچھے ہوں گے مگر ساری زندگی اس طرح نہیں گزارا جاسکتی۔ آئی ایم سوری عضنان شاہ ایک بے بس بے سہارا لڑکی سے اتنا بڑا فائدہ سنا تھا میں..... اور اپنی رقم کی طرف سے بے فکر رہیں ہم لوگ جلد ہی آپ کو لوٹا دیں گے۔“ جیہ کو

اس پر بہت غصہ آیا تھا۔

”آپ ناراض مت ہوں ڈاکٹر..... میں نے تو بس ایک آئیڈیا پیش کیا تھا اگر پسند نہیں آیا تو اس اوکے۔ میرا خیال تھا کہ وہ اور میں دونوں ہی مسئلوں میں گھرے ہیں تو دونوں ہی ایک دوسرے کے اچھے مددگار بن جائیں گے۔“ وہ مسکرایا۔ ”اور آپ کو رقم کے متعلق کوئی فکر پالنے کی ضرورت نہیں ہے اوکے۔“ وہ کہہ کر پلٹنے لگا۔

”میں تیار ہوں۔“ کی آواز پر وہ رکا اور جیہ چونکی۔ پھر جیہ تڑپ کر اس کے نزدیک آئی۔

”تم اپنے آج کے لیے اپنے کل کو خراب نہیں کر سکتی..... ساری عمر تم اس طرح کیسے گزار سکتی ہو۔ سہاگن ہو کر بھی..... تم سمجھنے کی کوشش کرو۔“ جیہ کو عضنان شاہ کی موجودگی کی وجہ سے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح وہ کھل کر پاس سے بات کرے۔

”میں آج محفوظ نہ رہ سکی تو میرے لیے کل بیکار ہے۔ جیہ تم سمجھنے کی کوشش کرو۔“ وہ بے بسی سے بولی۔

”پلیز ایک منٹ پہلے آپ دونوں میری بات سمجھنے کی کوشش کریں یہ نکاح ہم صرف پیپر میرج کی طرح کریں گے بعد میں جب پاس اور میری پریشانی ختم ہو جائے گی اور ہمیں اپنی پسند کے لائف پارٹنر مل جائیں گے ہم اس فرضی نکاح کا ڈرامہ ختم کر دیں گے۔ میں تمہاری دوست کو تاحیات پابند نہیں کر رہا۔ صرف ہیلپ کر رہا ہوں۔“ جیہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا جو شادی کو بھی بزنس ڈیل کی طرح کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ان کا نکاح ہوا جیہ کی ناپسندیدگی کے باوجود وہ اس کے ساتھ آگئی۔ اس کے گھر والے اتنے اچھے ہوں گے اس کا اسے اندازہ نہ تھا۔

”واٹ..... کیا..... کہہ رہے ہو۔“ ماما، پاپا، ولید، طوبی اور چاچی سب کے حیرت سے منہ کھل چکے تھے۔ اطمینان اگر کسی کے چہرے پر تھا تو وہ ”مسٹر اینڈ مسز عضنان شاہ“ تھے۔

”آئی ایم سوری ماما میری غلطی ہے میں ہی آپ کو بتا

نہیں پائی لیکن اب شاید ایک اچھا موقع ہے میں اسے گوانا نہیں چاہتی۔“ وہ شرمندہ تھی۔ عضنان شاہ نے اس پر ایک بار پھر ایک احسان کر دیا تھا۔ اسے آسٹریلیا بھیج رہا تھا اس نے صرف ہاؤس جاب نہیں کی تھی ڈگری تو اس کے پاس اسون گریڈ کی تھی۔

ماما وغیرہ کو آج پتہ چل رہا تھا کہ وہ ایم بی بی ایس ہے اور پھر اسے بہت ساری نصیحتوں اور دعاؤں کے ساتھ ماما اور فیملی نے رخصت کر دیا۔ وہ اس کے ساتھ آسٹریلیا تک آیا تھا۔

”عضنان شاہ تھینک یو..... تھینک یو ویری مچ۔“ احساس تشکر سے اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ جب کہ وہ اسے مصنوعی خفگی سے دیکھنے لگا۔

”بیسٹ آف لک۔“ وہ مسکرایا۔ ”اب تم یہاں اپنی لائف میں بہت آگے جانا ہم پھر ملے تو ایسی رونی صورت سے نہ ملیں اوکے.....“ اس نے کہا تو وہ آنسو صاف کرتی اثبات میں سر ہلاتے ہوئے مسکرانے لگی۔ وہ چلا گیا اور اس کے لیے ایک نئی زندگی کا دروا کر گیا۔

وہاں بہت سے پاکستانی گھر تھے۔ اس کا کافی میل جول ہو گیا وہ اس گھر میں تنہا رہتی تھی اور رات میں اسے ڈر لگتا تھا۔ سبھی اس نے اپنی یونیورسٹی میں بات کی اور کئی لڑکیاں ریٹنٹ پر اس کے ساتھ رہنے کو تیار ہو گئیں تھیں۔

”سدرہ وہ بوڑھی عورت کس پر غصہ ہو رہی ہے۔“ اپنے لیپ ٹاپ میں مکمل طور پر مگن سدرہ نے چونک کر ندا کو دیکھا۔

”میں کیا اس بوڑھی عورت کی سیکرٹری ہوں جو وہ مجھے بتائے گی۔“ سدرہ نے منہ بتایا۔

”سدرہ وہ تم پر غصہ ہو رہی ہے۔“ ندا نے اسے خفگی سے دیکھا۔

”تم نے پھر ان سے بدتمیزی کی۔“ ماہین نے اسے گھورا۔

”میرے خدا..... کتنی اچھی زندگی گزر رہی تھی پتہ نہیں

سدرہ بوڑھی عورت کہاں سے چپک پڑی۔“ ان کے فلیٹ کے بالکل سامنے ایک بوڑھی عورت آئی تھی۔ انہیں آئے ایک مہینہ ہو چکا تھا اور ان کی سدرہ سے ہونے والی یہ تیسری لڑائی تھی کیونکہ سدرہ ان چاروں میں سچ مچ انگریز تھی جبکہ ندا امریکن ہونے کے باوجود کپڑوں کی حد میں رہتی تھی لیکن سدرہ کے کپڑے اسٹیووں کے تو بغیر ہوتے تھے شاید اسے اسٹیووں کے متعلق پتہ ہی نہیں تھا۔

”ارے..... کتنے دن سے میں فارغ نہیں ہوئی۔ ان خاتون سے ملاقات کرنی تھی ناں مجھے بھی۔“ وہ اتنی دیر میں کافی بنا چکی تھی۔

”ان کے سائے سے بھی دور رہو۔ ان کا بس نہیں چلتا اس آسٹریلیا کو پاکستان بنادیں ہر لڑکی کو برقعہ پہنادیں اور ہر جگہ کو مسجد بنادیں۔“ سدرہ بولتی جا رہی تھی اور ماہین اسے گھورتی۔ وہ اپنا کافی کا مگ خالی کر کے دھوکے شیلٹ میں رکھتے ہوئے مسکرا کر سدرہ کو سنتی رہی۔

”اب تو میرا اشتیاق اور بھی بڑھ گیا۔“ اس کے کہنے پر سدرہ نے منہ بتالیا۔

”ایسا کرو بریانی لے جاؤ۔“ ماہین پاکستان سے آئی تھی وہ اپنی اسٹیڈی کے ساتھ جاب بھی کرتی تھی اور وہ بھی اس سال اپنا ہاؤس جاب کمپلٹ کر کے ہاسپٹل جوائن کر چکی تھی۔ سو وہ اس وجہ سے تم گھر پر نظر آتی تھی۔ جب کہ سدرہ اور لڑا یونیورسٹی کے بعد گھومنے پھرنے کے رسیا تھیں۔ رات دیر تک گھر سے باہر رہنا ان کی ہابی تھی۔ سو وہ چاروں کم ہی گھر پر ہوتی تھیں۔ اس کے باوجود سامنے والی خاتون کو سدرہ کھٹک گئی تھی۔ وہ بریانی لے کر ان کے گھر آگئی۔

”تم پارس ہو ناں۔“ اس کے تیل بجانے سے قبل دروازہ کھلا اور وہ اسے دیکھ کر چونکیں۔

”ارے..... آپ نے کیسے پہچانا۔“ وہ بھی حیران ہوئی۔

”ماہین نے بتایا تھا۔“ وہ اسے راستہ دیتے ہوئے بولیں۔

”یہ آج ماہین نے بریانی پکائی ہے۔“

”وہ اچھی لڑکی ہے۔“ وہ مسکرائیں۔

”تم بیٹھو میں تمہارے لئے کافی بناتی ہوں۔“

”اوہ نہیں..... میں ابھی پی کر رہی ہوں۔ بس آپ بیٹھیں ہم باتیں کریں گے۔“ وہ بریانی کی پلیٹ سامنے نیبل پر رکھ کر فریج سے اس کے لیے جوس کا پیکٹ لے آئیں۔ اس کے منع کرنے پر بھی انہوں نے زبردستی اس کے ہاتھ میں تمہا دیا۔

”آپ کے ساتھ اور کون رہتا ہے؟“

”میری اولاد نہیں ہے بیوہ عورت ہوں ایک بھتیجا ہے اسی نے فلیٹ خرید کر مجھے دیا ہے۔“ ان کے اکیلے پن پر اسے افسردگی نے گھیرا۔ وہ کافی دیر ان کے پاس بیٹھی رہی اس کی گزرتے دنوں میں ان سے بہت بننے لگی اور انہیں اس سے بہت لگاؤ ہو گیا تھا۔

”مجھے لگتا ہے پری تمہارے روپ میں خدا نے مجھے بیٹی دے دی ہے۔“ اور وہ بھی اسے بہت عزیز ہو گئیں تھیں۔ ماہین کو اچھا لگا لڑا کو کچھ فرق بھی نہ پڑا اور سدرہ اپنے جلاپے کا کھلے عام اظہار کرتی۔

”ان بوڑھی عورت کے ساتھ رہ کر تم بھی ان جیسی بوڑھی ہو گئی ہو۔“ سدرہ نے غصے سے کہا تو لڑا اور ماہین مسکرا دی تھیں کیونکہ اس نے سدرہ کو کھڑے کھڑے پانی کی بوتل منہ سے لگانے پر ٹوک دیا تھا۔ وہ بھی مسکرانے لگی۔

”نہیں۔“ دو سال ہو چکے تھے اسے آسٹریلیا میں لیکن جتنی خوش وہ ان دو ماہ میں رہنے لگی تھی ایسی خوشی اس نے پہلے کبھی محسوس نہیں کی۔

”ممکنہ گلابوں نے آپ کو سلام بھیجا ہے۔“ میل آن کر کے وہ مسکرا دی۔

”سورج آپ کو جگانے کے لیے آیا ہے۔“

”آپ نے چادر سے چہرہ جو باہر نکالا اس سے پہلے تارے چھپ گئے اور چاند شرمایا ہے۔“

”اف.....“ وہ بے اختیار ہنس دی۔ پھر اس کے ہاتھ

WWW.PAKSOCIETY.COM

تیزی سے نائپ کرنے لگے۔

”آپ کو نہیں لگتا کہ کچھ وقت آپ کو اپنے ساتھ بھی بتانا چاہئے۔“ سات سے لے کر نو بجے تک اس کی پچیس ملیر تھیں۔

”تمہارے ساتھ رہوں یا اپنے ساتھ بات ایک ہے تمہیں دیکھتا ہوں تو لگتا ہے آئینہ دیکھ رہا ہوں تم سے بات کرنی ہوں تو لگتا ہے خود سے مخاطب ہوں۔ تم اتنی جلدی اتنے کم وقت میں کیونکر میرے اندر آتے گئیں۔ مجھے خبر نہیں ہے سو تم کیوں اور کیا جیسا کوئی سوال مت کرتا۔ تم سے محبت کی کوئی وجہ نہیں ہے میرے پاس۔“ فوراً ہی دوسری طرف سے جواب آیا۔ اس کا سر فخر سے بلند ہوا تھا اور یہ سر اس وقت ہی بلند ہوتا ہے جب کوئی آپ کو سچے دل سے چاہتا ہو اور اس کی سچائی کا دل یقین بھی کرتا ہو اور ایسا کوئی بہت مشکل سے ملتا ہے بلکہ بعض لوگوں کو تو ملتا ہی نہیں ہے۔ وہ اس ہاتھ کو فوراً تمام لپٹا چاہتی تھی لیکن ایک بہت بڑی رکاوٹ تھی اور وہ رکاوٹ تھی ”جان البرڈ“ وہ ایک غیر مسلم تھا اور پارس کی زندگی میں خوش ہنسی پیار سب لاپچکا تھا۔ چھ ماہ قبل جب اس کی پہلی میل پارس نے پڑھی اور اس کی فرینڈ شپ کو مثبت جواب دیا تب یقیناً اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ شخص اس کے لیے اتنی اہمیت اختیار کر جائے گا۔ شروع کے چار ماہ تک وہ صرف اس کے لیے سوالات کا ایک باکس تھا جو ہر وقت اس سے دین کے متعلق ہی باتیں کرتا رہتا تھا دو ماہ پہلے بہت اچانک باتوں کے درمیان اس نے پوچھا۔

”پارس مجھ سے شادی کروگی۔“ وہ پُرسوج نگاہوں سے کئی لمحے میل کود بھتی رہی۔

”میں کسی جان البرڈ سے شادی نہیں کر سکتی ہاں کسی حاشر مظاہر عاشر کے متعلق سوچ سکتی ہوں۔“

”یہ سب کون ہیں۔“ وہ حیران ہوا۔

”ہمارے مسلمان لڑکوں کے نام ہوتے ہیں۔“ وہ مسکرائی۔

”تمہیں لگتا ہے میں تمہارے لیے اپنا دین چھوڑ سکتا

ہوں۔“ وہ اس کی بات پر گویا محفوظ ہوا تھا۔

”اوہ ہوں۔“ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

”مجھے تو خوشی ہوگی تم اللہ کے لیے اللہ کے دین میں آ جاؤ۔“ اور اس نے کافی دیر تک جواب نہیں دیا۔

”تمہیں زیادہ کون سا نام پسند ہے۔“ دوسرے دن صبح پہلی میل تھی اور اس نے خوشی سے نہال ہوتے ہوئے حاشر لکھا اور اگلے دو ماہ اس کی زندگی کے سب سے بہترین دن تھے۔ کوئی آپ کو بے پناہ چاہتا ہو یہ احساس ہی خوش کن تھا۔

.....

”رمضان المبارک کا آغاز کب سے ہے۔“ سدرہ کی کم علی اف۔

”اگلے ہفتے سے۔“ ماہین نے اسے گھورا۔ اس نے موبائل شیخ دیا اور منہ بنا کر اونٹنی صوفے پر گرنے کے انداز میں لیٹی۔

”کیا ہوا۔“ لڑانے اس کی پریشانی کو حیرت سے دیکھا اور اسے کون سے روزے رکھنے تھے جو وہ اتنا پریشان تھی۔

”ممانے آڈر دیا ہے رمضان میں ان کے پاس آ جاؤں۔“

”ہاں یار میں بھی سوچ رہی ہوں اس رمضان پاکستان جانے کے لیے۔“ ماہین بھی اپنی فیملی سے ملنے کے لیے بے قرار تھی۔

”اوہ نو..... کیا ہوتا ہے گھر میں..... پابندی..... پابندی اور صرف پابندی۔“ سدرہ کی گھر سے اتنی بے زاریت اسے ایک دم دو سال پیچھے لے گئی۔

”کیا ملتا ہے گھر میں۔“ جب یہ جملہ اس نے عضنان شاہ کے لبوں سے سنا تھا تو اسے لگا کہ وہ واحد انسان ہے جو گھر سے بیزار ہے مگر نہیں۔ اس جیسے لوگ اس دنیا میں بہت تھے سدرہ بھی اس جیسی ہی تھی پہلے روزہ سے دو دن پہلے وہ دونوں چلی گئیں۔

.....

”عید پر مجھ سے کیا گفت لوگی۔“ پہلی سحری کی

.....

.....

پہلی میل۔

”تمہاری دید میری عید کا سب سے بڑا گفت ہے۔“ وہ مسکرا دی لیکن اس کے بعد تو دوسری طرف ایسی خاموشی چھائی کہ آنتیس روزے گزر گئے۔ اسے پریشان ہونا تھا لیکن وہ نہیں ہوئی اسے میلوں پر میلوں کرنی چاہئے تھیں لیکن اس نے نہیں کیوں کہ اسے پتہ تھا کہ وہ شخص اس کا ہے کہیں جا ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ اس سے دور جانا ہی نہیں چاہتا اگر وہ اس کا نہیں ہوتا تو کبھی بھی اس کی زندگی میں نہیں آتا۔ وہ اس سے چاہے جتنی بے نیازی برت لے جتنی بھی اس کی طرف سے بے پروا ہو جائے وہ اس کا ہی رہے گا۔ اس سے سائے کی طرح جڑا رہے گا کیونکہ وہ اس سے بے حد پیار کرتا تھا۔ بے حد پیار اور اس کے پیار کا وہ بہت اچھی طرح اندازہ کر سکتی تھی۔

.....

”یہ سوٹ میں نے تمہارے لیے آرڈر بر پاکستان سے بنوایا ہے۔“ چاند رات کو وہ ثانیہ آنٹی کے گھر آئی تو انہوں نے وائٹ غرارہ سوٹ اس کے سامنے پھیلا دیا۔

”میں نے اس طرح کے سوٹ کبھی نہیں پہنے۔“ وہ مسکرا دی۔

”واؤ شاندار..... یہ بہت خوب صورت ہے۔“ لڑا کی بھی پل بھر میں نگاہیں خیرہ ہوئیں۔ وہ سچ سچ ایک بہت خوب صورت اور نگاہیں چکا چونڈ کر دینے والا سوٹ تھا۔

”لیکن میری بیٹی کے لیے میں نے بنوایا ہے سو وہ انکار نہیں کر سکتی۔“ انہوں نے پیار سے کہا وہ مان گئی اور صبح ہی نماز پڑھ کر وہ تیار ہو گئی ساتھ ہی اس نے لڑا کو بھی تیار کر لیا ساری عید کی شاپنگ بھی اس نے پہلے ہی کر لی تھی۔ وہ پچھلے سال عید پر اتنی خوش نہیں تھی۔ اس نے کوئی تیاری تک نہیں کی تھی۔ پچھلے سال لیکن اس بار چونکہ دل میں موسم بہار تھا سو عید بھی اچھی لگ رہی تھی۔ نماز کے بعد وہ لڑا کو لے کر نیچے کیونٹی ہال میں آ گئی وہاں بہت سی پاکستانی فیملیز جمع تھیں ان سب نے خوب ہلا گلا کیا۔ اس نے سارا دن بچوں کے ساتھ مل کر خوب انجوائے کیا۔

.....

”آج میں نے بہت انجوائے کیا۔“ لڑا کافی بنا لائی۔

”تم تو ڈاکٹر کے بجائے جو کر لگ رہی تھیں۔“ وہ مصنوعی خشکی سے دیکھتی مسکرا دی۔ پھر وہ اٹھی اور چہرے پر ہلکا سا ہنس لگا کر آئی لائسنز اور لپ اسٹک پھر سے لگائی تو لڑا چونک گئی۔

”تم کہاں جا رہی ہو۔“

”کوئی لینے گا تو جان لے گا ناں۔“ وہ مسکرائی۔

”تمہیں کون لینے آ رہا ہے۔“ لڑا پہلے سے بھی زیادہ بری طرح چونک گئی اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتی دروازے پر تیل ہوئی تو لڑا اسے دیکھتی باہر نکل گئی اور اس نے کچر نکال کر تیزی سے بالوں میں برش پھیرنا شروع کر دیا تھا اسے معلوم تھا کہ دروازے پر کون ہے؟ اس کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلتی چلی گئی۔

”پاری تمہارے مریض آئے ہیں کہہ رہے ہیں۔“ دانتوں میں درد ہے کوئی پین کھر ملے گا۔“ لڑا کی آواز پر وہ چونکی یہ کون آ گیا اس وقت۔ وہ بالوں میں کچر لگائے بنا ہی تیزی سے باہر نکلی اور اگلے پل وہ نہی کھڑی رہ گئی۔ اسے نہیں پتہ تھا کہ اس کے ساتھ ایسا ہو سکتا ہے اس کے قدم لڑکھڑائے تھے اس سے پہلے کہ کہیں وہ گری پڑتی آنے والے نے تیزی سے اسے سنبھالا۔

”او کے لڑا صبح ملتے ہیں۔“ وہ اس کا ہاتھ کلائی سے تھا سدرہ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

”او کے..... بیسٹ آف لک۔“ لڑا کی مسکراہٹ کہہ رہی تھی کہ وہ اسے پہلے سے جانتی تھی۔ اس نے سامنے بڑھ کر ثانیہ آنٹی کے فلیٹ کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ فلیٹ کسی دلہن کی مانند سجا ہوا تھا وہ اتنی شاکد تھی کہ اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کم ہو گئی تھی۔

”آ..... آپ.....! وہ اسے صوفے پر بٹھا کر جگ

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے گلاس میں پانی لے کر اس پر گرانا ہی چاہتا تھا کہ وہ بوکھلا کر پوٹی۔  
 ”اوہ کھینکس تمہیں ہوش آ گیا ورنہ میں پانی پھینکنے والا تھا تم پر۔“ اس نے گلاس رکھا۔  
 ”آپ یہاں کیسے اور باقی سب کہاں ہیں ماما پاپا ولید؟“  
 طوبی اور چچی سب لوگ آئے ہیں آپ کے ساتھ؟“ اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے نظروں سے سب کو تلاش کیا۔  
 ”نہیں میں اکیلا آیا ہوں۔“ وہ اس کے برابر میں کرنے کے انداز میں بیٹھتے ہوئے صوفے کی پشت گاہ سے سر نکال گیا۔  
 ”کشمالہ کہاں ہے..... وہ بھی آئی ہے آپ کے ساتھ؟“ اس کے لہجے میں کشمالہ کے لیے بھی اتنی خوشی اور پیار تھا جیسا ماما اور پاپا اور ولید کا پوچھتے وقت تھا۔ وہ سیدھا ہو کر اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔  
 ”میں اپنی کسی بھی گرل فرینڈ کو ملک سے باہر نہیں لے جاتا۔“ کشمالہ کے لیے گرل فرینڈ کے الفاظ اسے قدرے چونکا گئے۔  
 ”جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ باہر جا کر میں نئی گرل فرینڈ بنا لیتا ہوں۔“ اس بات پر اس کے گال تھماٹھے تو کیا وہ یہاں اسے اپنی گرل فرینڈ سمجھ رہا تھا۔ جب کہ وہ اس کے سرخ پڑتے چہرے اور جھلکتی ناگواری کو سنجیدگی سے دیکھنے لگا۔  
 ”میں اپنی ایک گرل فرینڈ کے قصے دوسری کو نہیں سنا تا۔“ وہ اس کے خیالات کو پڑھ رہا تھا جیسے۔ ”یونو میں اپنی فیملی ممبر اینڈ فرینڈ سے بھی اس متعلق بات نہیں کرتا۔“ وہ اب بھی پھر اس سے کیوں کر رہا تھا وہ نہ تو اس کی فرینڈ تھی نہ فیملی ممبر اور نہ ہی گرل فرینڈ۔  
 ”آپ نے اب تک شادی نہیں کی کشمالہ سے؟“ وہ حیران ہوئی۔  
 ”نہیں۔“ ازلی بے پروائی سے کہا۔  
 ”مگر کیوں؟“ اسے پوچھا ہوا۔  
 ”اس کی ناک اچھی نہیں تھی۔“ ساری بے نیازی بے

پروائی کو پس پشت ڈال کر وہ بے بسی سے بولا تو پارس کی آنکھیں پھیل گئیں۔  
 ”ناک اچھی نہیں تھی۔“ وہ بڑبڑائی۔  
 ”ہاں ناں..... تمہارے جیسی اچھی نہیں تھی۔“ وہ جو حیرت کی زیادتی سے اس کے قریب جھک سی گئی تھی اچھل کر پیچھے ہوئی وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وجہ اس کی ناک ہوگی۔  
 ”مجھے سونے نہیں دیا مجھے کھانے پینے نہیں دیا۔ مجھے ہر لمحہ پریشان رکھا۔ مجھے کشمالہ کا ہونے نہیں دیا اور ان سب میں جانتی ہو قصور وار کون ہے؟“  
 ”کون.....؟“ وہ بالکل گم صم ہوئی۔  
 ”تمہاری بیٹا ناک اور اس میں چمکتی یہ لوٹگ۔“ اس نے اس کے آگے اپنی تھیلی پھیلائی جس میں وہی لوٹگ تھی جو ممانے سے پہنائی تھی۔  
 ”تم نے کہا تھا ناں پری کہ اپنوں کو محسوس کیا کریں میں نے انہیں محسوس کیا مگر تب جب بتانے والی نہ رہی ولید سے ہار جانے کی خوشی ماما کے ساتھ مل کر ڈھیروں باتیں کرتے ہوئے ان کے چہرے کی چمک پاپا کے سر پر میں مساج کر کے چچی کے ساتھ ڈھیر ساری شاپنگ کر کے اور پتہ ہے جیسے تم میرے بجائے ولید کی سائیڈ لیتی تھیں ایسے جب میں ولید کے بجائے طوبی کی بے جا سائیڈ لیتا تو ولید جل کر کہتا پری کو آئے دو پھر ہم پارٹنر مکمل ہو کر آپ کی ایسی درگت بنا میں گے میں نے ان سب کی خوشیوں کو محسوس کیا۔ میں نے وہی زندگی گزاری پری جو تم چاہتی تھیں۔“ وہ سرشار سا بولے جا رہا تھا اور وہ سنجیدہ سی اسے دیکھے جا رہی تھی۔  
 ”تم حیران ہونا؟“ وہ مسکرایا وہ جانتا تھا کہ وہ اس کی اچانک آمد پر شاک ہے۔ ”تمہیں یقین نہیں آرہا ناں..... پری مجھے تم سے محبت کا سب سے پہلے احساس ہوا تھا۔ اس احساس نے باقی سب کا احساس کروا دیا۔“ وہ مسکرایا لیکن وہ اسی طرح سنجیدگی سے اسے دیکھتی رہی۔  
 ”کیا ہوا پری..... کیا تمہیں اچھا نہیں لگا؟“ وہ اس کی

سنجیدگی سے الجھنے لگا وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔  
 ”آپ نے وہ زندگی گزاری جو میں چاہتی تھی۔“ وہ گیلری کی طرف آگئی۔ اسے لاؤنج میں ایک عجیب ٹھن ہوئی تھی۔  
 ”تو میں نے بھی وہی زندگی گزاری جو ہماری ڈیل ہوئی تھی۔“ وہ اس کے پیچھے آکھڑا ہوا۔ اس کی بات پر چونکا اور ڈیل یاد آنے پر اس کے لب بھنج گئے۔  
 ”میں نے آج صبح فیملی کو ساری سچائی بتادی کیونکہ میں نہیں چاہتی تھی کہ آپ نے جو مجھ پر احسان کیا ہے بدلے میں آپ کو اپنی فیملی کی مخالفت کا سامنا ہوا۔ اسی لیے میں نے انہیں میل کر دی جس میں ساری سچائی لکھ دی ہے اور کل میں آپ سے بات کرنے والی تھی کہ مجھے اب آزادی سے جینا تھا آپ کا قرض اتا رو دیا ہے ان دو سالوں میں محنت کر کے اور رہا آپ کا احسان تو وہ میں ساری زندگی نہیں بھولوں گی۔“ وہ کہتی جا رہی تھی اور عضنان شاہ کی سرشاری خوشی سنجیدگی میں بدلتی جا رہی تھی۔  
 ”کون ہے وہ؟ جس کے لیے تم نے یہ سب کیا۔“  
 ”جان البرڈ۔“ جواب سن کر اس کی سنجیدگی تناؤ میں بدلی۔ ”لیکن اب وہ حاشر بن چکا ہے۔“ وہ بے حد خوش تھی۔  
 ”کہاں ملا تمہیں۔“ اس نے دانتوں پر دانت جمائے پری کا لہجہ وہی تھا جو کبھی عضنان شاہ کا کشمالہ کے لئے ہوتا تھا محبت لیے خوشی لیے مگر عضنان شاہ کے انداز وہ نہیں تھے۔ جو پری کے ہوا کرتے تھے یعنی دوستانہ مزاج لیے۔  
 ”ہم آج ملنے والے تھے۔“ پھر وہ اسے سب کچھ بتانے لگی۔  
 ”اس طرح سے چیٹنگ کرنے والے پر تمہیں اتنا یقین ہے تمہیں لگتا ہے وہ آئے گا۔“ وہ حیران ہوا۔  
 ”مجھے لگتا نہیں ہے مجھے یقین ہے کہ وہ آئے گا۔“ اس پر اعتبار کے جتنے بھی الفاظ وہ بول سکتی تھی بول گئی۔  
 ”اور اگر وہ نہیں آیا تو.....؟“  
 ”کیا مطلب وہ کیوں نہیں آئے گا۔“ وہ چونکی۔

”اس دنیا میں ہر بات سچ نہیں ہوتی اور یوں انٹرنیٹ اور موبائل کے ذریعے کی جانے والی دوستیاں محبتیں تو بالکل بھی سچ نہیں ہوتیں۔“ وہ اکھڑے اکھڑے بولا۔  
 ”میں آپ کی بات سے اختلاف تو نہیں کروں گی مگر یہ ضرور کہنا چاہوں گی کہ مجھے البرڈ کے مطلق ایسا نہیں محسوس ہوا کہ وہ مجھے جیت کر رہا ہے۔“ وہ ہر یقین تھی۔  
 ”اوکے..... اسے آنا تھا آج پھر اب تک وہ کیوں نہیں آیا۔“ وہ واپس پلٹ کر صوفے پر بیٹھ گیا تو وہ بھی گہرا سانس لے کر واپس آئی تھی۔  
 ”گھر میں سب کیسے ہیں؟“ اس نے اس کے سوال کو نظر انداز کر دیا۔ تو اس کے سوال کا جواب دینا عضنان شاہ نے بھی ضروری نہ سمجھا۔ بس خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔  
 ”ثانیہ نئی کے دیئے غرارے سوٹ میں وہ گویا خود بھی چمک رہی تھی۔  
 ”آپ ثانیہ نئی کو کیسے جانتے ہیں۔“ اسے ایک دم یاد آیا کہ وہ ثانیہ نئی کے گھر میں ہے۔  
 ”وہ میری پھوپھو ہیں۔“ اس نے اسے دیکھا وہ اچھی لگ رہی تھی۔ ”اور اس وقت لڑاکے پاس ہیں۔“  
 ”سگی پھوپھو..... تو پھر میں ان سے پہلے کیوں نہیں ملی۔“ وہ حیران ہوئی۔  
 ”کتنا اشتیاق ہے تمہارے لہجے میں میرے رشتے داروں کے لیے۔“ وہ قدرے خفگی سے بولا۔ وہ چونکی۔  
 ”اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھو کیا پتہ اسے مجھ سے بھی کوئی لگاؤ ہو۔“ وہ جو اسے دیکھ رہی تھی اس کے اس طرح کہنے پر شپٹا گئی۔ ”تمہیں نہیں لگتا تم میرے ساتھ غلط کر رہی ہو۔ تم مجھ پر اس شخص کو فوقیت دے رہی ہو جسے تم ٹھیک سے جانتی تک نہیں ہو۔ اس کا نام و پتہ اس کا کام حتی کہ اس کے چہرے سے بھی ناواقف ہو تم۔“ اس کی برہمی برقرار تھی۔  
 اور پارس کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ عضنان شاہ کو کیسے یقین دلائے کہ اس کے ساتھ کوئی دھوکہ نہیں ہوا کیونکہ جان البرڈ ابھی تک نہیں آیا تھا جب کہ 12 بجنے میں صرف

تین منٹ باقی تھے۔

”اگر وہ آج رات نہیں آیا تو کیا کروگی؟“

”وہ نہیں آئے گا میں نے ایسا نہیں سوچا پھر آگے کیا کروں گی کیسے کہوں؟“

”تم میرے ساتھ چلوگی؟“ اس بے نیازی سے آفری کہ وہ چونکی۔

”یہ جان کر بھی کہ میں کسی اور سے پیار کرتی ہوں۔“ وہ اسے بغور دیکھنے لگی۔

”تم نے بھی تو میری سوگرل فرینڈ برداشت کی تھیں میں تمہارا ایک بوائے فرینڈ سہ لوں گا۔“ اس کے لہجے میں

اس کی مخصوص بے پروائی تھی لیکن پارس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

”ایکسکوز می آپ کی طرح فلرٹی نہیں ہوں میں۔“

”تم نہیں ہو مجھے معلوم ہے سبھی تو آیا ہوں تمہارے پاس مجھے تم جیسی لڑکی ہی چاہئے تھی۔“

”دنیا میں بھر مارے مجھے جیسی لڑکیوں کی۔“ وہ چڑی۔

”بات مت پکڑو تم جیسی نہیں تم ہی چاہئے ہو مجھے۔“

وہ بچوں کے سے ضدی انداز میں بولا۔ اندر سے تو پارس کو بڑی ہنسی آئی مگر بظاہر وہ اسے گھورتی رہی اور وہ اس کے قریب چلا آیا۔

”اتنا پیار کروں گا پری تمہیں کہ تم اس جان وان کو بالکل بھول جاؤ گی۔“ اس سے پہلے وہ کچھ کہتی دروازہ بجا۔

”اوہ لگتا ہے جان مطلب حاشرا گیا۔“ وہ چونکی۔

”وہ کیسے آسکتا ہے۔“ عضنان شاہ پر یقین تھا کہ وہ آ ہی نہیں سکتا۔ عضنان شاہ نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔

”کون ہو تم؟“ عضنان شاہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

”میں پاری کا دوست ہوں۔“

”حاشرا.....؟“ ایک دم وہ تیزی سے دروازے پر آئی تھی۔ وہ لڑکا مسکرایا۔

”یس۔“

”میں حیران تھی کہ آپ کیوں نہیں آئے۔“ وہ حیرت زدہ سی ہنس دی۔

”شٹ اپ یہ کوئی حاشرا شرن نہیں ہے۔“ عضنان شاہ ایک دم چیخا تو وہ دونوں ہی چونک گئے۔

”کون ہے تو اور کیوں یہ جھوٹ بول رہا ہے۔“ عضنان شاہ نے غصے سے اس کا گریبان پکڑا۔

”پلیز عضنان شاہ چھوڑیں اسے۔ آپ..... آپ اور ہور ہے ہیں۔“ وہ چیخی۔ اس کے ہاتھ سے اس نے حاشرا کا گریبان چھڑوایا۔

”یہ جھوٹ بول رہا ہے۔“

”آپ ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں۔“ وہ جھنجھلائی۔

”مجھے پتہ ہے..... وہ یقین تھا لیکن کیوں؟“

”کیا پتہ ہے آپ کو۔“ وہ حیران ہوئی جب کہ حاشرا نامی وہ شخص مطمئن تھا۔

”یہ جان البرڈ نہیں ہے میں کہہ رہا ہوں ناں۔“

”مگر آپ کیوں کہہ رہے ہیں۔ یہ ہی جان البرڈ ہے اس نے مجھے بتایا تھا۔ امریکی ہے اور دیکھیں یہ چہرے سے ہی امریکی لگتا ہے۔“ وہ اب نہ حیران تھی نہ پریشان۔

عضنان شاہ نے نوٹ کیا تھا مگر وہ دونوں ہی عضنان شاہ کو پریشان کر کے خط اٹھا رہے تھے۔

”میں نے کب بتایا امریکی ہونے کا۔ آپ کی بات کس نے کی میں تو جان البرڈ کی بات۔“

”ارے وہ میں ہی تھا۔“ وہ اس کی بات جھنجھلا کر کاٹ گیا۔

”مطلب..... آپ مجھے۔“ وہ خود ہی رک کر اسے دیکھنے لگی۔

”ہاں..... میں ہی جان البرڈ بن کر تم سے باتیں کرتا رہا۔“ بچوں کے سے ناراض لہجے میں کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو سینے پر باندھے وہ رخ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔

”دھینکس اتھونی۔“ وہ مسکرا کر باہر کھڑے لڑکے کی طرف مڑی تو وہ چونکا مطلب وہ لڑکا البرڈ نہیں تھا۔

”اس اوکے فرینڈ۔“ کہتے ہوئے وہ عضنان شاہ کی طرف مڑا۔

طرف مڑا۔

”میں لڑکا بوائے فرینڈ ہوں میں لڑا سے ہی ملنے آیا تھا کہ پارس کا میج آیا کہ میں سامنے والا ڈور بجا کر کہوں کہ میں پاری کا دوست ہوں اور آگے کیا تماشہ ہوتا ہے میں مطمئن ہو کر دیکھتا رہوں۔“ وہ مسکرایا تو عضنان شاہ نے پارس کو دیکھا جو جانے کب پلٹ کر صوفے پر جا بیٹھی تھی۔

”ابھی تو میں جا رہا ہوں پارس مگر بتانا بعد میں..... آخر یہ کیا ڈرامہ تھا۔“ وہ پلٹا تو عضنان شاہ نے دروازہ بند کر دیا اور مڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

”مجھے آپ کی آئی ڈی پتہ تھی سو میں اکثر آپ کو چیک کرتی تھی۔“ اس کے یوں کہنے پر وہ چونکا۔ اسے اندازہ تک نہ تھا کہ وہ اس لڑکی کے ہاتھوں مار کھا جائے گا۔

”میرے پاس جان البرڈ کی پہلی میل آئی تو میں کنفیوژ ہو گئی ایک لڑکے کو میں جواب دینا نہیں چاہتی تھی مگر اس نے کافی گہرا دینی مسئلہ پوچھا تھا کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کیا کروں بھی میں نے آپ کی پرسنل کو چیک کیا میرے وہم گمان میں بھی نہ تھا کہ آپ میرے ساتھ جان البرڈ بن کر بات کر رہے ہیں لیکن وہی میل آپ کے پاس سیوھی میں نے جواب دیا تو وہ آپ کے پاس مجھے مل گئی۔ پھر آپ نے چار ماہ ان مسائل کو مجھ سے پوچھا مجھے یہ ہی لگتا رہا کہ آپ کو اچھا نہیں لگ رہا کہ آپ عضنان شاہ مجھ سے ایسے سوال کریں بھی آپ اپنی پہچان چھپا رہے ہیں لیکن جب آپ نے کہا۔ مجھ سے شادی کروگی؟ تب میں الجھ گئی لیکن میں نے پھر بھی اس سلسلے کو جاری رکھا مجھے معلوم تھا کہ آج آپ آنے والے ہیں لیکن میں یہ نہیں جانتی تھی کہ آپ یہ سب کیوں کر رہے ہیں۔“

”تمہیں جاننا بھی نہیں چاہئے کہ میں نے یہ سب کیوں کیا؟“ وہ اس کے قریب آ گیا۔

”مگر میں تو جان چکی ہوں۔“ وہ استہزائیہ لہجے میں بولی تو وہ اس سے ایک قدم کے فاصلے پر رکا۔

”آپ یہ چاہتے تھے کہ آپ کا احسان مجھ پر ہمیشہ بنا رہے کہ میرے بوائے فرینڈ نے مجھے چیٹ کیا اور آپ

اتنے عظیم ہیں کہ میرے بارے میں یہ سب جان کر بھی مجھے اپنا لیا اور اس طرح میں جب کبھی آپ کی گرل فرینڈ کو کچھ کہتی تو آپ کے پاس بھی میرے لیے ایک طعنہ ہوتا۔“ اس کے منہ بنا کر کہنے پر وہ گہرا سانس لیتا اس کے قریب چلا آیا۔

”بیوی کونسا اتنا ذہین ہونا نہیں چاہئے۔“ وہ اس کے برابر میں بیٹھا۔

”لیکن اگر شوہر آپ جیسے ہوں تو یقیناً بیوی کو ایسا ہی ہونا چاہئے۔“ وہ مسکرائی۔

”تم نے ماما پاپا کو سب کچھ سچ بتا دیا۔“ یہ بات اسے بہت چھہ رہی تھی۔

”نہیں۔ میں اپنے اندر ایسی ہمت نہیں پارہی ہوں۔“ وہ قدرے افسردہ ہوئی۔

”پتہ ہے پری مجھے کب یہ احساس ہوا کہ میں تم سے پیار کرنے لگا ہوں۔ اس روز جب تم ماما کے کمرے میں تھیں میں اپنے کمرے میں داخل ہوا اور تمہیں نہ پا کر میرا تو جیسے دم گھٹ گیا۔ میں نے تمہیں ماما کے کمرے کے علاوہ ہر طرف دیکھ لیا باہر نکل کر راج مین سے پوچھا۔ چند ہی لمحوں میں سانس لینا مشکل ہو گیا تھا اور جب میں نے تمہیں دیکھا تو پری تو تم بہت بے قراری سے میری طرف بڑھی لیکن تمہاری وہ بے قراری میری ذات کے لیے نہیں تھی وہ میری محبت نہیں صرف مجھ سے ملنے والا احساس تحفظ تھا۔ اس وقت جب تم رو رہی تھیں تو میں صرف ایک بات سوچ رہا تھا اور بات یہ تھی کہ پری کو اپنے احسان کے بلے سے مجھے نکالنا ہوگا۔ اسے تحفظ مجھ سے ملے کسی ڈریا خوف کی وجہ سے نہیں بلکہ اس میں صرف محبت ہو بھی میں نے تمہیں یہاں بھیجا ان گزرے سالوں میں تمہارا خوف ڈر سب ختم ہو چکا تھا۔ اسی لیے اب تمہیں صرف مجھ سے محبت کرنی ہے اور پتہ ہے میں یہ بھی نہیں پوچھوں گا کہ تم مجھ سے کتنی محبت کرنی ہو کیونکہ ثابت ہو گیا ہے تم مجھ سے جانے کب سے محبت کرتی ہو۔“ وہ اپنی تھیلی اس کے آگے کرتے ہوئے آخر میں مسکرایا تو وہ جو اسے بغور دیکھ رہی

WWW.PAKSOCIETY.COM

## پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابراراجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	ممتاز مفتی
نگہت عبد اللہ	سباس گل	عنیزہ سید	مستنصر حسین
رضیہ بٹ	زُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیم الحق
رفعت سراج	اُمِ ہریم	نایاب جیلانی	ایم اے راحت

## پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ،  
حناء ڈائجسٹ، ردا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسوسی ڈائجسٹ،  
سرگزشت ڈائجسٹ، نئے آفاق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

## پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی،

جاسوسی دنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔



# جھل جھل

رفعت سراج

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھی اس کے یوں کہنے پر گڑبڑائی۔ اس کی ہتھیلی پر وہی لوگ جگمگا رہی تھی۔

”یہ سوٹ ثانیہ آنٹی نے پاکستان سے منگوایا ہے؟“ اس کے لہجے میں تھا کہ وہ بتا نہیں رہی حقیقت پوچھ رہی ہے۔

”میں نے ثانیہ پھوپھو کو لاکر دیا تھا۔“ اس نے مسکرا کر جواب دیا لیکن وہ کڑے تیوروں سے اسے دیکھتی رہی ابھی بہت کچھ تھا جس کے آگے عضنان شاہ جواب دہ تھا۔

”اس لوگ کولانے کی وجہ؟“

”اس لوگ نے پہلے دن ہی مجھے تمہاری طرف متوجہ کر لیا تھا۔“ اس نے بے یقینی سے کہنے والے کو دیکھا مگر وہ سچ کہہ رہا تھا یقین کرنا پڑا۔

”آپ نے کہا تھا کہ آپ اپنی فیملی ممبرز اور اینڈ فرینڈز سے بھی گرل فرینڈ کے متعلق بات نہیں کرتے پھر مجھ سے کیوں کی میں آپ کی کون ہوں۔“

”تم.....!“ وہ اسے نگاہوں میں محبت چاہت کا ہر رنگ لیے دیکھنے لگا۔

”میرا آئینہ ہو کہا تھا بتایا تھا مت پوچھو کہ اس محبت کی وجہ کیا ہے۔“ وہ اس کے سر پر اپنا سر ٹکاتے ہوئے بولا۔ اس کی پلکیں لرز کر جھک گئیں مگر ابھی کچھ اور بھی پوچھنا تھا۔

”مگر وجہ تو آپ نے بتائی تھی کہ میری ناک ہے۔“

اس نے وجہ اور ناک کو جما کر ادا کیا تو عضنان شاہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

”اب میں کیا کروں اگر تمہاری ناک نے ہی مجھے متاثر کیا تو؟“ وہ قدرے بے چارگی سے بولا۔

”آپ میرے لیے کیا کیا کر سکتے ہیں۔“ وہ آج ہی تفصیلی انٹرویو کرنا چاہتی تھی۔

”کچھ بھی۔“

”تو پھر اس بلڈنگ کا ایمر جنسی ہارن بجا کر آ جائیں۔“

”واٹ.....!“ وہ اچھل پڑا۔

”چلیں ناں۔ بہت مزہ آئے گا۔“ وہ بچوں کے سے

لہجے میں خوشی سے بولی۔

”میرے خدا۔ میری اس سوہری وائف کو اس طرح کی حرکت کر کے مزہ آتا ہے..... کہیں میں بے ہوش نہ ہو جاؤں۔“ وہ کھکھلا کر ہنس پڑی۔ اسے ولید یاد آ گیا کتنا اچھا بچپا تھا وہ اپنے بھائی کو اور وہ محویت سے اسے دیکھتا رہا بلاشبہ وہ بہت خوب صورت نہیں تھی لیکن بہت اچھی ضرور تھی۔ اس لڑکی نے اسے اس کے ہی گھر والوں کے بیچ رہنا سکھا دیا تھا۔

”جب تم سب کچھ جانتی تھیں تمہیں پتہ تھا کہ میں آنے والا ہوں پھر تم اتنا شاک کیوں ہوئیں۔ تم نے میرے ساتھ ڈرامہ ضرور کیا تھا لیکن وہ پہلا لمحہ جو تمہیں شاکڈ کر گیا وہ سچ تھا۔ سچ بتاؤ کیوں حیران تھیں اتنا مجھے دیکھ کر۔“ وہ ایک دم سے بولا۔

”ہاں میں شاکڈ تھی۔“ وہ چونکی اور پھر مسکرا دی۔

”میں اپنے دل پر شاکڈ تھی میں اس کی ضد پر حیران تھی وہ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ.....“ وہ رک کر اسے دیکھنے لگی۔

”کیا..... بتاؤ ناں؟“ وہ الجھا اور اس نے مسکراتے ہوئے اس کے سینے پر اپنا سر رکھ دیا۔

”وہ کہہ رہا تھا کہ آپ کو عید مبارک کہہ دوں۔“ وہ چونکا اور پھر ہنس پڑا۔

”تمہیں بھی ایسی خوشیوں بھری ہزاروں عیدیں مبارک ہوں۔“ اس نے اس کے گرد اپنے بازوؤں کا گھیرا کر لیا۔ وہ بہت سی زندگی میں آنے والی لڑکیاں چھوڑ کر اس کے پاس چلا آیا تھا۔ ان کا من کہیں آسمانوں میں طے تھا اور جو بات لکھ دی جائے وہ ہر حال میں ہو کر رہتی ہے۔ جیسے اب وہ ہمیشہ کے لیے ساتھ تھے۔ ایک دوسرے کے نام اپنی زندگی کر چکے تھے۔



اگر کچھ قیمتی لمحے نکل آئیں کسی صورت چلو اس دل کی خاطر ہم بھی کوئی کام کر جائیں کئی شامیں گنوا دی ہیں غم حالات میں ہم نے تمہارے نام اک سندر سہانی شام کر جائیں

## گزشتہ قسط کا خلاصہ

مانو آ یا پیاری اور عالی جاہ کی شادی کا مشورہ کمال فاروقی سے کرتی ہیں مانو آ پاپرائی بچی کی ذمہ داری زیادہ عرصے تک نہیں اٹھا سکتی اس لیے پیاری کو جلد از جلد اس کے گھر کا کرنا چاہتی ہیں۔ کمال فاروقی بھی مانو آ پا کی بات سے متفق ہو جاتے ہیں لیکن ایک کھٹکا انہیں دانیال کی طرف سے ہوتا ہے مگر اس وقت کمال فاروقی بہن پر کچھ ظاہر نہیں کرتے۔ دوسری طرف جب کمال فاروقی دانیال سے عالی جاہ اور پیاری کے نکاح کی بات کرتے ہیں تو وہ لمحہ ضائع کیے بغیر ہی پیاری سے محبت کا اظہار کر دیتا ہے جبکہ اسپتال میں پیاری کے سامنے اظہار محبت کے لمحات ہدف کر جاتا ہے۔ کمال فاروقی دانیال کی بات سن کر ششدر رہ جاتے ہیں انہیں مانو آ پا کو نکاح سے روکنا مشکل نہیں بلکہ سعدیہ کو پیاری کے لیے قائل کرنا مشکل امر لگ رہا ہے لیکن پھر بھی دانیال کو تسلی دیتے ہیں۔ سعدیہ پیاری اور دانیال کے نکاح کا سن کر آپے سے باہر ہو جاتی ہیں وہ ان دونوں کی محبت کو بھی کوئی اہمیت نہیں دیتی سعدیہ کی نظر میں یہ مانو آ پا کی سازش ہوتی ہے جو کسی پرانی بات کا بدلہ دانیال اور پیاری کے نکاح کی صورت نکال رہی تھیں سعدیہ دانیال کو بھی آفس فون کرتی ہیں اور نکاح سے انکار کرنے کا کہتی ہیں۔ دانیال سعدیہ کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہے ساتھ ہی پیاری

نکاح کی تقریب کے دوران ہی دانیال کا سیل فون بجتا ہے ایک انجان نمبر سے مشہود کی کال آتی ہے۔

## (اب آگے پڑھیے)

دانیال بے یقینی کی کیفیت میں اٹھ کھڑا ہوا تو اس پاس بیٹھے ہوئے سب لوگ سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

”مشہود..... یار..... واقعی..... مشہود بات کر رہے ہو۔“ عالم تجیر میں اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

”اب زمانے بھی نہیں گزرے کہ تم میری آواز ہی بھول جاؤ۔“ مشہود نے کہا۔

”کک..... کہاں سے بات کر رہے ہو۔“ اس کے منہ سے مشہود کا نام سن کر کمال فاروقی بے تاب ہو کر اس کے قریب آ کر کھڑے ہو گئے اور سر گھما کر کوشش کر رہے تھے کہ وہ بھی کسی طرح مشہود کی آواز سن پائیں۔

”یار میں اس وقت حیوانی ایئر پورٹ بلوچستان کے قریب ہوں۔ پولیس مجھے رہا کر کر یہاں لے آئی ہے اور تم سے بات کروا رہی ہے گھر فون کیا تھا مگر وہاں کوئی اٹینڈ ہی نہیں کر رہا۔“ مشہود بہت پُرسکون انداز میں بات کر رہا تھا۔

”ٹھیک ہے یار یہ تو اتنی بڑی خوش خبری ہے کہ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی جلدی سے بتاؤ مجھے کیا کرنا ہے۔“ اب دانیال فرط مسرت سے بے قابو ہو کر کہہ رہا تھا۔

”تمہیں کچھ بھی نہیں کرنا، میں یہاں سے بائی ایئر کراچی ایئر پورٹ پہنچوں گا، تم کسی طرح پیاری کو ساتھ لے کرو ہاں آ جانا۔ بوا کو تکلیف نہ دینا مجھے اندازہ ہے ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہوگی۔“ مشہود کہہ رہا تھا اور بوا کا ذکر آتے ہی دانیال کے انداز خود بخود بدل گئے مگر اس نے بوا کی دائمی مفارقت کی خبر اس وقت سنانا مناسب خیال نہیں کیا۔

”ٹھیک ہے تم جب پلین میں بیٹھنے لگو تو فون کر دینا

میں پیاری کو لے کر پہنچ جاؤں گا۔“ دانیال نے حاضرین کے حیران پریشان چہروں پر ایک نظر دوڑاتے ہوئے کہا۔

”ویسے پیاری ٹھیک ہے نا..... اتنا تو مجھے یقین ہے کہ تم نے میری فیملی کا بہت خیال رکھا ہوگا ٹھیک ہے پھر ملے ہیں ان شاء اللہ.....“

”اللہ حافظ۔“ رابطہ منقطع ہو گیا۔ دانیال فرط مسرت سے کمال فاروقی سے لپٹ گیا۔

”ٹھیک گاڈ پاپا..... مشہود بالکل خیریت سے ہے۔“

”بہت بہت مبارک ہو، میرا خیال ہے میں یہ خوش خبری پیاری کو سنا دوں، اللہ کا شکر ہے اس کی یہ خوشی ادھوری نہیں رہی اب وہ اس طرح خوش ہوگی جس طرح کہ اسے خوش ہونا چاہیے۔“

”یار فاروقی..... کچھ ہمیں بھی تو پتا چلے کیا سلسلہ ہے یہ۔“ کمال فاروقی کو بے تاب انداز میں روکنے کی کوشش کی۔

”یہ دانیال بتائے گا میں بس پانچ منٹ میں آتا ہوں۔“ کمال فاروقی بے پایا خوشیوں کے حصار میں آگے بڑھ رہے تھے دوست کے سوال نے بھی پابہ زنجیر نہ کیا۔

”بیٹھے انکل میں بتاتا ہوں۔“ دانیال کی خوشی کا عالم یہ تھا کہ پاؤں دھرتا کہیں تھاپڑتا کہیں تھا۔

پیاری کے ارد گرد مانو آ پا کی دوستوں کی بیٹیاں بہوئیں وغیرہ بیٹھی ہوئی تھیں۔ مانو آ پا نے خود ہی پیاری کی تنہائی کے خیال سے انہیں کمرے میں بلا لیا تھا۔ جو اتنی سادہ سی دلہن کو دیکھ کر خاصی حیران سی تھیں۔ ڈیلیکس یا بھائی کی مہربانیوں کے بغیر دلہن کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا تھا ایک دو شادی شدہ لڑکیاں اس کا انٹرویو بھی کر رہی تھیں ان کے سوالات پیاری کو شاق گزر رہے تھے مگر یہ سب کچھ برداشت تو بہر حال کرنا تھا اس وقت مانو آ پا بولائی بولائی سی اندر داخل ہوئیں۔



”پلیز آپ لوگ ذرا دیر کے لیے باہر آ جائیں۔“ انہوں نے آتے ہی مہمان لڑکیوں کو مخاطب کیا۔  
”ان کے انداز میں اتنی ایمر جنسی ٹپک رہی تھی کہ سب کی سب لحوں میں اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئیں۔“  
”کمال آ جاؤ.....“ مانو آ پا پر بلا کی عجلت سوار تھی انہوں نے لڑکیوں کے باہر نکلنے کا بھی انتظار نہیں کیا اور بھائی کو آواز دی۔ لڑکیوں کو دیکھ کر کمال فاروقی اپنی بے پایاں خوشی سنبھالتے جھجکتے ہوئے اندر آ گئے۔ پیاری تو کمال فاروقی کی آمد پر بری طرح بدحواس ہونے لگی۔  
کمال فاروقی نے دو تین لمبے قدموں سے دروازے سے پیاری تک پہنچنے کا راستہ طے کیا اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔

”مبارک ہو، بہت بہت مبارک ہو۔ آج کی اس خوشی میں بہت برکت ہے ماشاء اللہ۔ مشہود اس خوشی کو بڑھانے بس جلد ہی پہنچ جائے گا ابھی ابھی اس کا فون آیا ہے الحمد للہ خیریت سے ہے۔“ وہ خوشی سے بمشکل الفاظ مرتب کر پار ہے تھے۔

پیاری نے آنکھیں پھاڑ کر بے یقینی کی کیفیت میں کمال فاروقی کی طرف دیکھا تھا یوں لگا جیسے کسی خواب کے عمل سے گزر رہی ہو، کچھ دیر پہلے وہ یہی تو سوچ رہی تھی کہ دانیال ہم سفر بن گیا کہیں وہ خواب تو نہیں دیکھ رہی۔

”انکل..... واقعی..... مشہود بھائی کا فون آیا ہے۔“ وہ خوشی کے غلبے سے کانپ رہی تھی۔

”ہاں بیٹا..... یہ کوئی مذاق کرنے کا وقت تو نہیں۔“ وہ مانو آ پا کی طرف دیکھتے ہوئے بولے جو دل تھا سے سن رہی تھیں اور فی الحال قوت گویائی سلب سی ہو رہی تھی۔

”وہ کہاں ہیں، مجھے ابھی ان کے پاس لے کر چلیں۔“ پیاری جذباتی انداز میں سینڈلوں میں پاؤں پھنسانے لگی۔

”وہ اس شہر میں نہیں ہے بیٹا بلوچستان میں ہے تھوڑی دیر میں پلین پر سوار ہوگا، پھر ہم اسے ریسیو کرنے

جائیں گے۔“ یہ کہہ کر انہوں نے پیاری کا سر اپنے سینے سے لگا لیا، درحقیقت وہ پورے خلوص سے خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ اب مانو آ پا بھی سنبھلیں اور آگے بڑھ کر پیاری کو سینے سے لگا کر مبارک باد دی۔

”ایک ہی دن میں اتنی خوشیاں میرا رب بہت رحیم و کریم ہے یا اللہ تیرا احسان ہے تو نے بچی کے آسود پونچھ دیے۔“ یہ کہہ کر انہوں نے پیاری کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ پیاری بھی پہلی بار مانو آ پا سے لپٹ گئی اور رو پڑی۔  
”پھوپھو..... یہ کوئی خواب تو نہیں ہے نا۔“

”بیٹا..... شکرانہ پڑھو..... بہت نصیب والی ہو۔ اللہ تمہارے بھائی کو جیتا سلامت رکھے، آمین ثم آمین۔“ پیاری کے خوشی کے آسود دیکھ کر ان کی اپنی آنکھوں میں بھی نمی اتر آئی تھی۔

”کمال بس اب جلدی سے کھانا کھلو اور تاکہ مہمان کھانا کھا کر فارغ ہوں۔“ وہ پیاری کے آسود اپنی انگلیوں سے صاف کرتے ہوئے بولیں۔

”جی آ پا..... ظاہری بات ہے مشہود کو لینے ایئر پورٹ بھی جانا ہوگا۔“ پیاری یہ سنتے ہی مانو آ پا سے بچوں کی طرح لپٹ گئی مانو آ پانے بھی اسے اپنے بازوؤں کے حصار میں کس لیا۔

”اللہ کہتا ہے میری رحمت سے مایوس نہ ہو، میں کہتی تھی نا دعا کرو، آرزو مائیں تو اللہ سے قریب کرنے آتی ہیں بیٹا، ہنستے کھیلتے تو بہت کم لوگوں کو خدا یاد آتا ہے۔“

مانو آ پا بشری ملال کی کیفیت میں ضرور تھیں شدید خواہش حسرت بن گئی تھی مگر زندگی بھر کی بامشقت کمائی سے ہاتھ نہیں دھوئے تھے عمر بھر کا سیکھا پڑھا اب بھی سہارا دے رہا تھا خود کو بھی اور دوسروں کو بھی۔

”مشہود کا فون آتا ہے تو میں بتاتا ہوں۔“ کمال فاروقی نے جاتے جاتے پھر پیاری کے سر پر دستِ شفقت پھیرا۔

زندگی کے اہم ترین موقع پر ماں کی عدم موجودگی کا

احساس ایک پن کی طرح دماغ کے کسی خاص حساس حصے میں چبھ رہا تھا۔ مگر مشہود کے فون نے یکسر ذہن موجودہ منظر نامے سے ہٹا کر رکھ دیا۔ کھانا کھل گیا تھا بہت زیادہ لوگ تو نہیں تھے بیس پچیس مرد و خواتین کوئی ہلڑ بازی نہیں تھی سب سکون سے کھانا نکال رہے تھے دانیال کے کچھ دوست اب بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھے تھے اور اصرار کر رہے تھے کہ وہ دانیال کے ساتھ ہی کھانا کھائیں گے جبکہ دانیال کا ذہن ہر طرف سے ہٹ کر مشہود میں اڑکا ہوا تھا اشتہا انگیز کھانوں کی خوشبو میں بھی اسے متوجہ کرنے میں ناکام تھیں۔

سچی بات یہ تھی کہ وہ دنور مسرت سے ایک بار پیاری کو گلے لگا لینا چاہتا تھا۔ وہ ایک بار اسے چھو کر یقین کر لینا چاہتا تھا کہ وہ واقعی اب اس کی ہے اب ان کے درمیان اتنا ہے نہ کدورت نہ غلط فہمی نہ سماج اور نہ کوئی عالی جاہ ایک بہشت بریں آدم و حوا کے لیے تخلیق ہو گئی ہے دوستوں کی خاطر اسے تھوڑا بہت کھانا پڑا مگر یوں جیسے میڈیسن لینے کی خاطر ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق کچھ کھانا ہوتا ہے، خالی پیٹ میڈیسن لینے کی سختی سے ممانعت ہوتی ہے۔

”بلال..... میں بالکل اکیلی ہو گئی ہوں میرا کوئی نہیں ساری عمر کی محنت کا بہت اچھا صلہ ملا ہے مجھے۔“ سعد یہ خود ترسی کی کیفیت میں مبتلا ہو کر بڑے لاچار انداز میں اپنے بڑے بیٹے سے بات کر رہی تھیں۔

”امی آپ بالکل غلط ہیں۔“ بلال نے ماں پر ترس کھانے کے بجائے ان کے سیدھے کان میں دھماکا کر دیا وہ اپنی جگہ سے دو اچ تو لا زما اچھلی ہوں گی۔  
”تم کیا کہہ رہے ہو بلال۔“ وہ ہکا بکا ہو گئیں۔

”ممی..... آپ انسانی حقوق کے مخالف جا رہی ہیں یہاں تو بچوں کو نرسری سے ہی سکھا دیا جاتا ہے کہ آپ نے خود مختار ہونے کی تیاری شروع کرنا ہے کیونکہ انسان کی لائف کی کوئی گارنٹی نہیں دے سکتا۔ موت کے لیے زندگی مخصوص نہیں ہو سکتی پیرنس اپنے دماغ سے اپنے

بچوں کو لائف ٹائم لے کر نہیں چل سکتے۔ اتفاق طور پر کوئی اہم انسان کبھی بھی جدا ہو سکتا ہے۔“

”ہر انسان میں انفرادی طور پر فیصلہ کرنے کی صلاحیت ہونی چاہیے اس لیے کہ فیصلہ تو ہو جاتا ہے مگر بعد میں نتائج کو بھی فیس کرنا ہوتا ہے۔“

”اچھا ہے جس کا فیصلہ ہو وہ خود ہی فیس کرے، اس طرح سے ہر انسان خود کو آڑا محسوس کرتا ہے۔“

”معذرت چاہوں گا ممی لیکن آپ نے دانیال کے ساتھ ہی نہیں اس کی بیگم کے ساتھ بھی بہت زیادتی کی ہے۔“ بلال کو بھائی کے ساتھ اتنے اہم اور خوشی کے موقع پر کی گئی زیادتی پر واقعی غصہ آ گیا تھا وہ بری طرح رنجیدہ ہو کر مخاطب ہوا تھا۔

”ماں باپ جو اتنی جان مارتے ہیں محنت کرتے ہیں ان کا اولاد پر کوئی حق نہیں ہوتا۔ بچوں کو ان کی خوشی کا خیال رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں؟“ سعد یہ شدید دکھ کی لہر سے الجھتے ہوئے سوال کر رہی تھیں۔

”ممی..... کپل خوشیاں مناتے ہیں تو اللہ انہیں اولاد کا گفٹ دیتا ہے اولاد گفٹ ہوتی ہے اس کو توڑ پھوڑ کر ڈسٹ بن میں نہیں پھینکا جاتا۔ شادی ہر بندے کا ذاتی معاملہ ہے اور لونگ پیرنس کا خیال کرنا ڈیوٹی ہے۔ پیرنس کو دیکھ بھال کرنا ہوتا ہے ان کے مسائل حل کرنے کے لیے آگے آنا ہوتا ہے ان کی تمام بنیادی ضروریات کا خیال رکھنا ہوتا ہے بس یہی پیرنس کا شکر یہ ہے۔“

”اچھا بس..... تم نے بھی اپنی پسند سے کر لی اور دانیال نے بھی ماں کے بھی کچھ خواب ہوتے ہیں آخر ماں..... ماں ہے۔“ سعد یہ پر کوئی دلیل کارگر نہیں تھی۔

”میں نے اپنا حق استعمال کیا ہے۔ خواب خواب ہوتے ہیں می نیند والے خواب پورے ہو جاتے ہیں جاتے ہیں خواب دیکھنا تو ویسے بھی یہ خلاف معمول ہے۔ دانیال اور اس کی وائف کو دعا دیں۔ پلیز..... پلیز..... ممی..... خدا کے واسطے۔ میں کار سائیڈ میں کھڑی کر کے آپ سے بات کر رہا تھا آفس جا رہا ہوں

آپ دنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں

# نئے افق

ہم بروقت ہر ماہ آپ کی ویلیر پر فراہم کرتے ہیں

ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زر سالانہ  
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)

پاکستان کے ہر کونے میں 600 روپے

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے

6000 روپے

میدل ایسٹ ایشیائی افریقہ یورپ کے لیے

5000 روپے

رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ، منی آرڈر، منی گرام  
ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جاسکتی ہیں۔  
مقامی افراد دفتر میں نقد ادائیگی کر سکتے ہیں۔

رابطہ: طاہر احمد قریشی.....0300-8264242

نئے افق گروپ آف پبلسیشنز

کس نمبر: 7 فسر یہ چیمبرز سبدا اللہ ہارون روڈ کراچی۔  
فون نمبر: +922-35620771/2

aanchalpk.com

aanchalnovel.com

circulationngp@gmail.com

پیاری نے اب بڑی بے بسی سے اس کی طرف دیکھا  
تھا دانیال پیاری کی آنکھوں میں آنسوؤں کی چمک دیکھ  
کر ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔

”مشہود کا فون آتے ہی ہم چل پڑیں گے تم چیخ  
کر لینا ایئر پورٹ پر اس ڈریس میں جانا عجیب سا لگے  
گا۔ پھر مشہود کو بھی یہ خوشی خبری کسی دھماکے کی طرح نہیں  
سنانا چاہیے۔“ دانیال نے اب سنجیدگی سے بات کی۔

اسی وقت کسی نے دروازے کا ہینڈل گھمایا پھر زور  
سے دھڑ دھڑا دیا پیاری اچھل کر کھڑی ہو گئی حالت ایسی  
ہو گئی جیسے چھپنے کے لیے جگہ ڈھونڈ رہی ہو۔ دانیال نے  
آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا، سامنے مانو پھوپھو تھیں  
صورت حال دیکھ کر لمبے بھر کو ہونق سی ہو گئیں۔

”ہیں، تم یہاں کیا کر رہے ہو، باہر تمہاری ڈھنڈیا مچی  
ہوئی ہے۔“

”مبارک بادوینے آیا تھا پھوپھو، یہ تو اخلاقی فرض ہے  
ناں؟“ دانیال نے معصوم سی شکل بنا کر کہا۔ پیاری نے  
گھبرا کر رخ موڑ لیا۔

”ہو گئے تمہارے فرض ادا، باہر چلو..... میں دلہن  
کو لاؤنج میں لے کر آتی ہوں کمال نے فوٹو گرافر کو  
بلایا ہوا ہے دو چار فوٹو بنوالو۔“ دانیال کو تو خود اب  
ٹھہرنا محال تھا فوراً باہر کی راہ لی۔ پیاری آہستہ سے  
پھر کنارے پر ٹک گئی۔

”یہ لڑکے بہت بد معاش ہوتے ہیں تنگ تو نہیں  
کر رہا تھا۔“ مانو پھوپھو نے اس کے سر پر آنچل ٹھیک  
کرتے ہوئے رازدارانہ لہجے کے انداز میں پوچھا۔  
پیاری مارے حیا کے سر نہ اٹھا سکی۔

نوکرا اپنے اپنے کواٹر میں جا چکے تھے سعدیہ گھر میں  
پھیلی ہوئی وحشت ناک تنہائی سے گھبرا کر لان میں چلی  
آئیں ٹھنڈی نرم ہوا کے حریری جھونکوں نے روح میں  
کچھ ٹھنڈک کا احساس پیدا کیا۔

”دانیال اس لڑکی کو یہاں لے کر آیا تو ہنگامہ

انتہائی قرب اس کی تو زبان گنگ تھی۔ بمشکل خود کو سنبھالا،  
بدقت دونوں ہاتھوں سے دانیال کو پیچھے دھکیلا۔  
”تھینک یو پلیز“ آپ یہاں سے جائیں کوئی آ گیا  
تو..... آپ کو اس طرح نہیں آنا چاہیے تھا انکل خوش خبری  
سنا چکے ہیں مبارک باد بھی دے دی ہے۔“ پیاری نے  
بڑے حوصلے سے کام لے کر دانیال سے بڑے محتاط انداز  
میں کہا۔

”انکل..... انکل..... وہ اپنی بہو کو خوش خبری سنا کر  
گئے ہیں میں اللہ کے انتہائی فضل و کرم سے شوہر بن گیا  
ہوں، اپنی بیوی کو گلے سے لگا کر مبارک باد دینا میرا فرض  
ہے اور فرض ادا کرنے سے اب مجھے کوئی نہیں روک  
سکتا۔“ دانیال نے پھر ہاتھ بڑھایا پیاری بدک کر ذرا  
پیچھے ہو گئی۔

”سبھی سبھی خوشی اب پر کھول کر تاج رہی تھی۔  
”جائے آپ یہاں سے تماشا بنائیں گے میرا۔“  
پیاری پر خوف و حیا کا گہرا اثر تھا بہت گھبرا رہی تھی۔

”جو تماشا بناتے ہیں وہ دلہن نہیں بناتے میں نے تو  
محبت کے پاؤں چھو کر دلہن بنایا ہے۔“  
دیکھیں.....!“ پیاری نے کچھ کہنا چاہا مگر دانیال نے  
بات اچک لی۔

”دیکھنے تو دو۔ تمہاری حیا نے تو مجھے کبھی جی بھر کر  
دیکھنے ہی نہیں دیا، اب جب تک میرا جی چاہے گا  
دیکھوں گا ارے ایک بہت پرانا بہت خوب صورت  
گیت یاد آیا ہے۔

سامنے تجھ کو بٹھا کر تیرا دیدار کروں  
جی میں آتا ہے کہ جی بھر کر تجھے پیار کروں.....“  
پیاری کے حواس جواب دینے لگے۔

”دیکھیں یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔“ اب وہ  
روہا نسی ہونے لگی وہ زمانے گئے محترمہ جب آپ کا دل  
چاہتا تھا دوڑیں لگوا دیتیں تھیں وہ ہمارے اردو کے پھر  
اکثر ایک مصرعہ کہا کرتے تھے۔

”حضرت داغ جدر بیٹھے بیٹھے گئے۔“

لیٹ ہو جاؤں گا، بعد میں آپ سے بات کروں گا۔“  
سعدیہ فون بند ہو جانے کے بعد مجھے کی طرح  
ساکت بیٹھی تھیں گویا غبارے سے ساری ہوا نکل گئی تھی  
امریکہ میں دن چڑھ رہا تھا انہیں اپنی جذباتی کیفیت میں  
خیال ہی نہ رہا تھا۔

..... خوشی کا عالم، بے ساختگی کی کیفیت دانیال تمام  
مصلحتیں بالائے طاق رکھ کر مانو آپا کے بیڈروم تک چلا  
آیا تھا۔ دروازے پر ہلکی سی دستک دی کوئی رد عمل ظاہر نہ  
ہوا، اس نے دوبارہ ذرا زیادہ آواز سے دستک دی اب بھی  
کوئی جواب نہ آیا وہ چند لمبے الجھا پھر پہلے سے زیادہ  
جوش و خروش سے دستک دی اس کے خیال میں یہ حتمی  
دستک تھی اس کے بعد اسے اندر داخل ہو جانا تھا۔ اس  
نے ابھی پر تو لے ہی تھے کہ دروازے کا ہینڈل متحرک ہوا  
اور ساتھ ہی دروازہ معمولی سا دھوا، چاند سا کھڑا چکا، مگر  
یہ کیا دروازہ دوبارہ بند ہو گیا وہ دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا مگر  
انگلے ہی لمبے اس نے بہت جرات سے دروازہ کھول دیا۔  
پیاری بھاگتی ہوئی بیڈ تک گئی اور کنارے پر ٹک کر  
اپنی بے ترتیب سائیس درست کرنے لگی۔

دانیال نے بڑے پرسکون انداز میں دروازہ بند ہی  
نہیں کیا بلکہ متقبل بھی کر دیا وہ پہلے ہی دیکھ چکا تھا کہ  
کمرے میں پیاری بالکل اکیلی ہے۔ وہ پیاری کی طرف  
بڑھ رہا تھا اور پیاری کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ جب وہ  
اس کے بالکل سر پر پہنچا تو پیاری کی نظر اس کے سلیم شاہی  
چمکتے جوتوں پر پڑی گھبرا کر سر اٹھا کر دیکھا اس سے پیشتر  
کہ کچھ اور سوچی دانیال نے اس کا بازو پکڑ کر اپنے مقابل  
کر لیا۔ پیاری کی بدحواسی سوا ہو گئی۔ دانیال نے بے  
اختیاری کی کیفیت میں اسے گلے سے لگا لیا۔

”مبارک ہو، یہ خوشی بہت بڑی خوشی میں بدل گئی  
ہے، اب کوئی دکھ کا موسم پلٹ کر نہیں دیکھے گا۔“

پیاری پر یہ اچانک حملہ اتنا شدید تھا کہ وہ مزاحمت کی  
قوت ہی کھو بیٹھی ایک دم، اچانک غیر متوقع دانیال کا

WWW.PAKSOCIETY.COM

کردوں گی، ایک دن میں نہیں بنا یہ گھر یہ صرف میرا گھر ہے۔“ وہ ضمیر کی چیخیں سن کر کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر بڑبڑا رہی تھیں۔

”ہنگامہ کرنے سے بھی بات نہ بنی تو پھر کیا کرنا ہوگا، کیونکہ دانیال کی پشت پر تو اس کا طاقت ور باپ کھڑا ہے۔“ وہ گرنے کے انداز میں لان کی چیئر پر بیٹھ گئیں۔

”بات کے ساتھ عزت بھی جائے گی پھر تو وہ مکار لڑکی میرے سر پر چڑھ کر بیٹھے گی۔“ سعدیہ منفی خیالات کے حصار میں تھیں منفی خیالات بجائے خود مسئلہ ہوتے ہیں مسئلے کا حل نہیں ہوتے اس لیے جلد ہی سر میں درد کی لہریں دورہ کرنے لگیں۔

”بلال سے کچھ اشک شوئی کی امید تھی بات ہوئی اور یہ امید بھی رخصت ہو گئی احساس زیاں کی شدت دوزخ کی حدت بن کر جھلسا رہی تھی بلال تو سالوں سے باہر ہے اس کی سوچ تو امریکیوں جیسی ہی ہوگی میں تو پاکستان میں رہتی ہوں میں ان کی طرح کیوں سوچوں۔“ اب وہ غصے سے دانت کچکا کر سوچ رہی تھیں۔

ٹھیک ساڑھے دس بجے مشہود کی کال آ گئی کہ وہ ایئر پورٹ پہنچ چکا ہے اور دس منٹ بعد فو کر پلین میں سوار ہو جائے گا۔ دو سیکورٹی اہلکار اس کے ساتھ آ رہے ہیں۔ اس کی کال کے بعد نئے سرے سے بھاگ دوڑ شروع ہو گئی کمال فاروقی نے ایک نوکر کو تازہ پھولوں کے ہار لانے کے لیے دوڑا دیا پیاری نے جلدی جلدی عروسی لباس تبدیل کیا سادہ سا شلوار قمیص پہن لیا جیولری مانو پھوپھو کے حوالے کی تیز لپ اسٹک صاف کر کے پلٹے گلابی شیز کی لگالی، درجنوں چوڑیاں اتار کر واپس بینگل باکس میں رکھ دیں۔ خوشی کے مارے ہاتھ پاؤں پھولے جا رہے تھے کہ قدم رکھتی کہیں تو پڑتا کہیں تھا۔

مانو پھوپھو بھی ساتھ جا رہی تھیں، عالی جاہ کی طرف سے بہت فکر مند تھیں مگر ظاہر نہیں کر رہی تھیں دو گھنٹے سے اسے کال کر رہی تھیں مگر اس کا سیل پاور ڈ آف جا رہا تھا۔

ماں ہونے کے ناطے اس کے دل میں تھیں اس کا دل جو کہتا تھا عالی جاہ سے پہلے ماں کو پہنچتا تھا مگر انہیں اس آزمائش سے بڑے حوصلے کے ساتھ گزرنا ہی تھا۔ دانیال اور کمال فاروقی نے کئی پاراں سے عالی جاہ کے بارے میں پوچھا تھا کہ وہ اس موقع پر کیوں نظر نہیں آ رہا۔ مانو پھوپھو نے یہی کہا کہ پہلے سے کوئی پروگرام تھا وہ دیر سے ہی آئے گا۔ بات اس لیے بھی ہضم ہو گئی کہ تقریب بھی ایمر جنسی میں ہو رہی تھی کوئی پہلے سے پلاننگ نہیں تھی۔ دانیال نے یہ سوچ کر کہ گھر آنے جانے میں اچھا خاصہ ٹائم خرچ ہوگا عالی جاہ کا ایک قمیص شلوار پہن لیا جو کسی جمعہ المبارک کے انتظار میں لٹکا رہتا تھا۔ پھولوں کے ہار آگئے اور تینوں پیاری کو لے کر ایئر پورٹ روانہ ہو گئے راستے میں بار بار پیاری خوشی سے رو پڑتی تھی اور مانو آپا سے لپٹ جاتی تھی۔ بس دونوں بہن بھائی کے درمیان ایک گھنٹہ یا اس سے کچھ زائد حائل تھا۔

سعدیہ پھچروں کی بھرمار سے عاجز آ کر لان سے اٹھ کر دوبارہ لاؤنج میں آ گئیں انہوں نے دیکھا ان کے سیل پر واٹس ایپس ہو رہی تھی جلدی سے آگے بڑھ کر سیل اٹھایا امریکہ سے بلال کی کال آ رہی تھی۔ جلدی سے ریسیو کی۔

”ہاں..... ہیلو بلال..... خیریت ہے ناں بیٹا؟“

”مئی آپ ابھی کہاں ہیں؟“ بلال پوچھ رہا تھا۔

”کیا مطلب مجھے کہاں ہونا چاہیے ظاہر ہے گھر پر ہوں۔“ سعدیہ کو اس کا سوال بہت عجیب سا لگا تھا۔

”آپ ابھی تک گھر پر ہی ہیں میں نے آپ کو کیا بولا تھا آپ ابھی تک دانیال کے پاس نہیں گئیں، مئی آپ اس کی خوشی خراب کر رہی ہیں لوگوں کے سامنے اس کی انسٹل کر رہی ہیں مئی بندہ شادی لائف میں ایک بار کرتا ہے اور یہ بہت بڑا ایونٹ ہوتا ہے۔ میں بھی اسے شراکی کر رہا ہوں مگر اس کا سیل بڑی مل رہا ہے اور پاپا کا سیل

WWW.PAKSOCIETY.COM

تندرستی کی حفاظت، حسن کی بقا اور جوانی کے دوام کیلئے نباتاتی مرکبات سب سے بہترین ہیں (یورپین ہیلتھ کونسل)

اب..... پڑ مسرت اور صحت مند زندگی

سب کیلئے..... سدا کیلئے

بھریئے اپنی بے رنگ زندگی میں قوس قزح کے رنگ اور پھینکی زندگی میں گھولنے خوشیوں کا رس

پاکستان میں قدرتی جڑی بوٹیوں پر تحقیق کر نیوالے ادارے کے نامور اور سینئر ترین ماہرین کی شانہ روز کاوش کی بدولت سائنسی اصولوں پر تیار کردہ خالص نباتاتی مرکبات، قدرت کی تخلیق اور ہماری تحقیق کا شاندار نتیجہ

پھیلائے مسکراہٹوں کی خوشبو اور گزرا رہے خوش و خرم زندگی۔ حسن و صحت کے تمام مسائل کے حل، ادویات کی ترسیل اور آن لائن مشورہ کی سہولت



## نباتاتی نکھار کورس

قدرتی فارمولا جس سے رنگ گہری جتنی حد مدد دے، کیل مہات جہانیاں، ایلوہاں ہیش کے لئے تمام ماہولی رنگت ہے جس کا باندھنا آپ کو آسان بناتا ہے، گھٹتے جلد کے ساتھ جی پی جی عمر سے کہیں کم جلاب نظر بخندت ہے، ہاگ، بے بند کھانا کھانا چہرہ رنگ و لوری کی برسات کی تازہ کر آپ خود شریا جائیں۔

قیمت دوا 1 ماہ -/4000 رو ہے



## نباتاتی اکسیر موٹاپا کورس

موٹاپے کا کامیاب ترین علاج لگے ہوئے پیٹ کو کم کرنے، کمر کو پتلا کرنے کولہوں و جسم کے موٹے حصوں سے فاضل چربی کے اخراج کی خصوصی دوا

قیمت دوا 1 ماہ -/5000 رو ہے

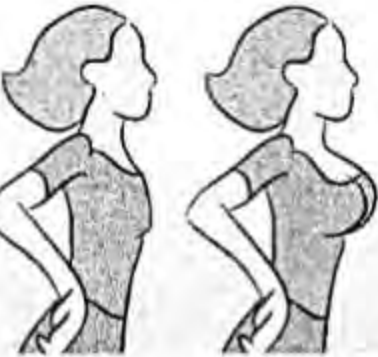


## نباتاتی فگر اپ کورس

نسوانی حسن کی حفاظت، نشوونما، سڈول اور صحت مند بنانے کی خاص دوا

اب نسوانی حسن جتنا آپ چاہیں

قیمت دوا 1 ماہ -/4000 رو ہے



نوٹہ خواتین کے حسن و صحت سے متعلق علاج و مشورہ کیلئے شعبہ تشخیص و تجویز سے رابطہ کریں

یہ کورس صرف ہمارے ادارہ سے ہی دستیاب ہو سکتے ہیں - ہوم ڈیلیوری کیلئے ابھی رابطہ کریں

کتاب ”صحت مند زندگی سب کے لئے، سفا کے لئے“ ادارہ سے منگوائی جا سکتی ہے

## ادارہ تحقیق نباتات

چوک کہار انوالہ علی پلازہ، محسوم شاہ روڈ ملتان۔ فون: 061-677193، موبائل: 0345-888193



ادارہ تحقیق نباتات

آف ہے۔“

”تمہیں دانیال کی انسلٹ کا بہت خیال ہے اور جو اس نے میری انسلٹ کی ہے اس کا احساس نہیں۔“ سعدیہ غصے سے بھڑک کر گویا ہوئیں۔

”وہ خفیہ شادی تو نہیں کر رہا اس نے آپ سے سب کچھ شہر کیا تھا ناں آپ نے قبول نہیں کیا، آپ راضی نہیں ہوئیں غلطی آپ کی ہے، پلیز آپ فوراً گید رنگ اینڈ کریں دانیال کی دلہن کو خود لے کر آئیں، مئی پلیز..... آپ اس طرح بالکل ہی اکیلی ہو جائیں گی۔ اب آپ ویسے بھی اکیلا پن برداشت نہیں کر سکتی آفر فٹنی بندہ میڈیکل پر چلا جاتا ہے اسے پروپر چیک اپ کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔ مجھے نہیں پتا آپ کو ابھی جانا ہے بس اب میں آپ کو پاکستان کے مارنگ ٹائم میں کال کروں گا فیک کیئر۔“ بلال کی آواز آتا بند ہو گئی مگر سیل ابھی تک سعدیہ کے کان سے لگا ہوا تھا۔

”ہونہ ہو یہ کمال نے بلال کو میرے پیچھے لگایا ہے۔“ شک کے اثر دھے نے دل کے کسی خفیہ دروازے سے سون سون کر کے سر ابھارا تھا۔ ”صرف مجھے نچا دکھانے کے لیے۔“ وہ سیل ٹیبل پر رکھتے ہوئے سوچ رہی تھیں۔

.....

فلانٹ کا ٹائم رات ساڑھے گیارہ بجے کا تھا مہمانوں کے رخصت ہوتے ہی وہ گھر سے نکل پڑے تھے ٹھیک سوا گیارہ بجے وہ ایئر پورٹ پہنچ گئے تھے ایئر پورٹ کرۂ ارض کی الگ ہی دنیا ہوتی ہے روشنیوں میں نہایا ہوا ایئر پورٹ زمان و مکان کی قید سے آزاد مختلف شہروں، براعظموں کے باشندوں کو اپنے وسیع دامن میں سمیٹے ہوئے اس امر کا مظہر تھا کہ آدم کی اولاد کے لیے فاصلے کوئی معنی نہیں رکھتے، ہم وطنی، بے وطنی کے تاثر آنکھوں میں سجائے سب کسی نہ کسی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔

پیاری اور دانیال زندگی کی عظیم ترین خوشیوں کے حصار میں تھے پیاری کے روشن چہرے پر بلا کا اطمینان

تھا۔ بھائی اور محبوب دونوں کے قرب کے احساس سے روح شاداں و فرحاں تھی کبھی کسی لمحے دانیال کی طرف چوری سے دیکھنے کی کوشش کرتی تو اسے اپنی طرف ہی متوجہ پانی، انسانوں کا سیل رواں بھی دونوں کے درمیان کسی فاصلے کی لرزش محسوس نہیں ہونے دے رہا تھا کمال فاروقی جو بیٹے کی ہر خوشی منانے کے لیے مستعد تھے جان بوجھ کر بیٹے اور بہو سے دور دور نظر آ رہے تھے مگر مانوآ پاکی بے پایاں محبت کہاں میں ہڈی بنی ہوئی تھی وہ یوں پیاری کا سایہ بنی ہوئی تھیں مبادا وہ اس رش میں ہاتھ چھڑا کر گم نہ ہو جائے۔

ہر ہونے والی اناؤسمنٹ پر پیاری کے کان کھڑے ہو جاتے تھے ایک ایک پل صدی کی طرح گزرتا محسوس ہو رہا تھا۔ معاً مختلف خیالات سے گزرتے ہوئے مانوآ پاکی کو خیال آیا جلدی سے بھائی کے قریب جا پہنچیں۔

”کمال..... ذرا ایک منٹ میری بات سننا۔“

”جی آپ۔“ کمال فاروقی سیکورٹی گارڈ اور ایک دیہاتی کی دلچسپ بحث سنتے ہوئے متوجہ ہوئے۔

”ویسے تو میں نے اوپر گیٹ روم میں ان دونوں کے رکنے کا سارا انتظام کر دیا تھا کیونکہ مجھے لگ رہا تھا سعدیہ فی الحال بہو کے لیے گھر کے دروازے کھولنے کے لیے تیار نہیں، اب اس کی ناک کا اندازہ خود ہی کر لو، بیٹے کی خوشی سے دور اکیلی بیٹھی اپنی آگ میں خود ہی جل رہی ہے۔“

”آپانی الحال آپ اس کا ذکر نہ کریں بہت مشکل سے میں نے اپنا ذہن کنٹرول کیا ہے اس میں عقل نام کی کوئی چیز ہوتی تو زندگی میں اتنی مشکلات کیوں آتیں۔“

کمال فاروقی بد مزہ ہونے لگے۔

”تم پہلے میری بات تو پوری سن لو۔“ مانوآ پاکی زنج ہونے لگیں۔

”جی..... جی..... کہیے.....“ کمال فاروقی نے فوراً خود کو سنبھالا۔

”میں یہ کہہ رہی ہوں کہ میں نے دلہا دلہن کے لیے

کمرہ تیار کر لیا تھا مگر اب صورت حال بدل چکی ہے۔ پیاری کا بھائی خیر سے واپس آ رہا ہے اب اس تقریب کو تم صرف نکاح کی تقریب سمجھو، اللہ سلامت رکھے بھیا اپنی بہنا کو اب اپنے گھر سے رخصت کرے گا میری تمہاری ذمہ داری ختم ہوئی۔“

”اوہ.....!“ کمال فاروقی چونک پڑے، یہ نکتہ تو ابھی تک اوچھل تھا۔

”ماشاء اللہ آپ نے اس وقت بالکل درست پوائنٹ پر اپروچ کی ہے، گھر سے نکلتے ہوئے میں یہی سوچ رہا تھا کہ بچی کو ایک دم سعدیہ کے سامنے نہیں لے کر جاؤں گا، وہ بڑی آسانی سے انتہا پر چلی جاتی ہے خوشی کے موقع پر بچی کو دکھ دینا اچھی بات نہیں ہوگی، مگر آپ کا یہ پوائنٹ بہت اہم ہے جب بھائی موجود ہے تو رخصتی اسی کے ہاتھوں ہونا چاہیے۔“

”تو ٹھیک ہے ہم پیاری اور مشہود کو ان کے گھر چھوڑ کر آ جائیں گے، دو چار دن گزریں گے تو پھر مشہود کے ساتھ بیٹھ کر آرام سے بات ہوگی۔“ مانوآ پاکی اگلا لائحہ عمل بتا دیا۔

”جی بالکل یہی ہونا چاہیے ہو سکتا ہے۔ اس دوران دانیال بھی اپنی ماں کو سمجھا بچھا کر راضی کر لے، میری بات تو اس کی سمجھ میں نہیں آتی اب اولاد ہی کچھ کر سکتی ہے تو کرے۔“ کمال فاروقی نے بولتے بولتے اناؤسمنٹ کی طرف بھی توجہ دی۔

”اللہ اسے عقل سلیم دے، آمین۔“ مانو پھوپو اپنی شیفتون کی ساڑھی کے اڑتے آنچل کو سنبھالتی پھر پیاری کی طرف بڑھیں جو کرسی پر بیٹھی دانیال کے ”روحانی اشارے“ وصول کرنے میں مصروف تھی۔ جس کو شاعر دل کو دل سے راہ کہتے ہیں۔ دانیال ابھی پر ہی تول رہا تھا کہ جب تک باپ اور پھوپو مذاکرات میں لگے ہوئے ہیں وہ ذرا کی ذرا پیاری کے پہلو میں جا بیٹھے مگر مانو پھوپو واحد خالی کرسی پر بڑے سکون سے براجمان ہو گئیں اور پیاری کو بڑی محبت بھری نظروں سے دیکھنے لگیں۔

.....

”اماں جان کہاں ہیں؟“ عالی جاہ سارے گھر میں مانوآ پاکی کو ڈھونڈنے کے بعد بلا آخر مانوآ پاکی منہ چڑھی دیرینہ ملازمہ سے پوچھنے پر مجبور ہوا۔ شکورن نے اپنی تھکن سے چورناگوں کو سنبھالتے ہوئے منہ سا بنایا۔

”وہ تو دلہا دلہن کے ساتھ ایئر پورٹ گئی ہیں۔“

”ہیں.....!“ عالی جاہ پر کوئی بچکی سی گری تھی۔

”ایئر پورٹ کیا وہ لوگ ہنی مومن کے لیے سوئٹزر لینڈ جا رہے ہیں۔“ وہ خود کلامی کے انداز میں گویا ہوا۔

”اب مومن سون کا تو مجھے پتا نہیں چھوٹے صاحب دلہن کے بھائی آرہے ہیں سب ان کے استقبال کو گئے ہیں، ہار پھول بھی منگائے تھے، جیسے حج عمرہ کر کے آرہے ہیں، بیگم بہت جلدی میں تمہیں میں پوچھتی رہ گئی بس یہی بتا کر نکلی ہیں جو میں نے آپ کو بتایا۔“

”اچھا اچھا..... ٹھیک ہے۔“

”کھانا لگواؤں چھوٹے صاحب بیگم بول کر گئی ہیں آپ گھر آ جائیں تو کھانے کا پوچھو۔“

”کھانا کھا کر آیا ہوں۔“ یہ کہہ کر عالی جاہ جانے کو پلٹا۔

”شادی کا کھانا چھوڑ کر باہر کھانا کھا لیا۔“ شکورن کے منہ سے نکل گیا ساتھ ہی ڈر تھی گئی، عالی جاہ کی مزاج آشنا تھی مانوآ پاکی تمام ملازمین کو یاد دہانی کراتی رہتی تھیں کہ اس سے صرف کام کی بات کی جائے اپنی عزت اپنے ہاتھ والا معاملہ ہے یہاں مگر شہیانی ہوئی پرانی نمک خوار تھی کبھی کبھی چوک جاتی تھی۔ عالی جاہ کا موڈ تو پہلے ہی خراب تھا ایک دم بھڑک اٹھا۔

”نو کروں سے بولو لان کی صفائی کر کے سوئیں حشر کیا ہوا ہے۔“ یہ کہہ کر حتمی طور پر اپنے راستے پر ہوا تھا راہ میں پڑے ہوئے آرائشی موڑھے سے ٹکرا گیا، زور سے لات رسید کی وہ پنگ پانگ کی گیند کی طرح لڑھکتا چلا گیا شکورن تو خوف سے اپنی جگہ دبک گئی، یوں لگا گویا لات اسے لگی ہو۔

مشہود کا پلین لینڈ کرچکا تھا بے تابیاں، بے قراریاں نقطہ عروج پر تھیں پیاری اچک اچک کر جھانک جھانک کر Exit کی طرف دیکھ رہی تھی۔ دانیال اور کمال فاروقی اضطرابی کیفیت میں بار بار رسٹ وایج پر وقت دیکھ رہے تھے۔ پھر کچھ سیکورٹی کے لوگ آپس میں باتیں کرتے باہر آتے دکھائی دیے ان کے پیچھے پولیس یونٹ فارم میں ملبوس دونو جوان ایک وہیل چیئر کو پیش کرتے ہوئے باہر آ رہے تھے۔ دانیال نے وہیل چیئر پر بیٹھے مشہود کو ایک نظر میں پہچان لیا جبکہ پیاری بھائی کو دوڑ لگا کر آتا ہوا تصور کر رہی تھی اس کی نظریں ابھی دور دور ہی دوڑ رہی تھیں، مشہود نے دانیال کے ہاتھ اونچا کرتے ہی خود بھی پُر جوش انداز میں ہاتھ اونچا کر کے ہلانا شروع کر دیا تب پیاری نے غیر ارادی طور پر نگاہ کی تھی پھیروں لگا اس کی اپنی ٹانگیں بے جان ہو گئی ہوں۔

اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ مشہود کو دیکھ رہی ہے مشہود کی سیدھی ٹانگ پر پلاسٹر چڑھا ہوا تھا۔ چہرے پر گہرے زخموں کے نشان تھے گردن پر کالر چڑھا ہوا تھا، سر کے بال بالکل چھوٹے چھوٹے تھے جیسے سر پر سیاہ مٹل کا گٹرا چکا دیا گیا ہوا ستر اچھرانے کے بعد جو بال نکلتے ہیں وہ تاثر ختم ہوا تھا۔

مانو آ پادانیال کو مشہود کے گلے لگتے دیکھ کر از خود سمجھ گئی تھیں انہوں نے پریشان ہو کر اپنے پہلو میں کھڑے ہوئے کمال فاروقی کی طرف دیکھا جن کے چہرے پر دکھ اور افسوس کے تاثرات نمایاں ہو رہے تھے۔ پیاری ششدر سی حواس سے بے گانہ ہو کر مشہود کی طرف بڑھی اور لپٹ کر بری طرح رونے لگی۔

”میرے پیارے بھائی یہ کیا ہو گیا آپ کو اتنی تکلیف میں تھے آپ مشہود بھائی آپ نے اتنی تکلیفیں اٹھائیں۔“ پیاری بری طرح تڑپ کر روئی کہ ارد گرد کھڑے لوگوں کے دل بھی پھل پھل گئے۔

کمال فاروقی نے آگے بڑھ کر بڑی شفقت سے

مشہود کے سر پر ہاتھ رکھا۔

”اپنوں میں واپسی مبارک ہو، نئی زندگی مبارک ہو۔“ یہ کہہ کر پھر پیاری کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

”بیٹا اللہ کا شکر ادا کرو بھائی زندہ سلامت واپس آ گیا ہے۔“

”اور نہیں تو کیا گھر جا کر سب سے پہلے شکرانے کے نفل ادا کرنا۔ اللہ نے مصیبت دور کی۔ اللہ اچھا بھی کرے گا۔“ مانو آ پانے پیاری کا بازو پکڑ کر بزور قوت اسے مشہود سے الگ کیا۔

”یہ میری پھوپھو ہیں عالی جاہ کی مدر۔“ مشہود کی سوالیہ نگاہیں پڑھتے ہی دانیال نے جلدی سے تعارف کرایا جس سے یہ اندازہ بھی ہوا کہ مشہود عالی جاہ سے بھی متعارف ہے۔ مشہود نے ہاتھ پیشانی تک لے جا کر مانو آ پ کو سلام کیا۔ ان پر رقت طاری ہو رہی تھی مگر پھر بھی خود کو بڑی مہارت سے سنبھال کر مشہود کے سر پر دست شفقت پھیرا۔

سیکیورٹی آفیسر جو مشہود کے ہمراہ آیا تھا کچھ پیپر ہاتھ میں پکڑے تیز تیز چلتا ان کے قریب آ گیا تھا دونوں سپاہیوں نے اسے سیلیوٹ کیا اور فاصلے پر کھڑے ہو گئے۔

کمال فاروقی اپنی عمر کے اعتبار سے اسے مشہود کے گارجین محسوس ہوئے فوراً چوکس انداز میں گرم جوش مصافحہ کیا۔

”مبارک ہو۔“ پھر مشہود سے پوچھا۔

”یہ آپ کے والد ہیں مشہود۔“

”نہیں انکل ہیں، پاپا تو وقت پاپچکے ہیں۔“ مشہود نے مزید مطلع کیا۔

”اوہ ایس..... آف کورس پیپر میں ”لیٹ“ لکھا ہوا ہے۔ آئی ایم سوری۔“ اس نے معذرت کی۔

پاری اب تین اجنبی اشخاص کی وجہ سے محتاط ہو کر خود کو سنبھال رہی تھی۔

”یہ بہت لگی ہیں کیونکہ یہ تین دن تک ایک گہری

کھائی میں رہے ایک ہیملی کا پڑ مفرور قیدی کی تلاش میں ادھر چکر لگا رہا تھا مشہود نے اپنی شرٹ اتار کر لہرائی تو اسے بچا لیا گیا۔ کڈ نیچر سے تو انہوں نے جان چھڑائی تھی ماشاء اللہ بہت باہمت نو جوان ہے۔“ یہ کہہ کر آفیسر نے مشہود کا کندھا تھپتھپایا آفیسر بول رہا تھا اور پیاری دم بخود مشہود کی طرف دیکھے جا رہی تھی، کلیجہ تھا کہ جیسے شق ہو رہا تھا۔

”یہ معجزے مقبول دعائیں کراتی ہیں تم دن رات بھائی کے لیے دعائیں کر رہی تھیں نا دیکھو پھر اللہ کس طرح سنتا ہے۔“ مانو آ پانے پیاری کو اپنی بانہوں کے گھیرے میں لے کر اس کی دل جوئی کی تاکہ وہ اس روحانی ازیت سے باہر نکلے۔

ضابطے کی کارروائی مکمل کرنے کے لیے اور مشہود کی میڈیکل فائل حوالے کرنے کے لیے آفیسر کمال فاروقی کو اپنے ساتھ لے کر چلا گیا جبکہ دونوں سپاہی اپنی اپنی جگہ مستعد کھڑے تھے۔

”بوا کو ساتھ کیوں نہیں لائیں پیاری۔ انہوں نے راتوں کو جاگ کر میرے لیے دعائیں کی ہوں گی۔“ جذباتی مناظر کے رنگ ہلکے پڑے تو مشہود کو ایک دم بوا کا خیال آیا۔ پیاری نے مدد طلب نظروں سے دانیال کی طرف دیکھا۔

”یار خود سوچو بوا ایک درجن بیماریوں سے دوستی کیے بیٹھی تھیں یہ جو کچھ ہوا وہ برداشت کر سکتی تھیں..... وہ وہاں ہیں جہاں سب کو جانا ہے۔“ دانیال نے بہت سلیقے سے بوا کی مفارقت کی اطلاع بہم پہنچائی۔

مانو آ پ کو بھیجے کی خوش کلامی نے موہ لیا دل ہی دل میں ماشاء اللہ بولا کتنے سلیقے سے اندوہ کی خبر رسانی کی تھی۔ مشہود کو زبردست جھکا لگا تھا، چند ٹائپے تو گنگ سارہ گیا۔

”انا للہ وانا الیہ راجعون“ پھر آہستہ سے کہا۔

”تم نے اور انکل نے جس طرح اس کراسس میں ہمارا ساتھ دیا میں یہ قرض کبھی نہیں اتار پاؤں گا۔“ مشہود

کی آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے، نظریں پیاری کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ لاشعوری طور پر پیاری نے گھبرا کر دانیال کی طرف دیکھا۔

”بس بیٹا جو ہوا سو ہوا، شکر ہے کہ مشکل وقت گزر گیا اب پلٹ کر نہ دیکھو بس آگے دیکھو بہت سی خوش خبریاں آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔“ پیاری مانو آ پ کے اظہار مسرت پر جانے کیوں کانپ سی گئی۔ جیسے مشہود کو کچھ پتا چلا تو مسئلہ ہو جائے گا۔ دانیال نے مشہود کی نظر بچا کر مانو پھوپھو کا ہاتھ آہستہ سے دبا کر آگے بولنے سے روک دیا۔

مانو آ پانے چونک کر دانیال کی طرف دیکھا وہ اس معنی خیز اشارے کو سمجھنے سے قاصر تھیں دانیال نے نظر چرا کر دوسری طرف دیکھنا شروع کر دیا اشارہ ہو گیا تھا کافی تھا اب مانو آ پ کو محتاط تو ہو ہی جاتا تھا۔ پیاری کی آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے اس کا ذہن ہر طرف سے ہٹ کر صرف مشہود ہی کی طرف لگا ہوا تھا۔

”سب ٹھیک ہو جائے گا پیاری اتنے باہمت بھائی کی بہن ہو، یہ تو ہمت دکھانے کا وقت ہے۔“ مشہود سے اس کے آنسو چھپ نہ سکے، بہت محبت سے دلا سہ دینے لگا پیاری آنسوؤں کے بیچ مسکرانے لگی۔

”آپ واقعی بہت بہادر ہیں مشہود بھائی میں پتا نہیں کس پر گئی ہوں ایک دم سے ہمت پار جاتی ہوں۔“ وہ بہت محبت بھرے لہجے میں کہہ رہی تھی اور بے ساختہ انداز میں مشہود کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

مشہود نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر آہستہ سے دبا دیا۔

دانیال اور مانو آ پ بہت دلچسپی سے دونوں بھائی بہن کا دلار پیار دیکھ رہے تھے دانیال کو مختلف خیالات نے اپنے حصار میں جکڑا ہوا تھا ابھی تو مشہود کو بہت سی خبریں دینا ہیں رومل کا سامنا کرنا ہے۔ مشہود کو جب اس نکاح کا پتا چلے گا تو کیا ہوگا، کام تو برا نہیں ہوا مگر ہو سکتا ہے وہ پیاری کے بارے میں کسی اور انداز سے سوچتا ہو کہیں یہ سب اس کے لیے شاکنگ نہ ہو وغیرہ وغیرہ جرم کوئی نہیں کیا تھا

Karlagi  
0322 442 5929

Manufactured by:  
Cosmic Makers  
Lahore - Pakistan.  
www.bitte.com.pk  
info@bitte.com.pk



Fast Acting  
FORMULATION



B-Lite  
Anti Acne  
Gently removes the acne, Pimples & skin problems.  
20% EXTRA

3 دن میں منارے اپنی پھلور کا نام و نشان  
جی لائٹ آپ کا سکن ایسیلٹ

زہی کے ساتھ ختم کرے

اپنی پھلور اور عام جلدی مسائل کو

اپنی اپنی کریم

جی لائٹ



WWW.PAKSOCIETY.COM

”ٹھیک ہے دانیال تم اپنی گاڑی میں مشہود اور پیاری کو لے جاؤ میں آپ کو ڈراپ کر کے گھر چلا جاؤں گا، پھر صبح ملتے ہیں۔“ کمال فاروقی نے دانیال سے کہا۔ آفسر جاچکا تھا سیکیورٹی گارڈز ابھی تک ربوٹ کی طرح فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے۔

”سراپ گاڑی لے آئیں ہم مشہود صاحب کو گاڑی میں بٹھانے کے لیے آپ کی مدد کریں گے۔“ ایک گارڈ اپنی جگہ کھڑے کھڑے دانیال سے مخاطب ہوا۔

”بیٹا میں صبح آپ سے ملنے آپ کے گھر آؤں گی ان شاء اللہ آپ بہت جلدی اپنے دونوں پیروں سے چلیں گے۔“ مانوآ پاپا نے مشہود کے سر پر الوداعی دست شفقت پھیرتے ہوئے کہا۔

”جی ضرور میں آپ کا انتظار کروں گا۔“ مشہود نے بھی قدر دانی کے جذبات میں ڈوب کر جواب دیا تھا۔

پہلے کمال فاروقی نے دانیال، پیاری اور مشہود کو رخصت کیا پھر بہن کو لے کر روانہ ہو گئے دونوں گاڑیوں کی منزل مخالف سمتوں میں تھی۔

”اللہ کی شان ہے، انسان سوچتا کچھ ہے ہوتا کچھ ہے میں نے تو دلہا دلہن کا کمرہ تازہ گلابوں سے سجایا تھا۔“ مانوآ پاپا بھائی کے پہلو میں بیٹھی خود کلامی کے انداز میں کہہ رہی تھیں۔



عالی جاہ گیٹ روم کا دروازہ کھولے بڑی حیرت سے کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ سینئر ٹیبل، سائڈ ٹیبلو، بیڈ کے سرہانے سرخ و گلابی گلاب کے پھولوں کی بہار تھی۔

”اوہ..... میرے گھر میں گولڈن ٹائٹ..... مگر کیوں..... دانیال کے اپنے گھر کو کیا ہوا؟“ عالی جاہ سچ سچ درطہ حیرت میں تھا۔ سعدیہ کا معاملہ اس کے کانوں تک نہیں پہنچا تھا حیران ہونے میں حق بجانب تھا۔

”اگر مجھے یہ پہلے سے پتا ہوتا تو میں بھی الاؤڈ نہیں کرتا۔“ پہلے سے سارے معاملات چل رہے تھے، میرا دماغ خراب کرنے کے لیے اسے یہاں لا کر بٹھا دیا چھپا

مگر ایک عجیب سی بے چینی لاحق تھی۔

”میں تمہارا بہت احسان مند ہوں۔“ خاموش کھڑے ہوئے دانیال پر مشہود کو ایک دم سے پیارا گیا اور شکر یہ ادا کیا پیاری نے پلٹ کر لاشعوری طور پر دانیال کی طرف دیکھا دانیال طرح دے گیا۔

”کیوں شرمندہ کر رہے ہو یار، میری جگہ کوئی بھی ہوتا ہی کرتا۔“ دانیال آرام سے چلتا ہوا مشہود کے بالکل قریب آ گیا۔

”ضروری نہیں، یہ دنیا بہت مطلبی سے ہر دوست دانیال نہیں ہو سکتا۔“ مشہود نے ہاتھ بڑھا کر دانیال کا ہاتھ تھام لیا، پیاری اور دانیال اب پہلو پہ پہلو کھڑے ہوئے تھے مشہود ایک نظر میں دونوں کو دیکھ رہا تھا، ایک سوچ سی اس کی آنکھوں میں لہرائی تھی اس سے بیشتر کچھ اور سوچتا کمال فاروقی آفسر کے ساتھ واپس آ گئے۔

مانوآ پاپا جو کرسی پر بیٹھ چکی تھیں گڑبڑا کر اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی تھیں، صبح سے تقریب کے انتظامات میں لگی ہوئی تھیں، اب بہت تھکن محسوس کر رہی تھیں اس لیے بات بھی کم کم کر رہی تھیں۔ کمال فاروقی کے ہاتھ میں سیاہ لیڈر کی فائل تھی۔

”او کے جینفل مین۔“ آفسر نے مشہود کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

”ایک بار پھر مبارک باد۔“ وہ بہت فریش موڈ میں کہہ رہا تھا۔ ”آپ..... اب اپنی فیملی کے ساتھ ہو، اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔“

”تھینک یو آفسر۔ آپ سب نے جس طرح اپنی ڈیوٹی دی ہے اس کے لیے آپ سب کو تھینک یو دیری سچ۔“ مشہود نے بھی اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھ میں دبا کر بہت گرم جوشی سے کہا۔

”اب چلیں۔“ مانوآ پاپا پر اب عجلت سوا ہو گئی۔ بحران کے خاتمے کے احساس کے ساتھ ہی اپنے ادھورے کام یاد آنے لگے ان کے تو بڑھاپے کے اعصاب تھے نیندو تھکن سے مغلوب ہو رہے تھے۔



رستم، بڑے آرام سے ہاتھ دکھا گیا بلکہ اچھا خاصا ماموں بنا گیا۔

عالی جاہ کو یہ ہزیمت کسی طرح ہضم ہو کر نہیں دے رہے تھی، چاروں طرف بچے گلاب سے بڑے بڑے انگارے دکھائی دے رہے تھے۔ بھائی کو لینے ایئر پورٹ گئے ہیں شکورن کی آواز آس پاس سے سنانی دینے لگی۔

”یعنی کہ اب کوئی بھائی صاحب بھی یہاں آ کر پڑاؤ ڈالیں گے، یہ گھر ہے یا کوئی گیسٹ ہاؤس، آ جائیں اماں جان پتا کرتا ہوں آخر مسئلہ کیا ہے؟“ اس نے ہینڈل پکڑ کر کھینچا اور دھاڑکی آواز سارے گھر میں گونجی۔



”گھر تو کافی دنوں سے بند پڑا ہے اگر دن میں پتا چل جاتا تو میں آ کر صفائی کرا لیتی۔“ پیاری اس وقت بہت خوش تھی بہت ہلکی پھلکی ہو کر بات کر رہی تھی۔

”بند پڑا تھا، کیا مطلب۔“ مشہود دانیال کے ساتھ اگلی سیٹ پر تقریباً نیم دراز تھا اس نے مڑ کر پیاری کی طرف دیکھنے کی کوشش کی تھی مگر یہ امر محال تھا کیونکہ کالر کی وجہ سے گردن گھمانا ممکن نہیں تھا پیاری کے جملے نے دانیال پر اتنا اثر کیا کہ کار ایک سیکنڈ کے لیے روڈ پر لہرائی دن میں پتا چل جاتا تو دن لگنے کے بجائے ”لد“ جاتے، وہ انگریزی میں سوچ رہا تھا جس کا آسان ترین ترجمہ یہی ہو سکتا تھا۔ ”وہ میں تو دانیال کی پھوپھو کے گھر چلی گئی تھی نا۔“ پیاری نے شارٹ کٹ میں بتایا اسپتال بیماری، افراتفری سب درمیان سے گول ہو گئے۔

”اٹا کی سی۔“ مشہود نے برجستہ کہا۔

”لیکن تم وہاں کیوں چلی گئی تھیں؟“ مشہود نے گردن کے بجائے نظریں گھمانے کی کوشش کی۔

پیاری نے جواب میں قدرے توقف کیا کہ شاید دانیال کوئی مناسب جواب دے مگر وہ خاموش تھا ہاتھ اسٹیرنگ پر اور نظریں وینڈا سکرین پر جمی ہوئی تھیں۔

”وہ سب کہہ رہے تھے تمہارا گھر میں اکیلے رہنا ٹھیک نہیں پتا نہیں مشہود کو کڈ نیپ کرنے والے کون لوگ

ہیں ان کے کیا پلان ہیں۔“

”اوہ اچھا اچھا لیکن مجھے یہ سن کر عجیب سا لگا کہ تم دانیال کے گھر کے بجائے اس کی پھوپھو کے گھر کیوں گئیں اصولی طور پر تو دانیال کے گھر جانا چاہیے تھا میری تو پھوپھو سے آج پہلی ملاقات ہوئی ہے دانیال کی مدر ہیں بہت لوگ نیچر کی ہیں میں جب بھی ان سے ملا ہوں انہوں نے بہت اچھی طرح بات کی۔“ مشہود بری طرح الجھ رہا تھا سارے قصبے میں پھوپھو کا گھر کہاں سے آ کر گھس گیا تھا۔

”یہ بھی ایک لمبی کہانی ہے تم فی الحال اپنے ذہن پر جو چھ مت ڈالو، آرام سے گھر میں بیٹھ کر بات کریں گے تمہیں ساری تفصیل بتائیں گے کہ تمہارے اغوا ہونے کے بعد یہاں کیا کیا ہوا۔“ اب دانیال کو بہر حال مداخلت کرنا پڑی اس لیے کہ اسے اندازہ ہو رہا تھا پیاری مشہود کے بہت سے سوالوں کے جواب نہیں دے پائے گی۔

”ہاں یار..... یہ تو فیکٹ ہے، ادھر پر اہم تو بہت آئی ہوں گی، بوا کی حالت بہت خراب ہوگی وہ تو آل ریڈی بہت بیمار رہتی تھیں سوچ رہا ہوں بوا کے بغیر گھر کیسا لگے گا۔“ مشہود کو فوراً احساس ہو گیا کہ اس کے بغیر ادھر حالات کیا رہے ہوں گے۔

وہ تو اتنا عرصہ سب کچھ بھلا کر صرف زندگی بچانے کی جدوجہد میں لگا رہا، وحشیوں کی وحشتوں کو جھیلتا رہا، زخموں سے نڈھال ہو کر کئی کئی گھنٹے بے ہوش رہا آنکھ کھلتے ہی پہلا خیال آتا زندگی کس طور پر بچائی جاسکتی ہے۔ زندگی بچانے کا شعور تو رب العالمین نے ایک ذراسی چیز کو بھی دیا ہوا ہے، وہ بھی خطرہ محسوس کر کے بچوں سے اتنا ج کا دانہ جھٹک کر دوڑ لگاتی ہے۔

”تم لوگوں کی بھی سنوں گا اپنی لہمی سناؤں گا، اندر سے بالکل بوڑھا ہو کر واپس آیا ہوں ساری حیرتیں ختم ہو گئیں بس ایک حیرت باقی ہے کہ میں زندہ کیسے ہوں، مرنے کے لیے کیا کچھ نہیں ملا۔“ مشہود کی آواز پراچانک

رقت طاری ہوگئی، اس نے ابھی تک خود کو بڑی ہمت سے سنبھالا ہوا تھا گزرے وقت کی فلم ذہن کی اسکرین پر چلنے لگی تو ضبط کا بندھن بھی ٹوٹنے لگا۔

”ایسی باتیں نہ کریں بھائی بس اب اچھی اچھی باتیں کریں اللہ کا احسان ہے کہ میں آپ کو دیکھ رہی ہوں۔“ پیاری کی آواز بھی بھینکنے لگی، مشہود نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھا کر دانیال کے کندھے پر رکھ دیا۔

”یار میں تمہارے احسان کا بدلہ کس طرح چکاؤں گا، رات کے کسی پہر مجھے پیاری کا خیال آتا تو ساتھ تم بھی یاد آ جاتے اس گھپ اندھیرے میں دل کو عجیب سی تسلی ہوتی کہ چلو میرا دوست تو ہے اللہ نے شاید اسی دن کے لیے مجھے تم سے ملا یا تھا۔“ مشہود کے لہجے میں دنیا جہاں کا پیارا اندر رہا تھا۔ یہ جملے پیاری کو بہت تقویت پہنچا رہے تھے اس کے اندیشوں کو پھونکوں سے اڑا رہے تھے۔

”شکر ہے بھائی کے دل میں دانیال کے لیے اتنے خوب صورت جذبات ہیں جب ان کو پتا چلے گا کہ دانیال نے زندگی بھر کے لیے میری ذمہ داری لے لی ہے تو بہت خوش ہوں گے۔ شاید دانیال گھر پہنچ کر آج ہی بھائی کو بتا دیں۔“ وہ مطمئن ہو کر سوچ رہی تھی، اب دانیال کی قربت کا احساس از سر نو گہرا ہونے لگا تھا۔

مگر ایک بات بہت فطری تھی گزرے ہوئے ان چند گھنٹوں کے دوران ایک مرتبہ بھی اسے دھیان نہیں ہوا کہ آج اس کا نکاح ہوا ہے اور یہ شب، شب زفاف ہے جو ان گنت لاٹھاروں کا ماحصل ہوتی ہے یہ خواب جو دو شیزنگی کے رنگین ریشم سے بنے جاتے ہیں۔ خوشی انتہا پر تھی مگر یہ خوشی خون کے رشتے کے ارد گرد چکرار ہی تھی، ابھی تک نہیں سوچا تھا کہ کچھ دیر پہلے اس نے عروسی ملبوس زیب تن کیا تھا وہ عروسی ملبوس جس میں بھائی کی جدائی کی مہک رچی ہوئی تھی۔

”آپ کا بیڈ روم تو صاف ہی ہوگا بس تھوڑی سی ڈسٹنگ کرنا ہوگی، صبح کو مختار راں کو فون کر کے بلا لوں گی، وہ اپنی بیٹی لے آئے گی اور سارے گھر کی صفائی کر دے

گی۔“ پیاری اپنی ادھیڑ بن میں لگ گئی۔

”میری نئی نوپلی دلہن کس قدر خود غرض ہے ابھی کچھ دیر پہلے اللہ کو حاضر ناظر جان کر کہہ چکی ہے کہ دانیال فاروقی کو اپنا بنا لیا ہے اور خود کو اس کے حوالے کر دیا ہے اور دیکھو کتنے آرام سے صفائی ستھرائی کے منصوبے سوچ رہی ہے۔“ دانیال کی حس رومانیت پر پیاری کی بے اعتنائی سے لاشعوری طور پر ایک ضرب سی پڑی تھی۔ وہ مرد تھا تمام تر نازک صورت حال کے باوجود اسے یاد تھا کہ آج تاریکی ملن کی رات تھی جو کسی پردہ کی طرح راستے ہی میں لٹ گئی تھی۔

دوسری طرف ایک اطمینان بھی لاحق تھا کہ ادا سیوں کے دن لد گئے کم از کم اب جب جب ملیں گے کھل کر تو ملیں گے۔ محبوب کی اداسیاں رفع کرنا بھی تو ایک کارِ مشقت ہے ورنہ ظالم محبوب تو مخالف حالات کی آڑ لے کر پٹھے پر ہاتھ ہی دھرنے نہیں دیتا، وہ پیاسی خواہش کے درمیان سکھ کے موتی بھی چن رہا تھا مشہود کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں وقفے وقفے سے اس کا سر ڈھلک جاتا تھا۔ بہن اور بوا سے ملنے کی تڑپ میں جانے کب کا جاگا ہوا تھا کار میں اب خاموشی طاری تھی۔ دانیال نے دھڑکنوں کو راستہ بتایا کہ اب وہ پیچھے بیٹھی ظالم معشوقہ کے دل پر دستک دیں جو مختار راں اور اس کی بیٹی کی یاد میں کھوئی ہوئی ہے۔

”وہ بھائی کے لیے راستے میں کچھ لے لیں۔“ پیاری واقعی اپنی دنیا میں جم کر بیٹھی ہوئی تھی، ہچکچاتے ہوئے اسے دانیال کو مخاطب کرنا ہی پڑا۔

”میں نے پلین میں ڈنر کر لیا تھا اب کچھ نہیں کھاؤں گا۔“ مشہود نے غنودگی میں جواب دیا جس کا مطلب تھا وہ نیند کے ساتھ حالت جنگ میں ہے۔ دانیال نے ذرا گردن موڑ کر مشہود کی طرف دیکھا تھا۔

”لیکن صبح ناشتہ تو کریں گے ناں گھر میں تو صرف پورٹیج ہی رکھا ہوگا انڈے اور بریڈ لے لیتے ہیں۔ کچھ شاپس تو اس وقت کھلی ہوتی ہیں۔“ پہلی رات کی دلہن

WWW.PAKSOCIETY.COM



# عشاقِ پندہ

راشدہ رحمت

انڈے ڈبل روٹی کے ناشتے کی باتیں کر رہی تھی۔  
 ”یہ دن بھی دیکھنا تھا۔“ دانیال نے ٹھنڈی سانس لے کر بیک مرر میں پیاری کا دیدار کیا جو کھڑکی سے باہر جھانک کر اندازے لگا رہی تھی کہ گھر پہنچنے میں مزید کتنا وقت لگے گا۔

”ماموں جان کی دو ہزار گز کی کوٹھی کے لان میں سیاسی جماعت کا جلسہ ہو سکتا ہے میرے گھر میں شور شرابا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔“ احساس ناکامی و نامرادی اس درجہ شدید تھا کہ عالی جاہ ماں کی تھکن سے چور حالت زار کو بھی خاطر میں نہ لایا۔ یوں بھی وہ ہر وقت جذبات کے نقطہ عروج کو چھوٹا نظر آتا تھا، پُر جوش، ہنگامہ پرور ہر ادائیں دھوم دھام۔

”یہ صرف تمہارا گھر نہیں ہے اللہ بخشے تمہارے باپ کا گھر ہے اس طرح سے میرا بھی ہوا، کیوں زہرا گل رہے ہو، کھانا کھا کر سو گئے ہوتے۔“ مانو آ پا کو بھی اس کے بے محل غصے پر غصا گیا کوئی منطقی اعتراض بنتا ہو تو بھی ہضم ہو جاتا۔

”کھانا کھا کر آتا تھا آپ کا ویت کر رہا تھا اتنی رات کو آپ گھر سے باہر ہوں گی تو پریشانی تو ہوگی ناں۔“ عالی جاہ اسی خراب موڈ میں اظہارِ محبت کر رہا تھا۔  
 ”ارے..... جزاک اللہ جیتے رہو..... شکر ہے ماں کا احساس تو رہتا ہے۔“

”ایک ہی تو ماں ہے میری، فکر نہیں ہوگی کیا۔“ عالی جاہ نے اپنے مخصوص بے ڈھب انداز میں پریشانی کی وجہ بتائی۔  
 ”ارے چندا میرے جب باپ زندہ تھے تو ان سے فرمائش کیوں نہ کی، دو تین ماہ لے آتے تمہارے لیے، اچھا اب رات کالی کرنے کی ضرورت نہیں دکان، بڑھاؤ، دو چار گھنٹوں پیچھے پھر ایک نیا دن منہ بھاڑے کھڑا ہے۔ جانے کب غسل آئے گی ساتھ کے لڑکے بچے کھلا رہے ہیں۔“ مانو آ پا اب تھکن کے باعث گرنے لگی۔

”آپ ایسا کریں مشہود بھائی کے روم میں ہی سو جائیں۔“ وہ نظریں جھکا کر بولی۔  
 دانیال نے اس کا بازو دبوچ ہی لیا تھا پیاری چکرا کر رہ گئی۔  
 (ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

میں چاہتا نہ تھا جواب دینا اسے  
 ورنہ جواب میرے پاس اس کے ہر سوال کا تھا  
 اس کی جیت سے ہوئی خوشی مجھ کو  
 یہی جواز میرے پاس اپنی ہار کا تھا

”تو بہ ہے بھئی ہا کی ساس نے تو لگتا ہے طنزیہ بات میں بی بی ایچ ڈی کر رہی ہے۔ پندرہ منٹ کے لیے ان کے پاس بیٹھی تھی اور انہوں نے ان پندرہ منٹوں میں ذومعنی فقروں اور طنزیہ باتوں کے سوا کوئی سیدھی بات نہ کی۔ ہمت ہے ہا کی جو ایسی ٹیڑھی ساس کو برداشت کیے جا رہی ہے۔“ تارہ آ پی نے ہا کے کمرے میں آ کر ہا کی برداشت کو سلام پیش کیا، ہا کے چہرے پر پھکی سی مسکراہٹ پھیل گئی وہ عام شادی شدہ عورتوں کی طرح سسرال والوں کی برائیاں میکے میں کرنے کی عادی نہ تھی یہ سبق اسے اس کی مرحومہ ماں نے پڑھایا تھا وہ کہتی تھیں۔

”شوہر اور شوہر کے گھر والوں کی ادھر ادھر برائیاں کرنے سے عورت صرف اپنا بھرم کھونی ہے لوگ یا تو ترس کھاتے ہیں یا پھر جسکے لے کر مزید کن سوئیاں لیتے ہیں اس لیے کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے گھر بلیو مسئلے، گھر کی چار دیواری سے باہر نہ نکلنے دیے جائیں اور ویسے بھی وقت گزرنے کے ساتھ عورت کے قدم سسرال کی سرزمین پر مضبوطی سے ٹک جاتے ہیں اور چھوٹے مسئلے مسائل خود بخود دم توڑ دیتے ہیں۔“ ہا نے تو ماں کی یہ نصیحت پلوں سے باندھ لی تھی اس نے کبھی میکے والوں کے سامنے سسرال کی کوئی برائی نہ کی تھی لیکن میکے میں کوئی بھی رشتہ دار اس سے ملنے سسرال آتا تو اسے چند منٹوں میں ہی سسرال میں ہا کی اوقات کا پتا چل جاتا، اپنا بھرم ٹوٹنے پر ہا کے پاس چہرے پر پھکی سی مسکراہٹ سجانے کے سوا کوئی چارہ نہ رہتا۔ آج اس کی خالدہ زاد بہن تارہ آ پی چھوٹی بھابی کو ساتھ لے کر اس سے ملنے اس کے سسرال آئی تھیں وہ عرصہ دراز سے بیرون ملک مقیم تھیں برسوں بعد پاکستان آئیں ان کا قیام اپنے جیٹھ کے ہاں تھا۔

سب رشتہ داران سے ملنے ان کے پاس پہنچتے رہے جو جاتا انہیں اپنے ہاں آنے کی خصوصی دعوت دے کر جاتا، صرف ہا کو ہی تارہ آ پی کے پاس جانے کی فرصت نہ مل پاتی تھی، تارہ آ پی ویسے تو اس



کی خالد زاد بہن تھیں لیکن ہما کو وہ سگی بہنوں کی طرح ہی عزیز تھیں۔ ہما کے بچپن میں تارہ آپنی نے اس کے بہت لاڈ اٹھائے تھے وہ شادی کے بعد کینیڈا جا بسی تھیں برسوں بعد ان کا پاکستان چکر لگتا وہ جب بھی پاکستان آتیں ہما سب سے پہلے ان سے ملنے پہنچتی لیکن یہ اس کی شادی سے پہلے کی بات تھی اس بار تارہ آپنی کو آئے ہیں دن سے زیادہ ہو گئے تھے ہما باوجود خواہش کے ان سے ملنے نہ جا پائی تھی تارہ آپنی چھوٹی بھابی کو ساتھ لے کر خود ہی ہما سے ملنے اس کے سرال پہنچ گئی تھیں وہ ہما اور ثاقب کے لیے ڈھیروں تھنے لائی تھیں ہما تارہ آپنی کو اچانک دیکھ کر پہلے تو بے تحاشا خوش ہوئی لیکن اگلے ہی لمحے اس خوشی پر بوکھلاہٹ نے غلبہ پالیا تھا امی جان لاؤنج میں آن نکلی تھیں اور ان کی شکل دیکھ کر ہما کے اوسان ویسے ہی خطا ہو جاتے تھے اس نے فوراً ہی تارہ آپنی سے ساس کا تعارف کرایا تھا۔

رکھی ہے کہ اپنے کام لشم پشم خود ہی نمٹا لیتے ہیں کسی کا احسان لینے کی نوبت نہیں آتی۔“ سیدھے سے سوال کا پھر میزھا سا جواب ملا تھا چھوٹی بھابی خود خاصی تنگ مزاج تھیں انہوں نے ہما کی ساس کو مزید لفت کرانا مناسب نہ سمجھا۔

”چلو اپنے بیڈروم میں جا کر اے سی آن کرو، میں تمہارے بیڈ پر دو گھڑی لیٹ کر کمر سیدھی کر لوں، اب تو زیادہ دیر نہ تو کھڑا ہوا جاتا ہے نہ بیٹھا جاتا ہے۔“ بھابی نے ہما کو مخاطب کیا ان کی پریکٹسی کا آخری مہینہ چل رہا تھا تارہ آپنی جانے کیا سوچ کر انہیں ساتھ لے آئی تھیں ان کی ہیئت دیکھ کر ہما کو خود ہی شرم سی آگئی وہ فوراً انہیں ساتھ لیے اپنے بیڈروم میں آگئی، تارہ آپنی مروت میں اس کی ساس کے پاس لاؤنج میں ہی بیٹھ کر گپ شپ لگانے لگی تھیں۔ شکر ہے ثاقب کسی کام سے گھر سے باہر گئے ہوئے تھے چھوٹی بھابی مزے سے پاؤں پیرا کر بیڈ پر لیٹ گئی تھیں۔

”آپ گھر پر ریٹ کرتی بھابی تارہ آپنی کے ساتھ کسی اور کو بھیج دیتیں۔“ اس نے رسائیت سے انہیں مخاطب کیا۔

”گھر پر تمہاری بڑی بھابی کے میسے والوں نے ہلہ بول رکھا تھا بڑی بھابی کو میری طبیعت کی کب پروا ہوتی ہے اپنے پورے خاندان کو ظہرانے پر مدعو کیا وہ تو شکر ہے تارہ باجی آگئی میں تو فوراً ان کے ساتھ نکل آئی، اب تمہارے ہاں سے فارغ ہو کر آصف چچی کے ہاں جانے کا ارادہ ہے۔“ چھوٹی بھابی نے بتایا تو ہمانے اثبات میں سر ہلایا پھر انہیں نی وی کا ریمورٹ دے کر خود خاطر تواضع کا سا بان کرنے کچن میں جا گئی تھی۔ کولڈ ڈرنکس اور انسکیس کی ٹرے لے کر جب وہ واپس بیڈروم میں آئی تو تارہ آپنی بھی وہیں آگئی تھیں اور اب اس کی ساس کی تیزی طراری پر اظہار خیال کر رہی تھیں۔

”کتنی دیر سے اپنے کمرے میں لیٹی تھی کانوں میں آوازیں تو پڑ رہی تھیں بہو کی چہکتی آواز سن کر اندازہ تو ہو گیا تھا کہ کوئی خاص مہمان ملنے آئے ہیں پہلے تو ہم منتظر رہے کہ کوئی ہم سے ملنے ہمارے بھی کمرے میں جھانکنے گا پھر سوچا کیوں بہو کے معزز مہمانوں کو اپنے کمرے تک آنے کی زحمت دوں خود ہی سلام کرنے حاضر ہو جاتی ہوں۔“ چہرے پر مسکراہٹ سجا کر امی جان پرتپاک انداز میں تارہ آپنی سے ملی تھیں لیکن ان کا طنز یہ لہجہ کسی طور نظر انداز کرنے کے قابل نہ تھا ایک لمحے کو تو تارہ آپنی بھی چپ کی چپ رہ گئی تھیں ہما کی تو ایسے کسی بھی موقع پر خود بخود بولتی ہی بند ہو جاتی تھی آخر بھابی نے ہی ان سے ان کی طبیعت کے متعلق استفسار کر کے گفتگو کا موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

”گھنٹوں اور جوڑوں کے درد نے عاجز کر رکھا ہے، بیٹی لیکن شکر ہے پھر بھی اللہ نے اتنی ہمت دے

عہد  
عہد گرم کرو مجھ سے  
ہمیشہ ساتھ رہنے کا  
تو اے جاناں.....!  
میں اپنی زندگی ساری  
تمہارے نام کروں گی  
میں چلتی سانسوں کی سرگرم  
تمہارا نام لکھ لوں گی  
میں پلکوں کی چلمن یہ تمہارے  
نام کے جگنو جالوں کی  
اپنی غلامی آنکھوں میں تمہارے ساتھ کے  
ڈھیروں خواب بن لوں گی  
عہد گرم کرو مجھ سے  
ہمیشہ ساتھ دینے کا  
تو اے جاناں.....!  
سماج کی فرسودہ روایات کے خلاف  
آواز بغاوت میں اٹھاؤں گی  
ان کی سخت مخالفت سے بھی میں  
نکرائی جاؤں گی  
یہ جو بھی سزا دیں گے

میں ہنس ہنس کے سہ لوں گی  
محبت کی پچارن ہوں  
محبت کو ہی پاؤں گی  
عہد گرم کرو مجھ سے  
ہمیشہ ساتھ چلنے کا  
تو اے جاناں.....!  
تمہارے سداہ کے سب کانٹے  
میں اپنی پلکوں سے چن لوں گی  
تمہاری زیست کی تاریک راہوں میں  
اپنی جاہت کے چراغ جلاؤں گی  
اگر عشق میں جاناں  
جان دینی پڑی مجھ کو  
تو پوری ہستی مٹا دوں گی  
جان اپنی گنواؤں گی  
پر یہ اس وقت ممکن ہے  
عہد گرم کرو مجھ سے  
ہمیشہ ساتھ رہنے کا  
ہمیشہ ساتھ دینے کا  
ہمیشہ ساتھ چلنے کا  
شع مسکان..... جام پور

”ثاقب اپنی ماں کو ایسی باتوں پر نہیں ٹوکتا کیا بندہ گھر آئے مہمان کا ہی کچھ لحاظ کر لیتا ہے تمہارے بارے میں مستقل طنز یہ فقرے بولتی رہیں، میرے جی میں تو آیا کہ کہوں کہ ہمارے خاندان کی سب سے بھولی بھالی بچی سے بھی اگر آپ کو شکایت ہے تو پھر آپ کا اللہ ہی حافظ ہے بڑی بی، پھر یہ سوچ کر خاموش رہی کہ میں تو ذرا سی دیر میں چلی جاؤں گی بعد میں تمہیں ان کی اور الٹی سیدھی برداشت کرنا پڑے گی۔“ تارہ آپنی کو ہما کی خراٹ ساس سے مل کر ٹھیک ٹھاک غصا گیا تھا۔

”امی جان دل کی بری نہیں آتی، بس ان کی عادت ہی کچھ ایسی ہے۔“ ہمانے خواجواہ ساس کی

صفائی پیش کرنے کی کوشش کی۔  
”دل میں کون جھانک کر دیکھ سکتا ہے چندا، بندے کی اچھائی برائی کا زبان سے ہی پتا چلتا ہے۔“ تارہ آپنی نے گہری سانس اندر کھینچی تھی ہما خاموش ہو گئی، تارہ آپنی اور چھوٹی بھابی ذرا سی دیر میں واپس چلی گئی تھیں ہمانے ان سے وعدہ کیا تھا کہ وہ بہت جلد ثاقب کے ساتھ ان سے ملنے آئے گی، ثاقب واقعی اسے دو دن بعد تارہ آپنی سے ملوانے لے گیا تھا۔

”بہت سمجھدار اور صابر شاکر بیوی ہے تمہاری ثاقب میاں، اس کی قدر کیا کرو۔“ تارہ آپنی نے ثاقب کو نصیحت کی تھی ثاقب نے مسکرا کر اثبات میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

آنچل کی چائپ سے ایک اٹھانچل

# حجاب کرچی

شائع ہو گیا

ملک کی مشہور معروف تہذیبوں کے سلسلے دار ناول، ناولٹ اور افسانوں سے راست ایک مکمل جلد گھر بھری دلچسپی صرف ایک ہی رسالے میں موجود جو آپ کی آسودگی کا باعث بنے گا اور وہ صرف "حجاب" آج ہی باہر سے کہہ کر اپنی کاپی بک کرائیں۔

اس کے علاوہ

خوب صورت اشعار منتخب غزلوں اور اقتباسات پر مبنی مستقل سلسلے

اور بہت کچھ آپ کی پسند اور آرا کے مطابق

Infoohijab@gmail.com  
info@aanchal.com.pk

کسی بھی قسم کی شکایت کی صورت میں

021-35620771/2

0300-8264242

آنچل 117 اگست 2016ء

دلہن کو گھر کے کاموں میں ہاتھ ہٹانے کی ہدایت کر دی تھی سچ بھی یہی تھا کہ انہیں شاز مین کا ہر وقت کمرہ بند کر کے آرام کرنا کھلنے لگا تھا شاز مین نے گھر کے کاموں میں حصہ لینا شروع تو کر دیا تھا لیکن وہ گھریلو کام کاج میں اناڑی تھی۔

ہما سے طریقے پوچھ کر کوکنگ کرتی چیز اچھی پک جاتی تو فراخ دلی سے اس کا کریڈٹ سب کے سامنے ہما کو ہی دیتی، دیورانی کے حوالے سے ہما کے ذہن میں جو خدشات تھے وہ اب دم توڑ چکے تھے شاز مین اچھے مزاج کی لڑکی تھی وہ ہما کو جیٹھانی نہیں بلکہ بڑی بہن کا درجہ دیتی تھی، ہما کا بھی اس ہنس مکھ اور لاابالی سی لڑکی سے بہت محبت والا تعلق استوار ہو گیا تھا شاز مین کے مزاج میں بہت بچپنا بھی تھا ہما اس کی اکثر بے وقوفیوں پر ہنس ہنس کر دہری ہو جاتی لیکن پھر اسے عقل سے کام لینے کی ہدایت بھی کرتی، دونوں دیورانی جیٹھانی کا تعلق دیکھ کر زینب بیگم بے چین سی رہتیں، ہما پرانی تھی انہیں اس پر زیادہ غصہ نہ آتا البتہ شاز مین کے طور طریقے ان کی برداشت سے باہر ہوتے جا رہے تھے سرد تو ثاقب سے بڑھ کر زن مرید ثابت ہو رہا تھا زینب بیگم بیوی سے اس کا التفات دیکھ کر پہروں کڑھتیں، اب ان کی توپوں کا رخ شاز مین کی جانب ہو گیا تھا لیکن شاز مین میں ہما جیسی برداشت نہ تھی، اس روز جب شاز مین اور سرد شام کو سیر سائے کے لیے نکل رہے تھے زینب بیگم کو جلال چڑھ گیا انہوں نے روز روز کے سیر سائوں پر بیٹے، بہو کو بے نقط سٹائی سرد تو ماں کے پاس بیٹھ کر ان کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتا رہا شاز مین واپس اپنے کمرے میں چلی گئی۔

"میرا گھٹنا پکڑ کر کیوں بیٹھا ہے جا کر اپنی بیوی کو مناد دیکھا نہیں کیسے تن فرن کرتی گئی ہے۔" انہوں نے سرد کو جھڑکا۔

"پہلے آپ کو تو منالوں پھر بیوی کو بھی منالوں گا

کر پڑوسن سے گپیں لگانے لگی تھیں، مقصد بہو کو شرمندہ کرنا تھا سو وہ مقصد پورا ہو گیا تھا۔

"ثاقب کی دلہن تو بہت سیدھی ہے زینب، یہ بتاؤ سرد کے لیے لڑکی کی تلاش مکمل ہو گئی کیا۔" فاطمہ بیگم پوچھ رہی تھیں۔

"ثاقب کی دلہن اتنی سیدھی نہیں ہے گنوں کی پوری ہے میرے بھولے بھالے بیٹے کو اپنی مٹھی میں گر رکھا ہے، حالانکہ نہ شکل، نہ صورت، میکہ بھی ٹکڑا نہیں ہے وہ تو میری مت ماری گئی تھی جو میں نے اپنے ہیرے جیسے بیٹے کی یہاں قسمت پھوڑ دی، سرد کے لیے لڑکی کا انتخاب خود چھان پھنگ کر کروں گی دو ہی تو بیٹے ہیں میرے اب بہو کے انتخاب میں غلطی کی گنجائش ہی کہاں بچتی ہے۔" وہ نخوت بھرے انداز میں بولی تھیں، فاطمہ بیگم نے بھی ہنکارا بھرا تھا۔

اور پھر درجنوں لڑکیاں مسترد کرنے کے بعد زینب بیگم نے چھوٹی بہو ڈھونڈ ہی لی تھی، خوب امیر کبیر جیسی تھی لڑکی بھی بہت خوب صورت تھی خوب دھوم دھام سے ہما کے دیور کی شادی ہوئی اور نازک اندام شاز مین دلہن بن کر سرال پہنچ گئی، زینب بیگم نے شروع شروع میں نئی بہو کے خوب چاؤ چو نچلے اٹھائے بلکہ یہ چو نچلے ہما کو ہی اٹھانے پڑے کہ امی جان کو تو صرف حکم دینا آتا تھا پھر شادی کے دو برس بعد اللہ نے ہما کو خوشخبری سے نواز دیا، ہما کا رواں رواں اپنے رب کا شکر گزار تھا ثاقب کی خوشی کا بھی کوئی ٹھکانہ نہ تھا گاٹا کولو جسٹ نے ہما کی ویلنٹینس کی وجہ سے اسے بھر پور ڈائٹ اور مکمل ریست کی تلقین کی تھی۔ ثاقب نے گھر آ کر ڈاکٹر کی نصیحتیں من و عن دہرا دی تھیں۔

"ہاں بھئی انوکھا بچہ پیدا کرنے چلی ہیں بہو بیگم۔" زینب بیگم بھی خوش تو تھیں لیکن طنزیہ فقرہ بولے بنا نہ رہ پائیں۔ بہر حال انہوں نے چھوٹی

سر بلا دیا، وہ بھلا مانس شخص تھا ہما سے محبت بھی کرتا تھا اور اس کا خیال رکھنے کی اپنی ہی ہر ممکن کوشش بھی کرتا تھا لیکن اپنی ماں کی ہر وقت طنز کرنے والی عادت کا اس کے پاس بھی کوئی توڑ نہ تھا، وہ بیوی کو ہی برداشت کی تلقین کرتا ہما میں برداشت کا مادہ بہت تھا لیکن جب کسی دوسرے کے سامنے عزت افزائی ہوتی تب ضبط کرنا مشکل ہو جاتا اس روز وہ دوپہر کے کام نمٹا کر ذرا سستانے لیٹی تو جلد ہی گہری نیند نے آن گھیرا، روز کی نسبت خاصی دیر سے آنکھ کھلی وہ بوکھلا کر کمرے سے نکلی، امی جان کی چائے کا وقت تھا اور انہیں اپنے کسی بھی کام میں ذرا سی بھی دیر سویر گوارا نہیں تھی۔

کچن میں جانے سے پہلے لاؤنج سے گزر رہا تو پڑوس کی فاطمہ آنٹی کو ان کے پاس بیٹھے دیکھا، اس نے رک کر انہیں سلام کیا۔

"اٹھ گئی بیٹی، آؤ ڈراؤ گھڑی کو یہاں فاطمہ کے پاس بیٹھو میں چائے بنانے جا رہی ہوں اور تم صرف چائے پیو گی یا ساتھ کوئی کیک بسکٹ بھی لاؤں۔" وہ پاؤں میں سلیپر ڈال کر بہو سے استفسار کر رہی تھیں۔

"آپ بیٹھیں امی میں دو منٹ میں چائے بنا کر لائی۔" ہما شرمندہ ہوتے ہوئے بولی۔

"ارے ہم تو گھنٹے بھر سے بیٹھے ہی ہوئے تھے کب سے چائے کی طلب ہو رہی تھی پھر تمہاری فاطمہ آنٹی بھی آگئیں انہیں اکیلا بٹھا کر پکین میں جانی اچھی لگتی کیا، بس اسی لیے تمہاری منتظر تھی۔ تم جاگ گئی ہو تو بیٹھو، خوب سوئی سٹھکن تو اتر گئی ہوگی باقی گرما گرم چائے پی کر اتر جائے گی، ابھی تمہیں چائے بنا کر پلائی ہوں۔ بس دو منٹ کی مہلت دو۔" وہ چہرے پر مسکراہٹ سجائے اپنے مخصوص طنزیہ انداز میں مخاطب تھیں۔

"میں چائے لاتی ہوں امی آپ بیٹھیں۔" ہما دھیرے سے کہہ کر کچن میں چلی گئی وہ مزے سے بیٹھ

آنچل 116 اگست 2016ء

WWW.PAKSOCIETY.COM



پہلو کی محبت  
راحت وفا

مرد بے چارہ تو چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پتا رہتا ہے۔“ سرد نے ٹھنڈی سانس بھر کر خود کلامی کی زینب بیگم بیٹے کو گھور کر رہ گئی۔ رات تک شاز مین کمرے سے باہر نہ نکلی، زینب بیگم کو بہو پر مزید تاؤ چڑھتا رہا، صبح شاز مین کمرے سے نکلی تب بھی اس کے چہرے کے زاویے بگڑے ہی ہوئے تھے کوئی بہو بھی یوں تیور دکھا سکتی ہے یہ زینب بیگم کے لیے نیا تجربہ تھا سرد اور ثاقب آفس چلے گئے تو زینب بیگم نے بہو کی طبیعت صاف کرنے کی ٹھانی، شاز مین ہنوز منہ پھلائے اپنے حصہ کے کام نمٹاتی پھر رہی تھی جب زینب بیگم نے اسے آواز دے کر بلایا۔

”جی امی کوئی کام ہے کیا؟“ اس نے لٹھ مار انداز میں پوچھا۔  
”میری ایسی مجال کہاں کہ تمہیں کسی کام کا کہوں، میں نے تو تمہیں معافی مانگنے کے لیے بلایا ہے، معاف کر دو بھی ہمیں کل تمہاری شان میں کچھ گستاخی کر دی تھی، تمہارے چہرے کے زاویے درست ہونے کا نام ہی نہیں لے رہے مان لیا بھی بہت بڑا قصور سرزد ہو گیا تھا مجھ سے آئندہ ہماری توجہ جو تمہیں کسی بات پر ٹوکا، ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتے ہیں تم سے۔“ وہ اپنے مخصوص طنزیہ انداز میں بہو سے مخاطب تھیں، ہاتھ بھی جوڑ دیے، پاس بیٹھی ہا نے بوکھلا کر پہلے ساس اور پھر دیورانی کو دیکھا اسے پتا تھا کہ شاز مین اب بری طرح شیشا جائے گی کیسی ناراضگی، کہاں کی ناراضگی، اسے اپنے کردہ، نا کردہ جرم کی فوراً معافی مانگنی پڑے گی، ساس کے جڑے ہاتھ کھولتے ہوئے اسے ہلکی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

”حد کرتی ہیں آپ امی جان کیوں مجھے گنہگار کر رہی ہیں آپ بڑی ہیں ڈانٹ ڈپٹ اور روک ٹوک کا اختیار رکھتی ہیں آئندہ آپ کو بھی شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔“ ہا منتظر تھی کہ شاز مین کچھ اس

WWW.PAKSOCIETY.COM

اچانک سامنے دیکھ کر متحیر رہ جاتا ہے اور اسے گھر چلنے کا کہتا ہے ساتھ ہی اسے آغا جی کے لفاظ کا بھی بتاتا ہے لیکن شرمین نال جاتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)



شرمین کی پوری بات سن کر وہ اس کے ساتھ اذان سے ملنے آیا گیا..... دونوں اپنی اپنی گاڑی میں پہنچے تھے۔ اذان کمرے میں صبح احمد کی تصویر سامنے رکھے جانے کیا باتیں کر رہا تھا کہ عارض نے مسکرا کر تصویر اٹھائی دیکھا اور پھر سائڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے وہ بالکل اس کے قریب بیٹھ گیا۔ وہ کچھ نہ بولا کیونکہ شاید وہ اپنے اندر یہ تہیہ کر چکا تھا کہ اب عارض انکل سے قریب نہیں ہونا۔ عارض نے اس کی خاموشی کا مطلب بھانپ لیا تھا..... ویسے تو وہ شرمین کو کچھ دیر پہلے یہ کہہ چکا تھا کہ چاہ کر بھی اذان کو اب اپنے پاس نہیں رکھا جاسکتا اگر اس کی پھوپھو گفت و شنید کے بعد رہنے کی اجازت دیدے یا پھر بڑا ہونے پر اذان خود یہ کہہ دے کہ وہ شرمین کے پاس رہنا چاہتا ہے تو رہ سکتا ہے۔ شرمین کو اس نے پوری طرح یہ سمجھا دیا تھا وہ متفق بھی ہو گئی تھی۔

”یار..... یہ کیا ہم سے کوئی بات تو کرو۔“

”میرے بابا کو بلا دیں میری بات کرادیں۔“ وہ ایک دم بڑے سادہ سے لہجے میں بولا۔

”اگر میں یہ کہوں کہ نہ وہ آسکتے ہیں اور نہ بات کر سکتے ہیں تو.....“ عارض نے بہت سوچ کر بات شروع کی۔ شرمین دانستہ کمرے سے چلی گئی۔

”کیوں.....؟“

”وہ مجبور ہیں آ نہیں سکتے۔“ اس نے پیار سے اس کے بال سنوارے۔

”مجھے بات کرنی ہے۔“

”اذان..... آپ بہت اچھے بچے ہو، مجھدار ہو، جب کوئی اللہ تعالیٰ کے پاس جاتا ہے تو پھر واپس نہیں آتا۔“ وہ یہ کہہ کر ذرا دیر کو رکھا کہ اذان کے تاثرات جان سکے..... وہ حیران نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

”میرے بابا نہیں آسکتے آپ جھوٹ بول رہے ہو۔“

”اذان آپ کو ہرٹ نہ کرنے کی وجہ سے بابا نے ہی کچھ نہ بتانے کا کہا تھا۔“

”سچ کہتی ہیں کشف پھوپھو آپ جھوٹے ہونا بھی جھوٹی ہیں۔“ وہ چلایا۔

”اذان..... ہم نے جھوٹ نہیں بولا آپ کی بہتری کے لیے جیسے آپ کے بابا نے کہا تھا ویسے ہی کیا۔ وہ مرتے وقت آپ سے دور تھے۔“

”آئی ہیٹ بابا آئی ہیٹ ماما.....“ وہ روتے ہوئے بیڈ سے اتر اور بھاگنے لگا تو عارض نے اسے لپک کر بانہوں میں قید کر لیا۔

”اذان..... آپ کو بات سننی چاہیے سچ اسی لیے نہیں بتایا گیا کیونکہ آپ برداشت نہیں کر سکتے تھے دیکھو آپ کو غصا رہا ہے۔“

”چھوڑیں مجھے..... مجھے بات نہیں کرنی۔“

”اذان..... سچ کو سننا اور برداشت کرنا بہادریوں کا کام ہے۔“

”اور مجھے نہیں سننا۔“ وہ چیخا۔ ”او کے ریلیکس پھر بات کریں گے۔“

پہلے موم کے گھر بنائے نہیں جاتے

بن جائیں تو سورج سے بجائے نہیں جاتے

مانا کہ جیت ہمارا مقدر ہے مگر

وہ سامنے آجائیں تو ہرائے نہیں جاتے

### گزشتہ قسط کا خلاصہ

زیبا کو بیٹے کی جدائی بخار میں مبتلا کر دیتی ہے ننھی اے سمجھانے کی کوشش کرتی ہے۔ شرمین عبدالصمد کو زیبا سے ملوانے لاتی ہے اور اسے بے انتہا کمزور دیکھ کر حیران ہو جاتی ہے جبکہ عبدالصمد اپنی ماں کو بیماری میں بھی پہچان لیتا ہے زیبا عبدالصمد کو اپنے پاس رکھنے کی ضد کرتی ہے جس پر شرمین اسے سمجھا کر عبدالصمد کو واپس لے آتی ہے شرمین صفر سے بات کرنا چاہتی ہے لیکن وہ گھر نہیں ہوتا۔ اس لیے شرمین جہاں آرا بیگم اور عبدالصمد کو گھر ڈراپ کر کے اپنے گھر آ جاتی ہے عارض نے اس کے ہاتھ کے پلاسٹر کی وجہ سے کل وقتی ڈرائیور دے رکھا تھا۔ اذان عارض کے گھر پر رہنا چاہتا ہے اور اس بات پر وہ شرمین سے ضد کرتا ہے جس پر شرمین اسے ٹھپڑ مار دیتی ہے اذان خود کو واش روم میں بند کر لیتا ہے شرمین کے لیے ایک نئی مشکل آن کھڑی ہوتی ہے شرمین مجبوراً عارض کو فون کرتی ہے۔ فون پر عارض شرمین سے الجھ جاتا ہے اور اذان کی بات ماننے کا کہتا ہے جس پر شرمین انکاری ہو جاتی ہے عارض اذان کی خاطر اس کے گھر آ جاتا ہے اور اذان کو آواز دیتا ہے۔ اذان عارض کی آواز سن کر خفا سا واش روم سے نکلتا ہے اور بیڈ پر گر کر سو جاتا ہے جس پر عارض شرمین کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہے اور اذان کو باہر لے جانے کی بات کرتا ہے شرمین اذان کی خوشی کے لیے مان جاتی ہے لیکن اذان ضد میں آ کر نہیں جاتا۔ صفر عبدالصمد کو زیبا کو دینا چاہتا ہے لیکن جہاں آرا غصہ ہو جاتی ہے صفر انہیں سمجھانے کی کوشش کرتا ہے اور ساتھ ہی بلقیس (ملازمہ) کو عبدالصمد کی پیکنگ کرنے کا کہتا ہے۔ ننھی کو زیبا کے گھر سے آئے ہوئے دو تین روز ہو جاتے ہیں وہ زیبا کی عیادت کی غرض سے جانا چاہتی ہے جس پر اصغر اپنی ماں کا بتاتا ہے کہ وہ بھی زیبا کی طبیعت پوچھنا چاہتی ہیں ننھی کو یہ بات بری لگتی ہے جس پر اصغر اور ننھی کا جھگڑا ہو جاتا ہے۔ اصغر ننھی کو وہاں جانے سے منع کر دیتا ہے۔ شرمین کشف کی بلیک میلنگ کا صفر کو بتاتی ہے اور اس سے مشورہ مانگتی ہے جس پر صفر شرمین کو نئے سرے سے زندگی شروع کرنے کا کہتا ہے شرمین کے لیے یہ بات قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔ صفر اسے اذان کو سب کچھ بتادینے کو کہتا ہے اور اذان کے وکیل سے بات کرنے کا کہتا ہے جس پر شرمین خاموش ہو جاتی ہے۔ صفر عبدالصمد کو زیبا کے پاس چھوڑنے کے لیے عارض کو بلاتا ہے۔ صفر عارض کو شرمین کی پریشانی سے آگاہ کرتا ہے اور جلد کوئی فیصلہ کرنے کو کہتا ہے۔ دوسری طرف شرمین زیبا سے حلالہ کرنے کا کہتی ہے جس پر زیبا صفر کے رویے کے بارے میں شرمین کو بتاتی ہے شرمین افسردہ ہو جاتی ہے۔ آغا جی کی الماری کے خفیہ خانے سے شرمین کے نام ایک لفاظ لکھتا ہے جس پر عارض چونک جاتا ہے عارض حاکم بابا سے اس کے حوالے سے پوچھتا ہے لیکن وہ لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں اور لفاظ شرمین کو دینے کا کہتے ہیں۔ شرمین عارض کے دفتر آتی ہے عارض اسے

WWW.PAKSOCIETY.COM

## یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

### پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائس کو الٹی پی ڈی ایف  
ایڈ فرس لنکس  
ایک کلک سے ڈاؤن لوڈ  
ڈاؤن لوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر  
کتاب کی مختلف سائزوں میں اپلو ڈنگ  
ناولز اور عمران سیریز کی مکمل ریبنج

Click on <http://paksociety.com> to Visit Us

<http://fb.com/paksociety>

پاک سوسائٹی کو فیس بک پر جوائن کریں

<http://twitter.com/paksociety1>

پاک سوسائٹی کو ٹویٹر پر جوائن کریں

<https://plus.google.com/112999726194960503629>

پاک سوسائٹی کو گوگل پلس پر جوائن کریں

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس

بک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

**Dont miss a singal one of your Favourite Paksociety's Update !**

- i. Open Paksociety Page.
- ii. Click Liked.
- iii. Select Get Notifications.
- iv. Select See First.

All Done

Like Message

Get Notifications  
Add to Interest Lists...

Unlike

IN YOUR NEWS FEED

See First  
See new posts at the top of News Feed

Default  
See posts as usual

Unfollow

# رانا بردن خوبصورت

مکمل تحفظ  
مکمل تازگی



Butterfly  
BREATHABLES

GIRL  
TALK

facebook.com/GirlTalkByButterfly

WWW.PAKSOCIETY.COM

”نہیں..... ابھی بات ہوگی اذان آپ کو سننا ہے سچ یہ ہے کہ میں آپ کی ماما بھی نہیں مجھے تو آپ کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں تھا“ آپ کے بابا نے اپنی دل میں آپ کو میرے پاس چھوڑا میں نے آپ کی بہتری کے لیے آپ کو اصلیت نہیں بتائی۔ مگر بتائی تھی صرف آپ کے بڑے ہونے کا انتظار تھا..... آپ کے بابا کی ایک ایک چیز محفوظ ہے وکیل صاحب موجود ہیں وہ آپ کو حقیقت بتائیں گے۔“ شرمین کو جانے کیا ہوا وہ ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ گئی۔ اذان کے لیے یہ بات زیادہ دھماکہ خیز تھی۔ وہ ہونق بنا دیکھتا رہا اور پھر شدت سے آنسو بہاتا ہوا تکیے میں منہ دے کر لیٹ گیا۔

”اذان.....“ شرمین نے پکارا تو عارض نے ہاتھ کے اشارے سے منع کر دیا اور خود بولا۔

”اذان..... شرمین نے آپ کو ماما جیسا پیار دیا ہے تو ماما تو ہیں نا۔“

”نہیں..... نہیں مجھے میری ماما سے ملنا ہے۔“ وہ روتے روتے بولا..... وہ دونوں ایک دوسرے کا منہ تکتے لگے۔

”کہاں ہیں میری ماما؟“ وہ اٹھ کر بولا..... تو شرمین لاجواب ہو کر پھر کمرے سے باہر چلی گئی۔

”اذان..... میں بتا سکتا ہوں لیکن اس وقت جب آپ تسلی سے میری بات سنیں..... ہم باہر چلتے ہیں آکس کریم کھائیں گے۔“

”نہیں یہیں بتائیں۔“ وہ اڑ گیا۔

”بیٹا..... میں اور شرمین آپ کے بابا کے فرینڈز ہیں آپ کی ماما تو آپ کی پیدائش کے وقت فوت ہو گئی تھیں..... پھر بابا نے کیسے آپ کو سنبھالا یہ ہمیں معلوم..... ہمیں اس بارے میں نہیں پتا بس شرمین کو انہوں نے خط لکھا وکیل کو ہدایت کی اور بس..... تب سے آپ یہاں ہو۔“ عارض نے آرام سے بتا دیا۔

”یومین..... میری ماما بھی نہیں ہیں۔“ وہ سسکیاں بھرنے لگا۔

”ہاں..... ریشم والی نہیں ہیں لیکن.....“

”بس جائیں آپ.....“ وہ چلایا۔

”اذان..... دیکھو آپ کی ماما کو بابا کو اللہ نے اپنے پاس بلایا اس میں کسی کا کوئی قصور نہیں شرمین نے آپ کو اصل ماما کی طرح پیار دیا یہ تو آپ جانتے ہونا۔“ عارض نے کہا وہ کچھ نہ بولا چپ ہو گیا۔ بالکل چپ.....

”اذان.....“

”مجموعہ بات نہیں کرنی۔“ اس نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

♥..... ○..... ♥

”سب غلط ہو گیا اسے سب کچھ اتنی تیزی سے نہیں بتانا چاہیے تھا۔“ شرمین بہت اپ سیٹ تھی۔ عارض نے کچھ دیر سوچا اور پھر اعتراف کیا۔

”نہیں اچھا ہوا آخر کب تک لڑکا کے رکھتے یہ سب ہضم ہونے میں وقت ضرور لگے گا لیکن یہ ضروری تھا..... بہتر تو یہ تھا کہ تم پہلے دن ہاسٹل سے آتے ہی اسے سچ بتائیں۔“ عارض نے کہا۔

”بس یہ غلطی ہو گئی کشف وغیرہ کا مجھے اندازہ نہیں ہوا صبح احمد کی غلطی بھی تھی کہ انہوں نے میری زندگی خراب کر دی۔“ وہ بولی۔

”صبح احمد بھی عجیب شخص تھے کیسی محبت کی تھی تم دونوں نے۔“ غیر ارادی طور پر عارض کے منہ سے نکل گیا۔

شرمین کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔

”ویسے کشف سے بات کرنی چاہیے اسے کہو کہ مقدمے بازی کی ضرورت نہیں اذان آپ کا بھتیجا ہے اسے صبح احمد کا خط دکھا دو کہ تم اذان کو کیوں لائی تھیں؟ اب چاہو تو اپنے ساتھ رکھو۔“

”اور میں..... میں کیسے جیوں گی؟“

”شرمین..... اذان کے لیے دل کڑا کر لو وہ صبح احمد کا بیٹا ہے اسے اپنوں میں جانا ہے، صبح احمد نے غلط فیصلہ کیا تھا تمہاری زندگی مشکل میں ڈالی پلیز خود سوچو۔“ عارض نے کھڑے ہو کر اس کے نازک کندھوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے تو اس نے اس اونچے لانے عارض کو سراٹھا کر دیکھا وہ بہت اپنا اپنا سا لگا..... بڑے دنوں بعد اسے یوں دیکھنا اچھا لگا..... نظروں کی دھند ہلکی سی چھٹی تھی جو کہ عارض کے لیے خوش آئند تھی۔

”عارض اور صفدر بھائی ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ صبح احمد نے کم فہمی اور نا سنجھی کا ثبوت دیا اور اپنا بیٹا اسے سونپ دیا یہ بات جانتے ہوئے بھی کہ ان کی لاپچی اور چالاک بہنیں موجود ہیں وہ کبھی یہ برداشت نہیں کر سکتی تھیں کہ بھتیجے کے ذریعے ملنے والی دولت کسی بھی طرح شرمین کے پاس رہے..... پھر کیوں صبح احمد نے یہ کیا..... اور اب جو حالات بن گئے ہیں ان کا ذمہ دار کون ہے؟ میں دل پر پتھر رکھ کے اذان کو کشف کے حوالے کر دوں کیا اسے بھول پاؤں گی؟“

”شرمین بھولنا ہوگا یا پھر کم از کم اسے الگ کرنا ہوگا“ آخر اس بے مقصد لڑائی کا کیا فائدہ؟ تمہیں تو یہ بات پہلے دن ہی سمجھ لینی چاہیے تھی۔ اپنی زندگی کو دیکھو عارض کو کس بات کی اب تک مزادے رہی ہو؟ دل پر ہاتھ رکھ کے سوچو کہ کیا تم عارض کو معاف نہیں کر چکیں..... پہلے تو اذان کی وجہ سے فاصلہ رکھ رہی تھیں..... اب..... اب جبکہ اذان چلا گیا تو پھر کیا سبب رہ جائے گا کہ تم عارض کو ٹھکراؤ..... شرمین خود سوچو عارض کیسی تمہاری بے اعتنائی اور سرد مہری کو جھیل کر بھی تمہارے احساس کے سہارے کھڑا ہے اس کی آنکھوں میں ٹھانٹھیں مارتا محبت کا سمندر ہے..... وہ اپنی محبت کی سچائی ظاہر کر چکا ہے پھر کیوں اسے معاف نہیں کرتیں..... یا سچ تو یہ ہے کہ تم بھی معاف کر چکی ہو بس بناوٹ سے کام لے رہی ہو..... چھوڑ دو شرمین بیگ عارض کے بعد نہ محبت رہے گی اور نہ محبت کرنے والا..... اسے بہت سزا مل چکی ہے۔ اگر تمہیں اس سے محبت نہ ہوتی تو یہ رابطے کیوں رہتے؟ بہانے بہانے سے زندگی اسے تمہارے اور تمہیں اس کے سامنے لاتی رہی ہے..... اب بھی تم فارغ رہ کر اسے کیوں سوچ رہی ہو؟“ اذان کے ساتھ اگر کوئی سوچ تھی تو وہ عارض کی تھی۔ اذان عارض کے پاس تھا اس کا دل مچلا فون ملا لیا.....!

”ہیلو..... ہاں وہ.....“

”بولو کیا کہنا ہے۔“ عارض چپکا۔

”وہ بس اذان..... وہ ہکلائی۔“

”شرمین۔“ اس نے پکارا۔

”ہنہ.....“

”یونہی تم مجھ سے بات کرتی ہو“

یا کوئی پیار کا ارادہ ہے..... وہ لہک لہک کر گانے لگا۔

”اوہ..... تو یہ ہے۔“ وہ دل کی چوری پر شرمندہ ہوئی مگر غصہ ظاہر کیا۔

”شرمین بات کرو۔“

”اذان کا بتاؤ۔“

”پلیز..... پرسن ہونے کی ضرورت نہیں۔“

”سوری میرا مطلب تھا کہ..... وہ اٹکا۔“

”محبت تو آپ نے بھی کی تھی۔“ وہ بولی۔

”تھی کیا..... ہے کرتا ہوں۔“

”اچھا اب اذان کا کیا ہوگا؟“

”وقتی اثر سے نکلنے میں کچھ وقت لگے گا۔“

”اور پھر.....“

”اسے میں ساتھ لے جاتا ہوں بات کرتا رہوں گا۔“ اس نے صلح دی۔

”لگتا ہے کہ اذان مجھ سے دور ہو جائے گا۔“ وہ رو دی۔

”دیکھو..... ہر طرح کے حالات کے لیے تیار رہو اذان بچہ ہے اسے یہ صدمہ برداشت کرنا ہے مشکل ہے اس کے لیے مگر کوشش تو کرتے ہیں نا۔“ اس نے سمجھایا۔

”اذان کو آج پتا چل ہی گیا کہ میں اس کی اصل ماما نہیں۔“ وہ رونے لگی۔

”یہ مشکل کام لگ رہا تھا مگر اچھا ہوا آج ہی اسے پتا چل گیا۔“

”وہ چلا گیا تو میں کیسے زندہ رہوں گی؟“

”ہمارا اپنا بچا آ جائے گا۔“ عارض نے شرارت سے آنکھ دہائی تو وہ روتے روتے گھور کر بولی۔

”بیکار بات مت کیا کرو اذان کو میں کسی کو بھی دے نہیں سکتی۔“

”ان شاء اللہ..... اذان اچھا فیصلہ کرے گا میں اسے ساتھ لے جا رہا ہوں۔ دیکھو ایک بات طے ہے کہ جذباتی فیصلے جذبات میں کیے جاتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اذان تمہارا کچھ بھی نہیں تم نے صبح احمد کی آخری خواہش کا احترام کیا یہ تمہارا ظرف ہے باقی اسے اپنی پھوپھو سے دور نہیں کیا جاسکتا اور یا اب تو کوئی چیز ہمارے درمیان نہیں آ سکتی..... اذان کے بعد تو ہم ایک ہو جائیں.....“ عارض نے اس کا ہاتھ تھام کر لیوں سے لگا لیا۔

”کتنے مطلبی ہو؟ تم اس لیے اذان کو دینے کا مشورہ دے رہے ہو۔“ وہ برامان لگی۔

”نہیں آئی سویر اذان مجھے بہت عزیز ہے میں تو اسے اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں۔“

”پتا نہیں اب کیا ہوگا؟“

”اچھا ہوگا اذان کو سمجھانے کی ضرورت ہے اچھا ہوا اسے بتا دیا..... یہ دن ایک حقیقت بن کر آتا ہی تھا۔“

”اب وہ لان کے آخری کونے پر بڑی تیج پر گھنٹوں میں منہ دے کر بیٹھا ہوگا۔“

”کوئی بات نہیں اسے سوچنے کا موقع دینا چاہیے۔“

”وہ مجھ سے نفرت کرنے لگا ہوگا۔“

”پھر یہ نفرت محبت میں بدل جائے گی۔ میں اسے ساتھ لے کر جا رہا ہوں تم بعد میں آ جانا..... وہ آ غاجی والا لافاف بھی تو دینا ہے۔“

”عجیب بات ہے وہ اگر آ غاجی نے رکھا تھا تو کچھ بتاتے..... بس ویسے ہی کچھ لکھا ہوگا۔“ وہ بولی۔

”پتا نہیں شاید نہیں مہلت نہیں ملی یا پھر وہ خود رکھ کر بھول گئے ہوں۔“

”خیر اس کی کوئی جلدی نہیں ہے فی الحال آپ اذان کو سمجھاؤ۔“

”کہاناں کہ نہیں وہ کسی اور سے محبت کرتا ہے شرمین سے شدید محبت کرتا ہے آپ نے ہرگز ایسی بات نہیں کرنی۔“ وہ بولی۔

”ٹھیک ہے میرے بعد پچھتاؤ گی۔“  
 ”اگر پچھتاؤے مقدر میں ہوں تو مقدر سے کون لڑ سکتا ہے؟“  
 ”تو تم اسکول بناؤ گی؟“

”ہاں۔“  
 ”اکیلی؟“

”منہی میرا ساتھ دے گی اصغر بھائی کویت جا رہے ہیں فیکٹری مالکان بھیج رہے ہیں انہیں۔“  
 ”اچھا تو منہی نہیں ساتھ جا رہی۔“

”فی الحال تو نہیں..... اصغر بھائی نے اسے اجازت دے دی ہے۔“ اس نے بتایا۔  
 ”بڑی اچھی بات ہے، لیکن جیون ساتھی کی تو پھر بھی ضرورت ہوتی ہے۔“ حاجرہ بیگم بولیں۔  
 ”کوئی ضرورت نہیں ہے زندگی کا ایک تجربہ کافی ہے اور پھر آپ اب یہ تکرار چھوڑ دیں۔“ وہ بولی۔  
 ”ٹھیک ہے جیسے چاہو کرو مگر صفدر نے بیٹا واپس لے لیا تو.....“

”نہیں بیٹا تو کسی قیمت پر واپس نہیں دوں گی، صفدر نے ایک ماں کی محبت کو چیلنج کیا تو منہ کی کھانی پڑے گی۔“ وہ آہنی لہجے میں بولی۔ حاجرہ بیگم کے پاس چپ کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

♥..... ○..... ♥

اسے دیکھ کر اذان عارض کے پاس سے اٹھ کر کمرے سے جانے لگا تو عارض نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔  
 ”بری بات یارا بھی تو آپ کو سمجھایا ہے کہ دل میں غصہ نہیں رکھتے۔“ وہ کچھ نہیں بولا دوسری طرف دیکھنے لگا۔  
 ”بیٹا آپ اپنے ڈیڈی کا خط دیکھ کر سب کچھ سمجھ جاؤ گے یہ شرمین آنٹی ہیں آپ جہاں جس کے پاس رہنے کا فیصلہ کرو گے انہیں کوئی اعتراض نہیں۔“ عارض نے دھیرے دھیرے کہا۔ وہ تب بھی منہ پھلا کے کھڑا رہا۔  
 ”بیٹا میں نے آپ کو اس لیے کچھ نہیں بتایا تھا کہ آپ ہرٹ ہوں گے۔“ شرمین بولی۔  
 ”آپ کی ممانہ ہو کر بھی انہوں نے آپ کا خیال رکھنے میں کوئی کمی تو نہیں چھوڑی۔“  
 ”مجھے کوئی بات نہیں کرنی۔“ وہ ہاتھ چھڑا کے باہر بھاگا۔  
 ”دیکھا تم نے۔“ شرمین آبدیدہ ہو گئی۔

”نیچرل ہے وہ ہرٹ ہوا ہے دو صدے ایک ساتھ حوصلہ دیکھو وہ پھر بھی چپ ہے۔“ عارض بولا۔  
 ”کیا سمجھایا اسے؟“

”بہت سمجھایا ہے مجھ سے اس موضوع پر بات کوئی نہیں کی بس سنتا رہا کھانا کھایا آٹس کریم کھائی ابھی وقت دو اچھا فیصلہ کرے گا۔“

”چلو جو ہونا ہے میرا تو مقدر ہی ایسا ہے۔“ وہ نمناک لہجے میں بولی۔  
 ”دیکھو حقیقت کو جتنی جلدی تسلیم کر لو اتنا ہی بہتر ہے۔“ عارض نے اس کی ٹھوڑی اور پر اٹھا کر بہت سنجیدگی سے کہا۔  
 ”بس سب ٹھیک ہے میں ہی مس فٹ ہوں۔“ اس نے اس کا ہاتھ ہٹا کر کچھ رنجیدگی سے کہا۔  
 ”میری زندگی میں فٹ ہو جاؤ تمہارے ہنا میں مس فٹ ہوں۔“ وہ شوخ ہوا۔

آجپل 127 اگست 2016ء

”اذان گھر پر ہے اور میں آفس میں۔“

”اچھا ٹھیک ہے۔“

”ایسا کرو گھر آ جاؤ ساتھ لہج کریں گے۔“

”وہ..... میں.....“

”ہاں..... یہی پیار ہے بابا بابا۔“ اس نے چھیڑا اور ہنستے ہوئے فون بند کر دیا۔ اس کی باتوں کا سحر تھا کہ وہ سب چیزیں وائسٹاپ کر کے ہینڈ بیگ کندھے پر ڈال کے آفس سے جانے کو تیار ہو گئی تھی۔

♥..... ○..... ♥

کافی دیر سے زیر فون پر منہی سے بات کر رہی تھی۔ حاجرہ بیگم دو تین مرتبہ کوئی بات کرنے کی غرض سے اس کے کمرے میں آئیں لیکن اسے مصروف دیکھ کر لوٹ گئیں۔ کچھ دیر بعد عبدالصمد سوتے سوتے ڈر کے چیخا تو زیانے فون بند کیا۔ حاجرہ بیگم اس وقت آئیں۔

”خیر منہی ایسی کیا باتیں تھیں جو ختم نہیں ہو رہی تھیں۔“

”اماں..... ضروری بات تھی۔“

”پتا تو چلے.....“

”ایک آئیڈیا ہے میرے ذہن میں۔“

”وہ کیا.....؟“

”اماں ہم کہیں کسی کالونی میں رہائش کے لیے کرائے کا مکان لے لیں اور یہاں اسکول بنالیں تو کیسا رہے گا؟“

”کیا.....؟“

”ہاں کچھ تو کرنا ہے کرائے کے پیسوں سے زندگی تو جیسے تیسے گزار لیں، مگر مجھے مصروفیت چاہیے، عبدالصمد کے لیے اچھا مستقبل چاہیے۔“ وہ ساتھ ساتھ عبدالصمد کو تھکیاں دے رہی تھی۔

”اور اس طرح تمہاری پہاڑی زندگی گزار جائے گی؟“ وہ غصے سے بولیں۔

”اماں میری زندگی میرے بیٹے کے لیے ہے۔“

”یہ بتاؤ عارض کیسا ہے؟“

”کیا مطلب کیسا ہے؟“

”وہ آج کل میں عبدالصمد کو لے کر جائے گا ملانے تو اس سے ایک بات کرنی ہے۔“

”کیسی بات؟“

”غیر شادی شدہ ہے اگر اس سے رشتے کی بات کروں؟“

”اماں..... کیا ہو گیا ایسا سوچا بھی کیوں؟“

”دونوں گھروں کے حالات جانتا ہے طلاق والی بات سے واقف ہے اگر.....“

”اماں چپ کر جائیں ایسی فضول بات ہرگز نہ کرنا ورنہ میں گھر چھوڑ کے چلی جاؤں گی۔“ وہ غصے سے بولی۔

”برائی کیا ہے؟“ وہ چیخیں۔

”پہلی بات تو یہ کہ مجھے شادی نہیں کرنی اور عارض میرے لیے بھائی جیسا ہے۔“

”اوہو..... بات کر کے تو دیکھا جا سکتا ہے۔“

آجپل 126 اگست 2016ء

WWW.PAKSOCIETY.COM



”پلیز..... میں اس وقت کوئی فضول بات نہیں سن سکتی۔“ وہ چڑھی گئی۔

”ٹھیک ہے میں فضول میری باتیں فضول۔“ وہ برامان گیا۔

”میرا خیال ہے مجھے چلنا چاہیے۔“

”کھانے سے تو نفرت نہیں ہے نا۔“

”کھانے کے آثار دکھائی نہیں دے رہے۔“

”میں دیکھتا ہوں۔“ وہ اٹھ کر جانے ہی والا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی اور حاکم چاچا اندر آ گئے۔

”کھانا لگا دیا ہے اذان بابا پچھلے برآمدے میں بیٹھے ہیں کوئی جواب نہیں دے رہے۔“ انہوں نے بتایا۔ وہ تڑپ اٹھی عارض بھی لڑکا۔

”عارض پلیز..... آپ ڈانٹنگ ٹیبل پر جاؤ میں اسے لے کر آتی ہوں۔“ شرمین یہ کہہ کر آگے بڑھ گئی۔ وہ برآمدے کے ستون سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

”اذان..... آپ میرا تماشا بناؤ گے یہ میں نے سوچا ہوتا تو میں آپ کو اپنے پاس نہ لاتی۔“

”میرے ڈیڈی کو کیوں قتل کروایا؟“ وہ پلٹ کر غرایا..... تو وہ حیران رہ گئی۔

”وہاٹ.....! قتل.....؟“ وہ دہاڑی۔

”آپ نے میرے ڈیڈی کو قتل کروایا بدلہ لیا۔“ وہ اٹھ کر برابر کھڑے ہو کر چلایا۔ اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

”میں نے اور قتل کیا کس نے کہا اور میں بدلہ کس بات کا؟“

”میرے ڈیڈی نے آپ سے شادی نہیں کی تو.....“ وہ بڑی بے باکی سے کہہ گیا اور یہ وہ مقام تھا کہ شرمین گردن تک زمین میں دھنس گئی۔ آنکھوں سے جو ساون برس تو جل تھل ہو گیا۔ اس کو اپنی ہستی اتنی حقیر اور بے وقعت دکھائی دی کہ جی چاہنے لگا ابھی زہر پی کر زندگی سے نجات پالے..... بچکیوں سے روتے ہوئے بیٹھتی چلی گئی۔ تب عارض نے اپنا مضبوط ہاتھ اس کے کندھے پر رکھا۔

”کیا ہوا؟“

”کچھ نہیں میں قاتل ہوں اذان کہتا ہے میں نے اس کے ڈیڈی کا مرڈر کروایا ہے۔“ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

”اس میں غلط کیا ہے۔“ عارض بولا۔

”کیا؟“ عم وغصے سے اس نے دیکھا۔

”میرا مطلب وہ مرتے دم تک تم پر مرنے لگا تھا۔“ وہ ہنسا۔

”پرے ہٹو۔“ وہ جھٹکا دے کر آگے بڑھ گئی۔

”یار مذاق کر رہا تھا۔“ وہ سامنے آ گیا۔

”اذان مجھ سے متنفر ہے میں اس سے اتنا پیار کرتی ہوں اور وہ.....“ وہ پھر بے بسی سے رقت بھرے لہجے میں بولی۔

”وہ بچہ ہے اس کی پھوپھو نے جو کہا وہ اس نے تسلیم کر لیا تم نے جو سچ اسے اب بتایا ہے اسے ہی توڑ پھوڑ کے نئے انداز میں کشف نے بتایا ہوگا سو وہ اب تمہیں برا سمجھ رہا ہے۔“ عارض نے کہا۔

”مطلب میری کوئی حیثیت نہیں۔“

”سچ یہی ہے۔“

”تو پھر.....“

”میں اس سے جاننے کی کوشش کر رہا ہوں۔“

”کشف نے اسے بدل دیا ہے۔“

”ہاں۔“

”ٹھیک ہے پھر میں بھی دل پر پتھر رکھ لوں گی۔“

”اذان چھوٹا ہے معصوم ہے اسے اپنے دوست دشمن کی پہچان کے لیے وقت لگے گا۔“

”تو کیا اس وقت تک میں ایسے رہوں گی؟“

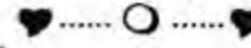
”نہیں تمہیں اپنے اور اپنے ساتھ میرے بارے میں غور کرنا چاہیے۔“ اس نے چھیڑا۔

”میں جا رہی ہوں سخت ڈسٹرب ہوں۔“

”کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔“ وہ چلایا۔

”نہیں کھانا مجھے۔“

”رکو پلیز۔“ وہ پیچھے لڑکا۔



”بہت دشوار ہوتا ہے کسی کو یوں بھلا دینا کہ جب وہ جذب ہو جائے رگوں میں خون کی مانند۔“ وہ اذان کی تصویر دیکھتے ہوئے بڑبڑائی۔

رات کے آخری پہر تک جاگتے ہوئے وہ اذان کی تصویر کو سنے سے لگائے بیٹھی تھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اذان ایسا بھی کہہ سکتا ہے..... ایسا بھی سوچ سکتا ہے..... اچھتی سی نظر صبح احمد والی تصویر پر پڑی تو اسے نفرت سی محسوس ہوئی..... زمانوں پہلے جس شخص کی محبت کا فریب کھایا تھا اس نے کس قدر برے طریقے سے اس کو اس کے جذبوں کو پامال کیا تھا۔ اس کی زندگی کے سب تر و تازہ لمحے صبح احمد ہی چاٹ گئے تھے۔ عارض نے بھی صبح احمد کی وجہ سے اپنے اور اس کے رشتے میں دوری پیدا کی تھی۔ اس نے بڑی بے مہری سے صبح احمد کی فوٹو اٹھا کر دور فرش پر دے ماری۔

”صبح احمد..... تم نے مجھے بہت دکھ دیئے جب ہمارے احساس کو بہت بری طرح روندھا جاتا ہے تو پھر کسی سے احساس کا رشتہ بھی جوڑنے کی ضرورت نہیں۔ تم سے تمہارے بیٹے سے میرا کوئی رشتہ نہیں میں عشق میں تو سرخرو ٹھہری ہوں مگر اب مجھے زندگی سے ہی خطرہ درپیش ہے۔“ وہ خود کلامی سے اپنے ذہن کے بوجھ کو ہلکا کر رہی تھی۔

”دھوکے ہی دھوکے کھائے..... اور اب اذان تمہارے لیے مشکل آزمائش بن گیا ہے۔“

”کوئی بات نہیں..... میں شرمین ہوں..... جھیل جاؤں گی..... ہر جدائی..... ہر صدمہ..... اگر مقدر میں یہی لکھا تھا تو پھر رونا کیسا؟“ اس نے تھیلی سے رگڑ کر آنکھیں صاف کیں اور پھر بیڈ پر لیٹ گئی۔

مگر اور جیسے کسی نے اسے تھکی دے کر سلا دیا۔ ایک طاقت اور توانائی سے بھر پور ہاتھ نے اسے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ اذان کی جگہ خالی تھی..... اس کا تکیہ اس نے اپنے چہرے کے قریب کر رکھا تھا۔



اتوار کا دن اس حوالے سے بہت اہم ہوتا تھا کہ عارض کی صبح کا آغاز لان کی پُرفضا خوشبو میں رچی بسی ہوا کو سانسوں میں اتارتے ہوئے ہوتا تھا۔ سلپنگ سوٹ پر گاؤن پہنے وہ لان میں پہنچا تو ٹھنکا..... اذان کین کی کرسی پر

WWW.PAKSOCIETY.COM

پہلے سے موجود تھا۔  
”ہیلو گڈ مارنگ لائل ماسٹر۔“ وہ خوش دلی سے اس کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔

”گڈ مارنگ۔“

”کیا بات ہے اتنی صبح لان میں آ گئے؟“

”بس نیند نہیں آ رہی تھی۔“

”ماما کے بغیر۔“

”وہ میری ماما نہیں ہیں۔“ وہ چڑ کر بولا۔

”چلیں آئی ہی سمجھ لیں۔“

”وہ جھوٹی ہیں میرے ڈیڈی کو مارا ہے۔“

”بالکل غلط جس نے بھی آپ کو یہ کہا ہے غلط کہا ہے آپ کے ڈیڈی سے تو بہت عرصے سے ان کی سلام دعا ہی نہیں تھی..... آپ کے ڈیڈی نے اپنی طبیعت خرابی کے باعث آپ کو شرمین کے حوالے کیا اور آپ کے ڈیڈی ہارٹ پیسٹ تھے مجھے امریکہ میں ملے تھے..... آپ شرمین کے خلوص کے بارے میں اس طرح سوچتے ہو؟“

”بس مجھے کچھ نہیں سننا۔“ اس نے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے۔

”آپ نے اپنی پھوپھو کے پاس جانا ہے شوق سے جائیں آپ کا سب کچھ محفوظ ہے شرمین کو کوئی لالچ نہیں آپ ان کے خلوص کا مذاق نہیں اڑا سکتے۔“

”مجھے ہاشل جانا ہے بس ڈیڈی پھوپھو اور کسی کی بات نہ کریں۔“ وہ بولا۔

”اذان..... یہ بیڈ میوز ہیں آپ ایک سلجھے ہوئے حقیقت پسند بچے ہیں آپ کے ڈیڈی کی حقیقت ہم جانتے ہیں شرمین آئی تو بہت اچھی دوست تھیں ان کی جو بہت پہلے ان کی راہ سے ہٹ گئی تھیں پھر آپ کے ڈیڈی نے ایک امیر ترین خاتون سے شادی کی پھر ان کے کوئی بے بی نہیں ہوا ویسے بھی بہت سے اختلافات ہوئے ڈیورس ہو گئی تب آپ کی ماما سے انہوں نے شادی کی وہ آپ کی پیدائش پر مرگئیں اور پھر آپ شرمین تک پہنچے۔“

”مگر شرمین آئی میرے ڈیڈی کو پسند کرتی تھیں۔“

”بچے اتنی بڑی باتیں نہیں کرتے شرمین آئی تو مجھ سے مل گئی ہوئی ہے وہ آپ کے ڈیڈی کی نہیں میری مگیتر ہیں آپ کی وجہ سے وہ قربانی دے رہی ہیں کہ شادی نہیں کر رہیں۔“

”پھر مجھے کیوں یہ سب نہیں بتایا؟“

”یار..... وہ یہ سوچتی رہیں کہ آپ چھوٹے ہو ہرٹ ہو گئے۔“

”ہنہ..... ہرٹ تو اب ہوا ہوں اب کیوں بتایا؟“

”آپ جانتے ہو کہ آپ کی پھوپھو نے سب فساد کھڑا کیا ہے۔ تاکہ آپ اپنی ساری دولت سمیت ان کے پاس جا کر رہیں۔“ عارض نے کہا تو وہ ایک ٹک اسے دیکھتا رہا اور پھر اٹھ کر اندر چلا گیا۔

عارض جانتا تھا کہ برف اتنی تیزی اور آسانی سے نہیں پگھلے گی اس کے لیے کچھ وقت معصوم اذان کو دینا ہوگا..... وہ خود اپنی حساسیت کے مطابق فیصلہ کرے گا تو وہی بہتر ہوگا وہ فیصلہ جو بھی ہوا شرمین کو قبول کرنا پڑے گا۔



پروڈکشن یونٹ کے ساتھ اس کی میٹنگ چل رہی تھی۔ عارض اس کے آفس میں بیٹھا انتظار کر رہا تھا..... اس کے

اپنے آفس میں کچھ ضروری کام تھے مگر اس وقت دو مقاصد تھے ایک تو آغا جی کا اس کے نام چھوڑا لفظ تھا دوسرا اذان کے حوالے سے بات کرنی تھی۔ کیونکہ اذان نے آج صبح ناشتے کی میز پر اپنا فیصلہ سنا دیا تھا اور فیصلہ کافی حد تک پریشان کن تھا۔ وال کلاک کی سوئیاں تو اتر سے چل رہی تھیں..... مگر وہ تنہا آفس کے دروازے کھٹکتے تھک گیا تھا۔ اسے یہاں آئے تقریباً سو اگھنٹہ ہو گیا تھا۔ اللہ اللہ کر کے انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں..... وہ ملنے گلابی اسٹائلش لباس میں خوشبو کے جھونکے کی مانند اندر داخل ہوئی..... لباس فریش نیس کے لیے پہنا گیا تھا، مگر نہ چہرہ کملا یا ہوا تھا، آنکھوں کے گرد جلتے نمایاں تھے۔ آنکھوں میں ویرانیاں ڈیرے ڈالے بیٹھی تھیں اسے دیکھ کر وہ مسکرائی..... تو وہ اٹھ کر اس کے چہرے کے قریب ہو کر بڑے دکھ سے بولا۔

”کیا یہی وہ میری شرمین ہے؟“

”اسے تو آپ پچھلے کسی گمنام اسٹیشن پر چھوڑ آئے ہیں۔“ وہ کرسی پر ٹک گئی تو وہ اس کے قریب آ کر بڑبڑایا۔

”میں خود بھی اسی اسٹیشن کی بھول بھلیوں میں اپنی شرمین کو آوازیں دے رہا ہوں۔“

”پلیز..... یا آفس ہے کرسی پر بیٹھیں۔“ وہ کچھ اٹھل پھل دھڑکنوں کے ساتھ بولی۔

”شرمین..... معاف کر دو مجھے میری بانہوں میں تمہارا باپکپن آج بھی محفوظ ہے..... یہ سب غم سب پریشانیاں مجھے دے دو.....“

”کیسے ناہوا؟“

”شرمین..... تمہارے بعد ہر گھڑی میں نے تمہارے ساتھ ہی گزاری ہے۔“

”پلیز کیسے ناہوا؟“

”یہ..... یہ لفظ تمہیں دینا تھا اور اذان کی بات کرنی تھی۔“ اس نے جیب سے وہی لفظ اس کے سامنے رکھ دیا۔

”کیا ہوا اذان کو؟“

”اس نے بڑی عجیب سی بات کی ہے۔“ وہ سامنے کرسی پر ٹک گیا۔

”بتاؤ مجھے جینا آتا ہے بہت کچھ کھویا ہے زندگی میں مگر مری تو ایک دفعہ بھی نہیں۔“ وہ بولی۔

”شرمین..... جانتی ہو ہماری نیت کی پیمائش اس وقت ہوتی ہے جب ہم کسی ایسے شخص کے ساتھ بھلائی کریں جو ہم کو کچھ بھی نہیں دے سکتا۔ ہمارے کسی کام نہیں آ سکتا، ہم پھر بھی اپنی نیت میں کھوٹ نہیں لاتے کیونکہ ہمارے عمل کا دار و مدار نیتوں پر ہی ہوتا ہے اور نیت تمہاری محبت ہے..... محبت مرنی نہیں.....“ عارض نے اس کا حوصلہ بڑھانے کے لیے اچھے اور خوبصورت جملوں کا انتخاب کیا..... مگر وہ درد سے مسکرائی۔

”یہ محبت ہی ہے دیکھو زندہ ہوں سلامت ہوں اذان جیسا چاہے وہ کرنے کو تیار ہوں کچھ نہیں ہوگا مجھے بھلائی اور صلے کی تمنا کبھی نہیں کی میں نے یہ محبت کی سوداگری کرنے والے طلب کرتے ہیں میں سوداگر نہیں اذان کی وجہ سے مجھے کچھ نہیں ہوگا۔“

”مگر اذان کی بات سن کر تم دنگ رہ جاؤ گی۔“

”دنگ رہنے کا بڑا مختصر سا فیئر ہوتا ہے۔“

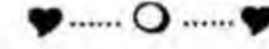
”مگر تم ہل کے رہ جاؤ گی۔“

”پلیز..... مجھے کچھ کام کرنے ہیں۔“

”اچھا یہ بات پھر کر لیں گے۔“ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس وقت ہرٹ ہو۔“

”عارض میں نے ارادہ باندھ لیا ہے کہ مجھے کچھ فرق نہیں پڑے گا۔“  
 ”شرین اذان پائل جانا چاہتا ہے اسلام آباد یا پھر اپنے ڈیڈی کے اپارٹمنٹ میں۔ وہ تمہارے ساتھ نہیں رہنا چاہتا وہ میرے ساتھ نہیں رہنا چاہتا۔“ وہ بولا۔  
 ”کب؟“ اس نے پچھلے کھاتے دل کو جکڑ کر پوچھا۔  
 ”شرین یہ سلوٹن ہے کیا؟“ اسے حیرت ہوئی۔  
 ”تو کیا کریں؟“  
 ”اسے پھوپھو کے پاس ہی کم از کم رہنا چاہیے۔“  
 ”تو بات کر لو۔ تمہارے ساتھ بھی نہیں میرے ساتھ بھی نہ رہے تو پھوپھو کے ساتھ تو رہے۔“  
 ”تم کر لو۔“

”نہیں مجھے تو بس یہ بتانا کہ اسے وکیل کے ذریعے کب اور کس کے حوالے کرنا ہے۔“ وہ بالکل اجنبی سی لگ رہی تھی۔ عارض کو حیرت تھی کہ اذان کے لیے بے قرار اور پریشان رہنے والی شرین اتنی بے حس کیسے ہو سکتی ہے؟ یا پھر اس کے اندر اٹھنے والے طوفان کو وہ دیکھ نہیں سکتا تھا۔

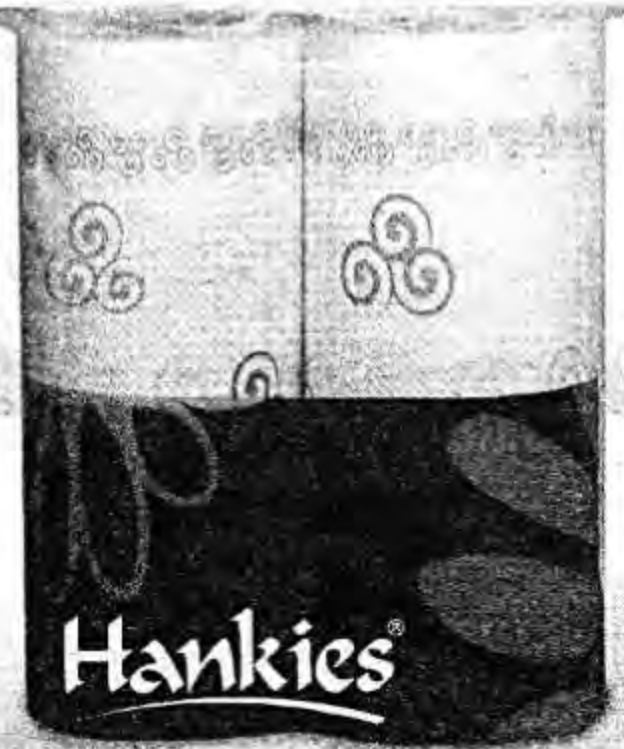


شرین بیٹی.....

نہ یہ خط ہے نہ وصیت بس یہ فرمائش ہے اس امید پر کہ دنیا ادھر سے ادھر ہو سکتی ہے تم میرے عارض کی زندگی سے کہیں نہیں جا سکتیں یہ تحریر تو حفظ ماقدم کے تحت محفوظ کر رہا ہوں آج کل میں دینا چاہتا ہوں اگر نہ دے سکوں تب بھی یقین ہے کہ تم میری خواہش کا احترام کرو گی..... عارض نے بہت بڑی غلطی کی تم نے وہ غلطی ٹھیک کرنی ہے ہری پور میں ہماری آبائی حویلی ہے ملازمین کے سوا وہاں میرے پرکھوں کی خوشبو رچی بسی ہے اس حویلی کو عبدالمعید صاحب میموریل ٹرسٹ بنا کے آباد کرنا عارض کی اس کوتاہی کا ازالہ ادا کرنے کی اس کوشش میں تم میرا ساتھ دینا تاکہ کوئی عبدالمعید تاکر وہ گناہ کی سزا میں نہ مارا جائے..... میرے وکیل کے پاس سب احکامات موجود ہیں..... جہاں رہو خوش و آباد رہو لیکن میرے وفادار ملازم عبدالمعید کی روح کو خوش ضرور کرنا میں نے تاحیات تمہیں اس ٹرسٹ کا چیئرمین متعین کیا..... یہ سب باتیں مجھے تمہارے پاس بیٹھ کر کرنی چاہئیں تھیں لیکن دل نے مجبور کیا تو یہ سب لکھ کے حاکم الدین کے حوالے کر رہا ہوں وہ جب یہ لفافہ دے گا تو میں سمجھ لوں گا کہ ہم آمنے سامنے بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے۔

تمہارے آغا جی!  
 ”آغا جی اتنا بھروسہ اور حاکم چاچا کو لفافہ دے دیا وہ امین بنے رہے اوہ آغا جی!“ وہ سسک اٹھی..... بیگلی آنکھوں سے بار بار وہ آغا جی کی تحریر پڑھتی جا رہی تھی اسے بہت رنج ہو رہا تھا آغا جی نے عارض کی کوتاہی کا ایسے بدلہ سوچا یہ تو اس کے تصور میں بھی نہیں تھا۔ اس سے اچھا اور کیا طریقہ ہو سکتا تھا مگر میں میں کیسے اتنا بڑا کام کر سکتی ہوں..... میں تو عارض سے دور ہوں اپنے مسائل میں تنہا گھری لڑکی جسے اپنے مسائل سے باہر نکلنے کی فرصت نہیں وہ آغا جی کے اتنے عظیم کام کو کیسے پورا کر پائے گی؟“ وہ لفافہ بند کر کے ایک نئی الجھن کے ساتھ اٹھ کر کمرے سے باہر نکل رہی تھی کہ شبانہ آگئی..... اس کا چہرہ پڑھ کر بولی۔  
 ”خیریت تو ہے.....“

Decora  
 Hankies  
 KITCHEN  
 TOWELS  
 Luxury Size



WWW.PAKSOCIETY.COM



”ہاں بالکل خیریت ہے۔“ وہ مسکرائی۔  
”اذان نظر نہیں آ رہا۔“

”جی گیا ہوا ہے آپ بتاؤ کیسے آنا ہوا؟“

”ہمارا گھر مکمل بن گیا ہے ہم اس ہفتے اپنے گھر میں شفٹ ہو جائیں گے آپ کسی اور کرائے دار سے بات کرنا چاہیں تو بے شک کر لیں۔“ شبانہ نے بتایا۔  
”مبارک ہو اللہ مبارک کرے۔“ اس کو شبانہ کے جانے کی اطلاع اچھی لگی..... وہ بھی اذان کے معاملے سے ہر وقت باخبر رہنے کی کوشش کرتی رہتی تھی۔  
”آپ ہمارے گھر آنا ضرور۔“  
”ضرور۔“ وہ مسکرائی..... شبانہ اٹھ کر چلی گئی تو اس نے اطمینان بھری سانس لی۔

♥..... ○..... ♥

صفدر نے دو تین فارن کمپنیز کو سی وی ای میل کی تھی۔ کیونکہ دل اچاٹ ہو گیا تھا۔ یہاں رہتے ہوئے عبدالصمد کی جدائی ناقابل برداشت تھی۔ ماں کی حالت بھی دیکھتے ہوئے وہ مجرم سا بن جاتا تھا۔ ایسے میں اس کے ذہن میں یہی خیال آیا کہ ملک ہی چھوڑ دیا جائے..... امی سمیت کہیں اور کسی نئی دنیا میں جا کر غم غلط کیے جائیں..... آج ایک ملائیشیا کی ملٹی نیشنل کمپنی کی طرف سے اس کی سی وی کا جواب آیا تھا..... اس کا اسکاٹپ برانٹرو پو تھا۔ مزید معاملات بعد میں طے ہونے تھے۔ اس نے اوکے لکھ کر گویا اپنی رضامندی دے دی تھی۔ اسی وقت بلقیس کے ساتھ عبدالصمد امی اور ننھی اندر آ گئے۔ وہ خوش ہو کر عبدالصمد کو اٹھا کر پیار کرنے لگا۔

”کیسے ہیں صفدر بھائی؟“ ننھی نے پوچھا۔

”آں ہاں ٹھیک ہوں، شکر یہ عبدالصمد کو لانے کا۔“

”ظالم باپ سے ملوانے کا شکر یہ۔“ جہاں آراء جل کر بولیں۔

”صفدر بھائی..... دراصل خالہ حاجرہ نے وہ گھر بیچ دیا ہے۔ کہکشاں کالونی میں کوٹھی کرائے پر لی ہے آج عبدالصمد کو لانے کا مطلب یہ بھی تھا کہ آپ میں سے کوئی اگر ملنے آئے تو پریشان نہ ہو۔“ ننھی نے تفصیل سے بتایا تو جہاں آراء پھٹ پڑیں۔

”اب پھینک کر ہمارا بچہ کہیں بھی جا بسو، بھئی خوب بدلہ لیا ہے زیبانے۔“

”بلقیس چائے بناؤ۔“ صفدر نے بلقیس کے سامنے بد مزگی سے بچنے کے لیے اسے بھیج دیا۔ جب وہ چلی گئی تو صفدر نے جہاں آراء سے کہا۔

”امی..... گھر بدلنا ہے آپ کو بتانے آئی ہے اور کیا فرق پڑتا ہے کہیں بھی رہیں۔“

”تم اپنی بات نہ کرو تمہیں اپنی اولاد سے محبت ہی نہیں۔“ وہ عبدالصمد کو لے کر پیار سے چومتی ہوئیں کمرے سے چلی گئیں تو ننھی کو بات کرنے کا موقع ملا۔

”دراصل میں اور زیبانہ ایک چھوٹا سا اسکول بنا رہے ہیں۔“

”گڈ۔“

”عبدالصمد سے جب ملنا ہو تو فون کر دیجیے گا پتا بھی سمجھا دوں گی اور ملوانے بھی لاؤں گی۔“

”ٹھیک ہے مگر اب شاید طویل عرصے تک ایسی ضرورت نہ پڑے اپنی دے میری کوئی مدد۔“ وہ بولا ننھی بات

سمجھ نہ سکی۔  
”شکر یہ۔“

”اخراجات وغیرہ۔“

”آپ کے بیٹے کا روپیہ پیسہ وہ خرچ نہیں کر رہی۔“

”خرچ کرنے کے لئے دیتا ہوں۔“

”بس اس کا اپنا خیال ہے.....“

”خیر عبدالصمد کا خیال رکھنے میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کروں گا۔“ اس نے کچھ سنجیدگی سے کہا۔

”تو بہتر فیصلہ کرتے۔“ ننھی بولی۔

”یہ بہتر فیصلہ ہی ہے۔“

”اچھا اب اجازت دیں۔“ ننھی نے مزید بحث نہیں کی صفدر تو ویسے بھی اس موضوع پر کیا بحث کرتا..... مستقبل قریب میں جو وہ کرنے جا رہا تھا اس کے بارے میں وہی جانتا تھا۔

♥..... ○..... ♥

اذان کی ناراضی کا یہ عالم تھا کہ وہ کئی روز گزر جانے کے باوجود واپس لوٹنے کو راضی نہیں ہوا تھا۔ عارض نے سمجھانے کا عمل جاری رکھا ہوا تھا۔ وہ اس حد تک کارگر ثابت ہوا تھا کہ وہ فی الحال اس کے پاس رہنے کو راضی تھا۔ شرمین کو اس کی ناراضی بے وجہ نہیں محسوس ہو رہی تھی وہ جانتی تھی کہ وہ ہرٹ ہوا ہے اسی جھوٹ پر غصہ ہے باپ کی موت کا صدمہ ہے اس کا رشتوں پر سے اعتبار اٹھ گیا ہے اور یہ اعتبار اب شاید وہ اسے کبھی نہ دلا سکے۔ عصر کی نماز بڑھتے ہوئے وہ اللہ سے اس کی خوشی اور سکون کی دعا کر رہی تھی..... دروازے پر ہولے سے دستک ہوئی اور پھر مخصوص خوشبو کا احساس کمرے میں داخل ہوا تو اسے اندازہ ہو گیا کہ عارض آیا ہے۔ عارض کو اس کے چہرے پر پھیلی شبنم بتا گئی کہ وہ کیوں اور کس کے لیے رنجیدہ خاطر ہے۔

”گاتے رہو گنگتاتے رہو زندگی کے دکھوں پہ مسکراتے رہو۔“ اس نے سیٹی کے انداز میں دھن پیش کی تو وہ جائے نماز سے اٹھتے ہوئے بولی۔

”مجھے معلوم ہے۔“

”کیا.....؟“

”میں زندگی کو دکھوں سے بالاتر ہو کر دیکھتی ہوں۔“

”جانتا ہوں، کٹھور ہو.....“ اس نے چھیڑا۔

”کیوں آئے ہو؟“

”حد ہے تمہاری خاطر آیا ہوں۔“

”میری خاطر کچھ بھی نہ کرو۔“

”دل سے کہہ رہی ہو۔“

”جی۔“

”میرے پاپا نے کیا لکھا؟“

”میرے نام لکھا سو تمہیں بتانا ضروری نہیں۔“

میری ذمہ داری بنا گئے یہ مجھے نہیں معلوم، ہم دونوں کے درمیان کوئی رابطہ نہیں تھا باقی میرے نام لکھا گیا خط اور بعد میں سامان کا بھیجنا ان کا اپنا فیصلہ تھا سب محفوظ ہے ان کے وکیل ایم ایم عالم صاحب موجود ہیں ان سے مل کر تفصیل معلوم کر لو۔“

”ہمیں صرف ہمارا بھتیجا چاہیے۔“ اس نے بات کاٹی۔  
”میری بات مکمل تو ہونے دو۔“  
”بولو۔“

”اذان سے بات کر لو وہ تمہارے پاس رہنا چاہے رکھو اس کا سب روپیہ پیسہ حساب کتاب دیکھ کر صاحب سے لے لو میں نے اس کی پائی بھی نہیں چھیڑی۔ تم نے اذان کے کانوں میں زہر بھرا کہ میں قاتل ہوں تو یہ تم نے بہت بڑا جھوٹ بولا ہے..... بہر کیف اذان سے مل سکتی ہو۔“  
”تو لے آئیں۔“

”وہ میرے پاس نہیں ہے نفرت کرنے لگا ہے مجھ سے۔“ اس نے سچ بولا تو کشف کھل اٹھی۔  
”تو جھوٹ نہ بولیں۔“

”اس کی بہتری کے لیے تھا جھوٹ نہیں۔“  
”پھر اذان سے کب ملوں؟“

”وہ جن کے پاس ہے ان سے ان کے گھر جا کر مل لینا..... وہ فون کر کے وقت دے دیں گے۔“  
”سوری شرمین..... تم اب کیا کرو گی؟“

”محبت کرنی ہوں اذان سے تو محبت ہی کروں گی۔“  
”میرا مطلب؟“

”میری فکر نہ کرو بس اذان کا خیال رکھنا۔“ وہ یہ کہہ کر اٹھنے لگی تو کشف بولی۔  
”تمہارا بہت شکریہ۔“  
”کس بات کا؟“

”ہمارے بھتیجے کا اتنے دن خیال رکھا۔“

”کوئی نئی بات کر دو یہ تو میری عادت ہے۔“ وہ طنز یہ مسکرا کر واپسی کے لیے باہر کی طرف آ گئی..... کشف فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھتی رہی تھی اس کا مقصد پورا ہو گیا تھا۔

♥..... ○..... ♥

صفر کا طے شدہ وقت کے مطابق بڑا اچھا اثر ہو گیا تھا۔ اسے پوری امید تھی کہ جواب پوزیٹو ہوگا۔ اس کو ویٹ کرنے کا سگنل دیا گیا تھا۔ ذہن کچھ ہلکا ہوا تو وہ عارض کے آفس آ گیا۔ عارض خاصا مصروف تھا مگر اسے دیکھ کر سب کام روک کے اچھی سی چائے اور کچھ کھانے کو منگوا لیا۔

”اچھی بات ہے تم کاروبار پر توجہ دے رہے ہو۔“ صفر بولا۔

”ہنہ بس آغا جی کے سامنے یہ شعور نہ آیا۔“

”دیوید درست آید۔“ صفر نے چائے کی چسکی لی۔

”بڑے دنوں بعد میری یاد آئی۔“

”پھر بھی۔“

”اذان نہیں آیا۔“

”ہنہ۔“ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

”مطلب.....“

”یار میں نے سمجھایا ہے تو فی الحال وہ میرے پاس رہنے کو راضی ہوا ہے وہ بس یہی کہہ رہا ہے کہ شرمین آنٹی نے جھوٹ بولا۔“

”حالانکہ یہ جھوٹ نہیں مصلحت تھی۔“

”ہاں مگر وہ نا سمجھ ہے اس کو سمجھنے میں وقت لگے گا۔“

”مگر اب سب کچھ پہلے جیسا نہیں ہو سکتا۔“

”ہاں ایک کام کے سوا۔“

”وہ کیا؟“

”تم اور ہم اگر ایک ہو جائیں تو سب کچھ پہلے جیسا ہو جائے۔“ وہ شوخی سے بولا۔

”مذاق مت کرو۔“

”یار اس میں حرج کیا ہے؟ مجھے کب تک تڑپانا ہے؟“ وہ زچ آ گیا۔

”مجھے نہیں معلوم۔“

”دیکھو اذان کی فکر چھوڑ دو اس کا تم سے ایسا رشتہ نہیں کہ تم اس کی وجہ سے زندگی برباد کرو۔ ہو سکتا ہے ہم ایک ساتھ رہیں تو وہ ہمارے ساتھ رہے۔“

”مجھے ایسی کوئی خوش فہمی نہیں..... میں نے اس کے لیے بھی صبر سے کام لیا ہے۔“ وہ بولی۔ عارض نے منت کی۔  
”پلیز..... شرمین میرے لیے دل نرم کر لو۔“ اس نے غور سے دیکھا اور پھر نظریں چرائیں۔

♥..... ○..... ♥

کشف سے ملنے کے لیے اس کے گھر پہنچی تو کشف نے بڑے طنز یہ انداز میں مسکراہٹ کے ساتھ اسے خوش آمدید کہا۔

”کانفی دیر لگادی تم نے آنے میں۔“ اس کے ٹی وی لاؤنج میں بیٹھنے کے بعد کشف نے کہا۔

”بس مصروفیت ہی ایسی تھی۔“ اس نے جواب دیا۔

”مصروفیت تھی یا منصوبے بن رہے تھے؟“

”کیسے منصوبے؟“

”خیر..... بہت آپ سیٹ لگ رہی ہو میں جوس منگواتی ہوں۔“ وہ بہت اتر اہٹ کے ساتھ بولی اور ملازمہ کو بلانے ہی والی تھی کہ اس نے منع کر دیا۔

”اس کی کوئی ضرورت نہیں بس تم سے بات کرنی ہے۔“

”ہاں بولو ویسے اذان کو ساتھ نہیں لائیں۔“

”دیکھو کشف میرا مزاج لڑائی جھگڑے والا نہیں ہے میں نہ حقیقت سے نظریں چراتی ہوں اذان سے میرا خونئی رشتہ نہیں مجھے اس کے ہونے نہ ہونے کا بھی علم نہیں تھا مجھے کیسے اور کیوں صبح نے رابطے میں لیا اور وہ کیوں اذان کو

”ہاں بس ذہنی الجھن اور امی کی جلی کٹی کے ہاتھوں مصروف تھا۔“ اس نے کچھ عجیب سے انداز میں کہا تو عارض کو ہنسی آگئی۔

”تو اب فرصت مل گئی۔“

”ہاں کچھ کچھ کیونکہ میں نے حل تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔“

”وہ کیا؟“

”یہاں سے باہر جانا بہتر ہے۔“

”وہاٹ؟“

”ہاں یہاں رہتے ہوئے امی کو سنبھالنا مشکل ہے اور میں خود بھی ارادے کی مضبوطی کو متزلزل نہیں کرنا چاہتا۔“

”کیا مطلب؟“

”عبدالصمد کی یاد ستاتی ہے اسے دے دیا ہے مگر واپس چھین لینے کو دل مچلتا ہے میں زیبا کو یہ صدمہ نہیں دینا چاہتا

تو بہتر یہی ہے کہ باہر آ جاؤں۔“

”واہ..... کیا زبردست پلاننگ ہے اور ماں کو یہ صدمہ بھی دے جاؤں ونڈر فل یار۔“ عارض نے تمسخر اڑایا۔

”امی کو تو ساتھ لے جانا ہے پہلے سچ کی سعادت اور پھر جہاں روزگار ملا وہاں۔“

”یار..... اللہ تمہیں نیک مقصد میں کامیاب کرنے مگر کاش تم نے درگزر سے کام لیا ہوتا..... اس آصف کو تو

مرے ہوئے بھی دس دن ہو گئے اس کی سزا بھائی کو دے ڈالی۔“ عارض نے کہا تو صفر کو سچ پچھتاوا ہوا مگر ہنس کے

ٹال گیا۔

”جو ہو گیا سو ہو گیا میں اب اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔“

”خالہ جان تو ہرگز نہیں جائیں گی۔“

”مشکل سے جائیں گی۔“

”عبدالصمد میں ان کی جان ہے۔“

”مگر وہ میرے ساتھ جائیں گی۔ اللہ انہیں سلامت رکھے۔“ وہ وثوق سے بولا۔

”آمین..... ویسے کس طرف نکلنے کا پروگرام ہے؟“

”دیکھو ملائیشیا کی توقع ہے۔“

”ویسے یہ آج کے دن کی افسوسناک خبر ہے میرے لیے۔“ عارض دکھی ہو کر بولا۔

”اور میرے لیے شاید عمر بھر کی سزا ہے اپنا ملک اپنا بیٹا چھوڑ کے جانا۔“

”تو مت جاؤ یہاں عبدالصمد کے ملنے پر تو پابندی نہیں تھی نا۔“

”امی کی ناراضی بہت شدید ہے وہ مجھے دیکھتی تک نہیں۔“

”ہنہ..... تمہارا خیال ہے وہ تمہارے ساتھ ملک سے باہر چلی جائیں گی۔“ عارض نے کہا۔

”یار حوصلہ پست نہ کرو وقت کے ساتھ ساتھ نئے لوگوں میں نئے ماحول میں سب کچھ بھول جائیں گی۔“

”اللہ کرے۔“ عارض نے کہا۔



کشف کو عارض نے اپنے آفس کے قریبی ریسٹورنٹ میں لچر پرائوائٹ کیا تھا..... کیونکہ گھر پر اذان تھا اذان کی

موجودگی میں وہ کشف سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا..... کشف نے بلاچوں و چرا اس کی دعوت قبول کر لی تھی۔ جونہی وہ

انٹر ہوئی..... عارض نے گرم جوشی سے استقبال کیا۔

”شکر یہ آپ میرے بلائے پر تشریف لائیں۔“

”کوئی بات نہیں۔“

”ہم اچھے ماحول میں مختصر بات کریں تو مناسب ہوگا۔“ عارض نے کہا۔

”جی۔“

”اذان آپ کا بھتیجا ہے ہم اس بحث میں نہیں پڑیں گے شرمین کو اذان لوٹانے میں کوئی اعتراض نہیں مگر میں

نے اس میں آپ کے لیے ایک پیشکش رکھی ہے اگر آپ اس پر غور کریں تو مجھے ایک فون کال کر دیجیے گا۔“ عارض نے

بات کرتے ہوئے ویٹر کو کھانا سرو کرنے کا اشارہ کیا۔ سرو کرنے کا مکمل آڈر وہ پہلے سے دے چکا تھا۔

”اس میں کیا ہے۔“ کشف نے بند سفید لفافے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”میری پیشکش۔“

”کیسی پیشکش؟“

”اگر زبانی یہاں بتائی جا سکتی تو میں لفافے میں بند کیوں کرتا؟“

”دیکھیے مجھے میرا بھتیجا چاہیے۔“

”جی بالکل ساتھ میں بھائی کی وہ ساری دولت چاہیے جو وہ چھوڑ گئے ہیں؟“ عارض نے اسے کھانا شروع کرنے

کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

”وہ ہمارے بھائی کی دولت.....“

”جی بالکل وہ آپ کی دولت ہے۔“

”تو مسئلہ کیا ہے؟“

”نوٹس دوٹس کی ضرورت نہیں آپ جو چاہیں گی ویسا ہوگا۔“ اس نے ملائی تکہ اپنی پلیٹ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

”مطلب اس لفافے میں ہر سوال ہے۔“

”ہر سوال کا جواب۔“

”شرمین تو اذان کو دینا نہیں چاہتی۔“

”او چھوڑیں جی اسے وہ تو جذباتی ہو رہی تھیں یہاں کسی کی قربانی جذبات کی کیا اہمیت؟“ وہ سرسری سے انداز

میں بولا۔ کشف کو حیرت کے ساتھ کچھ ندامت سی ہوئی۔

”دراصل شرمین ہمارے بھائی سے شادی کرنا چاہتی تھی۔“

”اول ہنہ..... غلط صبح احمد کے بٹے میں آخری وقت تک شرمین کی فون تھی وہ شادی کرنا چاہتے تھے اور شادی

سے پہلے محبت آتی ہے جو کہ دونوں ہی کرتے ہوں گے..... مگر آپ لوگوں نے محبت کامیاب ہونے نہیں دی۔“ وہ

بڑے سادہ سے انداز میں اسے شرمندہ کر گیا۔ وہ چپ سادھے کھانا کھاتی رہی پھر ایک لفظ نہیں بولی..... باتیں تو

سب سچ تھیں جھوٹ تو وہ تھے جو اذان سے اس نے بولے تھے۔

”آپ پلیز بے فکر ہو کر کھانا کھائیں آپ اذان کی پھوپھو ہیں ہمارے دل میں آپ کی بڑی عزت ہے۔“

”ایک بات پوچھوں.....؟“

WWW.PAKSOCIETY.COM

”جی۔“

”آپ اور شرمین؟“ وہ رکی۔

”دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔“ اس نے مسکرا کر ذومعنی جملہ ادا کیا۔

♥.....○.....♥

عارض کو اندازہ تھا کہ شرمین اذان کے لیے جو کچھ کہہ رہی ہے جو ظاہر کر رہی ہے وہ سب دکھاوا ہے سچ تو یہ ہے کہ وہ اس کی جدائی کے صدمے سے زرد پڑ گئی تھی۔ مصنوعی سی زندگی جی رہی تھی۔ اذان اتنا خفا تھا کہ ہفتے سے زیادہ ہو چلا تھا وہ عارض کے پاس ہی تھا۔ اسے کچھ اندازہ نہیں تھا کہ اذان کی پڑھائی کیسی ہو رہی ہے؟ وہ باقاعدگی سے اسکول جا رہا ہے کہ نہیں..... دل چاہ رہا تھا کہ جائے اور اسے مناکے لے آئے مگر اذان کی ناراضی اور بے رخی کے سبب اس کا سامنا کرنے کی ہمت بھی اور نہ اچھا لگ رہا تھا۔ وہ کل کا بچہ کس طرح اس سے متنفر ہوا تھا یہ بڑی توہین تھی اس کی۔ شبانہ کی فیملی اپنے نئے گھر منتقل ہو گئی تھی۔ کچھ موٹا موٹا سامان پیک حالت میں پڑا تھا۔ باقی سارا پورشن خالی ہو چکا تھا۔ ویرانی اور ستانا تھا، مالی لان میں کام کر رہا تھا وہ اس طرف لان میں برآمدے کی سیڑھیوں پر بیٹھی خاموشی کو سن رہی تھی کہ مالی نے اچھتی سی نگاہ سے اس کی ادا سی کو تہجانی کو دیکھا تو اس کے قریب آ گیا۔

”بی بی جی۔“

”ہنہ..... آں۔“ وہ چونکی۔

”گھر تو بالکل ویران لگ رہا ہے۔“

”ہاں لوگ گھر آباد کرتے ہیں اب یہاں اس وقت ہم دو ہیں۔“ اس نے کھوئے کھوئے انداز میں جواب دیا۔

”بی بی آپ اکیلی ہیں میں تو کام ختم کر کے چلا جاؤں گا۔“

”وہ چوکیدار بھی تو ہے۔“ اس نے پُر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔

”جی..... چھوٹے میاں کہاں گئے؟“

”کہیں نہیں وہ کہیں کیوں جائے؟“ وہ اس بات پر بھڑک اٹھی۔

”جی اللہ نہ کرے میرا مطلب یہ نہیں تھا۔“ مالی نادم ہو گیا۔

”جائیں اپنا کام ختم کریں۔“ اس نے بیزار سی کہا۔ وہ چلا گیا تو وہ اٹھ کر خالی کمروں میں چکر لگانے لگی۔ کوئی آواز نہیں تھی۔ طبیعت اچاٹ ہوئی تو اپنے حصے میں آ گئی۔ یہاں اذان کا احساس موجود تھا۔ اس کی تصویریں لگی تھیں۔ اس کے لباس موجود تھے۔ بستر پر وہ دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے بلاوجہ ہی وارڈ روب کھولی اذان کے کپڑے ہاتھوں سے چھوئے لبوں سے چومے اور آنکھوں سے لگائے۔

”شرمین جب یہ سب کپڑے سوٹ کیس یا بیگ میں بند ہو جائیں گے تو کیسا محسوس ہوگا؟“ یہ سوال ذہن میں کلبلیا اور ساتھ ہی بہادری اور ضبط کے سب مضبوط بند ٹوٹ گئے۔ وہ رونے لگی ایک ایک چیز کو چھو کر چوم چوم کر آبدیدہ ہو گئی..... ایسا لگنے لگا کہ سب چیزیں جن کو اذان سے نسبت تھی وہ اس کے ساتھ مل کے رو رہی ہیں۔

”تم سب چھوڑ جاؤ گی چلی جاؤ گی۔“ اس پر رقت طاری ہو گئی۔ صوفے پر بندہ حال سی اذان کے فوٹو سینے سے لگائے لیٹ گئی۔ پتا ہی نہ چلا کہ آکھ لگ گئی۔

عارض دبے قدموں کمرے میں داخل ہوا کمرے میں گھپ اندھیرا تھا اس نے لائٹ آن کی وہ صوفے پر سوئی تھی۔ جانے کب سے سوئی ہوئی تھی مگر آنکھوں کے کونے اب تک نمناک تھے۔ اس نے سینے پر رکھے ہاتھ کے نیچے

سے اذان کی فوٹو نکالی اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں اسے قریب فرش پر دوڑا نو بیٹھا پا کر وہ بوکھلائی۔

”اول ہنہ..... اس احسان فراموشی کی تصویر سے کیا حاصل؟ اس کو پروا بھی نہیں اور تم آنسو بہا رہی ہو۔“ اس نے تصویر بیڈ پر اچھا لگا دی۔ تو وہ صاف مکر گئی۔

”میں اتنی کمزور نہیں۔“

”کمزور ہونا بھی نہیں چاہیے۔ اسی لیے ہم اچھا سا ڈنر کرنے جا رہے ہیں۔“ وہ محبت پاش نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اس کے قریب بیٹھ گیا۔

”تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے۔“

”کیوں؟“ اس کا نارنجی شیفون کا دوپٹا دھسے سے زیادہ اس کی مٹھی میں تھا۔

”اذان کے ہوم ورک وغیرہ کے لیے.....“ اس نے بہانہ بنایا۔

”بڑا ضدی بچہ ہے میں زیادہ بات کروں تو مجھ سے بھی خفا ہوتا ہے۔“ وہ ایک دم سنجیدہ سا ہو گیا۔

”بچہ ہے خیر کشف سے ملاقات ہوئی یا نہیں۔“ وہ بھی سنجیدہ ہو گئی۔

”وہ تو ہوئی تھی بڑی لالچی خاتون ہے ایک ہی بات کرتی رہی کہ ہمارا بھتیجا ہمارا پیسہ چاہیے۔“ اس نے بتایا۔

”تو دے دیتے ہیں۔“

”ہنہ..... مگر وہ تو ہاسٹل یا ڈیڈی کے پارٹنٹ کی ضد لگائے بیٹھا ہے۔“

”وہاں اب کون سا پارٹنٹ پڑا ہے؟“

”اوچھوڑو یار..... تم چلو بہت بھوک لگی ہے۔“

”میرا کہیں جانے کا موڈ نہیں۔“

”مگر جانا تو ہے۔“

”میرا دل نہیں چاہ رہا۔“ اسے بلاوجہ رونا آ رہا تھا۔

”اذان کو بھول جاؤ۔“

”بھول گئی ہوں۔“

”جھوٹ پھر یہ آنسو۔“

”انسان جانور پالتا ہے تو اسے بھی فوراً بھول نہیں سکتا کچھ وقت تو لگتا ہے ناں۔“

”وہ تو ہر صورت جائے گا۔“

”جائے چلا جائے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔“

”اور میرے لیے.....؟“

”کیا؟“

”میرے ہونے نہ ہونے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا؟“

”میں اب اپنے لیے جیوں گی صرف اپنے لیے۔“

”مطلب اذان کا بدلہ مجھ سے لوگی۔“

”ایسا ہی سمجھو۔“ وہ اٹھ کر دوش روم میں گھس گئی۔

”ٹھیک ہے اذان کی طرح میں بھی جا رہا ہوں۔ میں نہیں پوچھوں گا کتا غاجی کے لفافے میں کیا تھا میں اب

آئینہ 141 اگست 2016ء

آئینہ 140 اگست 2016ء

نہیں کہوں گا کہ تم صرف مجھ سے پیار کرو..... تم جھوٹ بولتی ہو اذان کے جانے کا صدمہ ہے تمہیں..... مگر وہ تو جائے گا۔ میں بھی جا رہا ہوں۔ گڈ بائے۔“ وہ ایک سانس میں بولتا چلا گیا۔ جب خاموشی چھا گئی تو اس نے واش روم کا دروازہ کھولا سچ یہی تھا کہ وہ آج کل صرف اذان کی جدائی کے خوف سے ہر اساتھی۔

..... ○ ..... ♥

اکثر اوقات زندگی میں کیے گئے غلط فیصلے بہت مہنگے پڑتے ہیں۔ ان کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ صفر نے اپنے مستقبل کا فیصلہ رات ملائیشن کمپنی کے اوکے رسپانس کے جواب میں اوکے کر کے کر دیا تھا۔ صبح ناشتہ کرنے کے بعد وہ سیدھا امی کے کمرے میں آ گیا۔ وہ حسب معمول دیوار کی طرف منہ کیے لیٹی تھیں..... وہ پیروں کی طرف بیٹھ گیا..... انہیں اندازہ تو ہو گیا تھا مگر کوئی توجہ نہیں دی وہ اٹھ کر جانے لگا تو انہیں بلانا پڑا۔

”پھر کوئی نیا عذاب لائے ہو گے۔“

”امی..... ماؤں کے پاس ثواب ہوتا ہے عذاب کو ثواب میں بدل دیا کریں۔“ اس نے بھی گہری بات کی۔

”ہاں بولو اب کیا کرنا ہے؟“ وہ بہت سنجیدہ تھیں۔

”آپ کا پاسپورٹ بنوانا ہے۔“ وہ جھجکتے ہوئے بولا۔

”کہاں پھینکنا ہے مجھے؟“

”جج کی سعادت..... پھینکنا ہے؟“

”مطلب؟“

”ہم جج کے لیے جائیں گے۔“ وہ پھر مختصر کہہ کر چپ ہو گیا۔

”اجانک۔“

”دراصل جج کی تمنا تو آپ کو بہت ہے۔“

”ہاں۔“

”تو اس لیے آپ تیار ہو جائیں پاسپورٹ کے لیے چلتے ہیں۔“

”آگے کا پلان بھی بتادو۔“

”پلان؟“

”ہاں اور پھر کیا ہوگا؟“

”پھر ہم ملائیشیا چلے جائیں گے پورے پانچ سال کے لئے۔“

”مطلب ماں کی ہڈیاں بیگانوں میں دبا آؤ گے۔“ وہ طنزیہ بنیں۔

”اللہ نہ کرے۔“

”اللہ کیا نہ کرنے مجھے دور لے جانے کی دوہی وجوہات ہیں۔“ وہ بولیں۔

”وہ کیا؟“

”عبدالصمد کی جدائی برداشت کرانا اور کرنا۔“

”ہم آتے جاتے رہیں گے ایسا کیا ہو گیا؟“

”بوڑھی ماں کو یہ فریب نہ دو۔“

”میری اچھی ملازمت پر آپ کو خوش ہونا چاہیے۔“ انہوں نے گھور کے اسے دیکھا اور رخ موڑ لیا۔

آجپل 142 اگست 2016ء

صفر کو یہ انداز نشتر کی مانند چبھا مگر سہہ گیا اس کے جذبات و احساسات کا کسی کو پاس نہیں تھا وہ کچھ دیر کھڑا رہا پھر بڑے صبر کے ساتھ کمرے میں آ گیا۔ اتنا بھی کافی تھا کہ آج وہ جانے کی خبر سنا آیا تھا..... یا یوں سمجھ لو کہ اپنی سزا بتا آیا تھا۔ جانتا تھا کہ پانچ سال طویل عرصہ ہوتا ہے پانچ سال کس نے دیکھے؟ عبدالصمد کو دور کر دینے کے لیے امی کو اذیت دینے کے لیے اور خود کو دکھ دینے کے لیے یہ پانچ سال کا عرصہ بہت طویل تھا۔ اور اس طویل مدت کے بعد جانے کیا ہونا ہو؟“ وہ سگریٹ کے دھوئیں میں کافی دیر گھویا سوچتا رہا تھا۔

..... ○ ..... ♥

دو روز سے مسلسل بارش ہو رہی تھی گلیوں میں پانی کھڑا تھا شرمین کو آفس جانا تھا مگر گیٹ کے باہر دور تک پانی ہی پانی تھا۔ اس نے ارادہ ترک کر دیا اور لپ ٹاپ کھول کے بیٹھ گئی ایک دو فائلز دیکھیں اور پھر اسے اذان کا نم ستانے لگا۔ کس قدر ڈھٹائی تھی کہ عارض بھی لائق ہو گیا تھا اذان تو جیسے اسے بھول گیا تھا۔ اس نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر خود فون ملا یا ہی تھا کہ گیٹ کھلا اور اذان عارض کے ڈرائیور کے ساتھ اندر آ گیا۔ وہ خوش ہو گئی..... مگر وہ روٹھا روٹھا سا بولا۔

”مجھے اپنے سارے کپڑے لے کر جانے ہیں۔“

”کہاں..... مجھ سے عزیز عارض انکل ہو گئے ہیں۔“ اس نے محبت سے اسے بازوؤں میں بھرنا چاہا مگر وہ سخت مزاحمت کے ساتھ الگ ہو گیا۔

”مجھے سامان لے جانا ہے بس۔“

”کس نے کہا؟“

”میں خود آیا ہوں۔“ وہ وارڈروب کھول کے کھڑا ہو گیا۔

”میں اتنی بری ہوں۔“

”ہاں۔“ وہ تڑخ کے بولا۔

”آرام سے بیٹھ جاؤ میں خود سارے کپڑے نکال دیتی ہوں۔“ اس نے کچھ دکھ اور غصے سے الماری سے اس کے کپڑے نکال کر بڑے سے بیگ میں ڈال دیئے۔

”اذان..... اسکول جا رہے ہو؟“ وہ چپ رہا۔

”میرے پاس رہنے میں کیا مسئلہ ہے؟“

”آپ کے ساتھ نہیں رہنا۔“

”یہ کشف پھوپھو نے کہا یا عارض انکل نے۔“

”ہٹو..... بس۔“

”کچھ دیر تو رہو میرے پاس۔“

”نہیں ہم نے جانا ہے۔“

”کہاں جانا ہے؟“

”ہم نے جانا ہے بس۔“

”کہاں؟“

”کیوں بتاؤں؟“ وہ فوراً باہر گیا اور کچھ دیر بعد ڈرائیور کو بیگ اٹھوانے کے لیے ساتھ لایا۔ شرمین نے ڈرائیور

آجپل 143 اگست 2016ء

WWW.PAKSOCIETY.COM



”میرا مطلب اذان کہہ رہا ہے کہ ہمیں جانا ہے۔“

”جی، وہ ہری پور جا رہے ہیں۔“

”آپ کے صاحب۔“ اسے آغا جی کے لفافے کی یاد آئی۔

”کیونکہ حاکم چاہا جانے بھی ساتھ جاتا ہے۔“

”چلو ڈرائیور نکل۔“ اذان نے تحکم سے کہا اور آگے نکل گیا۔

ڈرائیور پیچھے پیچھے چل دیا اسے بہت غصہ آیا کہ عارض اذان کا مختار کل بن گیا..... اسے بالکل متنفر کر دیا.....  
مشعل ہو کر فون ملایا مگر عارض نے کاٹ دیا..... اس نے پھر ملایا تو اس نے پھر کاٹ دیا..... تین بار ایسا ہوا تو اس نے تلملا کر فون بیڈ پر پھینک دیا چند منٹ بعد فون بجنے لگا تو اس نے عارض کا نمبر دیکھ کر شدید غصے میں کہا۔

”تو تم اذان کو مجھ سے متنفر کر رہے ہو؟“

”کون ہیں آپ اور کون ہے اذان؟“ الٹا جواب آیا تو وہ چلائی۔

”تم..... تم ہی اسے نفرت سکھا رہے ہو۔“

”میں آپ کو جانتا نہیں اور اذان اپنی مرضی سے ہمارے ساتھ آج ہری پور جا رہا ہے۔“ وہ بڑے

دھڑلے سے بولا۔

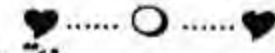
”تم ایسا نہیں کر سکتے۔“

”پلیز میڈم دماغ نہ چائیں، ہمیں سفر پر جانا ہے۔“ اس نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا تو اس کا خون کھول

اٹھا۔ حاکم چاہا سے بات کی تو پتا چلا کہ وہ اپنے بیٹے کی شادی کی تاریخ طے کرانے جا رہے ہیں۔ دو روز بعد

آجائیں گے۔ وہ مطمئن تو ہو گئی مگر غصہ قائم رہا۔ اگلے چار روز اندر ہی اندر سلگتی رہی عارض کے فون کا انتظار

کرتی رہی مگر کوئی فون نہیں آیا۔



حاکم الدین چاہا کے بیٹے قادر کی شادی تھی۔ بارات ہری پور جانی تھی، کوٹھی میں ویسے اور مہندی کی تقریب ہونی

تھی۔ حاکم چاہا سے مدعو کرنے آئے تو اس نے پہلے تو صاف انکار کر دیا..... مگر پھر انہوں نے اپنے غریب نوکر

ہونے کی بات کی تو اس نے مہندی اور ویسے میں آنے کی رضامندی ظاہر کی..... وہ اس پر بھی خوش ہو گئے اس نے اور

کچھ نہ پوچھا تو وہ خود آغا جی کے لفافے کے حوالے سے بولے۔

”شرمین بی بی وہ لفافہ.....؟“

”ہاں..... وہ آپ کے باوقار اور بااعتماد ملازم ہونے کا ثبوت ہے۔ میں غم دوراں سے نکل کر وہاں جاؤں گی۔“ اس

نے بڑی سمجھداری سے جواب دیا۔

”معافی بی بی دراصل آغا جان نے یہ لفافہ مجھے دیا ضرور تھا مگر دینا وہ خود چاہتے تھے۔ یہ بات چھوٹے صاحب کو

نہ بتائیے گا۔“

”کون سی بات؟“

”کہ لفافہ میرے پاس تھا۔“

”نہیں بتاؤں گی۔ اذان کیسا ہے؟“

”بہت اچھا، خوش۔“

”اچھا، مطلب.....“

”بس چھوٹے صاحب اس کو خوش رکھتے ہیں لیکن وہ.....“

”لیکن وہ.....“

”بس بچہ ہے نا..... وہ نہ سمجھ.....“

ان کے ساتھ وعدہ تو کر لیا کہ مہندی اور ویسے میں آئے گی مگر عارض اور اذان دونوں کی وجہ سے ہچکچا رہی تھی۔ خیر شادی میں ابھی چار دن باقی تھے۔ اس نے کارڈ دیکھ کر ڈراؤں میں رکھ دیا۔ مگر کمپنی کا آڈٹ ہونے کے باعث اس کے ذہن سے نکل گیا کہ آج مہندی ہے۔ وہ رات نو بجے تک اپنے آفس میں مصروف تھی، ایسے ہی سیکرٹری شہلا کی شادی کا تذکرہ ہوا تو وہ چونکی ڈال کلاک پر نظر پڑتے ہی اٹھ پڑی۔ یاد آیا حاکم چاہا کے بیٹے کی مہندی کا ٹائم نو بجے تھا پہلے آٹھ بجے ڈنر کا انتظام تھا۔

”اوہ مائی گاڈ!“ وہ پی اے کو سب کچھ بتا کر خود نکل آئی، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ حاکم چاہا بہت دکھی ہوں گے ویسے تو وہ پسند نہیں کرتی تھی کہ مہندی مایوں کی رسموں میں شرکت کرے، لیکن یہاں معاملہ مختلف تھا..... ٹریفک کے اٹو دھام سے نکل کر گھر پہنچنے تک سوادس ہو گئے تھے۔ ابھی تیاری باقی تھی۔ گیٹ پر چوکیدار کو جاگتے رہنے کا کہہ کر بھاگ بھاگ کمرے میں پہنچی اور وارڈ روم کھول کر مزید پریشان ہو گئی۔ کیا پہننے کیا اچھا ہے؟ کیا ہونا چاہیے؟ یہ سوچنے میں اور کچھ وقت سرک گیا۔ ایک دم ہی سر چکرانے لگا تو سر تھام کے بیٹھ گئی۔ جانے کیسے ہمت یکجا کی اور پھر تیاری کی غرض سے اٹھی۔



گیٹ سے اندر تک روشنیوں کا راج تھا مگر چاروں طرف ویسے مکمل خاموشی تھی۔ لان میں کھانے کے بعد کا سامان سمیٹا جا رہا تھا۔ تھوڑی سی کرسیاں ظاہر کر رہی تھیں کہ چند مہمان ہوں گے صرف حاکم چاہا کے کوارٹر کی طرف سے آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ گاڑی سے اتر کر شرمندہ سی نیچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے دیکھ رہی تھی..... گولڈن اور بیج کلر کے کنٹراس کے ساتھ اسٹائلش سی میکسی میں بالوں کو کھلا چھوڑ کے گولڈن آؤ بیزے پہنے بلاشبہ وہ حسین ترین لگ رہی تھی۔ شدت سے منتظر عارض نے بالکنی سے اسے دیکھا پھر اسے تنہا دیکھ کر نیچا آ گیا۔ وہ واپسی کا ارادہ کر رہی رہی تھی کہ وہ کچھ بن کر بولا۔

”میڈم..... غریبوں کو یوں شرمندہ نہیں کرتے۔“

”حاکم چاہا.....“ وہ ہکلائی۔

”وہ شاید اب تک سو گئے ہوں گے۔“

”سوری..... میں لیٹ ہو گئی۔“

”ہنہ مجھ سے کیوں سوری؟ میری مہندی تو نہیں تھی۔“ وہ جل کر بولا اور اس کے سراپے کو نظروں سے چوما۔

”اوکے۔“ وہ بھی جل بھن گئی۔

”ذرا وقت دیکھیں محترمہ رات کے ساڑھے بارہ بجے اس تیاری کے ساتھ آپ جائیں گی تو کیسا لگے گا؟“



## چاندرا لکھ طاعتِ نظامی

ایسی آنکھوں سے تو بہتر تھا کہ اندھے ہوتے  
ہم جنہیں آئینہ سمجھے وہی پتھر نکلے

جن کو نفرت سے ہوا راہ میں چھوڑ آئی تھی  
آسمان پر وہی ڈرے مہ واختر نکلے

بٹی کی رخصتی کی اس وقت مجھے خوشی ہونی چاہیے تھی لیکن یہ خوشی بھی بااختیار لوگوں کو نصیب ہونی ہے جس کا بال بال قرضے میں جکڑ چکا ہو اور آگے مسئلے کا کوئی حل بھی نہ ہو تو خوشی مفقود اور بے چینی و پریشانی سر چڑھ کر بول رہی ہوتی ہے۔ ایک ایک پیسہ سامان، جیولری، کپڑوں پر لگ چکا تھا، یہاں تک کہ ہال کی بکنگ اور کھانے کے ایڈوانس پر رہی سہی کٹر پوری ہو چکی تھی اور قرضے کی ایک بھاری رقم میرے شانوں کو جھکا چکی تھی۔ جو جانے کب ادا ہوئی۔ بقایا جو زندگی رہ گئی تھی اس میں تو ممکن نہیں تھا۔ موت کے بعد یہ بوجھ میرے اکلوتے بیٹے پر آ جاتا ساڑھے تین لاکھ کا قرضہ تھا کوئی معمولی بات نہیں تھی مجھ جیسے آدمی کے لیے۔

زہرہ (میری بیوی) دوسرے لفظوں میں میری چڑ بڑی سرعت کے ساتھ کام نمٹانے میں مصروف تھی۔ ایسی عورت جسے اپنے شوہر کی اندرونی کیفیت کی خبر ہی نہ ہو اس کی پرشانیوں میں حصہ دار نہ ہو ایسی خود غرض

آج چاند رات تھی، عید پورے جوش و خروش کے ساتھ اپنے دامن میں ڈھیروں خوشیاں سمیٹے نمودار ہونے کو تھی۔ اس بار تیس روزے پورے ہوئے تھے اس لیے کل کی عید تو فکس تھی، کھڑکی کے باہر جو جھانکا لوگوں کا ایک تانتا بندھا ہوا تھا، ہر کسی کو جلدی تھی اپنے اپنے حصے کی خوشیاں بٹورنے کی اور افطار کے بعد یہ ہجوم اور چہروں پہ نچی بے قراریاں اور خوشیاں دگنی ہو جاتی تھیں۔ ایک ہی دامن تھا تو میں۔

کیونکہ عید کے تیسرے دن میری بیٹی نے ماپوں بیٹھ جانا تھا لڑکے والوں نے تاریخ ہی ایسی مقرر کی تھی کہ مجھے ہر حال میں سر جھکانا تھا کیونکہ ایک تو میں ”لڑکی والا“ تھا دوسرا غریب بھی جو سب سے بڑا جرم ہے آج کے دور میں۔ ہم جیسے طبقے کے لوگوں کو دنیا موم کی ناک کی طرح جدھر چاہے ادھر موڑ دیتی ہے۔ دولت تو ہوتی نہیں جس کے بل بوتے پر ہم بھی اپنی آراء کا اظہار کر سکیں اور کچھ بولیں گے بھی تو سنے گا کون؟ وقعت بھی تو نہیں ہوتی غریبوں کے الفاظ کی۔

”کچھ نہیں لگے گا۔“

”میں حاکم چاچا کو بلاتا ہوں وہی سمجھائیں گے۔ مجھے منہ ماری کا شوق نہیں۔“ وہ یہ کہہ کر کوارٹر کی طرف گیا..... اور کچھ دیر میں حاکم چاچا آنکھیں ملتے ہوئے بھاگے چلے آئے۔  
”بی بی بی بی صاحبہ..... آئیں نا بیٹھیں دیر ہوگئی۔ چند مہمان ہی تو تھے چھوٹے صاحب کی مرضی سے اتنا انتظام کرانا پڑا۔“ حاکم چاچا شرمندگی کے ساتھ ایک سانس میں بولتے چلے گئے۔  
”ایسی مصروفیت ہوگئی تھی کہ میرے ذہن سے نکل گیا.....“ وہ بولی۔  
”حاکم چاچا ان سے ذرا پوچھیں کہ ان کے ذہن میں ہے کیا؟ جو اور کچھ نکل جاتا ہے۔“ عارض نے ترچھی نظروں سے اسے گھورتے ہوئے حاکم چاچا سے کہا۔  
”اذان اذان کہاں ہے حاکم چاچا۔“ وہ دانستہ بات ٹال گئی۔  
”بتادیں وہ سو گیا ہے۔“ وہ بولا۔  
”مجھے ملنا ہے چاچا۔“

”وہ تو سخت ناراض ہے ملنا چاہتا ہی نہیں۔“ اس نے بتایا۔  
”اچھی دھونس ہے اسے قبضے میں کر رکھا ہے۔“ وہ غصے میں آ گئی۔  
”تمہیں کیا تمہیں کیا لینا دینا؟ اسے چھوڑ چکی ہو۔“ وہ سینہ ٹھونک کر سامنے آ گیا۔  
”مجھے بحث نہیں کرنی جارہی ہوں۔“ وہ تملائی۔

”حاکم چاچا بولتے کیوں نہیں کہ اس طرح اس وقت جانا مناسب نہیں۔“ وہ جلدی سے بولا۔  
”ہاں ہاں بیٹا آپ رات یہیں رک جائیں یا پھر کسی کو ساتھ لے کر جائیں۔“ حاکم چاچا نے اس کا رٹا رٹا یا سبق پڑھا۔  
”اب کون جائے گا؟ ذرا بیور جا کر سو گیا اور آپ کو تو گاڑی چلانی آتی نہیں۔“ وہ تیزی سے بولا۔  
”تو کوئی مسئلہ نہیں، گاڑی میں چلاؤں گی حاکم چاچا آپ کو چلنا ہے تو چلیں۔“ وہ یہ کہہ کر آگے کی طرف بڑھی۔  
حاکم چاچا اور عارض ایک دوسرے کا منہ تکتے رہ گئے۔ مگر پھر عارض نے ایک آخری کوشش اور کی۔  
”حاکم چاچا، ہم نے کچھ دیر میں بارات لے کر لکھنا ہے دیر ہو جائے گی۔“

”ہاں..... یہ تو ہے۔“  
”حاکم چاچا آپ رکیں.....“ شرمین نے اس کا داؤدہ چلنے دیا..... حاکم چاچا کو چھوڑ کے وہ گاڑی نکال لے گئی۔  
”دھت ترے کی۔“ عارض نے زور سے اپنی گاڑی کے بونٹ پر مکہ مارا ہزار جتن کے بعد بھی وہ اسے روک نہ سکا..... وہ تو چاہتا تھا کہ شرمین رک گئی تو اسے بارات کے ساتھ لے جائیں گے بارات ہی کتنی تھی صرف پانچ افراد اور چھٹا اذان..... مگر شرمین کہاں جانے والی تھی ناراضی دکھا کر بھی کچھ حاصل نہیں ہوا تھا..... وہ اور بھی برہم ہوگئی تھی۔  
(ان شاء اللہ باقی آئندہ شمارے میں)

پیشکش

WWW.PAKSOCIETY.COM



شائع ہو گیا

مغربی ادب سے انتخاب

جرم و سزا کے موضوع پر ہر ماہ منتخب ناول  
مختلف ممالک میں ملنے والی آزادی کی تحریکوں کے پس منظر میں  
معروف ادیبوں کی قلم سے نکلے ناول  
ہر ماہ خوب صورت تراجم دیس دیس کی شاہکار کہانیاں

اس کے علاوہ

خوب صورت اشعار منتخب غزلوں اور اقتباسات پر مبنی  
خوشبوئے سخن اور ذوق آگہی کے عنوان سے مستقل سلسلے

اور بہت کچھ آپ کی پسند اور آرا کے مطابق

کسی بھی قسم کی شکایت کی  
صورت میں

021-35620771/2  
0300-8264242

قدم پر مسائل کے انبار ہیں۔  
اندھی تقلید اور دنیا دکھاوے کے لیے مجھے بھی اس  
دوڑ میں شریک ہونا پڑا پر بہت تھک گیا۔ لوگ کہتے  
ہیں میرے بال وقت سے پہلے سفید ہو گئے ہیں۔ قبل  
از وقت میرے کاندھے جھکے جا رہے ہیں لیکن انہیں  
کیا پتہ غریب کے لیے ایک بیٹی کا بوجھ بھی پہاڑ کی  
طرح ہوتا ہے اور اس کا احساس مجھے اسے بیاتے  
ہوئے بخوبی ہو چلا تھا۔ ہم جیسوں کی سفید پوشی کا بھرم  
رکھنے والے لوگ شاید ہی پیدا ہوئے ہوں پھر میری یہ  
معصوم بچی کرن جس نے شاید ہی زندگی میں مجھ سے  
کوئی فرمائش کی ہو۔ اسے بے دلی سے رخصت کرتے  
ہوئے دل کٹا تھا۔ میٹرک کے بعد حالات کو دیکھتے اور  
سمجھتے ہوئے اس نے خود تعلیم سے انکار کر دیا تھا۔ میں  
نے اپنے شوق سے اسے انٹر کرایا تھا ایسے میں اس کا  
ایک بہت اچھی جگہ سے رشتہ بھی آ گیا تو میں گوگو کی  
کیفیت میں پڑ گیا۔ بمشکل دال دلیہ چلا کر پاس بچتا ہی  
کیا تھا جو میں ہامی بھرتا لیکن زہرہ نے جھٹ ہامی  
بھری جیسے چاروں طرف سے ہن برس رہا ہو۔ اس  
عجیب عورت کی منطق مجھے کبھی سمجھ نہیں آئی تھی۔ جو  
اپنے آگے میری کبھی نہیں چلنے دیتی تھی میں اس کی ضد  
کے آگے ہمیشہ بے بس ہو جایا کرتا تھا۔  
”ہاں تو کبھی نہ کبھی شادی کرنی ہی ہے نا تو اس  
وقت کہاں سے دولت برسے گی حالات تو ایسے ہی  
رہیں گے۔ بچی کی یہ عمر گئی تو رشتہ بھی اچھا نہیں ملے گا۔  
خدا کا شکر ہے پہلا رشتہ ہے وہ بھی اتنا اچھا۔“ اس کی  
آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں اس کی بات سے  
انکار نہیں تھا۔ بس مجھے اس کی ہر بات سے چڑھوس  
ہوتی یہ وہ عورت تھی جو شوہروں کی مجبوری کو خاطر میں  
نہ لاکر اس کے اعصاب پر حکمرانی کرتا جانتی تھی کبھی  
میری مجبوری کا احساس نہیں کیا کہ میری جیب میں  
پھوٹی کوڑی بھی ہے کہ نہیں جوں ہی مہینے کے پیسے  
مجھے ملتے وہ موٹر سائیکل کا خرچہ ہاتھ میں دے کر سب

”اس گھر میں میری بچی کی آخری عید ہے اسے

عورت سے ”چڑ“ ہو جانا ایک فطری سی بات ہے۔  
”سینس آج کیا پکاؤں دوپہر سے پوچھ پوچھ کر  
تھک چکی ہوں۔ افطار کے بعد تو حوصلہ ہی نہیں ہوتا  
کہ چولہے کے پاس جاؤں۔“ وہ خود پرست عورت  
اس وقت ایسے لگاؤ کا اظہار کر رہی تھی جیسے ہر کام  
مجھ سے پوچھ کر کرنے کی عادی ہو۔ مجھے شدید  
اکتاہٹ اس لمحے محسوس ہوئی تھی۔ کاندھے پہ اس کا  
ہاتھ کوئی ناگوار شے محسوس ہو رہا تھا۔ میں کسی اور ہی  
فکر میں غلطاں تھا اور یہ کھانے پکانے کی الجھنوں  
میں گرفتار تھی۔

”کچھ بھی پکا لو افطار کے بعد کس نے چولہے کے  
پاس جانے کو کہا ہے۔ افطار کے بعد ویسے بھی کچھ  
کھانے کو دل نہیں چاہتا۔“ رکھائی سے کہتے میں نے  
اس کا ہاتھ ہٹایا۔

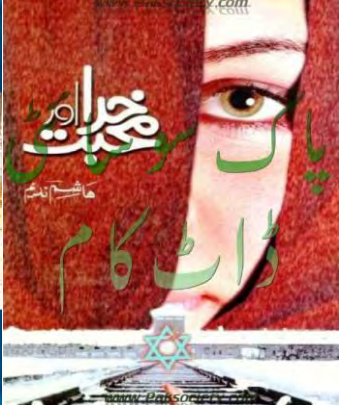
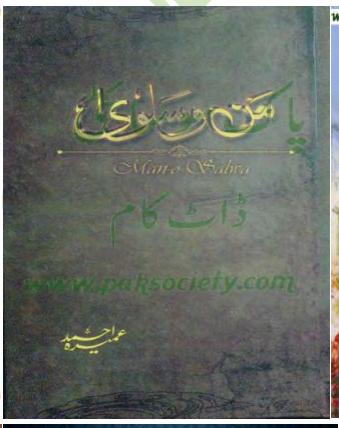
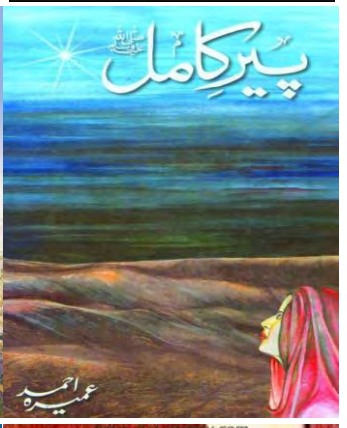
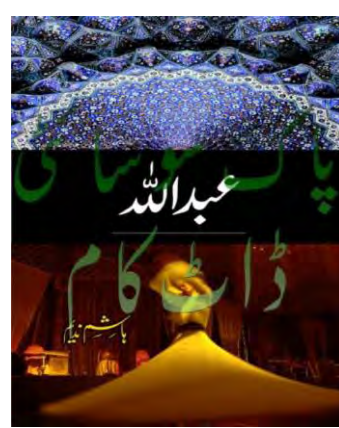
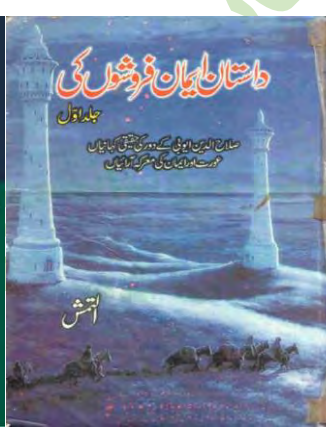
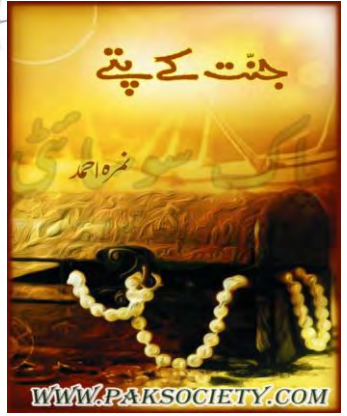
”ٹھیک ہے کل کی بریانی بچی ہے میں اور کرن  
کھالیں گے اور ہادی تو افطار کے بعد کچھ نہیں کھاتا  
اس لیے پکانے کی ضرورت ہی نہیں۔“ ایک طرح سے  
مطمئن ہو کر اس نے فیصلہ سنا دیا۔

”ہنہ..... تم سے اور توقع بھی کیا ہو سکتی ہے۔“ وہ  
جا چکی تھی اور میں پھر سے اپنی سوچوں کے تانے بانے  
میں الجھ چکا تھا کوئی سراہی نظر نہیں آ رہا تھا اس جال  
سے نکلنے کا۔

جانے آج کل کی شادیاں اتنی مشکلات لیے کیوں  
انجام پاتی ہیں۔ آخر ہمارے پیغمبروں نے بھی تو اپنی  
صاحبزادیوں کو بیابا ہے کس سادگی وقار اور تمکنت  
کے ساتھ کہ مثال نہیں ملتی اور آج کل کی شادیاں تو  
جیسے روپے پیسے کے بل بوتے پر ہو رہی ہیں۔ دولت  
نے جہاں اسلامی اقدار و روایات کو فراموش کرنے پر  
مجبور کر دیا ہے وہاں تکلفات نے انسان کو نت نئی  
پریشانیوں میں بھی جکڑ لیا ہے۔ جن کے در پر امارت  
سینہ سپر ہو کر کھڑی ہے ان کے لیے ہر راہ ہل ہے اور  
جہاں غربت ہاتھ باندھے کھڑی ہو ان کے لیے قدم

WWW.PAKSOCIETY.COM

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-





# جہانگیر

رضوانہ بیگم

میں کیوں نہ ترک تعلق کی ابتدا کرتا  
وہ دور دیس کا باسی تھا کیا وفا کرتا

وہ میرے ضبط کا اندازہ کرنے آیا تھا  
میں ہنس کے زخم نہ کھاتا تو اور کیا کرتا

اتار رہی تھی، تبھی سمیرا اس کے نزدیک چلا آیا۔  
”کیا بات ہے بھئی؟ ہماری پیاری بیگم اتنی چپ  
چپ سی کیوں ہیں؟ یار! راستے میں بھی تم میری ہر  
بات کا جواب بس ہوں ہاں میں دے رہی تھیں۔“  
سمیرا نے بہت محبت سے اس کے شانوں پر اپنے ہاتھ  
رکتے ہوئے آئینے میں عکس کو دیکھا تو ایک بچھی ہوئی  
سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔  
”نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں، بس سر میں درد  
ہورہا ہے۔“

”اوہ تو پہلے کیوں نہیں بتایا میں ابھی سردرد کی  
ٹیبلٹ لاتا ہوں۔“ وہ کچھ پریشان سا ہو کر پلٹا۔ وہ منع  
ہی کرتی رہ گئی لیکن کچھ ہی دیر میں وہ ٹیبلٹ مع ایک  
گلاس پانی لیے اس کے پاس کھڑا تھا۔

”آج تم ماشاء اللہ کچھ زیادہ ہی حسین لگ رہی  
تھیں، سو فیصد تمہیں نظر لگ گئی ہے۔“ کتنے دثوق سے  
وہ کہہ رہا تھا، علیتنا کس کر رہ گئی۔

”اونہہ میں حسین لگ رہی تھی، وہاں تو ایک نظر بھی

کہتے ہیں کہ کبھی کبھی انسان کا کہا ہوا کوئی جملہ اس  
کی کوئی سوچ قدرت کچھ اس طرح اس کے منہ پر  
دے مارتی ہے کہ وہ حیران رہ جاتا ہے۔ اسی لیے تو یہ  
محاورہ لوگوں کے تجربات کے بناء پر شاید ایجاد ہوا ہے  
کہ Never Say Never اور اس پر بھی یہ  
محاورہ کچھ ایسا صادق آیا تھا کہ وہ اپنی ہی کہی ہوئی  
بات پر اب شرمندہ سی رہتی تھی۔ اس نے تو اپنی کزنز  
اور دوستوں سے بھی ملنا جلنا کم کر دیا تھا کہ اسے یوں  
محسوس ہوتا تھا جیسے ان کی نگاہوں میں اس کے لیے  
عجیب سا تمسخر ہے اور وہ نگاہیں کچھ نہ کہتے ہوئے بھی  
اسے بہت کچھ یاد دلا دیتی تھیں۔ اسے بہت مان سے  
کہے ہوئے جملے خود اپنے اوپر ہنستے ہوئے محسوس  
ہوتے اور وہ دل مسوس کر رہ جاتی۔

اس وقت بھی وہ بہت بھاری دل کے ساتھ اپنی  
نئی نئی شادی کے سلسلے میں دی گئی ایک دعوت سے  
ابھی ابھی واپس لوٹی تھی اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے  
بیٹھی بہت کھوئے ہوئے سے انداز میں اپنی جیولری

آنکھیں کھل گئیں کہ قلیل آمدنی میں گھر جیسے تھے  
گھسیٹ کر چلا لیا جاتا ہے، پس انداز نہیں کیا جاسکتا،  
آپ پیسہ پانی کی طرح بہانے والے تھے جوڑنے  
والوں میں سے نہیں تھے صرف اس لیے کہ دوسرے  
آپ کو عقیدت کی نگاہ سے دیکھیں۔ آپ کے اس طرز  
عمل سے میں نے لڑا کا ہوی کا روپ دھار لیا ورنہ  
آپ مجھے گھر چلانے کا مستحق نہیں سمجھتے۔ اصولاً تو یہ  
پیسے مجھے کرن کی ڈیٹ فکس ہوتے ہی آپ کے  
حوالے کر دینے چاہئے تھے لیکن آپ شاپنگ کے سلسلے  
میں یاروں دوستوں کے ساتھ جاتے بساط سے بڑھ کر  
خرچ کر ڈالتے، اس لیے میں نے چند دنوں کا انتظار  
اور کر لیا۔ آپ کو پریشان دیکھ کر دل کٹتا لیکن وہ وقت  
زیادہ پُر آزمائش ہوتا جب یہ پیسے بھی ہمارے پاس  
نہیں ہوتے اور ہم سچ سچ کے مقروض ہو جاتے۔“ وہ  
بول رہی تھی اور میں سن رہا تھا۔ وہ مہلی بٹوہ اب میری  
منٹھی کی گرفت میں تھا۔

”مجھے معاف کر دیں۔“ اس کی آنکھوں سے موتی  
ٹپکے تھے میرے پاس کہنے کو کچھ نہیں رہا تھا۔ اب جان  
پایا تھا کہ وہ کیا چیز تھی۔ کس طرح اپنی خواہشات کا گلا  
گھونٹ کر اس نے یہ پیسے اکٹھے کیے تھے۔ مجھے اپنا  
آپ اس کے آگے بہت بے وقعت سا لگا، اس عظیم  
عورت کے آگے۔ راہیں سہل ہو گئی تھیں، چاند اب صحیح  
معنوں میں میرے گھر کو منور کر رہا تھا یہ سب دلی  
کوشش تھی۔ آج سچ سچ چاند میرے آنکھ میں نکلا  
تھا۔ اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے۔  
”نہیں..... تم مجھے معاف کر دو۔“



تھا اور میرے قرض دار شانے، بیٹی کا گھر بس جانے کی  
خوشی سے زیادہ مقروض ہونے کا غم ستائے جا رہا تھا۔  
شاید ایک غریب کی یہی اوقات ہوتی ہے۔ دل نے  
پھر سسکی لی اور شانوں پر کسی کے ہاتھ نے مجھے چونکا  
دیا۔ زخم خوردہ نگاہوں سے پشت پر کھڑی زہرہ کو دیکھا  
جس کی مسکراہٹ ہمیشہ کی طرح اپنا مذاق اڑاتی لگی۔  
مسلے ہوئے کپڑے ملنے کیلئے ہورے تھے۔ ابھی  
صفائی ستھرائی سے فارغ ہو کر جو آئی تھی۔ ٹمبل کا دوپٹہ  
سلیقے سے چہرے کے گرد تتا ہوا تھا۔ ہاتھ میں ایک  
چھوٹا سا مٹھی بٹوہ تھا۔

”اکیلے پریشان ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا“  
جب تک کہ مل بانٹ کر حل نہ نکالا جائے مجھے پتہ ہے  
یہ چہرہ کیوں لٹکا ہوا ہے۔“  
”ہنہ..... نجومی کی چائین جو ٹھہری۔“ میں نے  
رخ موڑا وہ دوزانو ہو کر چیخ کے پاس نیچے بیٹھ گئی۔  
”یہ لیں..... میری عمر بھر کی کمائی۔“ اس نے بٹوہ  
میری طرف بڑھا دیا۔

”کیا ہے یہ.....؟“  
”آپ کے لیے کاغذ کے چند نوٹ اور میری  
اٹھارہ سال کی ضد، ہٹ دھرمی، ضبط نفس کا صلہ اور  
مصنوعی ڈرامہ بازی کا ڈراپ سین۔ یہ وہ بچت ہے  
جو گھر چلا کر میں جمع کرتی رہی، آپ سے لڑ جھگڑ کر  
گناہ گار بن کر وصول کرتی رہی۔“ اس کی آنکھیں  
نم ہو چلی تھیں۔

”پورے ڈھائی لاکھ روپے ہیں، کچھ کپڑے سی کر  
جمع کیے تھے۔“ میں اس وقت ہونق ہو چلا تھا۔

”مجھے معاف کر دیں اٹھارہ سال آپ کی جیب پر  
حکمرانی کرتی رہی۔ آپ سے لڑتی جھگڑتی رہی صرف  
اس بچت کے لیے جو آج آپ کے سامنے ہے کیونکہ  
گھر تو آپ بھی چلا لیتے لیکن آپ کی شاہ خرچیاں یہ  
بچت نہ کر پاتیں، میں آپ کی بے موقع فضول خرچیوں  
سے تنگ آ گئی تھی اور کرن کے پیدا ہوتے ہی میری

مجھ پر ڈالنے کی فرصت نہیں ملی خواتین میں راجہ اندر بنے بیٹھے رہے اب گھر آ کر میرا خیال آرہا ہے۔“ وہ دل ہی دل میں سوچتی ہوئی کچھ الجھ کر کھڑی ہو گئی۔ سمیر کی ہتھیلی پر دھری ٹیبلٹ اٹھا کر منہ میں رکھی اور پھر پانی کا گلاس ایک سانس میں خالی کر کے سمیر کے ہاتھوں میں واپس تھا کر وہ منہ دھونے واش روم میں گھس گئی۔ پتا نہیں منہ دھونا تھا یا وہ آنسو چھپانے تھے جو لاکھ روکنے کے باوجود ایک ضدی بچے مانند کی آنکھوں میں آنے کے لیے مچلے جا رہے تھے۔



دیکھو علینا! یہ تم بلا وجہ کی تنقید کرنا چھوڑ دو! ارے زینی کا شوہر اسے اتنا چاہتا ہے وہ خوش ہے تو پھر بھلا تمہیں کیا پر اہم ہے۔“ انیلا نے کچھ الجھ کر اسے ٹوکا تو وہ مزید جوش میں آ گئی۔

”ارے واہ یہ کیسا چاہنا ہوا بھلا! آج اپنی پہلی شادی کی سالگرہ پر بھی اتنی خوب صورت بیوی کی موجودگی میں سارے فنکشن اس کا دھیان بس ہم ہی لوگوں کی جانب رہا۔ چلو شوہر بہت ہینڈسم ہو اور بیوی معمولی شکل و صورت کی ہوتی اگر وہ حسرت سے سہمی کسی خوب صورت لڑکی کو دیکھے تب بھی عقل تسلیم کر لے لیکن اتنی پیاری بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری لڑکیوں کو ترستی نگاہوں سے دیکھنا مجھے تو چھچھورین لگتا ہے۔“ اس نے دانت پیس کر کہا تو انیلا کو ہنسی آ گئی۔

”افوہ عیسا آ خر تم کب تک مردوں کی اس عادت سے الجھتی رہو گی۔ یہ بناوے فیصد مردوں کی نیچر ہوتی ہے کہ وہ لڑکیوں کو گھورتے ضرور ہیں اور بھی خراب صورت لڑکیوں کے لیے تو کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ”اچھی صورت بھی کیا بری شے ہے جس نے ڈالی بری نظر ڈالی۔“ انیلا نے مذاق میں بات کو ختم کرنا چاہا لیکن علینا کی سوئی تو وہیں پرائی ہوئی تھی۔

”بے شک مردوں کی اس عادت کو نہیں بدلا

جاسکتا لیکن شوہروں کو تو کم از کم اپنی بیویوں کے احساسات کا خیال کرنا چاہیے۔ مجھے تو زینی پر ترس آ رہا تھا کہ اس کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی اس کا شوہر کس طرح ہم لوگوں کے گرد ہی منڈلاتا رہا تھا۔ قسم سے یہ زینی کی محبت اس کی شخصیت اور حسن کی انسلٹ تھی۔“ اس کے لہجے میں چھپی نفرت کو محسوس کر کے انیلا نے شرارت سے اسے دیکھا۔

”اور اگر خدا نخواستہ تم کو کوئی ایسا شوہر مل گیا تو پھر کیا کرو گی تم؟“

”اللہ نہ کرے میرا لائف پارٹنر ایسا ہو۔“ علینا نے بے اختیار جھرجھری سی لی۔

”اللہ کی قسم انیلا..... میں تو اس قسم کے شوہر کے ساتھ شاید دو دن بھی نہ رہ پاؤں۔“ علینا کی اس بات پر انیلا نے بے حد حیرانی سے اسے دیکھا۔

”یعنی اگر تمہارا شوہر تمہاری موجودگی میں کسی خوب صورت لڑکی کو دیکھے گا یا اسے کچھ زیادہ لفٹ کرادے گا تو تم اتنی سی بات پر اسے ہمیشہ کے لیے چھوڑ دو گی۔ چاہے وہ بے شک تمہیں بے پناہ چاہتا ہو؟“

”ہاں۔“ وہ قطعیت سے بولی۔ ”اور پھر اگر اس کی محبت سچی ہوگی تو وہ صرف اور صرف میرا ہی ہوگا نہ بھلا اسے پھر کیوں دوسری عورتوں کی خوب صورتی میں کوئی دلچسپی ہوگی۔ اس کی ستائش بھری نگاہیں صرف میرے لیے ہی اٹھیں گی۔“ اس کے لہجے میں کچھ ایسا مان تھا کہ انیلا کچھ کہہ ہی نہیں سکی بس ابھی ابھی سی نگاہوں سے اسے دیکھ کر رہ گئی تب علینا نے اسے چھیڑتے ہوئے ٹاپک بدلا۔

”بھئی ہم دونوں کے نام میں کتنی مماثلت ہے یعنی انیلا اور علینا لیکن خیالات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ یار کبھی میری باتوں کی گہرائی میں جا کر دیکھو سب سمجھ میں آجائے گا، چلو اسی بات پر میں تمہیں گرما گرم چائے پلاتی ہوں۔“

تا سمجھ  
اوپلگے دیوانے لڑکے  
کیسے بتاؤں تم کو یہ کہ  
محبت مر کر بھی زندہ ہے  
محبت تو دل میں ہوتی ہے  
ذرا سمجھو تم  
جب تم برف پر رت چتی تھی تو  
ہتھیلی پر رکھتے ہو  
اس میں ایک امید جاگتی ہے  
پھر جب تم اس کو  
پھول پر رکھتے ہو تو  
جیسے وہ جی اٹھتی ہے  
کیونکہ معلوم ہے تم کو  
تتلی کی محبت پھول ہے شاید  
گر غور کیا ہو تم نے  
چند بل کا ملن جو  
میسرے ہا سے مگر یہ بھی  
یہ بھی اس کی خوشی کہ لیے کافی ہے  
اوپلگے دیوانے لڑکے

یہی بات جو تم سمجھ جاؤ  
پھر کچھ پوچھنے کو باقی نہ رہے  
چاہے تم دور ہو نا چاہو  
تمہاری محبت تو  
میرے دل میں ہے  
تمہارے دل میں ہے  
پھر یہ فاصلے یہ دوریاں  
سب بے معنی ہیں  
اوپلگے دیوانے لڑکے  
چند بل جو گزرے تیرے ساتھ  
ان لمحوں کو یاد رکھنا  
یادوں میں یاد رکھنا تم  
یہی میری محبت کا وصول ہوگا  
تمہاری محبت سرخرو ہو جائے گی  
اب کے سمجھ جاؤ تم  
اوپلگے دیوانے لڑکے  
اوپلگے دیوانے لڑکے

دعاریانی..... ٹیموک پراچہ، ضلع اسلام آباد

”کیا مطلب پڑھنا ہے ارے اللہ کا شکر ادا کرو اتنا بہترین رشتہ آیا ہے تمہارے لیے۔ سمیر کو تم نے اکثر تقاریب میں دیکھا ہوا ہے ماشاء اللہ لاکھوں میں ایک نظر آتا ہے۔ کتنی اچھی پوسٹ پر فائز ہے بینک میں خاندان بھی دیکھا بھالا ہے۔ رشیدہ آ پاپنے بڑے بیٹے کے ساتھ رہتی ہیں اسلام آباد میں تم مزے سے اپنے گھر میں راج کرنا۔“ انہوں نے جو اس رشتے کے خصائص بیان کرنے شروع کیے تو رکنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں، علینا نے زچ ہو کر انہیں دیکھا۔

”لیکن امی ابھی تو میرا بی اے بھی مکمل نہیں ہوا ہے۔“ اس نے کمزور سا احتجاج کیا۔

علینا کو ہمیشہ سے ہی اس بات سے شدید چڑ رہی تھی کہ اپنی بیوی کے ساتھ ہونے کے باوجود مرد دوسری عورتوں کو کیوں گھورتے ہیں اور اکثر و بیشتر اپنی اس بات کا اظہار اپنی فرینڈز کے سامنے کرتی رہتی تھی لیکن افسوس اس بات کا تھا کہ اس کی کوئی بھی دوست اس بات کو سنجیدگی سے نہیں لیتی تھی۔

اس دن وہ کالج سے واپس آئی تو امی نے تمنا تے ہوئے چہرے کے ساتھ اسے بتایا کہ شام کو فوڈیہ پھوپو اپنی نند کے ساتھ ان کے گھر اس کے رشتے کے سلسلے میں آ رہی ہیں۔

”یہ کیا کہہ رہی ہیں امی! ابھی تو میں نے پڑھنا ہے۔“ وہ تو ہتھے ہی سے اکھڑ گئی۔

”ہاں تو ہم کون سا فوراً ہی شادی کی تاریخ دے دیں گے“ تین ماہ بعد تمہارے ایگزام ہیں بس ان شاء اللہ اس کے بعد ہی کی تاریخ فکس کریں گے۔“ انہوں نے بہت اطمینان سے جواب دیا۔

”امی میں تو سمیر کو اچھی طرح سے جانتی بھی نہیں ہوں نہ ان کی عادت و اطوار اور نہ ہی ان کے نیچر کے بارے میں مجھے کچھ پتا ہے۔“ اس نے بہت الجھ کر انہیں دیکھا تو مانو کسی نے انہیں آگ ہی لگا دی ہو۔

”کیوں آفتاب بھائی کے بیٹے کی شادی میں نہیں دیکھا تھا تم نے اسے؟ اور اگر تم یہ چاہتی ہو کہ ہم تمہیں شادی سے پہلے اس کے ساتھ ڈیٹ پر بھیجیں تاکہ تم اس کی عادت و اطوار سمجھ سکو تو بی بی یہ ہمارے خاندان کی روایت نہیں۔ ہوتا ہوگا تمہاری فرینڈز کے یہاں یہ سب کچھ لیکن تمہارے ابو اس معاملے میں کتنے سخت ہیں تم تو جانتی ہی ہو۔“ کافی سخت لہجہ تھا ان کا۔ علینا بس بے بسی سے انہیں دیکھ کر رہ گئی تب اس کے اترے ہوئے چہرے کو دیکھ کر نہ جانے کیوں انہیں اس پر ترس آنے کے ساتھ ساتھ پیار بھی آ گیا۔

”دیکھو بیٹا، زندگی کی اصل حقیقتیں تو شادی کے بعد ہی کھل کر سامنے آتی ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو آج ہر لومیرج کامیاب ہوتی اور ایک سمجھ دار اور محبت کرنے والی بیوی میں اتنے گلشن ہوتے ہیں کہ وہ اپنے شوہر کو اپنے خیالات کے مطابق ڈھال سکے اور میری بیٹی تمہاری دو چھوٹی بہنیں بھی ہیں جو کچھ ہی دنوں میں تمہارے قد کے برابر آ جائیں گی ابھی ان کی ذمہ داری بھی ہمارے سر پر ہے۔ علینا، میری فکروں کو بانٹنے کی بجائے ان میں اضافہ تو مت کرو بیٹا۔“ بہت محبت سے اسے سمجھاتے ہوئے آخر میں ان کی آواز بھرا گئی تو علینا بے اختیار ان کے گلے لگ گئی۔

”سوری امی..... آپ جو کہیں گی ویسا ہی ہوگا“ بس آپ روئیں مت۔“

وہ جو کہتے ہیں نہ کہ جس بات کا ڈر ہو وہی بات سامنے آ جاتی ہے تو ایسا ہی کچھ علینا کے ساتھ ہوا تھا یوں تو سمیر اس سے بے پناہ محبت کرتا تھا لیکن علینا کی قسمت کہ وہ بلا کا نظر باز بھی تھا اور دوسری بات جو کہ علینا کے دل کو ایک اذیت سے دوچار کیے رکھتی تھی۔ وہ یہ تھی کہ سمیر خواتین کی کمپنی کو بے حد انجوائے کرتا تھا، جب بھی علینا کی فرینڈز اس کے گھر آتیں تو علینا سے زیادہ تو وہ پیش پیش رہتا۔ اتنی گرم جوشی سے ان کا استقبال کرتا کہ علینا دل مسوس کر رہ جاتی۔ خاطر وں کی انتہا کر دیتا تھا اس کی زندہ دلی اس کی دلچسپ باتیں اور شاندار شخصیت علینا کی فرینڈز کو جیسے اپنے سحر میں جکڑ لیتیں لیکن علینا اس دوران جیسے کانٹوں پر لوٹی رہتی۔ ہائے کیسے کیسے دعوے کیا کرتی تھی وہ کہ اگر اس کا شوہر اس ٹائپ کا ہو تو وہ دو دن بھی نباہ نہ کر پائے گی لیکن آج دو ماہ ہونے کو آئے تھے لیکن وہ بظاہر ٹھیک ٹھاک ہی گزارا کر رہی تھی بس دل اندر ہی اندر گھٹتا رہتا تھا۔

سہا سہا ڈرا سا رہتا ہے  
جانے کیوں جی بھرا سا رہتا ہے

یوں تو سمیر اسے بے حد چاہتا تھا اس کی ناز برداری بھی کرتا، شکی مزاج بھی بالکل نہ تھا لیکن اس کی یہ خصوصیات اس وقت علینا کو بالکل پس پردہ محسوس ہونے لگتیں جب وہ علینا کو بالکل انگور کر کے محفل میں دوسری خواتین کی طرف متوجہ رہتا تب وہ دکھ اور اذیت کے گہرے سمندر میں اپنے آپ کو ڈوبتا ہوا محسوس کرتی۔ کاش سمیر سخت مزاج ہوتے چلو شکی بھی ہو جاتے لیکن اس نیچر کے نہ ہوتے جس سے وہ ہمیشہ سے نفرت کرتی آئی تھی اس نے پہلے ماں باپ کی ذمہ داریاں بانٹنے کے لیے شادی کی تھی اور اب ان کی اور خاندان کی عزت کی خاطر ہنس خوشی نبھانا کرنے کی کوشش میں وہ اندر ہی اندر گھٹ رہی تھی کہ سمیر زیادہ روک ٹوک اور تنقید سے کافی چڑسا جاتا تھا

اور وہ شروع شروع کے دنوں میں کوئی بد مزگی نہیں چاہتی تھی۔ ڈرنی تھی کہ سمیر اس کی خفگی سے آہستہ آہستہ کہیں بے زار نہ ہو جائے ویسے بھی امی نے اسے نصیحتیں بھی تو بہت خوف ناک قسم کی تھیں۔

”بیٹا..... شوہر کا گھر ہی اب تمہارا اصل گھر ہوگا“ کبھی کوئی ایسی بات نہ کرنا جو ہم لوگوں کا سر جھکا دے۔ علینا بیٹا، اگر تم بہترین بہو اور بیوی ثابت ہوئیں تو پھر اس کا اثر تمہاری بہنوں کے مستقبل پر بہت اچھا پڑے گا۔ تمہاری کامیاب زندگی کی روشنی بہت اچھے اچھے گھرانوں کے رشتے اس گھر میں پہنچا سکتی ہے بیٹا۔“ یہ سب باتیں امی شادی طے ہو جانے کے بعد وقتاً فوقتاً اس کے کانوں میں ڈالتی رہی تھیں اور ان کی یہ ہی نصیحتیں اب اس کے پیروں کی زنجیر اور لبوں کا قفل بن کر اس کی خاموشی کا سبب بن گئی تھیں۔



اس دن اچانک ہی اس کے کالج کی دوست انعم اس سے ملنے آگئی جو ملک سے باہر ہونے کی وجہ سے اتفاقاً اس کی شادی میں شریک نہیں ہو سکی تھی۔ انعم بہت حسین لڑکی تھی علینا نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا کہ سمیر گھر پر موجود نہیں تھا، دونوں بہت گرم جوشی سے ملیں۔

”آؤ انعم، میں تمہیں اپنی شادی کی البم اور مووی دکھاؤں۔“ کچھ دیر ادھر ادھر کی گپ شپ کے بعد اس نے انعم کے ہاتھ میں البم تھمایا۔

”چلو انعم پہلے تم یہ البم دیکھو پھر اس کے بعد ہم شادی کی مووی دیکھیں گے۔“ اس وقت وہ واقعی اپنی عزیز دوست کے یوں اچانک آ جانے سے بہت خوش تھی اور اس پر مستزاد سمیر کے آفس میں ہونے کا سکون اسے دہری خوشی دے رہا تھا۔ اس وقت اس کے آنے کا کوئی امکان نہیں تھا اور نہ وہ تو اپنی دوست سے کم ہی بات کر پاتی اور سمیر اپنی شخصیت کا جادو چلانے میں اپنی زبان کی ساری

طاقت صرف کر دیتا۔ انعم نے بڑے شوق سے البم اور پھر شادی کی مووی دیکھی۔

”یار علینا! ماشاء اللہ تمہارا میاں تو بہت ہی گڈ لکنگ اور ہینڈسم ہے۔ زبردست کپل ہے تم دونوں کا۔“ اس کے منہ سے بار بار یہ جملہ نکل رہا تھا لیکن نہ جانے کیوں یہ جملہ اسے عجیب سی ککک سے دوچار کر رہا تھا۔ پچھلے دنوں جب اس کی دوست اریبہ اس سے ملنے آئی تھی تو سمیر بھی اتفاق سے گھر میں موجود تھا اور مجال ہے جو ایک منٹ بھی ان لوگوں کے پاس سے ہٹا ہو بلا وجہ ہی فری ہونے کی کوشش کرتا رہا تھا وہ اریبہ سے اور وہ دل ہی دل میں جزیب ہوتی رہی تھی۔ اریبہ سے نکالیں چرائی رہی تھی کہ اس طرح کے مردوں کے لیے اس کے ریمارکس اریبہ کو یقیناً یاد آ رہے ہوں گے اور جب کسی وجہ سے کچھ دیر کے لیے ان لوگوں کے درمیان سے ہٹا تھا تو اریبہ نے سرگوشی میں اسے سمجھایا تھا۔

”میں کہتی تھی نہ تم سے کہ ناناوے فیصد مرد ایک جیسے ہوتے ہیں لیکن تم نہیں مانتی تھیں لیکن اب تمہیں میری ایک بات ضرور ماننی ہوگی اور وہ یہ کہ سمیر تمہیں بہت چاہتے ہیں۔ یہ بات میں نے اتنی سی دیر میں نوٹ کر لی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں تمہارے چہرے کے ایکسپریشن سے تمہارے احساسات بھی محسوس کر رہی ہوں۔ دیکھو علینا..... اللہ نے تمہیں بہت سی خوشیوں سے نوازا ہے محض سمیر کی اس عادت کی وجہ سے انہیں برباد مت کرو۔ ان کی اس عادت کو درگزر کرنے کی کوشش کرو ورنہ ساری زندگی تم ایک ابجھن ایک خلش میں گزار دو گی۔“ اریبہ بہت خلوص سے اسے سمجھا رہی تھی لیکن علینا جیسے ندامت سے گڑھی جا رہی تھی۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے محبت اور ہمدردی کی آڑ میں اریبہ اس کا مذاق اڑا رہی ہے اور اس وقت جب انعم بڑے کھلے دل سے سمیر کی تعریف کر رہی تھی تو علینا کو بے اختیار اریبہ یاد آ گئی

آنچل کی جانب سے ایک اعلیٰ نچل

# حجاب کرچی

شائع ہو گیا

ملک کی مشہور معروف قلم کاروں کے سلسلے وار ناول، ناولٹ اور افسانوں سے راست ایک مکمل جریہ گھر بھر کی دلچسپی صرف ایک ہی رسالے میں موجود ہے آپ کی آسودگی کا باعث بنے گا اور وہ صرف "حجاب" آج ہی ہا کر سے کہہ کر اپنی کاپی بک کرالیں۔

اس کے علاوہ

خوب صورت اشعار منتخب غزلوں اور اقتباسات پر مبنی مستقل سلسلے

اور بہت کچھ آپ کی پسند اور آرا کے مطابق

Infoohijab@gmail.com  
info@aanchal.com.pk

کسی بھی قسم کی شکایت کی صورت میں

021-35620771/2

0300-8264242

”سمیر بھائی بیوی کے سامنے کسی اور لڑکی کی تعریف کرنا بڑی زیادتی ہے۔“ اس نے دزدیدہ نگاہوں سے علینا کی جانب دیکھا۔

”نہیں بھئی ہماری بیوی اتنی نیرو مائنڈ نہیں ہے بلکہ اپنی دوست کی تعریف جو خوش ہونے والوں میں سے ہیں ہے نہ علینا؟“ سمیر نے شرارت سے سے دیکھا تو وہ مسکرا بھی نہ سکی جبکہ انعم نے معنی خیز ہنسی کے ساتھ علینا کی جانب کچھ اس طرح دیکھا گویا اسے کچھ یاد دلا رہی ہو۔ علینا کا دل چاہا کہ زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائے۔ کتنی اذیت سے گزر رہی تھی وہ اس وقت اس کے کہے ہوئے بڑے بول سے اپنے اوپر تہقہ لگاتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

”ایسا کرو علینا..... اب تم جلدی سے کھانا لگا دو بس میں تمہاری دوست کی خاطر آدھے گھنٹے کے لیے آیا ہوں جب تک ہم انعم صاحبہ سے کچھ گپ شپ کر لیتے ہیں۔“ سمیر اس کے چہرے پر پکھرے کرب کو محسوس ہی نہیں کر رہا تھا وہ ایک جھٹکے سے مڑی اور کچن میں چلی آئی۔

نذیراں سے وہ کھانا گرم کرنے کو کہہ ہی رہی تھی تبھی کال بیل کی تیز آواز نے اسے چونکا دیا۔ اس وقت کون ہو سکتا ہے اس نے بے دلی سے سوچا بھی اس کے کان میں جواد بھائی کی آواز آئی۔

”واہ سمیر مجھے آفس میں بلا کر خود تشریف لے آئے عجیب بے مروت آدمی ہو تم بھی۔“ وہ کافی خفگی سے سمیر سے کہہ رہے تھے۔

”ارے جواد بھائی بس اچانک ہی گھر میں مہمان آ جانے کی وجہ سے ایمر جنسی میں آنا پڑا میں نے آپ کو متوجہ تو کیا تھا۔“ سمیر دروازے سے ان کو اندر لاتے ہوئے اپنی صفائی میں کہہ رہا تھا۔

”ہاں وہ میٹج اتفاق سے میں نے آفس پہنچ کر ہی پڑھا خیر چلو اسی بہانے تمہارے گھر کا چکر بھی لگ

تمہارے چہرے پر گلاب کھل اٹھیں گے۔ ارے محترمہ تمہارے شوہر نامہ ار بھی پندرہ منٹ میں تشریف لارہے ہیں۔ ابھی جب تمہارا موبائل بجا تو اسکرین پر سمیر بھائی کا نام دیکھ کر میں نے کال ریسیو کر لی اور.....“

”تم نے کال ریسیو کر لی؟“ علینا نے ڈوبتے ہوئے دل کے ساتھ اس کی بات کا نٹے ہوئے پوچھا۔

”ہاں بھئی سالی ہونے کے ناطے ان کو ستانے کا دل چاہ گیا تھا اور وہی ہوا میری آواز سن کر ایک دم شپٹا گئے۔ پریشان ہو کر پوچھنے لگے کہ آپ کون ہیں یہ نمبر تو علینا کا ہے خیر تھوڑا سستا کر میں نے اپنا تعارف کروا ہی دیا۔ بہت خوش ہوئے ان کا بھی لہجہ نا تم تھا سو کہنے لگے لہجہ بھی کر لوں گا اور آپ سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔“ انعم بڑی خوشی نظر آ رہی تھی علینا نے دل ہی دل میں اپنے آپ کو کوسا کاش وہ اپنا موبائل وہیں بیڈ پر نہ چھوڑ آئی ہوتی۔ اپنی کوفت پر مسکراہٹ کا لبادہ اوڑھ کر وہ بظاہر خوش نظر آ رہی تھی لیکن دل میں عجیب سے سناٹے اترتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

”ریٹلی علینا..... مجھے اتنی ایکساٹمنٹ ہو رہی ہے تمہارے دلہا میاں کو دیکھنے کی۔“ انعم کے پر جوش لہجے پر وہ جبراً ہنس دی پھر تھوڑی دیر بعد ہی سمیر ہنستا مسکراتا اندر چلا آیا۔ علینا نے دل ہی دل میں کھولتے ہوئے لیکن بظاہر خوش دلی سے اس کا تعارف انعم سے کرایا۔

”سمیر ان سے ملیے یہ میری بہت پیاری دوست انعم ہے۔“

”اوہو بھئی یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے یہ تو مجھے بھی نظر آ رہا تھا کہ یہ بہت پیاری ہیں۔“ سمیر نے ستائش بھری نظروں سے انعم کو دیکھا تو انعم کے چہرے پر شریک مسکراہٹ دوڑ گئی۔

تھی اگر انعم کی ملاقات بھی سمیر سے ہو جاتی تو وہ بھی یقیناً اس کے بچھے بچھے سے شرمندہ چہرے کو دیکھ کر بڑا لطف اٹھاتی۔

اس بار وہ سچی ہے کہ روٹھے بھی نہیں ہم اب کے وہ لڑائی ہے کہ جھگڑا نہ کریں گے دوپہر کے دو بج رہے تھے اور ان دونوں کی باتیں تھیں جو ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہی تھیں سمیر بھی علینا کو ہی اچانک خیال آیا۔

”افوہ انعم! دو بج رہے ہیں نذیراں لے چاری کب سے کھانا تیار کر کے بیٹھی ہوئی ہے لیکن ہم دونوں کو تو باتوں سے ہی فرصت نہیں ہے۔“ وہ جلدی سے دروازے کی جانب بڑھی تو انعم نے شرارت سے اسے نکارا۔

”لگتا ہے بہت مزے دار لہجہ تیار کروا دیا ہے میرے لیے۔“

”جی جناب تمہارا فیورٹ چکن پلاؤ پکوا یا ہے اور ساتھ میں مزیدار شامی کباب اور رائتہ بھی ہے جو سوائے نذیراں کے کوئی ایسا نہیں بنا سکتا۔“ علینا نے مسکراتے ہوئے اسے مینو بتایا اور کچن کی جانب چلی گئی۔ انعم پاس رکھا ہوا البم اٹھا کر دوبارہ دیکھنے لگی بھی بیڈ پر پڑا ہوا علینا کا موبائل گنگنا اٹھا۔

نیل پر کباب کی ڈش رکھ کر وہ پٹی ہی تھی کہ انعم مسکراتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئی۔

”سوری یار علینا..... ابھی ہمیں کھانے پر مزید ایک مہمان کا انتظار کرنا ہوگا اس لیے فی الحال ابھی کھانا نہیں لگاؤ ورنہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔“ علینا نے اسے دیکھا۔

”کیا مطلب کون آ رہا ہے؟“ انعم بے اختیار کھلکھلا کر ہنس دی۔

”بہت ہی خاص مہمان ہے جس کا نام سن کر ہی

WWW.PAKSOCIETY.COM





شہد ہجرت کی پہلی تاریخ  
نازیہ کنول نازی

WWW.PAKSOCIETY.COM

دکھوں اور اذیتوں کا حساب بے باق کر دیا ہو۔  
”علینا..... میں تمہارے ہاتھ پر کوئی مرہم لگا دوں۔“ جواد بھائی نے بہت محبت سے پوچھا۔  
”نہیں جواد بھائی، میں ٹھیک ہوں۔“ اس نے آہستگی سے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھوں کی گرفت سے چھڑا لیا۔

”آپ باہر چلے میں کھانا لگواتی ہوں۔“ جواد بھائی لاؤنج میں چلے گئے جہاں سے سمیر کی باتوں کی آواز مستقل آ رہی تھی، وہ کچھ دیر یونہی گم صم کھڑی رہی۔ نذیراں کبابوں کی ڈش کب نکال کر لے گئی اسے پتا ہی نہیں چلا پھر اسے نہ جانے کیا ہوا کہ وہ تیزی سے سنک کے پاس آگئی اور تل کھول دیا پھر صابن سے دونوں ہاتھ مل کر وہ دھوئی ہی چلی گئی۔ ایک لمحے کو سہی اس کے یہ ہاتھ جواد بھائی کے ہاتھوں میں تھے۔ اسے اپنے اوپر غصہ آنے لگا صرف سمیر کی ضد میں وہ اپنی سطح سے کیوں نیچے اتر آئی تھی۔

”سمیر..... آج میں نے بنا سوچے سمجھے اپنے کردار کو کچھ لمحوں کے لیے جس پستی کی جانب دھکیل دیا تھا اس کے قصور وار آپ ہیں۔ بہت بڑے مجرم ہیں آپ میرے میں اللہ سے اپنی غلطی کی معافی مانگ لوں گی لیکن آپ سے نہیں کیونکہ آپ نے ہی تو مجھے اس چھوٹی سی خیانت کرنے پر مجبور کیا ہے۔ کاش آپ نے کبھی میرے جذبات اور احساسات کو سمجھنے کی کوشش کی ہوتی لیکن شاید یہ ہی فرق ہوتا ہے ایک عورت اور ایک مرد میں۔“ اس نے گہری سانس لی اور ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئی جہاں سمیر اسے آوازیں دے رہا تھا۔



”گیا۔“ انہوں نے مسکراتے ہوئے کچن کے دروازے پر کھڑی علینا کو دیکھا اور سر کے اشارے سے اسے سلام بھی کیا۔ جواد سمیر کے پھوپھی زاد بھائی تھے اللہ نے اولاد کی رحمت سے محروم رکھا تھا اس لیے بیوی سے کافی بے زار سے رہا کرتے تھے۔ علینا کو دیکھ کر ان کی آنکھوں میں ایک چمک سی آ جاتی تھی جو علینا کو کافی ناگوار گزرتی تھی۔ وہ ان سے کافی ریزرو سی رہتی تھی لیکن آج پہلی بار ان کی آمد سے بے حد اچھی لگی۔ اس نے بہت گرم جوشی سے ان کے سلام کا جواب دیا شاید وہ سوچ رہی تھی کہ اب سمیر کی توجہ بٹ جائے گی۔ سمیر ان کو لیے لاؤنج میں آ گیا اور علینا کو موقعہ دیئے بغیر خود ہی ان کا تعارف انعم سے کرانے لگا۔ علینا کڑھ کر دوبارہ کچن میں چلی آئی۔ نذیراں ٹیبل پر پلیٹیں وغیرہ سیٹ کر رہی تھی مائیکرو ویو میں اس نے کبابوں کو دوبارہ گرم کرنے کے لیے رکھا ہی تھا کہ جواد بھائی اندر کچن میں چلے آئے۔

”واہ بھی آج تو اپنی دوست کے لیے بڑا اہتمام کیا ہوا ہے۔“ وہ اس کے نزدیک چلے آئے اس نے گھبرا کر مائیکرو ویو سے کبابوں کی پلیٹ نکالنی چاہی تو تیز گرم پلیٹ کو چھوتے ہی اس کا ہاتھ جل گیا۔  
”سی.....“ اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

”ارے ارے آپ کا تو ہاتھ جل گیا۔“ انہوں نے بظاہر گھبرا کر بے اختیار اپنے دونوں ہاتھوں میں اس کا ہاتھ تھام لیا۔ علینا ایک لمحے کو تو شاکڈ رہ گئی بھی بالکل اسی لمحے نہ جانے کس بات پر سمیر اور انعم کے بے اختیار ہلکھلا کر ہنسنے کی آواز نفرت کی ایک شدید لہر بن کر اس کے سارے وجود میں پھیل گئی پھر پتا نہیں کیوں اس نے جواد بھائی کے ہاتھوں میں دیا اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش ہی نہیں کی بلکہ اس چوکھٹن پر اس کے دل کو ایک عجیب سے سکون کا احساس ہوا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے لاؤنج میں انعم کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے ہوئے سمیر سے اس نے اپنے سارے

سب فسانے ہیں دنیا داری کے  
کس نے کس کا سکون لوٹا ہے

سچ تو یہ ہے کہ اس زمانے میں  
میں بھی جھوٹا تو بھی جھوٹا ہے

### گزشتہ قسط کا خلاصہ

ملک فیاض کا بیٹا عبدالبہادی شہزاد سے گاڑی خراب ہونے کی بابت پوچھتا ہے اور مدد کا کہتا ہے جس پر شہزاد ماں کی بات کو ذہن نشین کرتی ہوئی مدد لینے سے انکاری ہو جاتی ہے تب ہی شہزاد کے سیل پر مریرہ کی کال آتی ہے اور خیریت جاننے کے بعد شہزاد مریرہ کو گاڑی کی پکی سڑک پر گاڑی خراب ہونے کا بتاتی ہے۔ شہزاد مریرہ کو بتاتی ہے کہ شہزاد صیام کو پسند کرتی ہے مریرہ شہزاد سے اس حوالے سے بات کرتی ہے جس پر شہزاد اقرار کر لیتی ہے۔ ملک فیاض عبدالبہادی کو شہر سے میرب کولانے کا کہتے ہیں جس پر عبدالبہادی ہمیشہ کی طرح سر تسلیم خم کر دیتا ہے اور عائشہ بیگم کو شہزاد کے حوالے سے بتاتا ہے جس پر عائشہ بیگم (عبدالبہادی کی ماں) پریشان ہو جاتی ہے اور عبدالبہادی کو اس سے دور رہنے کا کہتی ہے جبکہ عبدالبہادی انتقام کی آگ میں جل رہا ہوتا ہے وہ اپنی ماں (عائشہ بیگم) کو بھی اس سے آگاہ کر دیتا ہے، جس پر عائشہ بیگم قسمیں دے کر اسے باز رکھنے کی اپنی سی کوشش کرتی ہیں۔ پرانی حوالی پر ٹوٹنے والی قیامت کی خبر مریرہ کو اس وقت ہوتی ہے جب زاویا آٹھ ماہ کا ہوتا ہے۔ کرنل شیرعلی وطن واپسی کے بعد اظہار ملک سے ملنے گاؤں جاتے ہیں اور واپسی پر کرنل شیرعلی مریرہ کو پرانی حویلی کے اجڑ جانے کی خبر دیتے ہیں، پرانی حویلی کے اجڑ جانے کا دکھ مریرہ کے اندر چپ بکھیر دیتا ہے۔ صمد حسن مریرہ کا نمبر تبدیل کر دیتا ہے جس کی وجہ سے مریرہ عمر عباس سے رابطہ نہیں کر پاتی اور اپنے گھر واپس آ جاتی ہے۔ سارا بچن میں کھانا پکا رہی ہوتی ہے۔ مریرہ کی غیر موجودگی میں سارا مریرہ کے کمرے میں ہی رہ رہی ہوتی ہے۔ سارا کی تیاری دیکھ کر مریرہ اس سے استفسار کرتی ہے جس پر سارا جب ملنے کا بتاتی ہے اور مریرہ کے کمرے میں جاتے ہی سارا صمد حسن کو فون پر اس کے گھر آنے کی اطلاع دیتی ہے۔ چیوا میں سدید کا کام مکمل ہوتا ہے اس کا ایک آدمی را کی تحویل میں ہوتا ہے چیوا میں قیام کے دوران وہ یہ پتا لگالیتا ہے کہ اس کا آدمی کس جیل میں قید تھا سدید اپنے ساتھیوں کے ساتھ پانڈی پورہ سے لولاب اور جس بازی پورہ کے دشوار گزار پہاڑوں اور گھنے جنگلوں کو ہمت و مردانگی سے عبور کرتا ہے۔ منزل قریب ہوتی ہے سدید اپنے ساتھی افسران کے ساتھ پہاڑی چوٹی عبور کر رہا ہوتا ہے جب برف کے کوہساروں سے اس کا پیر پھسل جاتا ہے اور اس کے پاس سنبھلنے کا کوئی موقع بھی نہیں رہتا۔ مریرہ رحمان کو لندن میں کچھ کام ہوتا ہے لہذا وہ دہلی سے لندن آ جاتی ہے مریرہ لندن کی مصروف شاپنگ مال سے شاپنگ کر رہی ہوتی ہے کہ اسے زاویا نظر آتا ہے اور مریرہ اسے کہیں بیٹھ کر بات کرنے کا کہتی ہے جس پر زاویا کے دوست حیران رہ جاتے ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)



ضروری نہیں ہے۔

جو ساحل کی گیلی خنک ریت پر

ہاتھ میں ہاتھ دے کر

سفر اور تلام کے قصے سنائے

جزیروں ہواؤں اور ان دیکھے موسم

آنکھوں سے اوجھل کناروں پر بکھرے ہوئے

منظروں ذائقوں اور رنگوں کی باتیں کرے

وہ ان وارداتوں سے گزرا بھی ہو!

اگر وہ کہے.....

آؤ ہم ان پریشان موجوں کا پچھا کریں

جو تیرے اور میرے ماؤں کو چوستی ہیں

تلام ہی بے نام منزل گزریں

یہ دیکھیں ہوا میں کسے ڈھونڈتی ہیں

تو چلنے سے پہلے ذرا سوچ لینا

ضروری نہیں ہے

جوان دیکھے راستوں کی خبریں سنائے

وہ ان راستوں کا شناسا بھی ہو

کہیں یہ نہ ہو تم سمندر میں اس کو ڈھونڈو اور وہ

ساحلوں پر کھڑا سکراتا رہے!



مریرہ رحمان نے اپنے بیٹے زاویا کو Tayyabs میں رات کھانے کی دعوت دے ڈالی تھی جسے زاویا نے بناہ کوئی سوال کیے فوراً قبول کر لی تھی۔ انڈین پاکستانی اور ایشیائی کھانوں کا مرکز Tayyabs لندن میں اس کا سب سے پسندیدہ ریستورانٹ تھا۔ وہ فاسٹ فوڈ اور باری کیوز کا دیوانہ تھا اور یہ بات مریرہ بہت سالوں سے جانتی تھی۔ تب ہی اس نے اسے اگلے روز رات کے کھانے کے لیے Tayyabs میں بلایا تھا۔ زاویا نے اس سے کہہ دیا تھا کہ وہ اگلے روز ضرور آئے گا۔

اپنے دوستوں کے ساتھ وہ Oxford-street سے سیدھا بار کلب آیا تھا جہاں جولی رابرٹ نے اس سے پوچھا۔

”کیا تم اس عورت کو جانتے ہو زوی؟“

”نہیں۔“ زاویا نے اس کی طرف دیکھے بغیر بے حد سرد لہجے میں جواب دیا۔ تب ہی ایک بول اٹھا۔

”اگر تم اسے نہیں جانتے تو تم نے اس کی دعوت کیوں قبول کی؟“

”کیونکہ وہ رورہی تھی اس لیے؟“

”شیور؟ تم اتنے رحم دل کب سے ہو گئے کہ کسی کے آنسو دیکھ کر پکھل جاؤ۔“ ایک کی ہنسی میں طنز نہہا تھا۔ زاویا نے



آپ کے ممتا بھرے جذبات  
کس کی تلاش میں؟

## دومنز کارڈیل

- جو ضعف رحم کو زائل کر کے استقر حمل اور حفاظت جنین میں مدد دے۔
- کثرت دے قاعدگی ایام، استخاضہ، نفاس کی زیادتی، لیکوریہ، ان سے پیدا شدہ کمزوری اور درد کو ازالہ کرے۔

## لیکورول

سیلان الرحم اور ورم رحم میں مفید ہے۔  
عضلات رحم کی سختی اور درد کو زائل کرتا ہے۔



اشرف لیبارٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

041-8847601-2 Fax: 041-8847607  
info@ashraflabs.com www.ashraflabs.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

سامنے دھرا گلاس ایک بڑے سے گھونٹ میں خالی کر دیا۔  
”ہمیشہ سے ہوں۔“

”اوہ..... خاصی حیران کن اطلاع ہے یہ۔“

”کیوں تمہیں میری رحم دلی پر شک ہے؟“

”کیونکہ ہم نے ہوزان کے معاملے میں تمہاری سنگ دلی کی انتہا دیکھی ہے۔“

”میں ہوزان کو پسند نہیں کرتا۔“

”مگر وہ تمہیں جنون کی حد تک پسند کرتی ہے۔“

”یہ اس کا مسئلہ ہے میں نے کبھی اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔“

”تم کبھی کسی بھی لڑکی کی حوصلہ افزائی نہیں کر سکتے۔“ اس بار جولی نے چڑ کر کہا۔ زاویار مسکرا دیا۔

”تم لوگ کیوں چاہتے ہو کہ میں لڑکیوں کی حوصلہ افزائی کروں؟“

”ہم نے لڑکیوں کی بات نہیں کی۔ ہم صرف ہوزان کی بات کر رہے ہیں اس نے تمہارے لیے اپنا مذہب بھی

چھوڑ دیا۔“

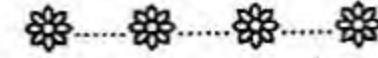
”سو واٹ؟ میں نے اسے ایسا کرنے کے لیے نہیں کہا اور پلیز تم لوگ ذرا اس کی وکالت کم کیا کرو مجھے پسند نہیں۔“

”او کے لیکن کیا تم سچ میں کل Tayyabs جاؤ گے۔“

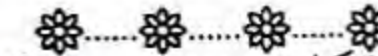
”ہوں۔“

”ہمیں ایسا لگتا ہے جیسے وہ عورت تمہاری کوئی رشتہ دار ہیں تمہاری موم تمہاری خالہ ممانی پھوپھو کچھ بھی۔“

”نہیں ایسا کچھ نہیں ہے۔“ وہ اس موضوع سے بھی بے زار تھا۔ ایک نے کندھے اچکا دیئے۔



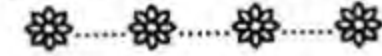
رات کے تقریباً ساڑھے تین بجے وہ اپنے اپارٹمنٹ میں واپس آیا اور بستر پر آتے آتے چارنج گئے۔ اس کا دماغ کثرت شراب نوشی کے باعث سن ہو رہا تھا۔ مگر پھر بھی اسے نیند نہیں آئی۔ اس کا سن دماغ مر رہا رحمان کے تصور کو جھٹکنے میں قطعی ناکام رہا تھا۔ پچھلے تین ماہ اس نے جس اذیت میں بسر کیے تھے صرف وہ ہی جانتا تھا۔ کتنی مفاد پرست عورت تھی اس کی ماں کہ جس نے صرف اپنی محبت کو پانے کے لیے اپنی اولاد کی بھی پروا نہیں کی تھی۔ کتنا رویا تھا وہ پچھلے تین ماہ میں یہ جان کر کہ سارا منیر حسین اس کی سگی ماں نہیں اور جو سگی ماں بھی اس کا حوالہ کتنا شرمناک تھا۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ سورج کو گھما کر رات کی تاریکی کو دن کے اجالے میں بدل دیتا اور پھر دن ڈھلتے ہی Tayyabs پہنچ جاتا۔ بہت سے حساب تھے جو اس عورت کی طرف نکلتے تھے۔ بہت سالوں کا قرض تھا جو اس عورت پر واجب تھا۔ رات قطرہ قطرہ پھسل رہی تھی اور وہ رورہا تھا۔ ایک مدت کے بعد ہی سہی بلا خراس عورت کو اپنا بیٹا یا آ گیا۔ زاویار نے سوچ لیا وہ انہیں آسانی سے معاف نہیں کرے گا۔



وہ ایک سردخوش گوارج تھی۔ درکنوں کی آنکھ کھلی تو اس کا بخار بہت حد تک کم ہو چکا تھا۔ تازہ پانی سے شاور لینے کے بعد وہ ابھی کمرے سے نکلنا ہی چاہتی تھی کہ اس کا سیل بج اٹھا۔ اجنبی نمبر تھا۔ اسے ناچاہتے ہوئے بھی کال پک کرنی پڑی۔  
”السلام علیکم۔“

”وعلیکم السلام کیسی ہو؟“ دوسری جانب موجود شخص کی آواز لاکھوں میں پہچان سکتی تھی۔ تبھی خوش گوار لہجے میں بولی۔  
 ”میں ٹھیک ہوں تم کیسے ہو اور کہاں ہو؟“  
 ”میں بھی ٹھیک ہوں اور تمہارے بہت پاس ہوں۔“  
 ”کیا مطلب؟“  
 ”مطلب جب کمرے سے باہر نکلو گی سمجھ جاؤ گی۔“ ساویز کا لہجہ بھی بے حد خوش گوار تھا۔ وہ مسکرا دی۔  
 ”کیا تم پاکستان میں ہو۔“  
 ”جی ہاں۔“

”ٹھیک ہے میں آ رہی ہوں۔“ مسکرا کر کہتے ہوئے جیسے ہی کمرے سے باہر نکلی ساویز آفندی نے اس کی سر پر ہلکی سی چپت لگاتے ہوئے اسے حیران کر دیا۔  
 ”تم یہاں؟“ وہ اسے سامنے دیکھ کر حیران رہ گئی تھی جب کہ وہ مسکراتے ہوئے بولا۔  
 ”جی ہاں..... ابھی میری شہرت اتنی خراب نہیں ہوئی کہ ہوٹل والے میرے یہاں داخلے پر پابندی عائد کر دیں۔“ وہ پہلے سے زیادہ خوب صورت اور نکھر نکھر اسادیکھائی دے رہا تھا۔ درمکنوں کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔  
 ”کیا تم میرا پیچھا کرتے ہوئے یہاں آئے ہو؟“  
 ”جی نہیں۔“ وہ چڑا۔ ”تم ابھی اتنی اچھی نہیں ہوئی کہ تمہاری تلاش میں در بدر کی خاک چھانتا پھروں۔“  
 ”اچھا تو پھر یہاں تشریف آوری کیسے ہوئی؟“  
 ”ویسے ہی میٹنگ اینڈ کرنے آیا تھا۔“  
 ”ہوں گڈ میری یہاں موجودگی کا کیسے پتہ چلا؟“  
 ”بس دیکھ لو دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔“  
 ”اوکے تو جناب کی آج کیا مصروفیات ہیں؟“  
 ”کچھ نہیں آج سارا دن اسلام آباد کی سڑکیں تاپیں گے گپ شپ کریں گے بس۔“  
 ”ٹھیک ہے۔“ ساویز کی پلاننگ پر درمکنوں نے فوراً اثبات میں سر ہلا دیا۔  
 وہ دونوں بے حد مسرور انداز میں لفٹ کی طرف بڑھ رہے تھے ہوٹل کی لابی میں کھڑے صیام آفندی نے انہیں بے حد اجنبی سے دیکھا تھا۔ درمکنوں اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔ وہ ساویز آفندی کے ساتھ باتوں میں مصروف اس کے قریب سے گزر گئی تھی۔ صیام کو لگا جیسے اس کی رگوں میں دوڑتا خون سیاہ لاوہ بن گیا ہو۔



کبھی عشق ہو تو پتہ چلے  
 جو یہ روگ سے ہیں چھپے ہوئے پس دوستاں  
 تو یہ کون ہیں؟  
 یہ جو روگ سے اس چھپے ہوئے پس جسم و جاں تو یہ کس لیے  
 یہ جو کان ہیں میرے سنا ہٹوں پر لگے ہوئے تو یہ کیوں بھلا؟  
 یہ جو ہونٹ ہیں صف دوستاں میں سلے ہوئے تو یہ کس لیے؟  
 یہ جو سنگ سا کوئی آگرا ہے جو وہ میں تو یہ کس لیے

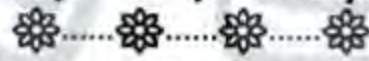
غور طلب

- آپ خواہ کوئی اور کچھ بھی ہوں اس چیز سے ضرور اتفاق کریں گے کہ جہاں ہر شخص بزم خود ”کچھ“ ہوتا ہے وہاں دوسرا کوئی ”کچھ“ نہیں ہوتا۔ (گلبرگ)
- اگر سارے ماہرین کو ایک قطار میں بٹھا دیا جائے تو وہ فیصلہ یا نتیجے کی حد تک نہ پہنچیں گے۔ (برناڈشا)
- ظاہری صورت پر اعتبار کرنا بسا اوقات باعث پشیمانی ہوتا ہے۔ کیونکہ بعض گندم نما جو فروش اپنے چلن پر پردہ ڈالنے کے لئے زہری بوتل پر جو ہر حیات لکھ دیتے ہیں۔ (مکے)
- دیوار کا ہر ایک پتھر خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا ہو اپنی قیمت رکھتا ہے۔ (لانگ فیلو)
- لکڑیاں ایک ایک جلاؤ تو دھواں دیتی ہیں اٹھٹی جلاؤ تو روشنی پیدا ہوتی ہے۔ (کارلٹن)
- اس دنیا میں کسی کام کے اندر اس وقت تک تبدیلی پیدا نہیں ہوتی جب تک کوئی شخص اس میں خود تبدیلی پیدا نہیں کرتا۔ (گارفلڈ)
- پہلے گناہ پر لطف معلوم ہوتا ہے پھر وہ آسان ہو جاتا ہے پھر اس سے مسرت ہونے لگتی ہے پھر بار بار کیا جاتا ہے پھر وہ عادت بن جاتا ہے پھر آدمی گستاخ بن جاتا ہے اور کبھی نہ کچھتارنے کا تہیہ کر لیتا ہے۔ اور پھر وہ تباہ ہو جاتا ہے۔ (جان ملٹن)
- سکھ اور مسرت ایسے عطر ہیں جنہیں جتنا زیادہ آپ دوسروں پر چھڑکیں گے اتنی ہی زیادہ خوشبو آپ کے اندر سے آئے گی۔ (ایمرن)

(گڑیا شاہ کھروڑ پکا)

یہ جو دل میں درد چھڑا ہوا ہے لطیف سا یہ کب سے ہے؟  
 یہ جہاں تکھ میں کوئی برف سی ٹھی ہوئی ہے تو کس لیے؟  
 یہ جو دوستوں میں نئی نئی کمی ہوئی ہے تو کس لیے؟  
 یہ جو لوگ پیچھے پڑے ہوئے ہیں فضول میں  
 انہیں کیا پتہ انہیں کیا خبر؟  
 کسی راہ کے کسی موڑ پر جو انہیں ذرا  
 کبھی عشق ہو تو پتہ چلے!

شہر زاد نے اپنی ماں شہر بانو کی شرط پوری کر دی تھی۔ مائی جیراں کی زندگی کی کہانی سننے کے بعد اپنے وعدے کے عین مطابق وہ گاؤں سے شہر مریرہ رحمن کے گھر شفٹ ہو گئی تھی۔ پرانی حویلی کے پچھواڑے میں بنی آخری آرام گاہوں کا راز پھر راز رہ گیا تھا۔ مگر وہ اتنی آسانی سے اپنے مقصد سے پیچھے ہٹنے والی نہیں تھی۔ شہر بانو نے اسے گاؤں سے شہر شفٹ ہونے کا حکم دیا تھا۔ گاؤں سے ہمیشہ کے لیے تعلق توڑنے کا نہیں۔ لہذا اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ گاؤں کے چکر لگانا ترک نہیں کرے گی۔ شہر بانو نے مریرہ رحمن کو اس کی شہر میں رہائش کی اطلاع دے دی تھی۔ وہ خوش تھی۔ درمکنوں اور صیام کی واپسی سے پہلے وہ گاؤں کا ایک اور چکر لگانا چاہتی تھی لہذا اپنی ماں کو ایئر پورٹ سی آف کر کے بعد وہ گاؤں چلی آئی۔



عبدالہادی اس وقت کپاس کی چنوائی کروانے میں مصروف تھا جب اس نے شہر زاد کو دیکھا۔ وہ کسی کی تلاش میں تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM



freedom to live happily!

KMCH

H IP A-17/B, S.I.T.E Karachi-75700, Pakistan, Ph: 2560911-13, Fax #: (92-21) 2562570-2560911, e-mail: fraedomhnp@yahoo.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

شاید اسی لیے رک رک کر پاس سے گزرنے والے ہر فرد سے کچھ پوچھ رہی تھی۔ عبدالبہادی کی توجہ کام سے ہٹ گئی۔ شہزاد اسی کی طرف آ رہی تھی وہ چہرے پر آیا پسینہ صاف کرتے ہوئے قریبی درخت کے نیچے دھری چار پائی پر ٹنگ گیا۔

”ایکسکیوز می۔“ عبدالبہادی نے یوں پلٹ کر دیکھا جیسے اس کی آمد کی خبر ہی نہ ہو۔

”جی؟“

”کیا آپ ملک فیاض کے بیٹے ہیں؟“ وہ اب اس کے مقابل آ کھڑی ہوئی تھی۔ عبدالبہادی بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

”تو پھر نئی حویلی سے کیا تعلق ہے آپ کا؟“

”میں ملازم ہوں جی نئی حویلی کا‘ فرمائیں کیا حکم ہے میرے لائق؟“

”ملازم۔“ شہزاد نے خاصی حیرانی سے اس کے لباس اور پرسنٹی کو دیکھا وہ کہیں سے نئی حویلی کا ملازم نہیں لگ رہا تھا

”لگتا تو نہیں ہے کہ آپ نئی حویلی کے ملازم ہیں۔“

”حسن نظر ہے جی آپ کا‘ ورنہ حقیقت یہی ہے کہ مجھے ملک فیاض سائیں نے اپنی اکلوتی بیٹی میرب فیاض کی ڈرائیوری کے لیے ہی حویلی میں جگہ دے رکھی ہے‘ میرب بی بی کے حکم پر حویلی کے سارے ملازمین بھی بہت عزت کرتے ہیں۔“

”ہوں‘ کیا اسی گاؤں کے رہنے والے ہو؟“

”ہاں جی۔“

”پھر تو مائی جیراں کا بھی پتہ ہوگا تمہیں؟“

”آہ جی سارا پتہ ہے چاری جوانی میں ہی بیوہ ہو گئی تھی۔ سنا ہے اس کے گھر والا حویلی کا خاص مزارع تھا۔“

”ہوں اس کے بیٹے اور جوان بیٹی کے ساتھ ملک فیاض اور اس کے باپ نے جو کیا یقیناً وہ بھی بتایا ہوگا کسی نے تمہیں؟“

”ہاں جی سب پتہ ہے۔“

”ان دنوں وہ گاؤں میں کس کے پاس رہتی ہیں بتا سکتے ہو؟“

”ہاں جی ملک فیاض کے چھوٹے بھائی ملک اعجاز کے بیٹے کے پاس رہتی ہے جی۔“

”یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا ملک اعجاز کا بیٹا نئی حویلی میں نہیں رہتا؟“

”رہتا تو حویلی میں ہی ہے جی مگر مائی جیراں کو اس نے خصوصی محبت کے ساتھ کہیں اور رکھا ہوا ہے۔“

”کہاں؟“

”پتہ نہیں جی یہ تو ملک اعجاز سائیں کا بیٹا ہی بتا سکتا ہے‘ ویسے آپ اگر ناراض نہ ہوں تو ایک بات پوچھ سکتا ہوں؟“

”ہوں پوچھو؟“ سانسے کھڑے شخص کی حیثیت بدلی تھی تو شہزاد کا لہجہ بھی بدل گیا تھا۔ نئی حویلی کے کسی ملازم کے لیے اس کے لفظوں اور جملوں میں عزت نہیں تھی۔ عبدالبہادی اب اس سے پوچھ رہا تھا۔

”آپ مائی جیراں کو تلاش کر رہی ہیں؟“

”ہوں۔“

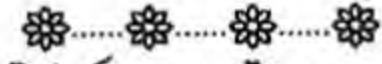
آجپل 168 اگست 2016ء

”مگر وہ تو اپنا دماغی توازن کھو چکی ہیں آپ ان سے مل کر کیا کریں گی؟“

”چیک کروں گی کیا واقعی انہوں نے اپنا دماغی توازن کھویا ہے یا پھر یہ صرف کہانی ہی ہے۔“

”اچھا جی تو پھر آئیں میرے ساتھ مائی جیراں ابھی پرانے قبرستان والے کھو (کنواں) کے قریب بیٹھی ہے میں نے تھوڑی دیر پہلے دیکھا تھا جی۔“

”ٹھیک ہے چلو۔“ اس وقت وہ اپنی ماں کی نصیحت کو قطعی طور پر بھول چکی تھی۔ دماغ پر اگر کوئی دھن سوار تھی تو صرف اور صرف ..... پرانی حویلی کے راز جاننے کی ماضی کی کتاب کے اوراق پلٹنے کی۔ لہذا عبدالبہادی کی آفر پر وہ اس کے ساتھ چل دی تھی۔



فضا میں خنکی تھی۔ عبدالبہادی کی ہمراہی میں وہ پرانے قبرستان والے کھو کے قریب پہنچی تو وہاں کچی سڑک کے اس پار واقعی مائی جیراں موجود تھی۔ بکھرے ہوئے پھردی زدہ بالوں کے اوپر اوڑھی ہوئی چادر کئی جگہوں سے پھٹ چکی تھی مگر اسے احساس نہیں تھا۔ کچی سڑک کے اس پار مٹی کے ڈھیلوں کے قریب بیٹھی وہ کسی چھوٹے سے بچے کی طرح ہی کھیل رہی تھی۔ عبدالبہادی ذرا فاصلے پر رک گیا تھا۔ شہزاد دست قدموں سے چلتی اس کے قریب آئی۔ قریب آ کر اس نے دیکھا تھا کہ مائی جیراں نے اس وقت مٹی کی دو چھوٹی چھوٹی ڈھیریاں ایک دوسرے کے برابر میں بنائی ہوئی تھیں اور وہ باری باری ان دونوں ڈھیروں پر بہت محبت سے ہاتھ پھیر رہی تھی۔ شہزاد سمجھ گئی کہ اپنی دانست میں وہ اپنے بچوں کی آخری آرام گاہ بن کر نہیں بیٹھ رہی تھی۔ اس وقت ناچا جتے ہوئے بھی اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ مائی جیراں نے اس کے قریب آئے اور بیٹھنے کا کوئی نوٹس نہیں لیا تھا۔ وہ اپنے بچوں کے تصور میں اتنی منہمک تھی کہ اسے وہاں کسی کے بھی آنے اور آ کر بیٹھنے کا کوئی احساس نہیں ہوا تھا۔

بھی وہاں کچی سڑک سے ملک فیاض کی گاڑی گزری تھی۔ شہزاد نے دیکھا کہ مائی جیراں کی سماعتوں میں جیسے ہی گاڑی کی آواز اتری وہ بھری ہوئی ناگن کی طرح پھنکار کر اٹھی اور ہاتھوں میں موجود مٹی گاڑی کی طرف پھینکنا شروع کر دی۔ مٹی کے بعد اس نے پاس پڑے پتھر اٹھا کر گاڑی پر پھینکنے شروع کر دیئے تھے مگر اس سے پہلے کہ کوئی پتھر گاڑی پر لگتا گاڑی فرار نے بھرتی ہوئی آگے بڑھ گئی تھی۔

مائی جیراں کا غصہ پھر بھی کم نہیں ہوا۔ وہ اب زور زور سے چلا رہی تھی۔ کبھی ہاتھ تو کبھی جھولی اٹھا اٹھا کر اوپر آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کے منہ سے رال بہ رہی تھی مگر پھر بھی وہ چیخا اور چلا نا نہیں بھولی تھی۔ شہزاد جانتی تھی دیہاتوں میں ایسی کتنی ہی کہانیاں روز جنم لیتی تھیں اور وہ تو ذہنی تھیں۔ تعلیم کے فقدان کے باعث دیہاتی ماحول میں پرورش پانے والے افراد میں جذباتیت جیسے کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ چھوٹی چھوٹی معمولی باتوں پر مشتعل ہو کر اپنی جان دے دینا اور کسی دوسرے کی قیمتی ترین جان لے لینا دیہی علاقوں میں عام تھا۔ تعلیمی فقدان اور شعور کی قلت نے سینکڑوں دیہاتوں میں کیسے قیمتی ترین زندگیوں کو داؤ پر لگایا تھا وہ جانتی تھی۔ اس کے علم میں تھا کہ جرائم کی شرح دیہی علاقوں میں زیادہ ہونے کے باعث اندھے قانون کی بھینٹ چڑھنے والوں میں بھی زیادہ تعداد دیہاتی نوجوانوں ہی کی تھی۔ اسے ایک ایک قیمتی جان کا دکھ تھا مگر ..... وہ بے بس تھی۔ اس کے اختیار میں نہیں تھا کہ وہ گاؤں گاؤں جا کر وہاں جہالت اور جذباتیت کا گلہ گھونٹ سکتی۔ بڑے بڑے وڈیروں نمبرداروں اور چوہدریوں کو ان کی نام نہاد خدائی سے باز رکھ سکتی۔ بھی بے حد ملول اور بے چین تھی۔ عبدالبہادی نے دیکھا وہ مائی جیراں کو بے حد تکلیف سے دیکھ رہی تھی۔ بھی وہ قریب آ یا۔

”کیا آپ کا مائی جیراں سے کوئی خاص رشتہ ہے۔“

ذرا ہنس کر تو دکھائیں!

ایک بڑی بی بی نے بتیسی فٹ کروائی تو وہ منہ میں صحیح طرح نہ لگنی کچھ دیر کے بعد پھسل پھسل جاتی تھی۔ بڑی بی بی کو ایک پارٹی میں جانا پڑ گیا تو اپنے ملازم کو ساتھ لے جاتے ہوئے بولیں۔ جب بتیسی وہاں باتوں کے دوران ڈھیلی ہونے لگے تو تم کہنا ملک صاحب آگئے یہ طے کر کے وہاں پہنچی تو باتوں میں ایسی مگن ہوئیں کہ اس بارے میں بھول گئیں۔ ملازم نے تین چار دفعہ کہا کہ ”بیگم صاحبہ ملک صاحب آگئے۔“ لیکن بڑی بی بی باتوں میں مجبور ہیں۔ کافی دیر بعد خیال آیا تو ایک دم ملازم سے پوچھا۔ ”ہاں وہ تم کیا کہہ رہے تھے۔“

”بیگم صاحبہ میں کہہ رہا تھا کہ ملک صاحب آگئے لیکن اب تو وہ شور بے میں بھی گر چکے ہیں۔“ ملازم بے چارگی سے بولا۔

(ہالہ سلیم ..... کراچی)

”ہاں۔“ گاڑی کے پیچھے دیوانہ وار بھاگتی جیراں پر نظریں ٹکائے اس نے بے حد دھیسے لہجے میں جواب دیا تھا۔ جب وہ چونک اٹھا۔

”کیا ..... کیا خاص رشتہ ہے آپ کا؟“

”انسانیت کا ہمدردی کا خلوص کا جس کے لیے اللہ رب العزت نے انسان کی تخلیق کی تھی دگر نہ اپنی عبادت کے لیے تو اسے فرشتے بھی کم نہیں تھے۔“

”ہوں لگتا ہے خاصا درد مند دل رکھتی ہیں آپ۔“ وہ بولا مگر اس بار شہزاد نے اس کی بات کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا۔ اس کا دل وہاں ہر چیز سے اجاٹ ہو چکا تھا۔

مائی جیراں اگر اپنا ذہنی توازن کھو چکی تھی تو اس کا وہاں گاؤں میں در بدر بھٹکنا بے کار تھا۔ وہ وہاں ایسے کسی فرد کو نہیں جانتی تھی جو اسے ماضی کے رازوں سے آگاہ کر سکتا۔ بھی وہ آگے بڑھی تھی کہ عبدالبہادی نے پکار لیا۔

”آپ کہاں جا رہی ہیں؟“ شہزاد کی مگر اس نے پیچھے پلٹ کر دیکھنا گوارا نہیں کیا۔

”مائی جیراں سے کیوں ملنا چاہتی تھیں؟“

”تم سے مطلب؟“ وہ اس کی جرأت پر حیران ہوتی پلٹی تھی جب وہ بولا۔

”مجھے ایسا لگتا ہے جیسے آپ کو مائی جیراں سے کوئی بہت خاص کام تھا۔“

”ہوں تھا خاص کام لیکن اگر وہ اپنے ہوش و ہواس میں ہوتیں تب۔“

”ایسا کیا کام تھا جو صرف مائی جیراں ہی کر سکتی تھی؟“

”تم جان کر کیا کرو گے؟“

”کچھ نہیں مگر ہو سکتا ہے میں آپ کے کسی کام آ جاؤں۔“ وہ کہہ رہا تھا۔

شہزاد بہت توجہ سے اس کی ذہنی آنکھوں میں دیکھتی سر ہلا گئی۔ کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔

”نئی حویلی اور پرانی حویلی کی جنگ کے بارے میں کیا جانتے ہو؟“

”آپ کیا جانتا چاہتی ہیں؟“ اس کے سوال کے جواب میں اس نے سوال جڑ دیا تھا۔ شہزاد گہری سانس بھرتی قریب

ہی ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

”میں جو جاننا چاہتی ہوں تم مجھے وہ سب بتا سکو گے؟“  
 ”ہوں کوشش کروں گا۔“

”پرانی حویلی کے بارے میں کیا جانتے ہو؟“ درخت کے تنے سے ٹیک لگائے وہ بے حد مطمئن بیٹھی تھی۔ عبدالہادی قدرے فاصلے پر بیٹھ گیا۔  
 ”پرانی حویلی کے بارے میں تو سارا گاؤں جانتا ہے۔ سائیں اظہار ملک کی حویلی تھی وہ جن کے تین جوان بیٹوں نے ان کی زندگی میں وفات پائی تھی۔“  
 ”صرف بیٹوں نے نہیں پرانی حویلی کے تمام مکینوں نے ان کی زندگی میں ہی موت کا ڈانقہ چکھ لیا تھا۔ مگر سوال یہ نہیں ہے سوال یہ ہے کہ انہیں کس نے مارا اور کیوں؟“ عبدالہادی کی صبح کرتے ہوئے وہ ہمیشہ کی طرح جذباتی ہوتی تھی۔ عبدالہادی نے نظریں پھیر لیں۔  
 ”سارا گاؤں جانتا ہے نئی حویلی اور پرانی حویلی کے درمیان دشمنی پڑ گئی تھی نئی حویلی اور پرانی حویلی کے مکین اسی دشمنی کی نذر ہو گئے۔“

”نئی حویلی کے بارے میں کیا جانتے ہو؟“

”نئی حویلی اظہار ملک سائیں کے بڑے بھائی ملک وقار کی رہائش گاہ تھی ملک وقار کے تین بیٹے ملک نیاز ملک اعجاز اور ملک ریاض دشمنی کی اسی آگ میں بھسم ہو گئے ملک اعجاز سائیں کا تو کوئی قصور بھی نہیں تھا۔ نئی حویلی ان کا مسکن نہیں تھی وہ شہر میں رہتے تھے اپنے باپ اور بھائیوں کے فیصلوں کے خلاف آواز اٹھاتے تھے مگر پھر بھی انہیں نئی حویلی اور پرانی حویلی کے درمیان بھڑکتی دشمنی کی آگ میں جل جانا پڑا۔“  
 ”ہوں نئی حویلی کے وارثین میں کون کون ہے اب؟“

عبدالہادی جو بات سناتے ہوئے از حد رنجیدہ ہو گیا تھا شہر زاد کے لیے وہی بات بے حد معمولی حیثیت کی حامل رہی تھی۔ عبدالہادی اب اسے بتا رہا تھا۔

”نئی حویلی میں ملک فیاض ان کی بیگم ایک بھابی اور بھتیجا رہتے ہیں۔ ان کے تین بیٹے ملک سے باہر ہیں جب کہ اکلوتی بیٹی میرب شہر میں پڑھتی ہے۔“  
 ”ہوں اور ملک نیاز ملک ریاض اور ملک اعجاز کی فیملیز؟“

”ملک اعجاز کا صرف ایک بیٹا ہے جو حویلی میں ہی اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہے جب کہ ملک نیاز اور ملک ریاض کے بچے نئی حویلی اور پرانی حویلی کے درمیان دشمنی کے بعد دیار غیر کے ہی ہو کر رہ گئے۔ ملک وقار نے اپنی زندگی میں ہی انہیں دیار غیر میں محفوظ کر دیا تھا۔“

”ہم..... کیا تم پرانی حویلی کے پچھوڑے میں بنی آخری آرام گاہوں کا راز جانتے ہو؟ کیا تم اس تاریک رات کے بارے میں جانتے ہو جس نے حویلی کے سارے چراغ بجھا دیئے تھے؟“ اس بار شہر زاد کا سوال عبدالہادی کے لیے قطعی حیران کن تھا۔ کیونکہ اس کی ماں نے بچپن سے اب تک اسے پرانی حویلی کی کسی تاریک رات کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔

”کیا وہ بے خبر تھیں یا اسے بے خبر رکھنا چاہتی تھیں؟“ وہ الجھا اور اس نے قطعی حیرانگی کے ساتھ شہر زاد کی طرف دیکھا تھا۔

”کیسی تاریک رات؟ میری معلومات میں پرانی حویلی کی کوئی تاریک رات نہیں ہے۔“

WWW.PAKSOCIETY.COM

محبت، نفرت اور شک کی آمیزش سے مزین ایک ناقابل فرموش کہانی

بننے لگتے رشتوں سے آراستہ ایک معاشرتی و رومانی دلکش تحریر

حسد کی آگ میں دوسروں کی زندگی جھلسا دینے والوں کا دردناک انجام

# محبت، نفرت اور شک کی آمیزش سے مزین ایک ناقابل فرموش کہانی

اس کتاب کے تمام مکین ان کو محبت سے روٹی تھی

حباب کے صفحات پر بہت جلد ملاحظہ فرمائیں

انسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔ نفرت بو کر محبت کے پھول نہیں پاسکتا  
 نفرت کے آنگن میں محبت کے پھولوں کو کھلنے سے کون روک سکتا ہے  
 گمراہی سے ہدایت تک کا سفر بننے لگتے رشتوں کی اچھوتی داستان  
 امید اور ناامیدی کے درمیان پرورش پاتی محبت کی حسین کہانی

بریشانی سے بچنے کے لئے اپنی اپنی آج ہی بک کرائیں۔ رابطہ 03008264242

”حیرت ہے تم نئی حویلی اور پرانی حویلی کے بارے میں اتنا کچھ جانتے ہو مگر پھر بھی تمہیں پرانی حویلی پر قیامت کی طرح ٹوٹنے والی تاریک رات کا نہیں پتا۔“ اب وہ آزرہ تھی۔ اس سے پہلے عبدالبہادی کوئی جواب دیتا میرب فیاض اپنی گاڑی سے گاؤں کی چکی سڑک کو روندنی وہاں چلی آئی۔ شہزاد کے لیے اس کے حلیے سے اس کی حیثیت کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں تھا۔

میرب فیاض کی گاڑی کے ٹائر جیسے ہی ان دونوں کے قریب رے شہزاد پکڑے جھاڑتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ تنگ ٹراؤزر اور لانگ ریشمی قمیص میں ملبوس ڈوپٹے کو گلے میں ڈالے وہ خاصے بگڑے ہوئے موڈ کے ساتھ گاڑی سے نکل گئی۔

”حد ہوتی ہے غیر ذمہ داری اور بے پروائی کی بھی تم یہاں عیاشی کر رہے ہو اور میں وہاں حویلی میں پاگلوں کی طرح ادھر سے ادھر چکر لگاتے ہوئے تمہاری واپسی کا انتظار کر رہی ہوں۔“ اس کا لہجہ اور الفاظ ایسے تھے کہ شہزاد کو عبدالبہادی کے ڈرائیور ہونے کا یقین کرنا پڑا۔ وہ اس وقت ملک فیاض کی بیٹی کے ساتھ کسی بھی قسم کے ٹکراؤ کے موڈ میں نہیں تھی تب ہی ایک طرف خفت زدہ کھڑے عبدالبہادی کو دیکھتے ہوئے بولی۔

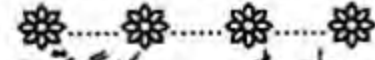
”ٹھیک ہے آپ اپنی ڈیوٹی نبھائیں میں چلتی ہوں اب زندگی رہی تو پھر ملاقات ہوگی۔“ عبدالبہادی نے اثبات میں سر ہلایا تھا جب کہ میرب فیاض اسے گھور کر دیکھ رہی تھی۔ شہزاد کے وہاں سے چلے جانے کے بعد اس نے عبدالبہادی سے پوچھا تھا۔

”کون تھی یہ لڑکی؟“

”پتہ نہیں کسی کا پتہ پوچھتی پھر رہی تھی۔“ گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے اس نے خشک لہجے میں کہا۔

میرب اثبات میں سر ہلاتی گاڑی میں آ بیٹھی۔ تب ہی وہ اسٹریٹنگ سنبھالتے ہوئے بولا۔

”میں تمہارا ملازم ہوں نہ شوہر نہ ہی کسی قسم کا قرض دار ہوں میرا باپ رشتے میں تمہارے باپ کا اکلوتا بھائی تھا لہذا آئندہ مجھ سے مخاطب ہوتے وقت ذرا تمیز کے دائرے میں رہنا ورنہ میں بھول جاؤں گا کہ تم سے میرا کیا رشتہ ہے تو خاصی مشکل میں پڑ جاؤ گی تم۔“ اس کا لہجہ قطعی بے لچک تھا۔ میرب فیاض سر جھٹکتی اس کی نصیحت کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکالتی لاپرواہی سے گاڑی سے باہر دیکھنے میں مگن ہو گئی تھی۔



درمکنون ساویرز آفندی کے ساتھ خراماں خراماں چلتی ہوئی سے باہر نکل گئی تھی۔ صیام اپنی جگہ پر جامد کھڑا اسے ہوٹل سے باہر نکلتے دیکھتا رہا۔ اس نے اسے مطلع کرنا بھی ضروری نہیں سمجھا تھا کہ وہ ہوٹل سے باہر جا رہی ہے۔ دل تھا کہ سینے میں لہان ہو رہا تھا مگر اس نے لب سی لیے۔ اسے خود پر غصا رہا تھا کہ کیوں اپنی حیثیت جانتے بوجھتے ہوئے وہ آسمان کو چھونے کی خواہش کر بیٹھا تھا وہ کیوں بھول گیا تھا کہ درمکنون صمید کے سامنے اس کی حیثیت سوائے ایک ملازم کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ جب چاہا اسے اپنے دفتر سے بے دخل کر سکتی ہے دل میں جگہ دینا تو بڑی بات تھی ساویرز نے ہوٹل سے نکلتے ہوئے درمکنون سے کہا۔

”یار مجھے تمہارا یہ سیکرٹری ایک آنکھ نہیں پسند۔“ درمکنون اس کے الفاظ پر بے ساختہ رکی۔

”کیوں..... تمہیں کیا کہہ دیا اس نے؟“

”مجھے کیا کہنا ہے بس تمہارا سایہ بنا اچھا نہیں لگتا کیا پتہ کب تم اس کی وجاہت کے سامنے دل بار جاؤ۔“ اس نے اپنے دل کی بات کی۔ درمکنون صمید کا دل دھڑک اٹھا۔ وہ صرف مسکرائی تھی۔ ساویرز آفندی کے خدشے کی وضاحت کرنا اس نے ضروری نہیں سمجھا تھا۔ ساویرز نے راول چھیل کے قریب گاڑی روک دی تھی۔

”تم نے مریرہ آنٹی سے ہمارے رشتے کی بات کی درمی؟“ گاڑی سے نکلنے سے پہلے اس نے پوچھا تھا۔ درمکنون نے اثبات میں سر ہلادیا۔

”ہاں کی تھی۔“

”پھر کیا کہتیں ہیں وہ؟“

”وہ اس رشتے کے لیے راضی نہیں ہیں۔“ اس بار وہ دروازہ کھول کر اس سے پہلے ہی گاڑی سے باہر نکل آئی تھی۔ ساویرز بے چین ہو گیا۔

”کیوں..... کیوں راضی نہیں ہیں؟“

”پتہ نہیں ان کا خیال ہے کہ تمہیں اپنی سابقہ منگیت پر ہی ان کے ساتھ ہی شادی کرنی چاہیے۔“

”مگر کیوں؟“

”میں کیا کہہ سکتی ہوں شاید وہ جانتی نہیں ہیں کہ پر ہی ان کی سوتن کی بیٹی ہے اس سوتن کی بیٹی جس نے ان سے ان کا سب کچھ چھین لیا۔“

”ہوں پھر اب کیا ہو سکتا ہے؟“

”پتہ نہیں فی الحال تو میں اپنی ماما کے فیصلے کے خلاف نہیں جا سکتی۔“

”چلو ٹھیک ہے۔ میں کون سا بوڑھا ہورہا ہوں۔“

”ہوں بات تو ٹھیک ہے مگر پھر بھی تم اپنی پسند سے کہیں اور شادی کرنے میں بالکل آزاد ہو۔ کیونکہ تم جانتے ہو ہمارے درمیان صرف دوستی ہے عشق محبت والا کوئی چکر نہیں ہے۔“

”ہوں میں جانتا ہوں مگر پھر بھی میں تمہارا ویٹ کروں گا۔“

”تمہاری مرضی۔“ درمکنون نے کندھے اچکائے تھے۔ ساویرز اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلا رہا۔

”پر ہی ان کا کیا پتا؟ کیا اس نے رشتہ ختم ہونے کے بعد دوبارہ تم سے رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی؟“

”کی تھی جب میں نے اس رشتہ کو ختم کیا وہ بہت دگھی اور جذباتی ہو گئی تھی مگر جب میں نے اسے اس کی اصلیت بتائی تو اس کے بعد دوبارہ تنگ نہیں کیا اس نے۔“

”چلو شکر ہے تم آج کل کیا کر رہے ہو؟“

”کچھ خاص نہیں لندن میں میرا ایک دوست ہے ایلی اس کے ساتھ بزنس پارٹنرشپ کا سوچ رہا ہوں۔“

”گڈ کافی ذمہ دار ہو گئے ہو۔“

”ہونا ہی پڑتا ہے والدین ساری عمر منہ میں نوالے نہیں ڈال سکتے۔“

”صحیح کہا پاکستان میں کب تک ٹھہرے ہوئے ہو؟“

”کل تک پرسوں واپس چلا جاؤں گا۔ اگلے ماہ کینیڈا میں بہت اپورٹنٹ میٹنگ ہے میری۔“

”واؤ..... کینیڈا کی میٹنگ کے لیے تو ممانے بھی خصوصی فون کر کے انیڈ کرنے کا کہا ہے۔“

”چلو اچھا ہے ایک بار پھر ٹکراؤ ہو جائے گا ہمارا میرا ارادہ اس بار کینیڈا سے افریقہ کے جنگل میں تھوڑی سی رو تفریح کرنا ہے۔“

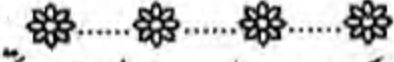
”ارادہ تو اچھا ہے مگر سنا ہے کہ افریقہ کے جنگل خاصے خطرناک ہیں۔“

”مجھ سے زیادہ خطرناک نہیں ہیں۔“ وہ مسکرایا تھا۔ درمکنون بھی تھل کر مسکرا دی۔ اس روز ساویرز نے اسے پورا اسلام

WWW.PAKSOCIETY.COM



آباد گھمایا تھا۔ ایک دوسرے کی ہر ای میں گزرے ہوئے لمحوں کو یاد کرتے انہیں پورا دن گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔ دونوں بے حد تھک کر جس وقت ہوئی پہنچے رات اچھی خاصی گہری ہو چکی تھی۔ درکنون اپنے کمرے میں آئی تو سب سے پہلا خیال اسے صیام کا آیا۔ وہ اسے بتا کر نہیں گئی تھی۔ شاید وہ اس کی طبیعت کی وجہ سے اس کے لیے پریشان ہوتا رہا ہونہ اسے کال کر کے بتانا چاہتی تھی کہ وہ ہوٹل واپس آ چکی ہے مگر پھر ناتم دیکھ کر اس نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اس کے خیال میں صیام اس وقت تک سوچا تھا۔ مگر وہ نہیں جانتی تھی کہ ہوٹل سے اس کی رخصتی سے لے کر واپسی تک وہ بے حد بے قرار وہیں لابی میں براجمان ایک ایک لمحہ سلگتا رہا تھا۔ کچھ جذبوں کی زبان نہیں ہوتی مگر وہ بہت خود سر ہوتے ہیں۔ صیام کے جذبات کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ تھا۔



”ایکسکو زمی۔“ اس روز ڈیوٹی ختم ہونے کے بعد وہ اسٹور سے واپس آ رہی تھی جب ایک نرم سی پکار نے اسے چونکا دیا۔ وہ رکی اور بے ساختہ پیچھے پلٹ کر اس نے دیکھا تھا جہاں نیلی آنکھوں اور گھٹکرا لے بالوں والی ایک گڑیا سی لڑکی آنکھوں میں بے حد زماہٹ لیے اس کی طرف ہی دیکھے جا رہی تھی۔ تب ہی وہ بولی تھی۔

”جی فرمائیے۔“ لڑکی اس کے متوجہ ہونے پر قدرے کنفیوز ہوئی تھی۔

”میرا نام ہوزان ہے کیا آپ زاویار صمد حسن کی بہن ہیں؟“ خالص انگلش میں خاصی اپنائیت کے ساتھ اس نے پوچھا تھا۔ پر ہیان کا دل اس حوالے سے کٹ کر رہ گیا۔

”کیا آپ کو زاویار صمد حسن سے کوئی کام ہے؟“

”نہیں، مجھے زاویار سے نہیں بلکہ اس کی بہن سے کام ہے۔“ پر ہیان کے سوال کے جواب میں سوال پر وہ قدرے اعتماد سے بولی تھی۔ پر ہیان کی آنکھوں بڑھ گئی۔ اگلے چند لمحوں کے بعد اس نے سوچتے ہوئے کہا تھا۔

”جی کہیے میں ہی زاویار صمد حسن کی بہن ہوں۔“

”شکریہ میں پہلے سے جانتی تھی کہ آپ زاویار صمد حسن کی بہن ہیں میں نے ایک دو بار آپ کو اس کے ساتھ دیکھا تھا۔“ اس کے اقرار پر سامنے کھڑی وہ باری ڈول سی لڑکی مسکرائی تھی۔

”اگر آپ مجھے تھوڑا وقت دے سکیں تو کیا ہم کہیں بیٹھ کر بات کر سکتے ہیں؟“

”ہوں وائے ناٹ۔“ پر ہیان کی دلچسپی اس لڑکی میں بڑھ گئی تھی۔ لہذا اس نے فوراً اثبات میں سر ہلا دیا۔

ہوزان خوش ہو گئی۔

اگلے کچھ منٹس کے بعد وہ قریب کے ایک ہوٹل میں ایک دوسرے کے مد مقابل بیٹھی تھیں۔ پر ہیان نے ایک نظر بائیں کلائی پر بندھی رسٹ وائج کی طرف دیکھا پھر ہوزان پر نظریں جمادیں۔

”جی کہیے زاویار صمد حسن سے کیا کہنا چاہتی ہیں آپ؟“

”میری کہانی چند لفظوں میں سننے والی نہیں ہے۔“

”کوئی بات نہیں میرے پاس ایک گھنٹہ ہے آپ ایک گھنٹے میں جو کہنا چاہتی ہیں کہہ سکتی ہیں۔“

”شکریہ۔ میرا نام ہوزان ہے یہ نام خالص میری ماں کی پسند اور خواہش پر رکھا گیا۔ حالانکہ میری ماں کو اسلام کی قبولیت کا شرف حاصل نہیں ہو سکا مگر پھر بھی وہ اسلام سے بے حد متاثر تھیں۔“

”ہوں مگر اسلام قبول کرنے کا شرف کیوں حاصل نہیں ہو سکا انہیں؟“

”وہ ان پڑھ تھیں ایک بروکن فیملی کا قطعی ان چاہتیں..... ان کے ماں باپ میں سے کسی کو بھی ان کی ضرورت نہیں

تھی لہذا ماں کے جنم دینے کے بعد ان کی ماں نے کسی اور مرد سے مراسم بڑھالیے۔ باپ پہلے ہی خود کو کہیں اور مصروف کر چکا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے بہت چھوٹی عمر میں دکھ سینے شروع کر دیئے تھے۔ وہ بہت زیادہ حساس تھیں۔ زندگی کی تلخ حقیقتوں نے ان کے اندر کڑواہٹ بھردی تھی مگر پھر بھی میں نے انہیں کبھی مایوس نہیں دیکھا وہ اکثر راتوں میں اٹھ اٹھ کر دیئے جلایا کرتی تھیں۔“

”اوہ..... کیا اب وہ حیات نہیں رہیں؟“

”نہیں ابھی کچھ ہی عرصہ پہلے ان کی ڈیڈ ٹھہ ہوئی ہے۔“

”اوہ ویری سیڈ۔“ پر ہیان کو واقعی دکھ ہوا تھا جب وہ بولی۔

”میری ماں کی زندگی میں آنے والا پہلا مرد ایک مسلمان تھا تب ماں جو ان تھی اور میری طرح ایک اسٹور میں ملازمت کرتی تھی وہ شخص وہیں ان سے ملا وہ پہلا واحد شخص تھا جس نے میری ماں کو عزت دی جس کے لہجے میں میری ماں کے لیے بے حد نرمی اور اپنائیت تھی ماں اس سے بہت متاثر تھی وہ شخص رفتہ رفتہ ان کے بہت قریب آ گیا تھا ماں بتایا کرتی تھی کہ وہ یہاں بڑھنے کے لیے آیا تھا اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے..... وہ اعلیٰ تعلیم جو صرف اور صرف کسی اچھی ملازمت میں اس کے کام آ سکتی تھی اور بس.....“

”میں سمجھی نہیں۔“

”میں نے بہت مشکل بات تو نہیں کی۔“ پر ہیان کے الجھ کر دیکھنے پر وہ ذرا سا مسکرائی تھی۔

”یہاں مختلف ممالک سے سینکڑوں مسلمان اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں وہ اعلیٰ تعلیم صرف ان کی ڈگریوں میں اضافہ کرتی ہیں انہیں بہتر جاب دلواتی ہیں دنیاوی اور آخری دنیا میں ان کے کردار کو بے مثال نہیں بنانی جیسے کہ اسلامی مدارس اور اسلامی تعلیمات بنانی ہیں میری ماں بھی بہت دکھ سے کہتی تھی جانے ان مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے حقیقی اعلیٰ تعلیم جو ان کا مذہب ان کی شریعت انہیں دیتی ہے چھوڑ کر یہودیوں کی زبان ان کے بنائے گئے تعلیمی فارمولے ان کے نظریات اور ان کی درس گاہوں کے سرٹیفکیٹ کو اپنی حقیقی کامیابی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حقیقی کامیابی تو وہ تعلیم ہے جس پر عمل پیرا ہو کر انسان خواہ وہ دنیا کے کسی بھی علاقے مذہب یا نسل سے تعلق رکھتا ہو اپنی زندگی اپنا اخلاق اور اپنا کردار سنوارتا ہے۔ میری ماں کو ساری زندگی اپنے ان بڑھ رہنے کا دکھ رہا ان کے پاس انگلش ترجمے والا قرآن پاک تھا مگر وہ اسے پڑھ نہیں سکتی تھی سمجھ نہیں سکتی تھی انہوں نے کسی اسکالر سے بس قرآن پاک کی سورہ النساء کا مکمل ترجمہ و تشریح سنی تھی اور بس اسی ایک سورہ نے ان کا اندر بدل دیا۔ وہ اسلام کے بارے میں جاننا چاہتی تھیں سمجھنا چاہتی تھیں۔ اسلام کی پناہ میں آنا چاہتی تھی مگر ان کی تقدیر اور حالات نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔ ساری زندگی انہوں نے انگلش ترجمے والا قرآن پاک سینے سے لگا کر سنبھال کر رکھا۔“ ہوزان کھوئے کھوئے سے انداز میں بتا رہی تھی اور پر ہیان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسے یہ کہانی کیوں سنا رہی ہے؟

”بھلا زاویار صمد حسن کی بہن کا اس کی ماں کی کہانی کے ساتھ کیا تعلق ہو سکتا تھا؟“ اس نے ایک نظر بائیں کلائی پر بندھی رسٹ وائج پر ڈالی پھر بولی۔

”آپ کی کہانی بہت دل چسپ ہے مگر میں معذرت چاہوں گی کہ میرے پاس اس وقت زیادہ وقت نہیں ہے کیا ہم دوبارہ کہیں مل سکتے ہیں؟“

”شیور۔“ ہوزان نے اس کی عجلت پر بناء برامنائے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پر ہیان نے بے ساختہ گہری سانس خارج کی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

”شکریہ آپ مجھے اپنے گھر کا ایڈریس دے دیں، کل میں آپ سے آپ کے گھر پر آ کر مل لوں گی۔“  
 ”ٹھیک ہے۔“ پر ہیان کی آفر پر ہوازن نے پاس پڑے بیگ سے قلم اور چھوٹا سا سفید کاغذ نکالا پھر اس پر اپنے گھر کا پتہ لکھ دیا۔

ان کی منگوائی ہوئی کافی ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ پر ہیان کے اٹھنے سے پہلے اس نے پے منٹ کلیئر کی اور پھر ہوٹل سے نکل آئی! اپنی کہانی مکمل کرنے کے لیے اب اسے بے تابی سے اگلے دن کا انتظار کرنا تھا۔



زاویار صمد حسن مریرہ رحمن سے ملنے کی ملاقات کے تحت مقررہ وقت سے کچھ منٹ پہلے ہی Tayyabas پہنچ گیا تھا۔ مکمل بلیک پینٹ شرٹ میں ملبوس اس کی شخصیت اس وقت بے حد کھری کھری سی دکھائی دے رہی تھی۔ آنکھوں کی سرخی اس بات کا واضح ثبوت تھی کہ وہ رات بھر جاگتا رہا ہے۔ مریرہ کوشش کے باوجود مقررہ وقت پر Tayyabas نہیں پہنچ سکی تھی۔ زاویار کا دل کٹ کر رہ گیا۔ اس کا دل چاہا وہ اس عورت کی کوئی بات نہ سنے اس کی شکل بھی نہ دیکھے مگر پھر بھی وہ ڈھیٹ بنا وہیں بیٹھا رہا۔ تقریباً تیس منٹ کی تاخیر کے ساتھ وہ ہوٹل کے داخلی دروازے سے اندر آئی دکھائی دی۔ زاویار اپنے اندر کے طوفانوں کو دبائے بیٹھا رہا۔

”سوری..... میں بہت کوشش کے باوجود مقررہ وقت پر نہ پہنچ سکی۔“ مکمل سفید شلوار قمیص میں ملبوس سر پر گرے اسکارف لیے وہ بے حد نفیس لگ رہی تھی۔ زاویار نے اس کی معذرت پر خفیف سا سر ہلاتے ہوئے نظر پھیر لی۔  
 ”اس اوکے..... مجھے فرق نہیں پڑتا۔“ لبوں پر تلخ سی مسکراہٹ بکھرائے اس نے کہا۔ مریرہ گہری سانس بھر کر رہ گئی۔  
 ”میرا نام مریرہ ہے، میرا ایک بیٹا تھا زاویار بچپن میں چھن گیا تھا۔ مجھ سے تمہاری شکل میرے بیٹے سے بہت ملتی ہے کیا نام ہے تمہارا؟“

”میرا نام زاویار نہیں ہے۔“ مریرہ کے سوال پر نظریں چرائے چرائے اس نے خاصی درشتگی سے جواب دیا تھا۔ مریرہ کے دل پر جیسے گھونسا لگا۔  
 ”کیا تم مریرہ رحمن کے بیٹے نہیں ہو؟“

”جی نہیں میں صرف سارا منیر حسین اور صمد حسن کا بیٹا ہوں بس..... مریرہ رحمن نامی کسی عورت کو نہیں جانتا۔“ زاویار کے لہجے کی سفاکی نے مریرہ کے حوصلے پست کر دیئے تھے مگر سامنے بیٹھے شخص کے الفاظ میں اس بات کی سچائی اور یقین تھا کہ وہ اسی کا بیٹا ہے تب ہی اس کی آنکھیں بھرائی تھیں اور ہونٹ کپکپائے تھے۔  
 ”تم میرے بیٹے ہو زاویار میں نے جنم دیا تھا تمہیں۔“

”جھوٹ..... میری ماں سارا منیر حسین ہے ہوش سنبھالنے سے لے کر اب تک انہی کا چہرہ اپنی ماں کے روپ میں دیکھا ہے میں نے اتنا بے وقوف نہیں ہوں کہ کوئی بھی دوسری عورت فرضی کہانی بنا کر مجھے میری ماں سے دور کر دے گی۔“  
 ”فرضی کہانی نہیں ہے یہ حقیقت ہے حقیقت یقین نہیں آتا تو ابھی اپنے باپ کو کال کر کے ساری سچائی کے بارے میں جان سکتے ہو۔“

”مجھے کسی کو کال کرنے کی ضرورت نہیں ہے سمجھی آپ؟“ اس بار وہ تھوڑا روڈ ہوا تھا۔ مریرہ نے بے بسی سے لب بھینچ لیے۔

”تمہیں میرا یقین کرنا ہوگا زاویار کہ میں تمہاری ماں ہوں۔“

”اوکے ایک لمحے کے لیے میں آپ کی بات سچ مان لیتا ہوں پھر؟“ وہ اتنا تلخ کیوں ہو رہا تھا اسے خود بھی معلوم نہیں

تھا۔ مریرہ جیسے لاجواب ہو گئی۔  
 ”میں جاہتی ہوں میرا بیٹا دل سے میری بات کا یقین کرے تاکہ اتنے سال جو دوری کا کرب میں نے برداشت کیا ہے وہ کچھ تو کم ہو۔“

”کیسی دوری..... کیسا کرب؟ آپ کے بقول اگر میں آپ کا بیٹا ہوں آپ میری ماں ہیں تو پھر یہ اتنے سالوں کے بعد کیوں یاد آیا آپ کو؟ پہلے کہاں چلی گئی تھیں آپ؟ معاف کرنا مجھے مگر آپ جیسی عورتیں بے اولاد ہی رہیں تو اچھا ہے۔“

”نہیں..... میرے ساتھ اس لہجے میں بات مت کرو بیٹا پلیز۔“  
 ”مت کہیں مجھے بیٹا..... میں ایک بد کردار عورت کا بیٹا ہو ہی نہیں سکتا کبھی۔“

”چنانچہ.....“ زاویار صمد حسن کے ہونٹوں سے نکلے وہ الفاظ صرف الفاظ نہیں تھے بلکہ مریرہ رحمن کے منہ پر طمانچہ تھے۔ کتنی ہی دیر تک وہ ساکت نگاہوں سے اپنے بیٹے کو دیکھتی رہی تھی۔  
 ”میں بد کردار نہیں ہوں۔“ اس کے حلق سے کچھ لہجوں کے بعد پھنسی پھنسی سی آواز نکلی تھی۔ زاویار نے تنفر سے سر جھٹک دیا۔

”بد کردار نہ ہوتی تو اپنی سگی اولاد کو چھوڑ کر کبھی نہیں جاتیں اپنے گھر میں آباد ہوتیں۔“  
 ”میں نہیں گئی تھی اپنی سگی اولاد کو چھوڑ کر وہ آئی تھی میرے گھر میں ڈاکہ ڈالنے جسے تم معتبر کہہ رہے ہو چھوڑ کر پوچھو اس نے کیا کیا اس نے میرے ساتھ صمد حسن کے ساتھ مل کر اپنے باپ سے پوچھو جا کر میں تمہیں چھوڑ کر گئی تھی یا اس نے تمہیں مجھ سے چھینا تھا۔“ وہ جذباتی ہو گئی تھی۔ زاویار بے نیاز بنا بیٹھا رہا چند لمحوں کے بعد اس کے لبوں نے جنبش کی تھی۔  
 ”کیا آپ نے یہی سب بتانے کے لیے مجھے یہاں بلایا تھا؟“

”نہیں..... میں تمہیں بتانا چاہتی ہوں کہ میرے ساتھ ماضی میں کیا ہوا؟“  
 ”سوری..... مجھے آپ کی کہانی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔“ وہ بے زار تھا۔ مریرہ اسے دیکھتی رہ گئی۔  
 ”کیا تمہیں اس عورت کی زندگی کی کہانی جاننے سے کوئی دلچسپی نہیں جس نے تمہیں جنم دیا۔“  
 ”نہیں۔“ زاویار کے نہیں نے مریرہ کے دل پر جیسے ایک بار پھر گھونسا رسید کیا۔

”میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ میری ماں ایک بد کردار عورت تھی اسی لیے وہ مجھے اس وقت جب مجھے اس کی سب سے زیادہ ضرورت تھی چھوڑ کر چلی گئی۔ آج اگر معاشرے میں میری پہچان ہے تو میرے باپ کے حوالے سے ہے۔ صرف مجھے ٹوٹ پھوٹ سے بچانے کے لیے میرے باپ نے بھی مجھے یہ پتہ نہیں لگنے دیا کہ مجھے جنم دینے والی عورت کون تھی۔ مت کہیں مجھے کہ آپ میری ماں ہیں میری ماں وہ عورت ہے جس نے آپ کے چلے جانے کے بعد مجھے ماں کا پیار دیا۔ میرے باپ کو سنبھالا۔ زندگی میں بھی ایک لمحے کے لیے بھی اس عورت نے مجھے یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ وہ میری سگی ماں نہیں ہے۔“ مریرہ کے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ شروع ہو گیا تھا۔ وہ چپ چاپ خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔

”اپنی سگی اولاد سے تو ہر کوئی پیار کرتا ہے مگر عظیم تر وہ لوگ ہوتے ہیں جو کسی دوسرے کی چھوڑی ہوئی اولاد کو سگول جیسا پیاروں ماں قربانی کا دوسرا نام ہے صرف اپنی خوشیوں کے لیے اپنا گھر اور اپنی اولاد چھوڑ کر بھاگ جانے والی عورتیں قطعی اس قابل نہیں کہ انہیں ماں کہا جاسکے۔“ وہ اپنے اندر کا غبار نکال رہا تھا۔ مریرہ نے آنسو پونچھ لیے۔  
 ”تمہارا باپ ایک دھوکہ باز جھوٹا انسان ہے زاویار اس نے.....“

WWW.PAKSOCIETY.COM

## پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابراراجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	ممتاز مفتی
نگہت عبد اللہ	سباس گل	عنیزہ سید	مستنصر حسین
رضیہ بٹ	زُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیم الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایم اے راحت

## پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ،  
حناء ڈائجسٹ، ردا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسوسی ڈائجسٹ،  
سرگزشت ڈائجسٹ، نئے آفاق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

## پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابن صفی،

جاسوسی دنیا از ابن صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

”جسٹ شٹ اپ اوکے۔“ بھیکے لہجے میں ابھی وہ اسے سچ بتانا ہی چاہتی تھی جب وہ خود پر قابو نہ رکھتے ہوئے چلا اٹھا۔ قرب و جوار میں بیٹھے لوگوں نے خاصی حیرانی سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

مریرہ کو لگا جیسے کسی نے اس کا گلا گھونٹ دیا ہو۔ اس کا سانس جیسے حلق میں اٹک گیا تھا۔ سامنے بیٹھا خوبو شخص اس کا بیٹا نہیں تھا۔ وہ صرف اور صرف صمد حسن کا بیٹا تھا۔ اس شخص کا بیٹا جس نے اسے آنسوؤں کے سوا کچھ نہ دیا۔ زاویا قرب و جوار میں بیٹھے لوگوں سے ایکس کیوز کر رہا تھا۔ وہ آنسوؤں سے بھری آنکھوں کے ساتھ وہاں سے اٹھ آئی۔ اس کا دل جیسے پھٹ رہا تھا۔ سالوں بعد اس کا بیٹا جس کے لیے وہ اب تک پاگل ہو رہی تھی اسے ایسے ملے گا اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ بارش ہو رہی تھی۔ وہ بھینگنے کی پروا کیے بنا بغیر کیب کے پیدل چلتی رہی۔ ابھی آدھا راستہ بھی طے نہیں کیا تھا کہ عمر عباس کی کال آگئی۔ مریرہ اس وقت اس سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی مگر پھر بھی اس نے بہتے آنسوؤں کی پروا کیے بغیر کال اینڈ کر لی۔ عمر عباس پوچھ رہا تھا۔

”ہیلو میرا! کیا تم لندن میں ہو؟“

”ہوں۔“ بمشکل وہ حلق سے آواز نکال پائی تھی۔ عمر ناراض ہو گیا۔

”تم لندن میں ہو اور تم نے مجھے بتایا تک نہیں۔“

”رات ہی آئی تھی، مصروفیت ایسی تھی کہ تمہیں بتانا یاد ہی نہیں رہا۔“ وہ جھوٹ بول رہی تھی۔ سچ بولنے کا حوصلہ نہیں تھا۔

”ٹھیک ہے، میں کل شام تک لندن پہنچ جاؤں گا۔ تم کل شام تک رکوں گی ناں؟“

”نہیں..... مجھے آج ہی واپس جانا ہے عمر.....“

”میں کچھ نہیں جانتا، تم کل تک وہیں ٹھہرو میں کل آ رہا ہوں۔“ دھونس سے کہتے ہوئے اس نے کال ڈس کنکٹ کر دی تھی۔

مریرہ نے سیل پھر سے کوٹ کی جیب میں ڈالا اور وہیں قریبی بیچ پر بیٹھ گئی۔ آج بہت مدت کے بعد اس کے دل کے زخم ادھر سے تھے۔ تب ہی آنکھیں یوں آنسو لٹا رہی تھیں جیسے مدت کے بعد کوئی دریا چڑھ کر اتر ہو۔

.....\*

اس رات اس نے پھر بہت شراب پی تھی۔ Tayyabas سے مریرہ رحمن کے اٹھ جانے کے بعد وہ سیدھا بار کلب گیا تھا اور پھر آدھی رات کے بعد وہاں سے گھر واپس ہوئی تھی۔ ایک اسے مسلسل فون کر رہا تھا مگر اس نے ایک کی کال نہیں سنی۔ وہ سن ہی نہیں سکتا تھا۔ اس وقت بھلا وہ اسے آپ میں تھا ہی کب؟ دل کے اندر تو جیسے بھانہ چل رہے تھے۔ اس نے جو سوچا تھا وہی کیا تھا۔ دل کی بھڑاس نکل چکی تھی۔ اپنی سگی ماں کو وہ دھول چٹا کر آیا تھا مگر..... اندر کہیں بہت سے زخموں کے منہ کھل گئے تھے۔ اپنے کمرے کی ہر چیز اٹھا اٹھا کر اس نے دیوار پر دے ماری تھی مگر پھر بھی قرار نہیں آیا تھا۔ بیڈ کی پٹی سے ٹیک لگا کر وہ کتنی دیر تک بچوں کی طرح بلک بلک کر روتا رہا تھا۔ جس چہرے کو دیکھنے کی اسے حسرت تھی آج اسی چہرے کو وہ رلا کر آیا تھا۔ چھوڑ آیا تھا توڑا یا تھا اور جب توڑا یا تھا تو اب رورہا تھا۔ رات قطرہ قطرہ پھل رہی تھی اور وہ بیڈ کی پٹی سے ٹیک لگائے پلکیں موندے روتا رہا۔

.....\*

درمکنون صیام کے ساتھ کراچی واپس آگئی تھی۔ ایک بات جو اس نے نوٹ کی تھی۔ صیام خاموش تھا۔ پورے سفر کے دوران وہ مسلسل خاموش رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اس کا حال پوچھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔ رات ڈھل رہی تھی جب

آجیل 180 اگست 2016ء

آپ اتفاق کرتے ہیں.....!

مجھے ایک آدمی کہہ رہا تھا۔ ”مختار خالص انسان اچھا نہیں ہوتا۔ وہ موجودہ دور میں ناکام ترین انسان ہے۔“

اس نے دلیل یہ دی کہ۔ خالص تو سونا بھی کارگر ثابت نہیں ہوتا، اس سے ڈیزائن دار دیدہ زیب زیورات نہیں بنتے۔

زیور بنانے کے لئے اس میں تھوڑی سی ملاوٹ کرنی پڑتی ہے۔

(عائشہ سلیم..... اور سگی ماؤں)

شدید تھکن کے باوجود اس نے مریرہ کو کال ملائی۔

”السلام علیکم۔“ کئی بار کوشش کے بعد اس کی کال پک ہوئی تھی اس پر مریرہ کے تھکے تھکے سے السلام علیکم نے قدرے تشویش میں مبتلا کر دیا۔

”وعلیکم السلام کسی ہیں آپ ماما؟“

”میں ٹھیک ہوں تم کیسی ہو؟“

”میں بھی ٹھیک ہوں مگر مجھے آپ ٹھیک نہیں لگ رہیں۔ کیا زکام ہوا ہے۔“

”ہاں۔“

”میں ماما مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے آپ مجھ سے کچھ چھپا رہی ہیں۔“

”تم سے کچھ نہیں چھپا سکتی میں درمکنون۔“

”تو ٹھیک سے پھر بتائے کیا ہوا ہے کیا عمر انکل کے ساتھ کوئی فائیٹ ہوئی ہے۔“

”نہیں، پہلے تم بتاؤ میننگ کیسی رہی؟“

”بہت اچھی، ہماری کمپنی کو بہت بڑا کنٹریکٹ ملا ہے ماما۔“

”ہوں گڈ، مجھے یقین تھا کہ میری بیٹی ضرور کامیاب لوٹے گی۔“

”شکر یہ مگر اس کامیابی کے پیچھے ستر فیصد ہاتھ صیام کی قابلیت کا ہے ماما، اس نے یوں بریفنگ دی کہ میں خود حیران رہ گئی۔“

”جانتی ہوں، بہت قابل لڑکا ہے۔ اسی لیے تو شہر بانو بھابی نے شہزاد کے لیے پسند کیا ہے اسے۔“ وہ اپنی رو میں کہہ رہی تھی۔ درمکنون کے اندر ایک بے نام سی اداسی اتر آئی۔

”آپ نے بتایا نہیں آپ کیوں ڈسٹرب ہیں؟“ وہ بات بدل گئی۔ دوسری طرف موجود مریرہ نے بے ساختہ گہری سانس بھری۔

”میں کل زاویا سے ملی تھی درمی بہت ہرٹ کیا اس نے مجھے اس کا کہنا ہے کہ اس کی ماں ایک بدکردار عورت تھی۔“

”اف..... آپ نے منہ کیوں نہیں توڑا اس کا؟“

”کیسے توڑ سکتی تھی وہ میرا بیٹا تھا ہی نہیں وہ تو سارا منیر حسین اور صمد حسن کا بیٹا تھا۔“

”ماما آپ بھی ناں بس..... اگر وہ زندگی میں کبھی مجھے مل گیا ناں تو دیکھیے گا کیا حشر کرتی ہوں میں اس کا۔“

”نہیں درمی وہ تمہارا بھائی ہے تم اس کے لیے زندگی میں کبھی برا سوچنا بھی مت۔“

آجیل 181 اگست 2016ء



## عید کے دن اناراضی کی یادیں

صائمہ قریشی

WWW.PAKSOCIETY.COM

عمر رائیگاں کردی تب یہ بات مانی ہے  
موت اور محبت کی ایک ہی کہانی ہے  
کھیل جو بھی تھا جاناں اب حساب کیا کرنا  
جیت خواہ کسی کی ہو، ہم نے ہار مانی ہے

”کیا کر رہی ہو؟“ وہ عصر کی نماز سے فارغ ہو کر چکن میں نمک کم ہوتا ہے اور پکوزوں کا سارا مزہ کرکرا ہو جاتا کی طرف بڑھ گئی۔ چکن کا دروازہ عبور کرتے ہی وہ بھی چکن ہے۔“ حسین کی تنقید نما فرمائش پر فاطمہ نے تنبیہ نظروں میں داخل ہوا تھا اس کی آواز پر اس نے پہلے اسے اور پھر اس کے ہاتھ میں پکڑے بیگز کو دیکھا۔

”کچھ خاص نہیں افطاری کا وقت نزدیک ہے نا تو سوچا دیکھ لوں آج کیا تیار کرنا ہے۔“ وہ سر پر لپٹے دوپٹے کو ڈھیلا کرتے ہوئے اسے دیکھ کر بولی۔

”پلیز آج چٹنی میں نمک ٹھیک سے ڈالنا ہر روز چٹنی ”سوچنا کیا ہے تمہارا کیا بھروسہ جیسے کڑھی سے نمک کم کیا تھا چٹنی سے بھی کم کرنے میں کہاں ہچکچاؤ گی۔“ حسین

”وہ بھائی سے تو آپ میری ماں ہیں ماما میری پوری کائنات ہیں آپ میں پوری دنیا میں کسی کو بھی اجازت نہیں دوں گی کہ آپ کو ہرٹ کرے خواہ میرا اپنا سا گاپا ہی کیوں نہ ہو۔“

”میں جانتی ہوں مگر وہ حقیقت سے ناواقف ہے میری جان وہ وہی جانتا ہے جو اسے تمہارے پاپایا اور سارا منیر حسین نے بتایا ہوگا۔“

”اگر انہوں نے ایسا کیا ہے تو بہت غلط کیا ہے ماما میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میرے پاپا اتنا گر سکتے ہیں۔“

”ہوں..... سوچ تو میں بھی نہیں سکتی تھی مگر جانے دو تم آرام کرو ابھی مجھے کچھ کام ہے۔ میں بعد میں کال کرتی ہوں۔“

”ٹھیک ہے اپنا خیال رکھیے گا۔“

”تم بھی اپنا خیال رکھنا اللہ حافظ۔“

”اللہ حافظ۔“ لائن کٹ چکی تھی۔ درکنون سوچوں کے تانے بانوں میں ابھی بہت دیر تک جاگتی رہی تھی۔



موسم بے حد خوش گوار ہو رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہی دیکھتے پانی سے بھرے کالے بادل آسمان کی نیلاہٹ کو چھپائے پورے آسمان پر بکھر گئے تھے۔ عائلہ نے جلدی جلدی سبزی کائی اور صحن میں بکھری ہوئی چیزیں سینٹا شروع کر دیں۔ کرنل صاحب گھر پر نہیں تھے۔ صحن میں بکھری ہوئی چیزوں کو سمیٹنے کے بعد اس نے جلدی جلدی شام کے کھانے کی تیاری شروع کر دی۔ جب تک سدید تھا اسے بھی گھر واپسی کے بعد کسی کام کی مینشن نہیں ہوتی تھی مگر اس کے جانے کے بعد آفس سے واپسی پر شام کے کھانے سمیت بیسیوں کام اس کے منتظر ملتے تھے۔ حقیقی معنوں میں پہلی بار اسے سدید کی بے تحاشہ کمی محسوس ہوئی تھی۔ پہلی بار اسے اس کی قدر و قیمت کا پتا چلا تھا۔ وہ روز اس کی کال کا انتظار کرتی مگر ہر روز دن ڈھل جاتا اور رات آ جانی۔ جانے وہ اسے بھول گیا تھا۔ یا پھر بہت زیادہ مصروف ہو گیا تھا۔ کچھ بھی تھا وہ ہر نماز میں اس کی خیریت اور سلامتی کی دعا مانگتا نہیں بھولتی تھی۔ اس وقت بھی مغرب کی نماز کے بعد اس نے سدید کے لیے خلوص دل سے دعا مانگی۔ بائیں ہاتھ کی تیسری انگلی میں وہ رنگ اس وقت بھی جگمگا رہی تھی جو وہ خود اپنے ہاتھوں سے پہنا کر گیا تھا۔

پارش تقریباً پندرہ منٹ موسلا دھار برسنے کے بعد کھم گئی تھی۔ عائلہ نے جلدی جلدی کھانا پکانا شروع کر دیا۔ تب ہی بیرونی دروازے پر کرنل صاحب نے دستک دی تھی۔ وہ چوہے کی آنچ دھیمی کر کے باہر دروازہ کھولنے آ گئی۔

”السلام علیکم۔“ قدرے ہشاش بشاش انداز میں اس نے سلام کیا تھا۔ مگر کرنل صاحب نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ وہ بے حد مذہال دکھائی دے رہے تھے۔ عائلہ کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔

”کیا بات ہے بابا آپ ٹھیک تو ہیں ناں؟“ وہ ان کے پیچھے آئی تھی۔ کرنل صاحب نے اس کے سوال کے جواب میں اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیا۔

”کیا ہوا ہے..... سدید تو ٹھیک ہے ناں؟“ جانے کیوں بے ساختگی میں اس کے منہ سے نکلا تھا۔ جواب میں کرنل صاحب کی آنکھیں بھرا آئیں۔ وہ بولے تو ان کا لہجہ بے حد ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا۔

”سدید اب اس دنیا میں نہیں رہا بیٹی۔ اسے ژوماری کی پہاڑیوں نے نگل لیا۔“ الفاظ نہیں کوئی آتش فشاں تھا جو پھٹا تھا۔ عائلہ بھٹی بھٹی نگاہوں سے انہیں دیکھتی رہ گئی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)



ایک سرد آہ بھر کر خفیف سا طنز کر کے فوڈ شاپنگ کے بیگز ورک ٹاپ پر رکھ کر اسے دیکھ کر باہر قدم بڑھانے لگا۔  
 ”آف ایک تو ان کی سرد آہیں خواخواہ ہی شرمسار کر دیتی ہیں۔“ وہ حسب عادت زیر لب بڑبڑائی۔  
 ”ویسے کسی نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ پاکستان میں ٹینشن مجازی خدا کا دوسرا نام ہے۔“ اس کے پلٹتے ہی فاطمہ مسکراہٹ دبا کر بولی تو حسنین مسکراہٹ ضبط کرتا برو اچکا کر اس کو دیکھنے لگا۔

”آج پندرہ روزے ہو گئے ہیں ابھی تک آپ نے کوئی فرمائش ہی نہیں کی۔“ فاطمہ اس کے پاس آ کر بولی۔  
 ”فرمائش؟“

”افطاری میں آپ کے لیے کچھ اسپیشل بنانے کی فرمائش۔“ فاطمہ جھنجھلائی۔

”اوہو! اچھا اچھا! مطلب مجھے فرمائش کرنی تھی۔“ اس کی اوہو خاصی معنی خیز تھی۔

”ویسے کرنی تو نہیں تھی لیکن اگر کرتے تو مجھے اچھا لگتا۔“ فاطمہ اس کی طرف دیکھ کر مدہم مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

”اچھا! ان بیگز میں رس ملائی کا پیکٹ ہے آج تیار رکھنا۔ افطاری کے بعد ٹھنڈی ٹھنڈی پیش کر دینا۔“ حسنین گہری مسکراہٹ کے ساتھ اس کو دیکھ کر بولا اور اس کو ہکا بکا چھوڑ کر باہر نکل گیا۔

”ایک تو اس بندے کو فرمائش کرنا بھی نہیں آتا۔ لو بھلا افطاری کے بعد رس ملائی کون کھاتا ہے۔“ اس کی بڑبڑاہٹ ایک بار پھر شروع ہو چکی تھیں۔ پھر اگلے دس منٹس میں اس نے تمام فروٹس کو فروٹ باسکٹ میں منتقل کیا اور اب باقی چیزوں کو کینٹ میں رکھنے لگی تھی۔

”اوہو اب یہ فرمائش۔“ مصالے جات کے پیکٹ کو شاپنگ بیگ سے نکالتے ہوئے اس کی نظر رس ملائی کے پیکٹ پر پڑی تو بے اختیار اس نے سر کو تھاما۔

”بھگت اب فاطمہ..... خود ہی شوق ہوا تھا ناں کہ حسنین کوئی فرمائش کرے اب بنا رس ملائی۔“ پیکٹ دیکھتے ہی اس کی خود کلامی بلند ہوئی اور پھر دوسری پیکٹ بیگ سے

نکالنے لگی۔

”ہائے اوئے رہا..... میں کیا کروں اس شخص کا۔“ فاطمہ سحری میں بسکٹ کھاتی تھی۔ باقی بسکٹس نکالے تو اس کے من پسند بسکٹ ”بک“ کا پیکٹ رکھا تھا جو باقی بھاری سامان کی وجہ سے نیچے دب کر چکنا چور ہو چکا تھا۔ ایک تو یہ بسکٹ ہوتے بھی بہت نازک سے ہیں ذرا سا دباؤ ان کا حشر نشر کر دینے کے لیے کافی ہوتا تھا اور حسنین کے اناڑی پن کی وجہ سے اس کے من پسند بسکٹ اپنی اصلی حالت کھو بیٹھے تھے۔

”خیر ہو بھابی جان! یہ روزہ رکھ کر کس کو کوسا جا رہا ہے؟“ زرفین بھی افطاری کی تیاری کے لیے کچن میں وارد ہو چکی تھی۔ فاطمہ بنا کچھ کہے بسکٹ کا پیکٹ کھول کر اس کو دکھانے لگی تو زرفین روزے سے نڈھال ہونے کے باوجود قہقہہ لگا کر ہنسی جبکہ فاطمہ منہ بسور کر رہ گئی اور پھر دونوں افطاری کی تیاری میں مشغول ہو گئیں۔



پکوڑوں کا مصالحہ بنا دیا، کباب بنا دیے اب بس قرانی کرنے باقی تھے وہی بڑے بنا کر رکھ دیئے مشر پلاؤ کو دم پر رکھ دیا، دونوں نذد بھانج نے سارے کام مل ملا مکمل کر دیئے تھے۔ زرفین کچن سے باہر نکلی کہ کچھ دیر آرام کرے پھر باقی چیزیں تیار کرے گی جبکہ فاطمہ ابھی اپنے کام نمٹا رہی تھی۔

”سنو فاطمہ..... تم پلیز آئل رکھ دو گرم ہونے کے لیے اور سمو سے تلنا شروع کر دو، میں فروٹ چاٹ بنا کر باقی چیزیں فرائی کر دوں گی۔“ تقریباً بیس پچیس منٹ بعد زرفین کچن میں داخل ہوئی تو فاطمہ پریشور کو کر کے سامنے کھڑی تھی۔ ماتھے پر پسینے کی لکیریں بے حد نمایاں ہونے کے ساتھ انداز میں جھنجھلاہٹ بھی عروج پر تھی۔ زرفین کی ہدایت پر ایک اچھی نظر اس پر ڈال کر سر اثبات میں ہلایا اور دوبارہ پریشور کو کر کے طرف متوجہ ہو گئی۔ زرفین چاٹ کے لیے فروٹ ڈائنگ ٹیبل پر رکھ کر چائنگ بورڈ پر فروٹ کاٹنے لگی لیکن گا ہے بگا ہے اس کی نظر فاطمہ کی طرف اٹھتی رہی۔ کبھی اس کے چہرے پر ابھرن کی لکیریں ابھرتیں

کبھی مسکراہٹ نمودار ہونے لگتی، کبھی مسکراتے مسکراتے ہی ایک دم متفکرانہ سلوٹس نظر آنے لگتی۔ کبھی اس کے ہونٹ ملتے محسوس ہوتے جیسے کچھ پڑھ رہی ہو اس کی اس ست رنگی کیفیت نے زرفین کو چونکا دیا۔  
 ”تم کیا کر رہی ہو؟“ بلاآ خر زرفین سے رہانہ گیا اور اس سے پوچھنے لگی۔

”حسین کے لیے رس ملائی بنا رہی ہوں۔“ وہ انہی رنگ برنگی تاثرات کے ساتھ بولی۔

”تو اس میں اتنی بے بسی دکھانے کی کیا ضرورت ہے؟“ زرفین نے ماتھے پر تیوری چڑھا کر اسے لتاڑا۔

”تم نے شاید ٹھیک سے سنا نہیں ہے۔“ زرفین کے تیکھے انداز پر فاطمہ نے پلٹ کر اسے دیکھا۔

”حسین کے لیے رس ملائی بنا رہی ہوں۔“ دوسرے پل فاطمہ نے چبا چبا کر ایک ایک لفظ ادا کیا۔ ”ہاں تو..... میں کبھی پتا نہیں کون سا کارنامہ سر انجام دے رہی جواتی مشکل میں ہو۔“ زرفین اس کی ٹینشن کو اہمیت دیئے بغیر فروٹ کاٹتے ہوئے بولی تو فاطمہ نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

”ویسے بھی شوہروں کے دل پر راج کرنے کے لیے بیویوں کو بڑے پاپڑیلینے پڑتے ہیں وہ کہاوت تو سنی ہوگی ناں کہ شوہر کے دل کا رستہ اس کے معدے سے گزر کر جاتا ہے۔“ زرفین نے مسکرا کر اسے چھیڑا۔

”تمہارے بھائی صاحب کے دل تک پہنچنے کے لیے نجانے مجھے اور کتنا خوار ہونا پڑے گا ان کا معدہ دل سے اتنا دور ہے کہ.....“

”تم خواخواہ میرے بھائی کی محبت کو مشکوک نظروں سے دیکھتی ہو، وہ تم سے اتنا پیار کرتے ہیں۔“ زرفین اس کی بات کاٹ کر اس کو ڈپٹنے لگی۔

”میں ان کی محبت سے انکاری نہیں ہوں ان کے انداز مجھے زچ کرتے ہیں اب ان کی کوئی فرمائش پوری کرنا کوئی کارنامہ سر انجام دینے سے کم ہوتی ہے کیا؟ لیکن وہ تو کبھی تعریف بھی نہیں کرتے۔“ فاطمہ ایک بار

WWW.PAKSOCIETY.COM

پھر شکایات کی پٹاری کھولنے کے درپے تھی، زرفین نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔

”نہ تم مجھے بتاؤ اب بھلا رمضان میں کوئی رس ملائی کی فرمائش کرتا ہے؟“ فاطمہ نے کمر پہ ہاتھ رکھ کر زرفین کو دیکھا جو اس کی شکایات پر خاموشی اختیار کیے ہوئے تھی لیکن مسلسل گھور ہی تھی۔

”میرا بھائی تو کرتا ہے ہاں۔“ اس نے آنکھ دبا کر اس کو مزید تپایا۔

”ہماری تو روایات بن چکی ہیں، رمضان کی آمد کے ساتھ ہی پکوڑے، سمو سے، دہی بڑے اور روح افزا، مینگوہیک.....“

”لیکن یہ چیزیں تو ہر روز بن جاتی ہیں ناں اس میں تو فرمائش کا کوئی عمل دخل نہیں اب بھائی نے رس ملائی کی فرمائش کی ہے تو چپ چاپ بنا کر سمو سے تلنا شروع کرو، افطاری کا ٹائم ہو رہا ہے اور یہ ٹھنڈی نہیں ہوگی۔“ فاطمہ کی بات کاٹ کر زرفین نے کہا تو چارو ناچار فاطمہ کو دوبارہ رس ملائی کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔

”ہم ناں رمضان میں اپنائی گئی روایات پر پھر کبھی ڈسکشن کر لیں گے ابھی افطاری کے لیے لیٹ ہو رہے ہیں۔“ زرفین اس کی طرف دیکھ کر مزید بولی۔

”یار بالزٹوٹ رہے ہیں۔“ فاطمہ نے زرفین کی بات کو نظر انداز کر کے روتی صورت بنا کر مدد طلب نظروں سے دیکھا تو زرفین کو اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ ضرور اب کوئی گڑبڑ کر رہی ہے اس لیے اس قدر احتجاج بھی کر رہی ہے۔

زرفین مسکرا کر اس کے پاس آ کھڑی ہوئی، جہاں پہلی میں دودھا ابل رہا تھا اور الگ پلیٹ میں پالز بنا کر رکھے تھے فقط دو چار پالز ہی دودھ میں تھے جو پالز نہیں چھوٹے چھوٹے بلور لگ رہے تھے۔

”رس ملائی کے ٹکڑے ہزار ہوتے۔“ زرفین نے چچ سے اس کو ہلا کر دیکھا اور مسکرا کر اس کو چھیڑا۔ دوسرے لمحے وہ پیکٹ سے ترکیب پڑھنے لگی۔

”مکسنگ میں تو کوئی گڑبڑ نہیں کی ناں؟“ زرفین نے

اسے دیکھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔  
”نہیں اسی ترکیب کو پڑھ کر بنایا ہے۔“ فاطمہ نے  
اسے بتایا۔

”اچھا ذرا سی آنچ ہلکی کرو اور ایک اور بال ڈالو میں  
دیکھتی ہوں۔“ زرفین نے اس کو کہا تو فاطمہ نے اثبات  
میں سر ہلایا۔

”اُف اللہ فاطمہ..... حد ہوتی ہے یا آرام سے ڈالو  
ناں تم بالز کو دودھ میں ڈال رہی ہو کوئی تالاب میں کنکریاں  
نہیں پھینک رہی ہو کہ یہ دیکھو کہ کون سی کنکری کتنی دور جاتی  
ہے۔“ دوسرے پل فاطمہ نے بال کو دودھ میں پھینکنے کے  
سے انداز میں ڈالا تو زرفین کو بالز کے ٹوٹنے کی وجہ سمجھ  
آ گئی ساری گڑ بڑ فاطمہ کے الہڑپن کا نتیجہ تھا۔

”یاریہ بازک سے بالز ہیں تو ان کو آرام سے ہینڈل کرو  
ناں کوئی پائے نہیں پکار رہی ہو کہ اتنی بے دردی سے ہلانے  
لگی ہو۔“ زرفین نے فاطمہ کو تیز تیز کس کرتے دیکھا تو  
ایک بار پھر ٹوکا۔

اور پھر زرفین کی ہدایت پر عمل کر کے بالز کو آرام آرام  
سے دودھ میں ڈال رہی تھی اور کامیاب بھی ہو رہی تھی پھر  
تقریباً دس منٹس کی مشقت کے بعد وہ حسنین کی فرمائش  
پوری کر چکی تھی۔

”الحمد للہ! ایک کام تو ہوا۔“ فاطمہ نے گیس آف کیا اور  
رس ملائی کو ڈونگے میں نکال کر سجا دیا اس کے شکر ادا کرنے  
پر زرفین نے اسے دیکھا۔

”باقی کام بھی نپنالا تو افطاری میں صرف ایک گھنٹہ باقی  
ہے۔“ زرفین نے اس کی توجہ گرم ہوتے آئل کی طرف  
دلائی تو فاطمہ اس طرف متوجہ ہو گئی۔

”زرفین.....“ فاطمہ سمو سے تیار کر چکی تھی اور اب  
پکوڑے تلنے لگی تھی جبکہ زرفین ڈانگنگ ٹیمبل پر ساری  
چیزیں سیٹ کر رہی تھی کہ اس کی پکار سن کر ہاتھ روک کر  
اسے دیکھا۔

”یہ رس ملائی ٹھنڈی تو شاید ہو جائے لیکن حسنین نے  
کہا تھا کہ ٹھنڈی ٹھنڈی پیش کرنا اب اس کو ٹھنڈی ٹھنڈی

کسے پیش کروں؟“ فاطمہ کے پُرسوج متفکر انداز پر زرفین  
ہنسنے لگی۔

”فریزر میں رکھ دو۔“ دوسرے پل زرفین نے حل  
پیش کر دیا۔

”واہ یار..... تم تو جینٹلمن ہو۔“ یک لخت ہی فاطمہ  
نے اس کے مشورے پر عمل کیا، فناٹ فریزر میں جبکہ  
بنا کر رس ملائی کی ڈیش اس میں رکھ دی اور پھر اپنے کام  
میں لگ گئی۔



الحمد للہ آج کا روزہ بھی بہت اچھی طرح افطار ہو چکا  
تھا۔ فاطمہ اور زرفین سر شام ہی افطار کی تیاری میں لگ  
جاتی تھیں۔ سحری کی ذمہ داری عذرہ کی اپنی تھی کیونکہ وہ  
عشاء نماز اور تراویح کے بعد اپنی عبادت سحری تک جاری  
رکھتی تھیں اور سحری پکا اور کھا کر پھر آرام کرتی تھیں جبکہ  
فاطمہ اور زرفین نماز عشاء اور تراویح کے بعد کچھ دیر سو جاتی  
تھیں۔ افطاری کھا کر سب نماز مغرب ادا کرنے کے لیے  
اٹھ گئے۔ نماز کے بعد چائے بنائی جاتی تھی۔

”یار بھائی کچھ سنجیدہ سے نہیں لگ رہے؟“ فاطمہ نے  
چائے کا پانی چڑھایا اور زرفین سارے برتن سمیٹنے لگی تھی کہ  
یک لخت ہی اس نے فاطمہ سے حسنین کے خاموش موڈ  
کی بابت پوچھا۔

”یار وہی مسئلہ۔“ فاطمہ منہ بسور کر بولی تو زرفین  
نے سوالیہ نظروں سے اس سے ”وہی مسئلہ“ کی  
وضاحت مانگی۔

”میں ہمیشہ کوشش کرتی ہوں کہ حسنین کی پسندیدہ  
چیزوں میں کوئی کوتاہی نہ ہو لیکن ہمیشہ ہی گڑ بڑ ہو جاتی ہے  
اور پتا ہے اس میں آدھے سے زیادہ قصور ان کا اپنا ہوتا ہے  
چیزیں بھی ایسی پسند ہیں جن میں گڑ بڑ نہ ہونی ہوتی ہے  
ہو جاتی ہے اور میں نے ان کو کہا بھی ہے کہ جب فرمائش  
کرو تو اس میں اپنا انٹرسٹ بھی دکھایا کرو فرمائش بھی ایسے  
کرتے ہیں جیسے پتھر کھینچ کر مارا جاتا ہے اب ان کی طرف  
سے اگر کوئی دلچسپی نظر نہ آئے گی تو کہیں نہ کہیں تو گڑ بڑ

ہو گئی ناں؟“

”ہوا کیا ہے؟“ فاطمہ ناں اسٹاپ بولے جا رہی تھی اور  
زرفین ہونقوں کی طرح اس کو دیکھے جا رہی تھی اس نے  
سانس لیا تو زرفین نے اس سے پوچھا۔

”چھٹی میں نمک کم تھا۔“ فاطمہ یوں بولی گویا کسی جرم  
کا اقرار کر رہی ہو۔

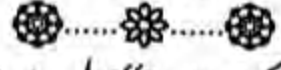
”ہا ہا ہا..... تو اس کے لیے اتنی تقریر کرنے کی کیا  
ضرورت تھی پانچ لفظوں کو تم آسانی سے بیان کرنے سے  
قاصر ہوں مسز فاطمہ ہو گئی حسنین صاحبہ! زرفین اب اس  
کو چھیڑ رہی تھی۔

”تم افطاری کے بعد اتنی چبکنے کیوں لگتی ہو۔“  
”افطاری کے بعد انرجی لیول بڑھ جاتا ہے ناں اس  
لیے۔“ زرفین نے مسکرا کر کہا۔

”اچھا تو آج یہ سارے برتن تم دھو دینا۔“ فاطمہ نے  
چائے کے لیے کپ ٹرے میں رکھتے ہوئے اسے کہا۔  
”وہ کیوں بھلا؟“ زرفین سارے برتن سمیٹتی تھی فاطمہ  
دھوتی تھی اور پھر آخر میں دونوں کچن صاف کر کے عشاء کی  
نماز ادا کرتی تھیں۔

”تمہارا انرجی لیول ہائی ہے ناں اس لیے۔“  
فاطمہ مسکرائی۔

”نہیں صرف باتوں میں کام کے معاملے میں ابھی  
انرجی لیول لو ہی ہے۔“ زرفین نے اس کو ہری جھنڈی  
دکھائی تو وہ مزید اصرار کیے بنا چائے کپ میں ڈال کر اس کو  
چائے پینے کا کہہ کر باہر نکل گئی تھی۔



”امی حسنین کہاں ہیں؟“ فاطمہ چائے کی ٹرے لے  
کر سینٹنگ روم میں گئی۔ اس کے خیال میں حسنین وہیں تھا  
لیکن صرف عذرہ بیٹھی بیچ پڑھ رہی تھیں تو ان کو چائے سرد  
کر کے وہ ان سے حسنین کے بارے میں پوچھنے لگی۔

”بیٹا..... تراویح کا وقت ہو رہا ہے ناں تو شاید اسی کی  
تیاری کے لیے کمرے میں گیا ہے۔“ عذرہ چائے کا کپ  
پکڑتے ہوئے اس کو بتانے لگیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

مغربی ادب کی منتخب کہانیوں کا مجموعہ



مغربی ادب سے انتخاب  
جرم و سزا کے موضوع پر ہر ماہ منتخب ناول  
مختلف ممالک میں پلنے والی آزادی کی تحریکوں کے پس منظر میں  
معروف اذیبہ زریں قسمر کے قلم سے نکل ناول  
ہر ماہ خوب صورت تراجم دیس بیس کی شاہکار کہانیاں

شانع ہو گیا

اس کے علاوہ

خوب صورت اشعار منتخب غزلوں اور اقتباسات پر مبنی  
خوشبوئے سخن اور ذوق آگہی کے عنوان سے مستقل سلسلے

اور بہت کچھ آپ کی پسند اور آرا کے مطابق

کسی بھی قسم کی شکایت کی  
صورت میں  
021-35620771/2  
0300-8264242



”اس کے کپڑے تو استری کر کے رکھ دیئے تھے ناں؟“ فاطمہ نے دوسرے کپ کی ٹرے ٹیبل پر رکھی اور اپنا کپ اٹھا کر بیٹھنے ہی لگی تھی کہ عذرہ نے اس سے پوچھا۔ ”جی ہاں آئی ان کے سارے کپڑے میں نے پریس کر کے رکھ دیئے تھے اور باقی ساتھ ساتھ کر دیتی ہوں۔“ فاطمہ چائے کاسپ لے کر ان کو بتانے لگی۔

”بہت اچھی بات ہے رشتے میں محبت کا پھیلاؤ اور اعتماد کی مضبوطی کا یہی راز ہے کہ بنا کہے ایک دوسرے کی بات کو پورا کر دیا جائے یوں تو ہر رشتے کی بنیاد یہی ہے لیکن خاص طور پر میاں بیوی کے رشتے میں تو ضد اور زبردستی کی بالکل بھی گنجائش نہیں ہوتی۔ صرف محبت اور اعتماد ہی اس رشتے کی ضرورت ہوتی ہے باقی ضرورتیں تو پوری ہو ہی جاتی ہیں۔“ عذرہ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا تو فاطمہ نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

”کچن صاف ہو گیا.....؟“ فاطمہ خاموش رہی تو عذرہ نے اس سے پوچھا۔

”زر فین برتن سمیٹ رہی ہے چائے پی کر باقی کام کر لیں گے۔“ فاطمہ حسنین کا انتظار کر رہی تھی کہ چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔

”اچھا تم حسنین کی چائے کمرے میں ہی لے جاؤ ٹھنڈی ہو رہی ہے میں وضو کرنے جا رہی ہوں۔“ عذرہ اس سے بولی اور چائے کا آخری سپ لے کر کپ ٹرے میں رکھ کر اٹھ گئی تو فاطمہ جو حسنین کے انتظار میں تھی اپنا اور اس کا کپ اٹھائے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

”اُف او..... لائٹ کو بھی ابھی جانا تھا۔“ فاطمہ نے جیسے ہی کمرے میں قدم رکھا ایک لخت ہی ساری بتیاں بجھ گئیں۔

”حسین.....“ اس نے اسے پکارا۔

”آپ کمرے میں ہی ہیں ناں؟“ اس نے کوئی جواب نہ دیا تو فاطمہ کمرے کی دہلیز پر ہی کھڑی رہ کر ایک بار پھر اس کو پکارنے لگی۔ کمرے میں اندھیرا تھا اور فاطمہ سدا کی نازک دل جنوں بھوتوں اور چڑیلوں کے ایسے

ایسے قصے سن رکھے تھے کہ اندھیرے میں قدم رکھنے سے ہمیشہ ہچکچاتی تھی۔

”حسین.....؟“ اس نے پھر پکارا۔

”اندر ہی ہوں کوئی ماچس یا لائٹ نہیں مل رہا۔“ وہ واپس پلٹنے ہی لگی تھی کہ حسنین کی آواز پر وہیں رک گئی۔

”سائڈ ٹیبل کی دراز میں ماچس رکھی ہے اور ساتھ ہی کینڈل بھی ہے جلا دیں۔“ فاطمہ نے وہاں کھڑے رہ کر ہی اس کو بتایا تو چند لمحوں بعد ہی کمرہ کینڈل کی روشنی سے روشن ہو گیا تو فاطمہ دونوں ہاتھوں میں چائے کے کپ پکڑے اندر داخل ہوئی۔

”کیا کر رہے تھے آپ؟“ کمرے کی غیر معمولی اٹھل پٹھل مدھم روشنی میں بھی اس کو چونکا گئی۔

”یار میرا وہ بلیک کرتا نہیں مل رہا تھا تو.....“ حسنین چائے کا کپ لیتے ہوئے سر کھجاتے ہوئے بولا۔

”ماشاء اللہ.....“ فاطمہ نے خونخوار نظروں سے اسے دیکھا تو وہ کھسیانا سا ہنس دیا۔

”آئی ایم سوری میں یہ سارے کپڑے ابھی واپس رکھ دیتا ہوں۔“ حسنین اس کی عصبیلی نظروں سے جھانکتی شکایت کو سمجھ کر یک دم بولا۔

”کوئی ضرورت نہیں۔“ فاطمہ نے اپنی ٹھنڈی ہوتی چائے کا آخری سپ لے کر کپ ٹیبل پر رکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ ابھی دو قدم ہی آگے بڑھی تھی کہ یک دم ہی کمرہ تیز روشنی سے روشن ہو گیا تو فاطمہ نے ایک نظر کمرے کی حالت پر ڈالی اور دوسری نظر حسنین کے حیران چہرے پر۔

ایک گرتے کی تلاش میں اس نے سارے کپڑے وارڈ روپ سے نکال باہر کیے تھے۔ لائٹ کے آتے ہی کمرے کی حالت واضح نظر آنے لگی تھی جو حسنین کی شرمندگی اور فاطمہ کے غصے میں دو گنا اضافہ کر رہی تھی۔ استری شدہ

کپڑے وارڈ روپ کے اندریوں لٹک رہے تھے جیسے کسی ناکردہ گناہ پر پھانسی پر لٹکا دیئے گئے ہوں۔ فاطمہ دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر کمرے کی حالت ملاحظہ کر رہی تھی جبکہ حسنین مجرم بنا سزا جھکائے بیڈ کے کونے پر بیٹھا تھا۔

”گر تاؤ ہونڈ رہے تھے کہ کوئی سرنگ کھود رہے تھے۔“ دوسرے پل فاطمہ اسی کی طرف دیکھ کر استفسار کرنے لگی۔

”سوری یار..... وہ مل نہیں رہا تھا اس لیے یہ سب ہو گیا۔“ حسنین مدھم آواز میں بولا۔

”اناڑی پن کی ساری حدیں توڑتا ڈیتے ہیں۔“ فاطمہ جا بجا بکھرے کپڑوں کو سیننے لگی۔

”وہ میرا بلیک کرتا.....“ دوسرے پل حسنین نے کہا۔

”یہ ہینگر کے ساتھ لٹکا کر رکھا ہے اگر طریقے سلیقے سے دیکھتے تو سامنے ہی تھا۔“ فاطمہ نے گرنا نکال کر اس کے سامنے کیا۔

”میں مدد کروا دوں؟“ دوسرے پل حسنین اس کے خراب موڈ کو ٹھیک کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

”تو ٹھیکس۔“ وہ اسی حیکھے انداز میں اس کی مدد لینے سے انکاری ہوئی۔

”اگر پہلے ہی مجھے بلا لیتے ناں تو اس وقت شرمندگی کی نوبت آتی اور نہ ہی مدد کی لیکن نہیں آپ تو بس اپنی مثال آپ ہیں ایک نمبر کے اناڑی.....“ وہ کپڑے اٹھاتے ساتھ ساتھ بڑبڑائے جا رہی تھی اور حسنین شرمندگی کے باوجود اس لمحے کو انجوائے کر رہا تھا۔

”یو مین..... جیسے وہ فلمیں ہیں ہیر و نمبرون بیوی نمبر ون کھلاڑی نمبرون ایسے ہی میں اناڑی نمبرون؟“ حسنین نے اسے چھیڑا۔

”وہ کھلاڑی نمبرون نہیں کھلاڑی چار سو بیس ہے۔“ فاطمہ نے ابرو اچکا کر حسنین نظروں سے اسے دیکھا۔

”کیا مطلب؟“ حسنین چونکا۔

”خود ہی سمجھ جائیں۔“ فاطمہ اب کے مسکرائی۔

”کھلاڑی چار سو بیس..... اناڑی چار سو بیس؟“ حسنین زیر لب بولا اور فاطمہ کی طرف دیکھا جواب اس کی بڑبڑاہٹ سن کر کھلکھلا کر ہنسی۔ حسنین نے مصنوعی ناراضگی کا اظہار کیا اور فاطمہ کے نوٹس نہ لینے پر منہ پھلا کر بیٹھ گیا۔

”نیکسٹ نام کپڑے چاہیے ہوں تو پلیز خود کچھ نہ کرنا مجھے آواز دے دینا۔“ دس منٹس میں فاطمہ نے سارے

بکھرے کپڑے وارڈ روپ میں رکھ دیئے تھے کہ بعد میں میں سیٹ کر دے گی ابھی کچن صاف کرنے میں زرفین کی مدد کرنی تھی۔

”کپڑے تو چاہیے ہوتے ہیں ناں۔“ حسنین نے مسکراہٹ دبا کر کہا۔

”اُف او.....“ دوسرے پل فاطمہ اس کی معنی خیز بات پر اس کو گھور کر رہ گئی۔

”اچھا میں واش روم جا رہا ہوں۔“ وہ باہر کی جانب بڑھی تو حسنین بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

”تو جائیں نا مجھے بتانے کی کیا ضرورت ہے۔“ فاطمہ جھنجھلائی۔

”خود ہی تو کہتی ہو کہ کہیں بھی جاؤ تو بتا کر جایا کرو۔“ حسنین اس کے ساتھ کمرے سے باہر نکل رہا تھا شریر لہجے میں بولا۔

”اب یہ تو نہیں کہاناں کہ واش روم جاؤ تو وہ بھی بتاؤ۔“ فاطمہ منہ بسور کر بولی۔

”ہا ہا ہا اچھا.....“ حسنین واش روم کی جانب بڑھ گیا اور فاطمہ کچن کی طرف۔

”اونہہ..... اناڑی چار سو بیس اب صحیح نام ملا آپ کا۔“ وہ زیر لب بولی اور کچن میں داخل ہو گئی تھی۔

”کل میں جو سامان لایا تھا اس میں رس ملائی کا پیکٹ تھا ناں؟“ وہ دوسرے دن کی افطاری کی تیاریوں میں مصروف تھی جب حسنین نے کچن میں قدم رکھا اور اس سے رس ملائی کی بابت پوچھنے لگا۔

”ہاں تھا ناں۔“ فاطمہ پکڑوں کا مصالحو تیار کر رہی تھی پیاز کاٹ کر پلاسٹک کے ڈونگے میں ڈالا اور اس کی طرف دیکھ کر مسکرا کر اسے بتایا۔

”بن..... نا..... ای..... مم..... میں ابھی آئی۔“ دوسرے پل فاطمہ نے ماتھے پر ہاتھ مارا اور حواس باختہ سی کچن سے باہر بھاگ گئی جبکہ حسنین ہکا بکا اس کی اس حرکت کو دیکھتا رہ گیا۔



”زرین..... زرین..... کہاں ہو؟“ زرین کو پکارتی وہ اس کے کمرے میں جا پہنچی۔ وہ وضو کر کے نماز ادا کرنے کی تیاری میں تھی۔ اس کی عجلت آمیز پکار پر جائے نماز ہاتھ میں پکڑے متعجب نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

”اللہ خیر کیا ہوا ہے؟“ زرین اس کے پھولے سانس کو دیکھ کر پوچھنے لگی۔

”تم نے رس ملائی فریزر سے نکالی تھی؟“ فاطمہ اپنی سانس بحال کرتی اس پوچھنے لگی۔

”ہیں..... کون سی رس ملائی؟“ زرین حیران ہی تو ہوئی۔

”اب تمہاری یادداشت کو کیا ہوا ہے؟ ارے یار رس ملائی جو میں نے تمہارے بھائی کو امپریس کرنے کے لیے بنائی تھی اور ٹھنڈی ٹھنڈی.....“ کرنے کے لیے فریزر میں رکھی تھی۔ فاطمہ جھنجھلائی۔

”مجھے تو نہیں پتا تم نے ہی رکھی تھی ناں۔ مجھے تو تم نے ایسی کوئی ہدایت نہیں دی تھی۔“

”حد ہوتی ہے یار کیا فائدہ ہوا پھر مل ملا کر کام کرنے کا تم اتنا بھی نہیں کر سکتی۔“ فاطمہ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ لگی اس کو لتاڑنے زرین ہونقوں کی طرح اس کو دیکھنے لگی۔

”آف یار..... اب ایسے نہ دیکھو مجھے نہیں یاد رہا تو تمہارا تو فرض تھا ناں کہ رس ملائی فریزر سے نکال دیتی یا کم از کم کھانے کے لیے ہی مانگ لیتی۔ ذرا سا چھیڑ چھاڑ ہی دیتی کہ اکیلے اکیلے رس ملائی کھا گئے اب مروادیا ناں۔ وہ رس ملائی ساری فریزر میں ہی جم گئی ہوگی۔“ فاطمہ خواہواہ ہی اپنی ساری بے وقوفی اس کے متھے ملنے لگی۔

”اوہیلومیڈم..... ذرا سانس لو اور غور فرماؤ کیا کہے جا رہی ہو۔“ دوسرے پل زرین نے تیوری چڑھا کر اسے دیکھا۔

”اب وہ آئس کریم بن گئی ہوگی ناں مجھے یاد ہی نہیں رہی۔“ فاطمہ اب منہ بسور کر بولی۔

”حسین نے پوچھا تو میں نے کہہ دیا کہ بنائی ہے۔“ فاطمہ روتی صورت بنا کر مزید گویا ہوئی تو زرین نے بے

اختیار سر پیٹ لیا۔

”اب تم خود سوچو اناڑی کون ہے؟“ اس کے تاثرات دیکھ کر اب زرین ہنسی۔ ”تم دونوں ہی اپنے اپنے طریقے کے اناڑی ہوا ایک سے بڑھ کر ایک۔ تو اب میرے بھائی کو بدنام کرنا بند کرو اور پریشان نہ ہو میں ہوں ناں۔“ زرین مسکرا کر شاہانہ انداز میں اس کو تسلی دینے لگی۔

”تم چلو کچن میں میں نماز پڑھ کر آتی ہوں ویسے بھی افطار کے بعد ہی کھائیں گے ناں تو کہہ دو کہ رس ملائی تیار ہے۔“ زرین نے ہمیشہ ہی اس کو مشکل سے نکالا تھا فاطمہ نے تشکر آمیز نظروں سے اسے دیکھا اور اثبات میں سر ہلا کر کچن میں آگئی حسنین شاید کمرے میں چلا گیا تھا۔ فاطمہ نے گہرا آسودہ سانس لیا اور دوبارہ پکوڑوں کے مصالے کی طرف متوجہ ہو گئی۔

”کہاں ہے رس ملائی؟“ تقریباً پندرہ بیس منٹس بعد زرین کچن میں داخل ہوئی۔

”فریزر میں ہی ہے ابھی تک۔“ فاطمہ چناچٹ کے لیے آلو بالانے کے لیے رکھتے ہوئے اسے دیکھ کر بولی۔

”کم از کم اب تو نکال دیتی۔“ زرین نے افسوس کے سے انداز میں سر کو دائیں بائیں ہلا کر اسے دیکھا اور فریزر سے رس ملائی نکالنے لگی۔

”یار اس کے تو دو دن تک پھلنے کے آثار نظر نہیں آرہے ہیں۔“ زرین پر سوچ نظروں سے فل فارم میں جمی رس ملائی کو دیکھ رہی تھی کہ فاطمہ اس کے پاس آکھڑی ہوئی اور اپنی انگلی سے رس ملائی کی تہہ کو دباتے ہوئے انتہائی مایوس انداز میں بولی تو زرین نے تنبیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

”اس کو مائیکرو ویو میں رکھتے ہیں تھوڑی پھلے گی تو ٹھیک ہو جائے گی۔“ دوسرے پل زرین نے حل پیش کیا تو فاطمہ اس کی فہانت کی قائل ہو گئی۔ متبسم نظروں سے اسے دیکھ کر اس کے اس آئیڈیا کو خراج تحسین پیش کیا اور تائید کی زرین نے فرضی کالر جھاڑے اور جمی ہوئی رس ملائی کے ڈونگے کو مائیکرو ویو میں رکھ دیا۔

”حسین کتنا خوش ہوں گے ناں کہ میں نے اتنا لمبا روزہ رکھ کر اس گرمی میں بھی ان کی خواہش پوری کی۔“ فاطمہ مسکراتے ہوئے من ہی من میں خوش ہو رہی تھی۔

”تم دیکھنا اس کو میں آنا گوندھ لوں۔“ زرین نے مائیکرو ویو کی ٹائمنگ سیٹ کر کے فاطمہ کو الٹ رہنے کا کہا اور اپنے کام میں لگ گئی۔

”کیا ہوا ہے؟“ زرین آنا گوندھنے کے ساتھ ساتھ چند اور کام بھی نمٹا کر کچن ٹاول سے ہاتھ صاف کر کے اس کی طرف آئی تو فاطمہ دونوں کہنیوں کو ورک ٹاپ پر رکھتے ہاتھوں کے پیالے میں روتی صورت بنائے کھڑی تھی۔ اس کے پوچھنے پر خاموش نظروں سے اسے دیکھا اور رس ملائی والا ڈونگا اس کے سامنے کیا جو اس قدر ابل رہا تھا جیسے ابھی ابھی چولہے سے اتار کر رکھا ہو۔

”یہ کیا ہے؟“ زرین نے رس ملائی میں جھج چلا یا تو اس کے بالز ٹوٹے ہوئے تھے اور دھواں نکل رہا تھا زرین نے تہر آلود نظروں سے اسے دیکھا۔

”ابھی اس کی برف پھلی نہیں تھی میں نے ٹائمنگ بڑھادی تو وہ کچھ زیادہ بڑھ گئی اور.....“

”حد ہوتی ہے ویسے تمہیں کس نے کہا تھا کہ ٹائمنگ بڑھا دو؟ میں نے جو سیٹ کی تھی وہ ٹھیک تھی ناں اب کہاں وقت ہے اس کو دوبارہ ٹھنڈا کر کے افطاری کے ساتھ رکھنے کا۔“ زرین ناٹم دیکھتے ہوئے اچھے خاصے بڑے انداز میں اس کو ڈپٹنے لگی۔

”اچھا اب ایسے منہ نہ بناؤ بھائی سے کہہ دینا کہ آج بنائی ہے اور ابھی ٹھنڈی نہیں ہوئی تو سحری کے وقت کھالیں۔“ فاطمہ انتہائی دل برداشتہ دکھائی دینے لگی تو زرین نے اب قدرے نرمی سے کہا تو اس نے خاموشی سے اسے دیکھ کر اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر دونوں افطار کی چیزیں بنانے میں جت گئی کہ اب واقعی وقت کم تھا۔

انہی چھوٹی چھوٹی شرارتوں اور بے وقوفیوں میں گن وہ رمضان کا مہینہ گزار رہے تھے۔ آخری عشرہ بھی شروع

ہو چکا تھا۔ حسنین اسی لگن کے ساتھ تراویح کی نماز ادا کرنے جاتا رہا فاطمہ اور زرین بھی افطاری کی تیاریوں عبادت اور ایک دوسرے کو الزام دیتے دیتے دن گزار رہی تھیں۔ پچھلے دو دن سے فاطمہ کے انداز میں ایک بے چینی سی در آئی تھی۔ ایک جھنجھلاہٹ طاری ہو رہی تھی جس کو حسنین نے محسوس تو کیا لیکن حسب عادت درگزر کر گیا اور پھر زرین تھی جس نے اس کے انداز کو دیکھتے ہی اس سے پوچھ ڈالا۔

”کیا ہوا بھابی جان؟ دو دن سے تو آپ کے انداز ہی بدلے ہوئے ہیں پھر بھائی سے کوئی شکایت ہے جو دل کو لگالی کہ روزوں نے نڈھال کر دیا۔“ فاطمہ انتہائی ست روی سے چلتی ہوئی اس کے کمرے میں داخل ہوئی تو زرین نے اس کی طرف دیکھ کر استفسار کیا تو فاطمہ نے خاموش شکایتی نظروں سے اسے دیکھا۔

”کیا ہوا؟“ اس کی خاموشی پر زرین نے متفکرانہ انداز میں دوبارہ پوچھا۔

”آج تیس روزے ہو گئے ہیں اور.....“

”اور بھائی نے ابھی تک تمہیں عید کی شاپنگ نہیں کرائی اس لیے دل ادا اس ہو رہا ہے۔“ وہ ہاتھ کو مروڑتی بولنے لگی تو یک لخت ہی زرین نے اس کی بات اچک لی۔

”ہاں ناں یار..... دیکھ ناں یہ بھی بھلا کوئی شرافت ہے۔“ دوسرے پل فاطمہ حسب عادت چپکنے لگی تو زرین نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

”شرافت نہیں یہ حسنین ہے۔“ زرین کھلکھلا کر ہنسی۔

”حد ہوتی ہے ناں یار..... بندہ ایک بار پوچھ ہی لیتا ہے لیکن نہ وہ تو ایسے پتھر دل ہیں کہ منٹ دیر نہیں لگاتے میری خواہشوں کو چکنا چور کرنے میں۔“ اب کے فاطمہ پھر اداسی سے بولی۔

”ایک تو تم ناں مایوس بہت جلد ہو جاتی ہو ذرا صبر سے بھی کام لے لیا کرو۔ ہو سکتا ہے بھائی کا کوئی پلان ہو.....“ زرین نے اس کو ایک بار پھر تسلی دینی چاہی۔

”نہ نہ زرفین بی بی..... تم رہنے دو اللہ ہی بچائے تمہارے بھائی کے ان ڈھکے چھپے پلانز سے۔“ فاطمہ نے باقاعدہ ہاتھ چھوڑ کر اس کی طرف دیکھا تو زرفین نے جسمکین نظروں سے اسے دیکھا۔

”اب ضروری ہے کہ ہر پارٹ میں ان کو یاد دلایا کروں کہ میری خواہش پوری کرو۔ کم از کم عیدی لینا تو میرا حق ہے نا۔“ فاطمہ رو ہاسی انداز میں بولی۔

”یاریل جائے گی نا ابھی تو دن ہیں نا۔“ زرفین نے اسے تسلی دی۔

”ہاں میرا خون جلا جلا کر ملی بھی تو کیا ملی۔“ وہ منہ بسور کر بولی اور پھر دو چار مزید شکایتوں کے بعد ہلکی پھلکی ہو گئی۔

”سن یار زرفین میں سوچ رہی تھی.....“ فاطمہ اٹھ کھڑی ہوئی اور واپس اپنے کمرے کی جانب بڑھنے لگی کہ ایک دم رک گئی تو زرفین جواب تیکے سے ٹیک لگا کر کچھ دیر آرام کرنے لگی تھی نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

”تم میری زندگی میں بہت اہم کردار ادا کر رہی ہو اس کے لیے آئی لو یو۔“ فاطمہ دوسرے لمحے اس کے پاس آ بیٹھی اور اس کو گلے لگاتے ہوئے کہا تو زرفین بھی مسکرا دی۔

”پلیز تم کبھی کہیں نہ جانا۔“ اب وہ اس کے ہاتھ پکڑتے ہوئے بولی۔

”تمہارا مطلب ہے کہ میں شادی نہ کروں؟“ دوسرے پل زرفین نے اسے گھورا۔

”شادی نری خواری ہے۔“ فاطمہ نے اس کو بد دل کرنے کی کوشش کی۔

”لیکن کچھ مہینے پہلے تو جب تم بوہوری تھیں تو میری شادی کے پلانز بنا رہی تھیں وہ؟“ زرفین نے اس کو شرمندہ کرنا چاہا۔

”مہینے بڑا شوق ہو رہا ہے شادی کا۔“ فاطمہ اس کی جراح پر اس کو گھور کر بولی۔

”ہا ہا ہا..... نہیں مجھے کوئی شوق نہیں ہے ویسے تم دونوں

کا حال دیکھ کر مجھے بھی اپنی فکر لگ گئی ہے۔“ زرفین نے مسکرا کر کہا۔

”ہمارا کوئی اتنا خستہ حال نہیں کہ تم افسوس کرنے بیٹھ جاؤ۔“ فاطمہ نے اس کو ٹوکا۔

”اچھا.....“ اس کا اچھا خاصا معنی خیز تھا۔

”اچھا اب جاؤ تم بھی ریٹ کر لو پھر افطار کا ٹائم ہو جائے گا۔“ زرفین نے کہا تو فاطمہ اٹھ کر اس کے کمرے سے باہر نکل گئی اور زرفین چند لمحے کچھ سوچنے کے بعد حسنین کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔



”یہ لو.....“

”یہ کیا ہے؟“ فاطمہ نے حیرت سے حسنین کے بڑھے ہاتھ کو دیکھا۔

”غالبا اس کو والٹ کہتے ہیں۔“ حسنین نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنا والٹ اس کی ہتھیلی پر رکھا۔

”واہ ویری ٹائس کہاں پڑا ہوا ملا؟“ فاطمہ نے قدرے دانت پیس کر اس سے پوچھا تو حسنین مسکرا دیا۔

”کہیں پڑا ہوا نہیں ملا تمہیں دے رہا ہوں اس میں پیسے ہیں تمہاری عید کی شاپنگ کے لیے۔“ حسنین نے اسے تفصیل سے بتایا۔

ابھی ابھی روزہ افطار کر کے مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر فاطمہ کمرے میں آئی تھی تو حسنین نے اسے والٹ پکڑا یا اور اب اس کی بات پر اس نے غصے سے اسے دیکھا۔

”کل زرفین کے ساتھ جا کر اپنی عید کی شاپنگ کر لینا۔“ حسنین نے بات جاری رکھی تو فاطمہ نے والٹ کو الٹ بلیٹ کر دیکھا۔

”تو تھینکس.....“ دوسرے پل وہ حسنین کا ہاتھ پکڑ کر والٹ اس کی ہتھیلی پر رکھتے ہوئے بولی تو حسنین نے متعجب نظروں سے اسے دیکھا۔

”زرفین کے ساتھ ہی جانا ہے تو میرے پاس پیسے ہیں آپ کو کسی زحمت کی ضرورت نہیں۔“ فاطمہ روٹھے

انداز میں اسے دیکھ کر بولی اور واپس پلٹنے لگی۔

”ارے ارے..... اچھا سنو تو.....“ دوسرے پل سر کھجا تا حسنین اس کے سامنے کھڑا ہوا۔

”اچھا تیار ہو جاؤ جلتے ہیں۔“ وہ ہتھیار ڈالتا ہوا بولا۔

”ابھی.....؟“ وہ جو جسمکین نظروں سے اسے دیکھے گئی تھی یک دم حیرت سے چلائی۔

”بالکل ابھی.....“ وہ مسکرا کر اس کے بالوں کی لٹ کو کھینچ کر بولا۔

”لیکن آپ کی تراویح نماز؟“ وہ ابھی تک بے یقینی کی حالت میں تھی۔

”آج صرف عشاء کی نماز بڑھ لوں گا جلدی سے تیار ہو جاؤ اب دیر نہ کرنا۔“ وہ مسکرا کر بولا تو فاطمہ نے دل ہی دل میں ”یا ہو“ کا نعرہ لگایا۔ پل بھر میں ساری شکایتیں دور ہو گئیں۔

”ہیلو بھائی پلیز اس بے چاری کو عید کی شاپنگ کرا دو خوا مخواہ اپنا خون جلائی رہے گی۔ اس کا نہ ہی میرے کانوں کا ہی خیال کر لو۔“ دوپہر میں زرفین کی کال نہ اٹینڈ کر سکا تھا اور چند گھنٹوں بعد ہی اس کا میج مل گیا تھا جس پر اس نے گہرا سانس لیا تھا اور ”اوکے“ کا رہیلے کر دیا تھا اور اس وقت اپنے اس کہے گئے اوکے کی ہی لاج رکھ رہا تھا ورنہ اس کو ہمیشہ خالصتاً زانا نہ شاپنگ سے اجتناب ہوتی تھی۔

”زرفین میں جا رہی ہوں شاپنگ کے لیے تمہارے لیے کچھ لاؤں؟“ وہ بے تحاشہ خوش تھی تیار ہو کر زرفین کے پاس آئی تو اس نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

”نہ میری بہن تو اپنے لیے ہی کر لے میرے لیے یہ بہت بڑی بات ہے۔“ زرفین نے اسے چھیڑا تو وہ بنا کچھ کہے اثبات میں سر ہلا کر باہر بڑھ گئی۔

”سن زرفین.....“ وہ جاتے جاتے پلٹی۔

”کیا.....؟“

”ڈبے میں ڈبے ڈبے میں ایک قسم سے تمہارا بھائی ہے لاکھوں میں ایک ہے“ فاطمہ آنکھ دبا کر بولی اور کھلکھلاتی ہوئی باہر نکل گئی

اور زرفین قہقہہ لگا کر ہنسی اور دل ہی دل میں اس کی اس خوشی کے برقرار رہنے کی دعا کرنے لگی کیونکہ حسنین کو بھی جانتی تھی۔

وہ دونوں اب مارکیٹ پہنچ چکے تھے ہر طرف گہما گہمی کا عالم تھا۔ عورتیں بچے لڑکیاں مرد حضرات سب ہی عید کی شاپنگ میں مصروف تھے ہر طرف لائٹنگ اور خوب ہلہ گلہ تھا۔ فاطمہ اور حسنین بھی چلے جا رہے تھے۔

”تم نے کیا کیا لینا ہے؟“ حسنین نے اس کے ہمراہ چلتے ہوئے پوچھا۔

”کپڑے چوڑیاں جیولری سینڈل مہندی اور اینڈ میں فالوہ کھا میں گے۔“ فاطمہ نے اپنی لسٹ بتائی۔

”یہ ساری چیزیں آج لینی ہیں۔“ حسنین نے حیرت سے اسے دیکھا۔

”کیوں کیا ہوا؟“ وہ اپنی خوشی میں مگن بولی۔

”نہیں کچھ نہیں اوکے لو پھر۔“ چارو ناچار اسے اس کے ہمراہ ہونا پڑا۔

”دیکھیں حسنین یہ سوٹ کیسا ہے؟“ وہ اب ایک کپڑوں کے اسٹور میں داخل ہوئے تھے۔

”تمہیں پسند ہے تو لے لو۔“ حسنین نے فنانٹ ساری ذمہ داری اس پر ڈال دی ایک تو اس قدر رش اس پر گرمی پل بھر میں ہی حسنین اکتا گیا۔

”اچھا یہ والا کیسا ہے؟“ دوسرے پل وہ ایک اور سوٹ کی طرف اشارہ کر کے اس سے پوچھنے لگی۔

”ہاں یہ بھی اچھا ہے۔“ حسنین نے پسندیدگی کا اظہار کیا۔

”اسی ڈیزائن میں وہ گرین رنگ زیادہ اچھا نہیں لگ رہا؟“ ساتھ بیٹھی ایک دوسری عورت نے اسی سوٹ میں گرین رنگ الگ کروایا تھا تو فاطمہ نے حسنین سے پوچھا۔

”نہیں یہ زیادہ اچھا ہے۔“ حسنین نے بمشکل ضبط کرتے ہوئے اسے کہا۔

”چلیں۔“ دوسرے پل وہ وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

”کیوں کیا ہوا؟“ حسنین نے حیرت سے اسے دیکھا۔  
”حد ہوگئی یہ دیکھیں۔“ فاطمہ اس کو سوٹ کی قیمت دکھانے لگی۔

”کیا یہ سوٹ آٹھ ہزار والا ہے؟ خواہ براؤنڈ ڈیگ کا کریمتیں بڑھادیتے ہیں لیکن خریدنے والے کو اصل اور نقل کی خوب پہچان ہونی ہے۔“ فاطمہ کو اب اس شاپ سے نکلنے کا بہانہ چاہیے تھا حسنین خاموشی سے اس کے ہمراہ وہاں سے نکل آیا۔  
”حسنین یہ شال کیسی ہے؟“ چلتے چلتے فاطمہ شال کی شاپ کے پاس رک گئی۔

”حسنین.....“ دوسرے پل اس نے اپنے ساتھ دیکھا تو حسنین چلتا ہوا کافی آگے بڑھ چکا تھا تو فاطمہ نے شال کو چھوڑ کر اس کی طرف دوڑ لگائی کہ اتنے رش میں اگر وہ کھوگئی تو کیا ہوگا۔

”یہ سوٹ اچھا لگ رہا ہے؟“ اب وہ ایک اور شاپ میں داخل ہوئے تھے اور خوش قسمتی سے وہاں رش قدرے کم تھے تو فاطمہ نے ایک انتہائی خوب صورت کام والے آف وائٹ سوٹ جس پر گولڈن اور سلور رنرز بھی لگے تھے کی طرف اشارہ کر کے حسنین سے پوچھا۔

”یار جو پسند ہے لے لو تم نے پہننا ہے تو تمہیں پسند ہونا چاہیے نا۔“ اب کے حسنین نے کتنی دیر سے ضبط کی ہوئی جھنجھلاہٹ کو اس پر عیاں کر دیا تو فاطمہ نے لب بھینچ کر اسے دیکھا۔

”یہ لے لو؟“ وہ مطمئن نہیں ہو رہی تھی اس لیے اس کی جھنجھلاہٹ کی پروا کیے بنا ایک بار پھر اس سے ہی پوچھا۔

”ہاں لے لو اچھا لگ رہا ہے۔“ وہ اس کی طرف دیکھ کر چہرے پر مسکراہٹ سجا کر بولا۔ ”کیا ہوا؟“ وہ ابھی تک ڈریس کو مختلف زاویوں سے دیکھے جا رہی تھی کہ حسنین نے پھر پوچھا۔

”میں سوچ رہی ہوں اس وائٹ ڈریس میں بہت

بدروح سی نہ لگوں کوئی اور رنگ نہ ہو اس میں؟“ فاطمہ پُرسوج نظروں سے حسنین کو دیکھ کر بولی تو وہ حیران رہ گیا۔  
”چیزیں بدروح نہیں لگ سکتی لیتا ہے تو لو اور جلدی کرو ابھی تک ایک سوٹ نہیں خریدا۔“ حسنین اب غصیلے لہجے میں بولا۔ ”یہ لے لو اچھا سوٹ ہے اس کے ساتھ چوڑیاں اور جیولری مگر قل کر لیتا۔“ اس کے ڈانٹنے کے باوجود فاطمہ ابھی تک تذبذب کا شکار تھی تو حسنین نے حل پیش کیا۔  
”ارے واہ گریٹ آئیڈیا۔“ وہ من ہی من میں اس کے آئیڈیے سے متاثر ہوئی اور پل بھر میں ہی اس کے مرجھائے چہرے پر ایک بار پھر خوشی نظر آنے لگی۔ حسنین نے اس کی طرف دیکھ کر گہرا سانس لیا اور پھر تقریباً گھنٹہ ڈیڑھ کی خواری کے بعد وہ فقط ایک سوٹ ہی لے پائی۔

”پہلے جیولری لے لیتی ہوں۔“ وہ سوٹ کا بیگ حسنین کو پکڑا کر جیولری کی شاپ کی طرف اشارہ کرنے لگی تو چارونا چاروہ اس کے پیچھے پیچھے شاپ میں داخل ہو گیا اور وہاں بھی ہجوم نے پل بھر میں ہی اس کے چودہ طبق روشن کر دیئے تھے۔ وہ لڑکیوں کے ہجوم سے ذرا ہٹ کر ایک طرف کھڑا ہو گیا اور فاطمہ کو جیولری منتخب کرنے کا کہنے لگا۔  
اب وہ طائرانہ نظروں سے جیولری کی لشکارے مارتی شاپ کا معائنہ کرنے لگی۔ تیز روشنی میں جیولری کے ٹکوں سے روشنی کی شعاعیں آنکھوں کو چندھیانے لگی تھی لیکن قیمتوں پر بحث کرتی جیولری کو دوپٹوں اور شرٹس سے بچ کرتی ان لڑکیوں کو ذرا کوئی احساس نہ ہو رہا تھا۔

”نہیں بہن جی یہ فکس پرائس ہے..... بہن ہمیں کچھ بچتا ہی نہیں..... دیکھیں محترمہ اگر آپ نے یہ چوڑیاں لینی ہیں تو قیمت یہی ہے۔“ وہ شاپ کیپر کی پھرنی سے متاثر ہو رہا تھا۔ کیسے ایک وقت میں اتنی لڑکیوں سے سودے بازی کر رہا تھا۔ واقعی جس کا کام اسی کو سامنے۔“ اس نے لمحے بھر کو ان چوڑیوں کے بزنس کے بارے میں سوچا اور دوسرے ہی پل تو بہ بھی کر لی۔

”ایک نہیں سنبھالی جاتی کہاں اتنی جج جج برداشت ہوگی۔“ دوسرے پل وہ سر کھجاتا فاطمہ کو دیکھنے لگا جواب

چوڑیوں کو دوپٹہ نکالے اس کے ساتھ میچ کر رہی تھی۔ اس پاس اب رش قدرے کم ہو چکا تھا اس لیے حسنین اس کے پاس آ کھڑا ہوا تھا فاطمہ نے پلٹ کر دیکھا۔  
”کہاں رہ گئے تھے آپ؟“ فاطمہ یک لخت اپنے آپ کو محفوظ حصار میں مقید سمجھنے لگی۔  
”رش زیادہ تھا اس لیے وہاں پیچھے کھڑا تھا جیولری سلیکٹ ہوگئی؟“ حسنین اس سے پوچھا۔

”ہاں کچھ ہوئی گئی ہے دیکھیں ذرا یہ اچھی لگے گی نا؟“ دوسرے لمحے فاطمہ نے سائیڈ پر رکھی اپنی منتخب کردہ جیولری کو دوپٹہ پر رکھتے ہوئے ایک بار پھر اس سے مشورہ کرنے لگی۔ حسنین نے آف وائٹ دوپٹے پر ملٹی کلرز کنگن اور مونے مونے گرین اور ریڈنگوں والے ائزرنگ اور ٹیکس کو ستائش بھری نظروں سے دیکھا جو بے انتہا خوب صورت لگ رہے تھے۔

”ہاں بہت اچھے ہیں۔“ حسنین نے مسکرا کر کہا۔  
”اور یہ چوڑیاں؟“ فاطمہ ہاتھ میں پکڑی ست رنگی چوڑیوں کو اس کے سامنے کیا۔  
”یہ تو بہت پیاری ہیں۔“ حسنین نے اب قدرے ریلیکس انداز میں کہا۔

”تو یہ لے لو؟“ وہ دلکش مسکراہٹ کے ساتھ پوچھنے لگی تو اس نے اثبات میں سر ہلادیا اور پھر منتخب کردہ جیولری کا پل پل کر کے وہ اس شاپ سے بھی باہر نکل آئے۔  
”اب کیا رہتا ہے؟“ حسنین نے اس سے پوچھا۔  
”یہ شال کتنی اچھی ہے نا۔“ وہ ایک بار پھر ایک شال کو پسند کر بیٹھی۔

”تو لے لو۔“ حسنین نے جھٹ پٹ پسندیدگی کی سند دے دی۔  
”بھائی صاحب یہ کتنے کی ہے؟“ دوسرے پل حسنین نے شاپ کیپر سے پوچھا۔  
”جی یہ پانچ سو کی۔“ اس نے مصروف انداز میں ان کو شال کی قیمت بتائی۔

”کیا پانچ سو کی اتنی معمولی سی شال اور اتنی مہنگی۔“

دوسرے پل حسنین نے تیزی سے کہا۔  
”معمولی شال.....؟“ فاطمہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

”اگر معمولی ہے تو نہ لیں۔“ شاپ کیپر برا مناتے ہوئے تلخ لہجے میں بولا۔  
”اس کے مزاج ہی نہیں مل رہے۔“ حسنین نے فاطمہ کو دیکھا۔

”مزاج کیسے ملیں گے اتنی اچھی شال کو“ معمولی“ کہہ رہے ہیں تو.....“ فاطمہ نے موقع محل کا لحاظ کیے بنا تہر آلود نظروں سے اسے دیکھا۔

”بھیا ہم نے یہ شال لینی ہے لیکن اتنی مہنگی نہیں۔“ دوسرے لمحے فاطمہ خود شال کا سودا کرنے لگی۔  
”تین سو روپے دیں گے اور یہ شال بھی لیں گے۔“ فاطمہ نے دادا گیری کا سا انداز اپنایا تو حسنین نے متعجب نظروں سے اسے دیکھا۔

”نہیں بہن یہ تو بہت کم ہیں ہماری تو یہ خرید بھی نہیں ہے۔“ جہاں حسنین حیران ہوا تھا وہاں شاپ کیپر بھی منمنایا۔

”اچھا تین سو پچاس سے تو ایک پیسہ بھی زیادہ نہیں دینا۔“ فاطمہ نے ایک دم پچاس روپے بڑھائے تو حسنین نے اسے دیکھا۔

”نہیں بہن یہ بھی بہت کم ہیں چار سو سے کم نہیں۔“ حسنین نے اب شاپ کیپر کو دیکھا۔  
”چار سو پچاس۔“ دوسرے پل حسنین بولا۔

”حسنین.....“ فاطمہ نے دانت پیس کر کہا تو وہ ہنسنے لگا۔

”شال کی“بولی“ لگ رہی ہے تو میرا نام بھی آنا چاہیے نا۔“ حسنین شرارت سے بولا۔

”اب وہ چار سو کہہ رہا ہے تو دے دو جس حساب سے پچاس آگے بڑھائے جا رہے ہیں یہ نہ ہو ہزار تک پہنچ جائے۔“ اب کے حسنین نے سنجیدگی سے کہا تو فاطمہ منہ بسور کر رہ گئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

”اچھے بھائی چارو میں دے دو۔“ دوسرے پل فاطمہ ہتھیار ڈال چکی تھی۔

”ابھی بھائی صاحب نے تو کہا ہے چارو پچاس۔“

شاپ کیپر نے کہا تو حسنین ہنس دیا۔

”ارے نہیں یا زلفین! میں کہا تھا یہ چارو میں دے دو میری حالت پر رحم کھاؤ! پانچ گھنٹے سے خوار ہو رہا ہوں۔“

دوسرے پل حسنین نے مسکرا کر کہا تو وہ بھی مسکرا دیا۔

”چلو دے دو اب پیسے۔“ شاپ کیپر نے شمال کو بیگ میں ڈال کر ان کی طرف بڑھایا تو حسنین نے بیگ پکڑتے ہوئے فاطمہ سے کہا۔

”میرے پاس تو پانچ سو کا نوٹ ہے آپ کے پاس چھینچ ہوگا۔“ فاطمہ نے کہا تو حسنین نے اسے دیکھا۔

”کیا..... پانچ سو کا نوٹ ہے تو اتنی جرح کی کیا ضرورت تھی میں سمجھا تھا کہ ہیں ہی اتنے.....“ خواخواہ بچت کرنے اور وقت ضائع کرنے پر حسنین اب اس کو ڈانٹنے لگا تھا۔ فاطمہ منہ بسورے پانچ سو کا نوٹ اس کو پکڑانے لگی۔

”یہ لو بھائی، سو روپے واپس کر دو۔“ حسنین نے بگڑے انداز میں کہا جبکہ فاطمہ من ہی من میں پیسے کم کرانے میں کامیاب ہونے پر خوش ہو رہی تھی لیکن حسنین کے سامنے اس کی ڈانٹ کے ڈر سے وہ اس کارنامے کا اظہار اس کے سامنے نہیں کر پارہی تھی اور اب وہ جلد از جلد زرفین کے پاس پہنچنا چاہ رہی تھی۔

”پلیز اب بانی جو چیزیں رہ گئی ہیں وہ زرفین کے ساتھ آ کر لے لینا۔“ حسنین اب اکتا چکا تھا جبکہ فاطمہ بھی اب واپس جانا چاہ رہی تھی۔

”ہاں ٹھیک ہے۔“ اس نے ایک دم مان جانے پر حسنین نے آسودہ سانس خارج کی اور گھر کی طرف چل پڑے۔

”ہائے اللہ! ہستہ چلیں ناں۔“ حسنین آگے آگے تھا جبکہ فاطمہ اس سے کافی پیچھے تھوڑی تھوڑی دور جانے کے بعد وہ تقریباً بھاگ کر اس تک پہنچتی تھی لیکن

بار بار وہ آگے بڑھ جاتا تو اب کے فاطمہ نے اس سے کہا تو وہ رک گیا اور پھر اس کے حسنین تک پہنچتے ہی دونوں ساتھ ساتھ چلنے لگے۔

”اوہ.....“ وہ گاڑی میں بیٹھ چکے تھے کہ فاطمہ نے ایک دم کہا۔

”کیا ہوا.....؟“

”فالودہ تو کھایا ہی نہیں۔“ وہ افسوس زدہ انداز میں بولی۔

”اب زرفین کے ساتھ آؤ گی ناں تو کھالینا اب بہت دیر ہوگئی ہے۔“ حسنین نے اسی اکتاہٹ بھرے لہجے میں کہا تو فاطمہ نے تکیھی نظروں سے اسے دیکھا لیکن خاموش رہی اور پھر کچھ دیر کی ڈرائیو کے بعد وہ گھر پہنچ چکے تھے۔

زرفین نے ان کی شاپنگ کی روداد سن کر اس کا خوب ریکارڈ لگایا اور دونوں نے بہت انجوائے بھی کیا باقی کی شاپنگ وہ اور زرفین مل کر مکمل کر چکی تھیں۔ انیس روزے کی افطاری کی تیاریوں میں مصروفیت عروج پر تھی یقینی طور پر آج رات چاند رات ہوتی تھی۔ ہر طرف یہی شور تھا کہ کل عید ہے۔ افطاری کے بعد وہ چھت پر چلی گئی اور چاند دیکھنے کی اپنی سی کوشش کرنے لگیں۔ کافی دیر انتظار کے بعد جب کامیابی نہ ہوئی تو فاطمہ اور زرفین نیچے آگئی جب کہ حسنین ابھی تک چھت پر ہی تھا کہ پٹاخوں کی آوازوں نے چاند کے نکل آنے کی نوید سنادی۔ بادلوں نے ان کو چاند کے دیدار سے محروم رکھا لیکن چاند رات ان کی تھی۔

”چاند رات مبارک۔“ حسنین چھت سے نیچے آیا اور با آواز بلند بولا۔

”الحمد للہ..... چاند رات مبارک۔“ فاطمہ نے بھی کہا اور پھر سب نے مبارک باد دی۔ کچھ دیر بعد فاطمہ اور زرفین کچن کا کام نٹھانے لگی تھیں اور ارادہ تھا کہ وہ کام وغیرہ ختم کر کے کچن صاف کر کے مہندی لگائیں گی۔

”آپ کیا کر رہے ہیں؟“ فاطمہ سارے کام نٹھا کر کمرے میں آئی تو حسنین کو دروازہ روپ کے سامنے کھڑے

پایا تو حیرت سے اسے دیکھ کر اس سے پوچھا۔

”کچھ بھی تو نہیں۔“ نجانے کیوں حسنین ایک لخت بوکھلایا، فاطمہ نے حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھا اور خراماں خراماں چلتی اس کی طرف بڑھنے لگی۔

”بتائیں کیا چھپا رہے ہیں؟“ اس کے پاس آ کھڑے ہونے پر حسنین نے وارڈ روپ کے دروازے بند کر دیئے اور مسکرائی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

”کچھ نہیں۔“ وہ بولا تو اس کا انداز چغلی کھارہا تھا۔

”اوکے نہ بتائیں۔“ وہ نروٹھے لہجے میں بولی اور رخ موڑ گئی اور قدم بڑھا دیئے۔

”ہاہا.....“ دوسرے پل حسنین نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو روکا، فاطمہ نے دھڑکتے دل اور متعجب نظروں سے اسے دیکھا۔ چہرے پر دلکش مسکراہٹ آنکھوں میں پیار انداز میں ایک انوکھا پن حسنین اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”رسم دنیا بھی ہے موقع بھی اور دستور بھی۔“ دوسرے پل حسنین نے اپنے دونوں بازو اس کے کندھوں پر رکھے تو فاطمہ ایک دم بوکھلا گئی۔

”کک..... کیا مطلب؟“ وہ بمشکل پوچھ پائی۔

”مطلب یہ کہ.....“ پلک جھپکتے ہی حسنین نے وارڈ روپ کا دروازہ کھول کر ایک پیکٹ نکال کر اس کے سامنے کیا۔

”چاند رات مبارک ٹو مائی ونڈر فل وانف۔“ حسنین گہری نظر سے اسے دیکھتے ہوئے محبت بھرے لہجے میں بولا۔

”کیا.....؟“ فاطمہ فرط مسرت سے بے ہوش ہوتے ہوتے پئی۔

”یہ..... یہ کیا ہے؟“ وہ پیک شدہ پیکٹ کو پکڑے ہوئے اس سے پوچھنے لگی۔

”خود ہی دیکھ لو۔“ حسنین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”واؤ زبردست۔“ دوسرے پل اس نے جب پیکٹ کھولا تو ڈیپ ریڈ سنڈھی کڑھائی والا جدید انداز کا ڈریس اس کو حیران کر گیا۔

”تمہارا یہ اب اتنا بھی اتناڑی نہیں ہے کہ ہر دفعہ گڑبڑ کر دے۔“ کچھلی عید پر نیکلس کو پازیب سمجھنے کی جو غلطی ہوئی تھی اب خاص خیال رکھا تھا۔ حسنین نے اس کے پُرسرت چہرے پر نظریں جماتے کہا تو فاطمہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

”ہاہا..... تھینک یو سوچ“ سچ میں آپ نے تو بہت بڑا سر پر از دیا ہے۔“ فاطمہ کو ابھی تک یقین نہیں آیا تھا کہ حسنین نے اس کو چاند رات پر گفٹ دیا ہے۔

”تھینک فار یو مائی لو۔“ حسنین نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا تو فاطمہ نے چونک کر اس کے بدلے انداز کو دیکھا اور دوسرے لمحے پلکیں جھکا گئی۔

”میں مہندی لگاؤں؟“ حسنین کی آواز پر فاطمہ اچھلی جیسے کرنٹ لگا ہو۔

”ان کو کیا ہو گیا ہے آج.....!“ وہ بڑبڑائی اور پھر ہنسی تو ہنستی ہی چلی گئی۔

”آ..... آپ مہندی لگائیں گے؟“ وہ بے تحاشہ ہنستی اس کی طرف دیکھ کر بمشکل بولی۔

”ہاں کیوں نہیں۔“ حسنین منہ بسور کر بولا۔

”لگا لیتے ہیں؟“ وہ اب اپنی ہنسی کو کنٹرول کر چکی تھی۔

”نہیں لیکن انٹرنیٹ سے ڈیزائن دیکھ کر کاپی تو کر سکوں گا ناں۔“ حسنین اس کے ہاتھ پر مہندی لگانے پر مصر تھا۔

”ہاں یہ تو ہے۔“ فاطمہ نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

”لیکن زرفین نے کہا تھا کہ ہم ساتھ میں لگائیں گے۔“ فاطمہ نے حسنین کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر کہا۔

”ہاں تو کل دن میں اس کے ساتھ مل کر لگا لیتا ایک ہاتھ پر میں لگا دیتا ہوں۔“ حسنین نے فوراً ہی حل پیش کر دیا تو فاطمہ نے متعجب نظروں سے اسے دیکھا۔

”واقعی..... آپ سیریس ہیں؟“ فاطمہ بھی وہ مذاق میں کہہ رہا ہے۔

”ہاں سو فیصد۔“ حسنین دلکش مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوئے بولا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM



## تیرے سوا نہیں کون دیکھتا زہرت حسین ضیاء

ڈھونڈتے کیا ہو ان آنکھوں میں کہانی میری  
خود میں گم رہنا تو عادت ہے پرانی میری  
بھیڑ میں بھی تمہیں مل جاؤں گا آسانی سے  
کھویا کھویا ہوا رہنا ہے نشانی میری

WWW.PAKSOCIETY.COM

آتی ہیں اور.....  
”کیا ہو گیا بیگم؟“ اس وقت لقمان صاحب  
کمرے میں داخل ہوئے اور حواس باختہ عطیہ بیگم کو  
دیکھ کر سوال کیا۔  
”ارے بھی ہونا کیا ہے؟ آپ کی بہن کو تو عادت  
ہے شوشے چھوڑنے کی اب شوشہ چھوڑ دیا کہ چاند رات کو  
حفصہ اور بیگم کا نکاح کر دیا جائے۔“  
”ارے بھی تو اس میں اتنا بدحواس ہونے کی کیا  
ضرورت ہے تم کون سا گھر میں اکیلی ہو صبر جی ہے عشبہ  
ہیں.....“  
”چپ کریں آپ عشبہ کا نام اس موقع پر نہ ہی لیں تو  
بہتر ہے ایک تو آپ نے دماغ خراب کر دیا اور پر سے آپ  
بھی کر لوں گی سب کچھ میں خود ہی۔“ عشبہ کا نام سن کر  
عطیہ بیگم کا غصہ مزید بڑھ گیا اور وہ ششانی ہوئی کمرے  
سے نکل گئیں سلطانہ بیگم اور لقمان صاحب تاسف سے  
انہیں دیکھتے رہ گئے۔  
سلطانہ بیگم اپنے تین بچوں لقمان، حفصہ اور اعجاز کے

”اماں کچھ سنا آپ نے؟ شفیقہ آیا چاند رات کو نکاح  
کرنا چاہتی ہیں ہم اتنی جلدی بھلا کیسے انتظامات کر  
پائیں گے۔ رمضان کے دنوں میں تو ویسے بھی تیاریاں  
مشکل ہو جاتی ہیں ان کو تو عادت ہے ہتھیلی پر سروس  
جمانے کی۔ سو بکھیرے ہوتے ہیں اب بھلا یوں منہ اٹھا  
کھیر نکاح کے دو بول تو نہیں پڑھوا دیں گے ناں لاکھ  
بھٹیں ہوتی ہیں۔ میرے تو ہاتھ پاؤں پھولے  
جا رہے ہیں۔ آپ منع کر دیں ان کو کہ ہمیں نکاح نہیں کرنا  
اتنی جلدی۔“ عطیہ بیگم نے جب سے شفیقہ بیگم کا ارادہ سنا  
تھا تب سے ساس کے سر پر کھڑی جھنجھلاہٹ کا اظہار  
کر رہی تھیں۔  
”ارے عطیہ تم کا ہے کو اتنا گھبرار ہی ہو کوئی لسا چوڑا  
پر وگرام تھوڑا ہی رکھنا ہے۔ دھوم دھڑکا اور شور شرابہ شادی پر  
گر لیں گے بس گھر کے لوگوں کے سامنے نکاح ہو جائے  
گا۔“ سلطانہ بیگم نے ملائمت سے بہو کو سمجھایا۔  
”چھوٹی ہو یا بڑی اماں تقریب تو تقریب ہوتی ہے  
ناں۔ بیٹی کے معاملات میں ویسے بھی سوچنا چھتیں نکل

مڈل میں ایک بڑا سا دائرہ بنایا گیا تھا اور اس کے ساتھ  
چاروں طرف چھوٹے چھوٹے ڈاس تھے انگلیوں کی  
پوروں پر ناخنوں کو چھوڑ کر مہندی کو لگایا گیا تھا۔  
”تمہیں اچھا لگا کیا؟“ حسین نے سر کھجاتے ہوئے  
اس سے پوچھا۔  
”اب میں زرفین کو کیا دکھاؤں گی یوں لگ رہا ہے یہ  
ہاتھ دادی جان کا ہو۔“ فاطمہ بڑبڑائی۔  
”بتاؤ ناں۔“ حسین پھر بولا۔  
”اچھا ہے بہت..... لیکن کاش یہ سرکل ذرا سا گول  
ہوتا اور کاش کہ یہاں لٹے ہاتھ پر ہوتا۔“ فاطمہ بمشکل بولی۔  
”اٹے ہاتھ پر کیوں؟“ حسین نے حیرت  
سے پوچھا۔  
”میں نے سوچا تھا کہ کام کرتے ہوئے آپ کے  
پیارے ڈیزائن کو بھی دیکھا کروں گی لیکن.....“ فاطمہ  
ہاتھ کو دیکھتے ہوئے بولی۔  
”تم ڈیزائن کو نہیں پیار کے رنگ کو دیکھنا ناں۔“  
حسین مسکرایا۔  
”کچھ نہ کچھ ایسا کر ہی دیتے ہو کہ ”اناڑی پیا“ کہنے پر  
مجبور ہو جاتی ہوں۔“  
”ہا ہا ہا.....“ حسین کا تہقہہ بلند ہوا اور فاطمہ بھی آسودہ  
مسکراہٹ کے ساتھ اس کو دیکھنے لگی۔  
مہندی چاہیے جیسی بھی لگی ہو اس کی خوشبو میں ایک اور  
خوشبو بھی شامل تھی۔ اس کے رنگ میں جو رنگ بھی شامل  
تھا وہ رنگ اور وہ خوشبو..... اس کے اناڑی پیا کے اناڑی  
پن سے جتنے گئے محبت کے تھے اور جہاں اناڑی پن پر  
محبت کی خوشبو اس کو اپنی لپیٹ میں لے کر اس کا رنگ گہرا  
کر دے وہاں عید کی خوشیاں دو بالا ہو جاتی ہیں۔

”اچھا پھر میں زرفین سے کہہ کر آتی ہوں کہ اس عید پر  
میرے ہاتھوں پر مہندی میرے اناڑی پیا لگائیں گے تم  
آرام فرماؤ۔“ فاطمہ شرارت سے اس کو چھیڑ کر باہر نکل گئی تو  
حسین بھی مسکرانے لگا۔  
”یہ والا ڈیزائن بنا نہیں۔“ کچھ دیر بعد فاطمہ واپس  
کمرے میں آئی اور حسین کے لپ ٹاپ پر مہندی کے  
ڈیزائن سرچ کر کے ایک نہایت مختصر لیکن بہت پیارا سا  
ڈیزائن اس کے سامنے کیا۔ جانتی تھی کہ حسین ایویں شوچی  
مار رہا ہے اس لیے اس کو کسی مشکل میں نہ ڈالا جائے۔  
”ہاں ہاں یہ تو میرے لٹے ہاتھ کا کام ہے۔“ حسین  
نے باریک بینی سے ڈیزائن کو گھورا اور کالر جھاڑ کر بولا  
فاطمہ ایک بار پھر ہنسی تھی۔ حسین اس کا ہاتھ پکڑ کر مہندی کی  
کون کو پکڑ کر بیٹھ گیا۔ فاطمہ مسلسل مسکرائے جا رہی تھی اور  
حسین دل ہی دل میں ”یا اللہ اب کوئی معجزہ کر دے“ کا ورد  
کر رہا تھا۔  
”تم آنکھیں بند کرو۔“ فاطمہ مسلسل اس کو دیکھے  
جا رہی تھی اس کا انداز کچھ خاص تاثر لیے ہوئے تھا جس  
میں محبت بھی اناڑی پن تھا اور ایک جھنجھلاہٹ بھی دہرائی تھی  
جو فاطمہ کو مسحور کر رہی تھی۔ اس کی نگاہوں اور مسکراہٹ نے  
حسین کو زچ کرنا شروع کیا تو اس نے اسے آنکھیں بند  
کرنے کا کہہ دیا اس نے بلا جوں چراں اس کی بات مان لی  
اور آنکھیں بند کر لیں۔ اگلے سیکنڈ ہی اس کو اپنی ہتھیلی پر  
ٹھنڈک کا احساس ہونے لگا۔  
”کھول لو آنکھیں۔“ تقریباً دس پندرہ منٹ بعد  
حسین کی آواز پر اس نے آنکھیں کھول دیں جو اس نے  
کھل ایمان داری سے بند کیے رکھی تھیں۔  
”یہ..... یہ..... یہ کیا ہے؟“ آنکھیں کھولتے ہی وہ  
چچک اٹھی۔  
”وہ..... یار قسم سے دو بار پھول بنایا تھا لیکن وہ اس کی  
پیتاں ہی نہیں سیٹ ہو رہی تھیں تو پھر میں نے یہ ڈیزائن  
بنادیا۔“ حسین اس کی پچھی پچھی نظروں کو دیکھ کر منمنایا۔  
فاطمہ الٹ پلٹ کر اپنے ہاتھ کو دیکھ رہی تھی جہاں ہتھیلی کے

ساتھ آئی گھر میں رہتی تھیں۔ شوہر کا انتقال ہو چکا تھا اپنی زمینیں اور اپنا کام تھا دونوں بھائی تعلیم سے فارغ ہو گئے تو چھوٹا سا کاروبار اشارت کر لیا۔ شفیقہ نے انٹر کا امتحان پاس کر لیا تو ان کی شادی کر دی گئی وہ اپنے شوہر انصار کے ساتھ دوسرے شہر شفٹ ہو گئیں۔

لقمان صاحب کی شادی عطیہ بیگم اور اعجاز صاحب کی شادی صبوحی سے کر دی گئی۔ شفیقہ کے دو بیٹے باسق اور بسیم اور ایک بیٹی عبیرہ تھی۔ لقمان احمد کا ایک بیٹا احمد اور بیٹی حفصہ تھی جب کہ اعجاز صاحب کی بیٹی عبیرہ تھی۔ گھر پر سلطانہ بیگم کی مکمل حکمرانی تھی۔ دونوں بہوئیں ان کا ہر حکم مانیں آپس میں کوئی رنجش یا چپقلش نہ ہوتی۔ بچے بڑے سب مل جل کر پیار سے رہتے۔ گھر کے فیصلے سلطانہ بیگم ہی کرتی تھیں۔ کبھی کبھی شفیقہ بیگم بھی آجاتیں تو پھر مہینہ بھر رکتیں گھر میں رونق بڑھ جاتی۔ بچے بھی پھوپھو کے آنے پر بہت خوش ہو جاتے۔ بچوں کی چھٹیوں کو چار چاند لگ جاتے سب مل کر خوب انجوائے کرتے۔ لڑائی ہوتی بھی تو فوراً ہی صلح ہو جاتی۔ ایک دفعہ ایسے ہی شفیقہ بیگم آئیں تھیں۔ شام کے وقت سب لوگ بڑے صحن میں بیٹھے تھے۔ صبوحی چائے بنا لائی تھی۔ سب چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ وہیں تھوڑے فاصلے پر تمام بچے مختلف کھیل کھیلنے میں مصروف تھے ایک دوسرے سے ٹکرا رہی ہو رہی تھی اور ایک دوسرے کی طرف داریاں بھی کی جا رہی تھیں۔

”بھابی اور لقمان بھائی میری ایک خواہش ہے۔“ شفیقہ بیگم نے چائے کا گھونٹ لے کر بڑے بھائی بھادج کو مخاطب کیا۔

”کیا بات ہے آپا بولیں؟“ عطیہ بیگم نے بسکٹ کی پلیٹ ساس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”میں جاہتی ہوں کہ باسق کی دلہن عبیرہ کو بناؤں اور بسیم کی حفصہ کو یہ میری خواہش ہے کیوں اعجاز صبوحی اور اماں آپ لوگ کیا کہتے ہیں؟“ شفیقہ نے بات مکمل کر کے سب کو باری باری دیکھا۔

”یہ تو بہت اچھی بات ہے آپا کہ گھر کے رشتے گھر میں طے ہو جائیں۔ اس طرح رشتوں میں مزید پائیداری پیدا ہوگی۔ ہمارے بچے ہیں سارے۔“

”کیوں اماں؟“ عطیہ بیگم نے خوش دلی سے کہا۔ ”بہت اچھا فیصلہ ہے۔ ایسا سوچ کر تم نے عقل مندی کا ثبوت دیا ہے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں بلکہ ہم بھی عبیرہ کو اپنے احمد کے لیے مانگتے ہیں مگر..... میرے خیال میں ایسی باتیں صرف گھر کی حد تک ہوں تو بہتر ہوگا۔“ اماں نے دانش مندانہ انداز میں کہا۔

”مطلب بات تو طے ہے؟“ شفیقہ بیگم نے خوش ہو کر کہا۔

”مبارک..... مبارک.....“ سب لوگ ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے۔ اعجاز احمد اور لقمان احمد نے آگے بڑھ کر بہن کو گلے لگائے۔ صبوحی دوڑ کر فریج سے چاکلیٹ لے آئیں سب لوگ مسکرائیں۔ اس بار واپس لوٹتے وقت شفیقہ بیگم بہت خوش تھیں۔

”اس بار میں بہت اچھی یادیں لے کر جا رہی ہوں بھابی صبوحی۔“ انہوں نے بھادجوں سے گلے لگ کر کہا۔ ”پھوپھو اب کب آئیں گی دوبارہ۔“ عبیرہ روہاسی تھی۔ اس کو باسق کے ساتھ کھیلنا بہت اچھا لگتا تھا۔ وہ بھی عبیرہ کا بہت خیال رکھتا تھا۔ سب بچوں کے منہ بھی اترے ہوئے تھے قدرتی طور پر سارے بچے ایک دوسرے سے کلوز تھے۔ شفیقہ بیگم خوشگوار یادیں لیے اپنے شہر کو لوٹ گئیں۔ وقت گزرتا رہا انصار صاحب کی اچھی جا ب تھی اور پھر ان کو جا ب کی طرف سے آسٹریلیا جانے کا چانس بھی بن گیا۔ ایک ملک میں رہتے ہوئے شفیقہ بیگم اپنے بھائیوں ماں اور بھادجوں سے ملنے سال بعد ہی جاتی تھیں۔ اب اتنی دور جانے کا سنا تو سب لوگ محسوس ہو گئے۔ سب سے زیادہ بچے اداس تھے۔ عبیرہ جو باسق سے زیادہ ہی قریب تھی بہت اداس تھی۔ وہ اتنی دور جا رہا تھا۔

”میں تمہارے لیے بہت سارے گفٹ لاؤں گا

عشہ۔“ باسق نے عبیرہ کو اداس دیکھ کر اس کے ہاتھ تھام کر افسردگی سے کہا۔ ”مگر باسق گفٹس تو یہاں بھی رہ کر دے سکتے ہوتے؟“ وہ معصومیت سے بولی۔

”یار..... پاپائیں مانتے تے۔ ضدی ہیں وہ۔“ باسق نے جھجھلا کر کہا تو عبیرہ منہ بنا کر رہ گئی۔ اس کا ننھا سادل ڈول رہا تھا اور پھر شفیقہ بیگم میاں اور بچوں کے ساتھ آسٹریلیا شفٹ ہو گئیں۔ شفیقہ بیگم ایسے گئیں کہ پہلی بار چھ سال بعد آئیں۔ جب باسق تیس سال کا تھا۔ بسیم اٹھارہ اور عبیرہ سولہ سال کی تھی۔ شفیقہ اپنے سسرال اسلام آباد میں ہی زیادہ رہیں۔ وہیں پران کا اپنا گھر بھی تھا۔ اتنے عرصے میں عبیرہ جو سولہ سال کی تھی میٹرک کر چکی تھی۔ حفصہ میٹرک میں تھی۔ احمد گریجویشن کر رہا تھا۔ عبیرہ اور باسق نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ویسے تو اس کا سبب وغیرہ پر بات ہو جاتی تھی مگر اب یوں آنا سامنا ہوا تھا بول کر کے کاشن کے سوٹ میں لمبے بالوں والی معصوم گڑیا جیسی عبیرہ باسق کے دل میں اترتی چلی گئی۔ یہی حال عبیرہ کا تھا۔ دبلا پتلا سا مگر ہینڈسوم سا باسق کتنا اچھا لگ رہا تھا۔ دونوں نے ڈھیر ساری باتیں کی تھیں۔ بچے بھی اپنے رشتوں سے واقف تھے حفصہ اور بسیم کی آپس میں اتنی نہیں بنتی تھی دونوں ہی لا ابالی تھے مگر باسق اور عبیرہ ایک دوسرے پر جان دیتے تھے جبکہ احمد اور عبیرہ بھی ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے۔ کچھ عرصہ رہ کر وہ لوگ واپس چلے گئے کچھ سال گزار کر باسق عبیرہ اور بسیم کی پڑھائی مکمل ہونے کے بعد شادی کرنے کا پروگرام تھا۔ عبیرہ بہت افسردہ تھی مگر باسق بہت ہی امیدیں دلا کر اچھے اچھے خواب دکھا کر کسی حد تک اسے مطمئن کر گیا تھا کہ چند سالوں بعد تو ہمیں ہمیشہ ہمیشہ ساتھ رہنا ہے اور عبیرہ روتے روتے شرمائی تھی۔

وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔ بچوں کے تعلیمی مدارج طے ہو چکے تھے ادھر عطیہ اور صبوحی شادی کی تیاریاں شروع کر چکے تھے۔ دیکھتے دیکھتے وقت گزرتا گیا۔ تین

بچوں کی شادی کی تیاریاں آسان نہ تھیں۔ یہاں کے کسی بچے کو بھی باہر جانے میں کوئی انٹرسٹ نہیں تھا اور وہاں انصار تھے کہ کاروبار میں الجھتے جا رہے تھے۔ نہ جانے کیا کیا مصروفیات تھی۔ شفیقہ بیگم ان کی حد درجہ مصروفیت اور عدم توجہی سے بیزاری کا شکار رہنے لگی تھیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ انصار صاحب میں منفی تبدیلیاں بھی آ گئیں تھیں۔ اب ان کی باتوں میں غرور اور تمکنت ہوتی۔ بات بات پر اپنی امارت کا رعب جھاڑتے ان کی نظر میں روپیہ پیسہ اور اونچا اسٹیٹس ہی سب کچھ تھا۔ بعض اوقات شفیقہ ان کی باتوں سے ڈر جاتی تھیں۔ وہ انجانے خدشات اور خوف میں گھری رہنے لگی تھیں۔ بچوں سے ذکر کیا تو بچے بھی متشکر ہو گئے ان کو بھی باپ کا رویہ نامناسب لگتا اور ایک دن وہ سب کچھ ہو گیا جس نے شفیقہ بیگم کی ہستی کو بری طرح ہلا کر رکھ دیا۔

”سنو میرے ایک دوست کی فیملی ہے یہاں کل ان کے گھر چلنا ہے عبیرہ کے لیے اس کے بیٹے کا رشتہ آیا ہے اور ہمیں کل وہاں جا کر بات کرنی ہے۔“ الفاظ ہم کی مانند شفیقہ کے سر پر دے مارے۔

”کیا..... کیا کہہ رہے ہیں انصار..... آپ ہوش میں تو ہیں؟“

”کیوں میں نے ایسا کیا کہہ دیا کہ تمہیں میری دماغی حالت پر شک ہو گیا۔ سب لوگ اچھا رشتہ دیکھ کر ہی شادیاں کرتے ہیں۔“ انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

”ہاں اور آپ کو اس بات کا علم ہے کہ ہمارے تینوں بچوں کے رشتے ہم نے باہمی خوشی اور رضا مندی سے طے کر دیئے تھے۔ ہمارے یہاں رشتے خاندان میں طے ہوتے ہیں اور آپ کو بھی یہ بات اچھی طرح معلوم ہے بچپن سے لے کر آج تک ہمارے گھر میں ان رشتوں کے حوالے سے باتیں ہوئی ہیں۔ ہم اور ہمارے بچے ذہنی طور پر اس رشتوں پر راضی اور خوش ہیں۔“

”ہم..... ہم نہیں؟ میں تو راضی نہیں ہوں..... کیا میں اس وقت موجود تھا؟“ انصار نے مضحکہ خیز

انداز اپنایا۔

”انصار آپ سے بات کر کے آپ سے مشورہ لے کر میں نے یہ بات کی تھی۔ اس وقت آپ بھی اس بات پر راضی تھے۔ خوش تھے اور آپ نے رضامندی بھی دی تھی۔“ شفیقہ بیگم کا دماغ گھوم گیا انصار تو بالکل ایسی بات کر رہے تھے۔

”واٹ؟“ انصار نے بدتمیزی سے ان کی جانب دیکھا۔ ”حد سے بے وقوفی کی..... فضول اور بے معنی بات کو دل سے لگا کر بیٹھی ہو۔ بے وقوف عورت..... میرے نزدیک اس بات کی اہمیت ہے اور نہ ہی کوئی حقیقت۔“

”انصار آپ کی نظر میں وہ بات غیر اہم ہوگی مگر میرے لیے عزت کا سوال ہے۔ میرے بھائیوں کی بیٹیاں اور بیٹا میرے بچوں کے نام سے منسوب ہیں۔ میں بھائیوں اور ماں کے سامنے جھوٹی نہیں بن سکتی اور..... اور اہمیت اس بات کی بھی ہے کہ ہمارے بچے بھی اس رشتوں پر راضی اور خوش ہیں اور عبرہ بھی اجداد کو پسند.....“

”چپ کرو۔“ انصار صاحب نے بیوی کی بات کاٹی۔

”عبرہ کو وہی کرنا ہوگا جو میں چاہتا ہوں کیونکہ نہ صرف عبرہ کو اچھا مٹھے والا پڑھا لکھا لڑکا ملے گا بلکہ اس طرح ہمارے بزنس کو بھی کافی بہتر اور پوزیٹیو پوائنٹس ملیں گے۔“ انصار اپنا حتمی فیصلہ سنا کر جا چکے تھے۔

”مما.....“ عبرہ جو کمرے کے باہر کھڑی ماں باپ کی باتیں سن رہی تھی بھاگ کر شفیقہ کے پاس آ گئی۔ شفیقہ دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر رو رہی تھیں۔

”عبرہ تمہارا باپ پاگل ہو گیا ہے۔ میں کیا منہ دکھاؤں گی اپنے بھائیوں کو اتنے عرصے بعد تمہارے باپ کو رشتے میں برائی نظر آنی کتنی ترقی کتنا پیسہ چاہئے ان کو۔“

”مما پلیز خود کو سنبھالیں۔“ عبرہ بھی ماں کے ساتھ رونے لگی تھی۔ باسق بیگم اور عبرہ نے کتنا کتنا سمجھایا مگر

انصار صاحب کی ماں ہاں میں نہ بدلی ان کا کہنا تھا کہ میں اپنی بیٹی کو واپس پسما ندگی میں نہیں بھیجوں گا اور فرخ جیسا لڑکا نصیب سے مل رہا ہے۔ شفیقہ بیگم سخت ذہنی اذیت کا شکار تھیں۔ عبرہ کا برا حال تھا باسق اور بیگم بھی پریشان تھے۔ باپ کے ساتھ بدتمیزی بھی نہیں کر سکتے تھے۔ شفیقہ بیگم اپنی ماں سے بھی واقف تھیں اصولوں کی مکی اور زبان پر قائم رہنے والی خاتون تھیں۔ اصولوں پر بھی سمجھوتہ نہ کیا آنے والے حالات سے شفیقہ بیگم سخت ہراساں تھی کس منہ سے وہ عبرہ کی شادی اور رشتے کی بات کرتیں کیسے کہتیں کہ عبرہ اور اجداد کا رشتہ ختم کر دیا ہے اور نتیجہ عین شفیقہ بیگم کے توقعات کے مطابق نکلا۔ سلطانہ بیگم نے سنا تو ہتھے سے اکھڑ گئیں۔

”شفیقہ اب تمہیں اپنی بیٹی کے لیے بھائی کا گھر حقیر لگ رہا ہے۔ تمہارے معیار پر پورا نہ اترنے والا اگر ایسی بات ہے تو ٹھیک ہے ہم تینوں بچوں کے رشتے ختم کرنے کا اعلان کرتے ہیں۔“ اماں نے حتمی انداز اپنایا۔

”ارے..... ارے ماں کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ؟ وہ تو صرف اجداد.....؟“ عطیہ بیگم نے ہلکا سا احتجاج کیا۔

”عطیہ چپ کرو تم..... جہاں میری زبان کا پاس نہیں وہاں میرے لیے ان لوگوں کی ضرورت نہیں ہے۔ سمجھ لو آج سے شفیقہ سے ہمارا رشتہ بھی ختم ہو گیا۔“ سلطانہ بیگم غصے سے پیچ و تاب کھا رہی تھیں۔

”ارے اماں ایسا نہ کریں؟“ صبوحی نے کچھ کہنا چاہا مگر..... اماں کے جاہ و جلال کے آگے وہ چپکی ہو گئیں۔

دوسری جانب شفیقہ کے ساتھ سب سے زیادہ باسق تڑپ گیا تھا۔ اسے نانو سے یہ امید نہ تھی۔ اس نے بہت کوشش کی کہ بات کرے لیکن اماں جی نے سب کو منع کر دیا کہ اب شفیقہ سے کوئی بات نہ کرے۔ ادھر شفیقہ کا بھی رورود کر برا حال تھا میکہ چھوٹ گیا تھا۔ رشتے ختم ہو گئے تھے۔ یہاں پر سب سے زیادہ اثر عشبہ پر ہوا تھا۔ اچانک سے سارے رشتے ختم ہو گئے۔ باسق اور اس کا رشتہ یوں پل بھر میں ختم ہو جائے گا یہ تو سوچا بھی نہ تھا۔ وہ تو بچپن سے

لے کر آج تک صرف اور صرف باسق کے بارے میں سوچتی چلی آ رہی تھی اس کے دل و دماغ پر صرف اور صرف باسق کا راج تھا۔ اس نے باسق کو چاہا تھا دل کی شدتوں کے ساتھ۔ باسق کے ساتھ ساری زندگی گزارنے کے سنے دیکھتی آئی تھی۔ جب کہ حفصہ پر اتنا اثر نہ ہوا تھا وہ فطرتاً ہی لا ابا لی تھی بلکہ وہ خود عشبہ کو سمجھاتی اس کا دماغ ادھر ادھر لگانے کی کوشش کرتی تھی۔

دونوں امتحانات سے فارغ ہوئیں تو عشبہ کے لیے اچھا سا رشتہ آیا اور تیاریاں شروع ہو گئیں۔ عشبہ کو یقین ہو گیا تھا کہ سب کچھ بدل چکا ہے پہلے جیسا کچھ بھی نہ رہا تھا۔ پرانے رشتے ختم ہو کر نئے رشتے بننے جا رہے تھے گھر والوں کی خوشی اور رضامندی کے لیے اس نے خود کو حالات کے سپرد کر دیا۔ گو کہ لقمان صاحب اور اعجاز صاحب بھی بہن سے رشتہ ختم ہو جانے پر افسردہ تھے مگر اماں کے سامنے چپ تھے۔ گھر میں کچھ دل کے ساتھ عشبہ کی شادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں تو اور گھر میں چھایا جمود ٹوٹا اور سب لوگ انتظامات میں لگ گئے۔ جھٹ پٹ رشتہ طے ہوا اور تاریخ بھی طے ہو گئی۔

عشبہ بھی گزری ہوئی یادوں کو بھول کر نئی زندگی کی شروعات کرنے جا رہی تھی۔ شادی والے دن بھاری بھر کم جوڑے میک اپ اور جیولری میں وہ غضب ڈھا رہی تھی۔ سارے انتظامات ہو چکے تھے ذہن والے ہال پہنچ چکے تھے۔ حفصہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ بارات کا انتظار کر رہی تھی لقمان صاحب اعجاز صاحب اور اجداد خاندان کے کچھ لوگوں کے ساتھ ہال کے گیٹ پر بارات کے منتظر تھے جب کہ ہال کے اندر عطیہ اور صبوحی مہمانوں کو دیکھ رہی تھیں۔ ایک طرف سلطانہ بیگم اپنی ذہن بنی بے حد حسین پونی کو دیکھ رہی تھیں آج ان کا دل بری طرح بھرا رہا تھا پونی کی جدائی کا غم اور ساتھ ساتھ شفیقہ کی بھی یاد آ رہی تھی۔ اکلوتی بیٹی تھی ان کی بظاہر وہ مضبوط تھیں مگر نہ جانے کیوں اندر سے دل دہلا جا رہا تھا انجانا خوف آس پاس منڈلا رہا تھا۔ ہال مہمانوں سے بھر چکا تھا۔ ٹائم گزرتا

جا رہا تھا اور بارات کا کوئی پتہ نہ تھا۔ اب تو لقمان صاحب اور اعجاز صاحب بھی سخت تشویش کا شکار ہو گئے تھے۔ کئی بار فون کیا مگر کوئی بھی کال ریسیو نہیں کر رہا تھا۔ عجیب بے چینی اور اضطرابی طاری تھی اعجاز احمد اندر باہر ہو رہے تھے۔ اجداد لگ پریشان تھا صبوحی کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ سب کے چہروں پر تشویش کے آثار نمایاں تھے۔ الٹی خیر رکھنا سلطانہ بیگم دل ہی دل میں دعا مانگ رہی تھیں۔ انجانے خوف سے دل لرز رہا تھا۔ جیسے نہ جانے کیا انہونی ہونے والی ہے۔

”اماں بارات آنے اور ہماری کال ریسیو نہ کرنے کا مطلب اچھا نہیں ہو سکتا۔ میرا تو دل دہلا جا رہا ہے مجھے لگتا ہے کہ وہ لوگ بارات نہیں لا رہے۔“ عطیہ بیگم نے ساس کے پاس آ کر کہا تو سلطانہ بیگم کانپ گئیں۔

”عطیہ ایسی بدقال تو نہ نکالو کوئی مجبوری ہوگی کوئی مسئلہ ہوگا اللہ نہ کرے کہ کچھ برا ہو۔ دیر سویر تو ہو ہی جاتی ہے۔“ کہنے کو تو سلطانہ بیگم کہہ رہی تھیں مگر اندر سے وہ بھی بہت پریشان تھیں کہ نہ جانے کیا ہونے والا ہے اور ادھر

لقمان صاحب کے پاس شفیقہ کی کال آئی تھی۔ بے تانتا شاہ سسکیوں کے ساتھ اس نے انصار صاحب کے انتقال کی خبر دی تھی۔ لقمان آنکھیں پھاڑے منہ کھولے کال سن رہے تھے۔ تسلی کے الفاظ بھی منہ سے نہ نکل رہے تھے۔ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ خوشی کے اس موقع پر یہ کیا ہو گیا؟

عین آج کے دن انصار صاحب کا انتقال..... اماں کو کیسے یہ خبر دیں گے۔ ان کی حالت پر اعجاز صاحب اور اجداد بھی پریشان تھے ابھی وہ اس پریشانی سے ہی نہ نکل پائے تھے کہ ایک اور خبر ملی جس نے سب کے اوسان خطا کر دیئے۔ صبوحی چکرا کر گر پڑیں سلطانہ بیگم دل پر ہاتھ رکھے بے ہوش ہو گئیں۔ عشبہ کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھ گیا..... بارات پر فائرنگ ہوئی تھی اور دلہا موقع پر ہلاک ہو گیا تھا۔ اُف یہ کیا حادثہ ہو گیا تھا شادی کا ماحول مکمل سوگ میں ڈھل چکا تھا۔ ہر آنکھ اشک بار تھی ہر چہرہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

افسردہ تھا آنے والے مہمانوں نے گھر والوں کو سنبھالا کوئی اسپتال بھاگا تو کوئی ڈاکٹر کو بلا لیا۔ عجیب منظر دیکھنے میں آ رہے تھے۔

”توہ..... توہ اللہ پاک محفوظ رکھے عشبہ کے ساتھ یہ کیسی بد شکونی ہوئی ہے۔ پہلے رشتہ ختم انصار بھائی کا انتقال اور اب جوان جہان دلہا ختم۔ عشبہ کے قدم ٹھیک نہیں۔ اسے خوشیاں راس نہیں۔“ یہ منفی رائے اور سوچ عطیہ بیگم کی تھی۔ عشبہ کو لے کر اسپتال گئے تھے صبحی اس کو سنبھال رہی تھیں لقمان صاحب اعجاز صاحب اور اجبد دلہا کے گھر گئے تھے۔ عشبہ بار بار ہوش میں آتی اور اپنے ہاتھوں کی چوڑیاں توڑتی اور پھر بے ہوش ہو جاتی۔ حصہ بھی بری طرح روتی ہوئی عشبہ کو سنبھال رہی تھی حالات اچانک اس طرح بدل گئے تھے ہر کوئی پریشان تھا شفیقہ اماں سے بات کرنا چاہ رہی تھیں تڑپ رہی تھیں کہ اماں جس نے آپ لوگوں کو دل دکھایا وہ تو چلا گیا اب مجھے معاف کر دیں۔

سلطانہ بیگم ماں تھیں ان کا دل بھی پکھل گیا تھا۔ عشبہ کے لیے بھی شفیقہ بیگم بہت روئیں۔ ہونی کو کون نال سکتا ہے کبھی اللہ پاک دے کر آتا ہے اور کبھی لے کر آتا ہے اور بندہ وہی ہے جو اس کی رضا میں راضی رہے۔ خوشیوں میں اس رب کا شکر ادا کرے جس نے خوشیاں عطا کی ہیں اور دکھ میں صبر کرے کہ صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ خود ہوتا ہے۔ یہی حالات عشبہ کے تھے اس کو بے در پے جن حالات کا سامنا کرنا پڑا تھا اس کے لیے سخت اذیت کا باعث تھے اس پر عطیہ بیگم کی منفی باتیں اور طنزیہ نظروں سے وہ خوف زدہ رہنے لگی تھی۔ وہ تو اب کھلم کھلا ایسی باتیں کرتیں کہ صبحی یا عشبہ سنتی تو تڑپ جاتیں۔ وقت بہت بڑا مرہم ہے۔ آہستہ آہستہ بڑے سے بڑے زخموں کو بھی ٹھیک کر دیتا ہے۔ وقت گزرتا رہا شفیقہ بیگم کا رابطہ بحال ہو گیا تھا۔ وہ حد درجہ شرمندہ تھیں اور عشبہ کی جانب سے بھی فکر مند تھیں۔

”ارے آپا شکر کریں آپ..... آپ سچ گئیں اللہ

پاک انصار بھائی کے درجات بلند فرمائے انہوں نے سچ فیصلہ کیا تھا اللہ کا شکر ہے کہ آپ کی بیٹی اپنے گھر میں خوش ہے اس کو ذریعہ بنایا یہ رشتہ ختم ہو گیا۔“ ایک روز شفیقہ بیگم نے پرانے رشتے دوبارہ سے جوڑنے کی بات کی تو عطیہ بیگم نے سرگوشیاں لہجے میں فون پر کہا۔

”میں بھی نہیں بھابی!“ شفیقہ بیگم ان کی بات کو نہ سمجھ پائیں۔

”ارے بھئی شفیقہ تم بھی بہت بھولی ہو دیکھو بھئی میں بات صاف کرتی ہوں عشبہ کے قدم منحوس ہیں تم کو یاد نہیں بچپن سے ہی اس کے ساتھ ایسا ہوا ہے میں نے ہمیشہ سے یہ بات نوٹ کی ہے اور کسی کو نہیں بتائی۔ جس دن وہ پیدا ہوئی تھی اس روز صبحی کی دادی کا انتقال ہوا تھا۔ اس کا سوا مہینہ تھا جب صبحی کی خالہ کا انتقال ہوا تھا۔ پہلی سالگرہ سے دو دن پہلے صبحی کے ابا کا انتقال ہوا۔ پہلے دن اسکول گئی تو اس روز اعجاز میاں کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوا انہیں اچھی خاصی چوٹیں آئیں تھیں اور اب..... انصار بھائی اللہ پاک محفوظ رکھے انہیں کسی کا جوان جہان بیٹا ختم ہوا۔ اس ماں کا کیا حال ہوگا؟ جس کا بیٹا شادی کے دن یوں چلا گیا آپا سچ پوچھو تو مجھے خوف آنے لگا ہے۔“

”ہاں بھابی آپ سچ کہہ رہی ہیں۔“ شفیقہ کو بھی ان کی باتوں میں سچائی لگی۔

”ہاں اگر تم چاہتی ہو تو ہم بسیم اور حصہ کی شادی کر لیتے ہیں برانہ ماننا مگر میں نہیں چاہتی کہ میری بیٹی پر اس کا سایہ بھی پڑے۔“ عطیہ بیگم نے کہا تو شفیقہ بیگم چپ ہو گئیں۔

عبرہ کی شادی ہو چکی تھی وہ وہیں آسٹریلیا میں سیٹ تھی ادھر احمد کے لیے بھی لڑکی دیکھی جا چکی تھی۔ عشبہ کا نکاح بھی شادی سے ایک دن پہلے ہو چکا تھا۔ وہ تو بڑی ہی کہلا رہی تھی۔ سخت اذیت اور تکلیف دہ حالات کا سامنا کرنا پڑتا جب لوگ اسے کبھی ہمدردی تو کبھی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے۔ طرح طرح کی باتیں کرتے وہ خود کو مجرم سمجھنے لگتی کمرے میں آ کر بے تحاشہ روتی حالات نے

اسے کیسے دورا ہے پر کھڑا کیا تھا۔ اوپر سے شفیقہ پھوپھو کا رویہ بھی کچھ بدل گیا تھا۔ باسق نے بھی ایک دو بار ہی سرسری بات کی تھی۔

جب برا وقت آتا ہے تو سایہ بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے یہ تو دنیاوی رشتے تھے جو حالات کے ساتھ بدل گئے۔ سلطانہ بیگم عشبہ کو دیکھ کر کڑھتی راتیں صبحی بھی چھپ چھپ کر روتی رہتی اور جب سے یہ پتہ چلا تھا کہ شفیقہ پاکستان آنے والی ہیں اور حصہ اور بسیم کی شادی کر دیں گی عشبہ اور زیادہ ٹوٹ چکی تھی۔ طے یہ پایا تھا کہ شفیقہ سیدھا اسلام آباد جائیں گی وہاں سسرال والوں سے مل کر اپنے گھر کو صاف کروا کر پھر کراچی آئیں گی اور شادی کی تاریخ وغیرہ طے کر دیں گی۔ سلطانہ بیگم چاہتی تھی کہ شفیقہ عشبہ کے لیے بھی بات کرے لیکن..... وہ تو بالکل چپ تھیں اور عشبہ کا ذکر تک نہ کرتیں۔ حالانکہ ابھی بھی بہت سارے لوگ عشبہ کے لیے خواہش مند تھے اس کو اپنانا چاہتے تھے مگر عشبہ نے صاف انکار کر دیا تھا اور سب اس کی طرف سے چپ ہو گئے تھے وہ جن حالات سے گزری تھی وہ بہت تکلیف دہ تھے یہ بات سب ہی جانتے تھے۔ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ اکثر چاندنی راتوں کو جب دل غم سے بوجھل ہو جاتا تو وہ چھت پر چلی آتی اور چاند کو تکلتے تکلتے اس کی آنکھیں بھیگ جاتیں۔

ایک بات ذرا تم بتلاؤ  
جب چاند تمہاری کھڑکی میں  
چپکے چپکے سے جھانکتا ہے  
جب نیند تمہاری پلکوں پر  
دھیرے دھیرے سآتی ہے  
جب رات کی رانی کی خوشبو  
سانسوں میں سمائے لگتی ہے  
جب جگنو رات اندھیرے میں اپنے پر پھیلاتے ہیں  
جب ہر جانب سناٹا ہو اور خاموشی کا راج بھی ہو  
جب ساری دنیا سوتی ہو  
ہم چاند کو تکلتے رہتے ہیں

ایک بات چاند سے پوچھتے ہیں  
کیا وہ بھی؟  
یاد میں اب کرتا ہے۔

رمضان المبارک کا آغاز ہو چکا تھا۔ صبحی اور عشبہ ہمیشہ رمضان المبارک شروع ہونے سے پہلے ہی عید کے حوالے سے شاپنگ کر لیتے تھے روزوں میں گھومنا اچھا نہیں لگتا تھا۔ ویسے بھی اب عشبہ میں پہلے جیسی عید کی خوشی یا تیاریاں کرنے کی کوئی خواہش نہ تھی۔ وہ دل ہی دل میں روتی مگر بظاہر گھر والوں کی حالت دیکھتے ہوئے خود کو کسی حد تک نارمل کر لیا تھا۔ حصہ کو عشبہ سے دلی لگاؤ اور ہمدردی تھی جب کہ احمد کی بیوی ماریہ بھی اچھی تھی۔

نماز ظہر سے فارغ ہو کر عشبہ قرآن پاک کی تلاوت کرتی اور پھر کچن میں چلی جاتی۔ انظار کے تھوڑے بہت انتظامات کر لیتی۔ اس روز بھی وہ کچن میں جا رہی تھی تب ہی دادی کے کمرے سے آتی ہوئی آوازوں سے معلوم ہوا کہ حصہ اور بسیم کا نکاح ہونے جا رہا ہے اور ساتھ ہی تائی اماں کے عشبہ کے لیے کہے گئے الفاظ..... عشبہ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ اللہ پاک میرا سایہ کبھی بھی حصہ پر نہ ڈالے وہ ہمیشہ شاد و باادب رہے۔ آمین دل سے دعا کی اور کچن کی طرف چلی گئی۔

وہ سچ سچ خود کو مجرم سمجھنے لگی تھی۔ جیسے اب خوشیوں پر اس کا کوئی حق نہ تھا وہ حصہ سے کئی کئی رہنے لگی۔ مبادا اس کا سایہ حصہ کی زندگی پر کوئی برا اثر نہ ڈالے۔ عطیہ بیگم بہو اور حصہ کے ساتھ مل کر تیاریاں کر رہی تھیں۔ شفیقہ بیگم عید سے پہلے آنے والی تھیں اب ان کا ارادہ مستقل پاکستان میں کنٹینل ہونے کا تھا کیونکہ وہاں سے دل بھر گیا تھا۔ اب وہ اپنے لوگوں میں وقت گزارنا چاہتی تھیں۔ رہائش تو اسلام آباد میں ہی تھی اپنا گھر موجود تھا۔ عشاء کی نماز اور تراویح سے فارغ ہو کر عشبہ نے حسب معمول سب کے لیے چائے لکائی اور چائے کا کپ لیے سلطانہ بیگم کے کمرے میں آ گئیں۔ تو سلطانہ بیگم نے اسے اپنے پاس بٹھالیا۔



”عشبہ تم نے حفصہ کے نکاح کی تیاری کر لی؟“  
سلطانہ بیگم نے پوچھا۔  
”دادو مجھے کیا تیاری کرنی ہے؟“ سوال پر سوال  
کر کے خالی خالی نظروں سے دادی کو دیکھا۔ سلطانہ بیگم  
دکھی ہو گئیں۔

”ویسے دادو میرا نیا سوٹ رکھا ہے پہن لوں گی۔“  
دادی کو اداس دیکھ کر عشبہ نے جلدی سے کہا۔ ”اور ویسے  
بھی میں نے کون سا سامنے آنا ہے۔“ نہ چاہتے ہوئے  
بھی لہجہ کڑوا ہو گیا۔  
”عشبہ میری جان ایسے نہیں کہتے کوئی اگر غلط بات  
سوچتا ہے تو سونے دو یہ اللہ کی طرف سے ہونے والی  
باتیں ہیں اور ابھی بھی کتنے لوگ ہیں جو تمہیں اپنانا  
چاہتے ہیں۔ تمہارے لیے رشتوں کی لائن لگی ہے  
جی۔ میری مانو تو تم اپنے لیے بھی سوچ لو ہم تمہاری  
طرف سے بھی بے فکر ہونا چاہتے ہیں۔“ سلطانہ بیگم کی  
آواز رندھ گئی تھی۔

”دادو میں ٹھیک ہوں آپ کیوں فکر کرتی ہیں میں  
خوش ہوں اور اللہ کی رضا میں راضی ہوں۔“ اس نے لہجے  
کو نارمل بنانے کی ناکام کوشش کی۔

”مگر بیٹا..... ہم چاہتے ہیں کہ تم اپنے گھر کی ہو جاؤ  
ابرق کے گھر والے کافی پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور ہم  
چاہتے ہیں کہ عید کے بعد ہم تمہارے لیے ان کو گھر پر بلاوا  
مگر کوئی فیصلہ کر لیں۔“

”دادو جیسے آپ لوگ بہتر سمجھیں۔“ عشبہ نے سر جھکا  
کر دھیرے سے کہا۔

”میری بچی اللہ پاک آگے تجھے اتنی خوشیاں دے کہ  
تو سارے دکھ بھول جائے۔ تیرا نصیب ستاروں کی طرح  
چمکے آئین۔“ سلطانہ بیگم نے اسے گلے سے لگا کر صدق  
دل سے دعائیں دیں۔

آخر کار جاندارات آگئی۔ صبح سے ہی عطیہ بیگم کی  
چڑچڑاہٹ اور جھنجھلاہٹ عروج پر تھی۔ آج تو گھر کے ہی  
لوگ تھے شفیقہ بیگم اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ آ رہی

تھیں عبرہ عید کے بعد آنے والی تھی۔ مختصر سے لوگوں کی  
تقریب میں بھی بے حد تیاریاں تھیں سب لوگ خوش تھے  
اتنے سالوں بعد شفیقہ بیگم آ رہی تھیں سلطانہ بیگم بے چینی  
سے بیٹی کی منتظر تھیں جب کہ لقمان اور اعجاز صاحب بھی  
بے چین ہو رہے تھے۔

حفصہ بے حد خوش تھی عشبہ بالکل نارمل تھی کسی قسم کے  
جذبات سے عاری۔ حفصہ کے نکاح کا جوڑا جیولری اور  
ساری تیاریاں ہو چکی تھیں عشبہ نے ایک چیز بھی جا کر  
نہیں دیکھی وہ تو حفصہ خود لالا کر ایک ایک چیز دکھاتی  
تھی۔ حفصہ کی دوستیوں نے اور ماریہ نے مل کر رات کو  
حفصہ کو مہندی لگا دی تھی عشبہ کچن میں ہی مصروف تھی اور  
صبح سے ہی وہ جان بوجھ کر کچن کے کاموں میں لگی تھی کہ  
عطیہ بیگم ٹوک نہ دیں۔ افطار سے کچھ پہلے وہ لوگ پہنچنے  
والے تھے اور نکاح کی رسم افطار کے بعد ہونی تھی۔ افطار  
میں چند ایک چیزیں رکھی گئی تھیں کھانا باہر سے آنا تھا نکاح  
کا انتظام صحت پر کیا گیا تھا۔ عشبہ لاکھ خود کو مطمئن ظاہر  
کر رہی تھی لیکن اندر سے دل عجیب کیفیت کا شکار تھا اتنے  
عرصے بعد باسق آ رہا تھا باسق کو سامنے دیکھ کر خود کو کس  
طرح کنٹرول کر پائے گی۔ باسق کا کیسا رویہ ہوگا؟ شفیقہ  
پھوپھو تو اسے منحوس سمجھنے لگی تھیں یقیناً باسق بھی غلط سمجھ رہا  
ہوگا تب ہی تو اس نے ایک دو دفعہ بات کی تھی وہ بھی  
جب عشبہ بیوہ ہوئی تھی عجیب حالات کا شکار تھی۔

افطار سے کچھ دیر پہلے وہ لوگ آ گئے۔ عشبہ نے کچن  
کی کھڑکی سے دیکھا سفید براق شلوار کرتے میں باسق  
بہت اچھا لگ رہا تھا عشبہ کی آنکھیں نم ہو گئیں سب لوگ  
والہانہ انداز میں مل رہے تھے رور ہے تھے جذباتی مناظر  
تھے باسق کی بے چین نظریں ادھر ادھر بھٹک رہی تھیں وہ  
کھڑکی سے دیکھ رہی تھی۔

”عشبہ کہاں ہے؟“ شفیقہ نے ادھر ادھر دیکھتے  
ہوئے آنکھیں صاف کرتے ہوئے سوال کیا۔

”عشبہ..... عشبہ.....!“ سلطانہ بیگم کی آواز پر وہ  
آگئی۔ سادہ سے پنک کمر کے کاشن کے سوٹ میں بڑا سا

پرینڈ دو بیٹے سر پر ڈالے وہ معصوم سی لڑکی باسق کے دل میں  
اترتی چلی گئی۔  
”میری بچی۔“ شفیقہ اس سے لپٹ کر ایک بار پھر  
رو پڑی۔

”السلام علیکم!“ عشبہ نے باری باری باسق اور بسیم کو  
دیکھ کر کہا۔ صبوحی نے حیرت اور تاسف سے اپنی بیٹی کی  
جانب دیکھا کس خوب صورتی سے وہ اپنے اندر کا طوفان  
چھپا کر مسکرا رہی تھی۔ تب ہی اذان کی آواز آئی اور سب  
لوگ دسترخوان کی طرف بڑھ گئے۔

عشبہ جان بوجھ کر کام کے بہانے کچن میں مصروف  
تھی۔ افطار کے بعد مرد حضرات نماز پڑھنے مسجد چلے گئے  
واپسی پر قاضی صاحب کو ساتھ لانا تھا جب تک ماریہ نے  
حفصہ کو تیار کر دیا۔ حفصہ بہت اچھی لگ رہی تھی عشبہ دور  
دور سے دیکھ رہی تھی۔ مرد واپس آ گئے چھوٹے سے بنے  
اسٹج پر حفصہ اور بسیم کو بیٹھا دیا گیا سب لوگ آس پاس  
تھے باسق بھی پاس کھڑا تھا۔ نکاح کے فارم بھرے  
جا رہے تھے اور عشبہ جان بوجھ کر کافی دور کھڑی خود کو کسی  
نہ کسی کام میں الجھا رہی تھی۔

”ارے بھئی عشبہ کہاں ہے؟“ شفیقہ نے اسٹج پر بیٹھ  
کر چاروں طرف دیکھا۔

”عشبہ یہاں آؤ حفصہ کے پاس بیٹھو۔“  
”ارے آپا..... کیا کہہ رہی ہیں آپ؟“ شفیقہ کی  
بات پر عطیہ بیگم جلدی سے آگے کر بولیں۔

”عشبہ کونہ بلوائیں یہ نکاح کی رسم سے حفصہ بعد میں  
مل لے گی اس سے میں ایسے موقع پر کوئی بدشگونی نہیں  
چاہتی۔ آپ کو پتہ ہے ناں آپا..... عشبہ کی قسمت کیسی  
ہے اور ایسے موقع پر میں اپنی بچی پر اس کا سایہ پڑنے نہیں  
دوں گی۔“ عطیہ بیگم نے شفیقہ بیگم کے کان میں سرگوشی کی  
تو شفیقہ بیگم زور سے ہنس دیں۔ سب لوگ چونکے یہ کیا  
کھسر پھسر ہو رہی تھی۔

”ارے بھابی آپ بھی کمال کرتی ہیں کیسی جاہلانہ  
اور دقیانوسی سوچ ہے آپ کی جو اللہ پاک کے فیصلوں کو

WWW.PAKSOCIETY.COM

مغربی ادب کی منتخب کہانیوں کا مجموعہ



شائع ہو گیا ہے

مغربی ادب سے انتخاب

جرم و سزا کے موضوع پر ہر ماہ منتخب ناول

مختلف ممالک میں چلنے والی آزادی کی تحریکوں کے پس منظر میں

معروف ادیبہ زریں قسمر کے قلم سے ناول

ہر ماہ خوب صورت تراجم دیس دیس کی شاہکار کہانیاں

اس کے علاوہ

خوب صورت اشعار منتخب غزلوں اور اقتباسات پر مبنی  
خوشبوئے سخن اور ذوق آگہی کے عنوان سے مستقل سلسلے

اور بہت کچھ آپ کی پسند اور آرا کے مطابق

کسی بھی قسم کی شکایت کی

صورت میں

021-35620771/2

0300-8264242



## ڈان ڈان دے عروسہ عالم

بے حس ہیں یہاں لوگ بھلا سوچ کے کرنا

اس دور میں لوگوں سے وفا سوچ کے کرنا

ایک بار جو روٹھے تو مناتم نہ سکو گے

ہم جیسے وفاداروں کو خفا سوچ کے کرنا

اسے اس کی کم مائیگی کے طعنے دیئے جائیں گے۔  
غریب گھر کی لڑکی ہونے کی وجہ سے اسے دب کے رہنا  
ہوگا اس طرح بچی احساس کمتری کا شکار ہو جائے گی۔“  
دادی نے اپنے خدشات ظاہر کیے تو امی بھی سوچ بچار  
میں پڑ گئیں۔

”اماں آپ کے سب خدشات اپنی جگہ درست سمی  
لیکن یہ بھی تو دیکھیں کہ وہ لوگ خود چل کر رشتہ جوڑنے  
آئے ہیں۔ ہم نے خود اور نہ کسی کے ذریعے انہیں اپنی  
طرف کھینچا ہے وہ ہمارے بارے میں چھان بین کر کے  
ہی آئے ہوں گے اور اگر انہیں ہمارے بارے میں زیادہ  
معلومات نہیں ہوں گی تو ہمارے گھر آ کر ہمارے  
حالات کا بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا اس کے باوجود بھی مسز  
شاہ دوبارہ آنے کا کہہ گئی ہیں۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ  
وہ ہمارا حال جاننے کے باوجود بھی ہماری بیٹی سے رشتہ  
جوڑنا چاہتی ہیں۔ اب آپ یہ سوچئے اماں کہ یہ تو اللہ  
تعالیٰ کی مرضی اور اس کا حکم ہے ناں کہ اس نے ان لوگوں  
کو ہمارے گھر میں بھیجا اللہ تعالیٰ جوڑا بنا کر ہی دنیا میں

ایک شادی کی تقریب میں چاندنی مسز شاہ کو اتنی  
پسند آئی کہ وہ فوراً پوچھ گچھ کر کے اس کے گھر رشتہ لے  
آئیں۔ اتنے اونچے گھرانے سے رشتہ آنے پر بھی  
حیران پریشان تھے وہ لوگ مل اور تھے اور یہاں سوائے  
شکل اور شرافت کے کچھ نہیں تھا۔ چاندنی کے گھر والوں  
نے انکار تو نہیں کیا لیکن سوچنے کے لیے کچھ مہلت  
مانگ لی۔ یہ رشتہ قبول کرنے نہ کرنے میں بہت سی  
قباحتیں تھیں سب سے پہلی بات یہ کہ وہ لوگ اتنے  
بڑے لوگوں کے شایان شان نہ تو جہیز دینے کی پوزیشن  
میں تھے اور نہ ہی عالی شان شادی کی حیثیت رکھتے تھے۔  
اگر ایک طرف اتنا شاندار رشتہ ٹھکرانا کفرانِ نعمت تھا تو  
دوسری طرف اتنے زبردست رشتے کو قبول کرنا بھی لحو  
فکر یہ تھا۔

”دیکھو رقیہ اتنے بڑے لوگوں میں رشتہ کرنے پر تو  
میرا دل نہیں ٹھک رہا، ہماری بچی ان کی حیثیت کے  
مطابق جہیز لے کر نہیں جائے گی فوری طور پر ان کے  
ماحول اور مزاج میں گھل مل نہیں پائے گی تو اچھے بیٹھے

بھی بہت خوش تھے۔  
”نقصہ سنبھالو اپنی دیورانی کو لگتا ہے مجھے گھور گھور کر  
نظر لگا دے گی۔“ باسق کے شرارت بھرے جملے پر عشبہ  
نے گھبرا کر ننگا ہیں جھکا لیں۔  
”کبھی کبھی حالات یوں بھی بدل جاتے ہیں واقعی  
میرا رب تو بڑا رحیم و کریم ہے جب چاہے ہماری جھولیوں  
میں اتنا کچھ ڈال دیتا ہے ایسی خوشیاں دے دیتا ہے کہ  
ہماری جھولیاں ان خوشیوں کا بوجھ برداشت کرتے کرتے  
تنگ پڑ جاتی ہیں۔ زندگی میں آنے والے اس خوب  
صورت موڑنے سب کے ساتھ ساتھ عشبہ کو اتنی خوشیاں  
دے دی تھیں کہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیسے اپنے  
رب کا شکر ادا کرے۔

کچھ دیر بعد ہی وہ باسق کے پہلو میں بیٹھی اپنے جملہ  
حقوق باسق کے نام کر رہی تھی۔ کتنی حسین اور دلکش چاند  
رات اس کی زندگی میں آئی تھی۔ جہاں سارے بڑے مل  
کرا سندھ کا لاکھ عمل تیار کر رہے تھے وہیں عشبہ اور باسق  
چھت پر بیٹھے ایک دوسرے کے سنگ میٹھی میٹھی اور مدہم  
سرگوشیوں میں مصروف تھے۔ کل آنے والی عید ان کے  
لیے کتنی خوب صورت تھی خوشیاں بہاروں کی صورت لوٹ  
آئی تھیں۔

”ارے دلہن بیگم اگر فرصت مل گئی ہے تو نیچے جائیں  
ہم سب مہندی لگانے جا رہے ہیں۔“ ماریہ کی شوخ آواز  
پر عشبہ مسکراتی ہوئی نیچے کی جانب بھاگی اور باسق کھل کر  
ہنس دیا تھا۔



اپنی الٹی سیدھی سوچوں پر رکھ کر کفر کہہ رہی ہیں۔ یہ منحوس  
سایہ بد بخت یہ سب فضول اور جاہلانہ سوچ ہے سارے  
فیصلے اللہ پاک کے ہوتے ہیں۔ کسی کے ساتھ اچھا برا  
ہوتا غلط یا صحیح ہونا اس میں اگر انسانوں کی مرضی ہوتی تو  
کبھی بھی کسی کا برانہ ہوتا ہر کوئی اپنے لیے اچھا کرتا اور اچھا  
سوچتا۔ ہم سب اللہ کے فیصلوں کے محتاج ہیں یہ ہماری  
دین سے ذوری کم علمی اور نری جہالت ہے کہ ہم اللہ کے  
فیصلوں کو انسان سے اس طرح منسوب کر دیتے ہیں کہ  
جیسے انسان نے اپنے ہاتھوں سے کیا ہے۔ میں ان فرسودہ  
اور جاہلانہ باتوں کو قطعاً نہیں مانتی اور میں نے تو پہلے ہی  
یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ پہلے میں باسق اور عشبہ کا نکاح  
کروں گی اور پھر نسیم اور حصہ کا۔ میری بڑی بہو ہی اپنی  
دیورانی لے کر آئے گی۔“

”کیوں اماں؟ بھائی اعجاز آپ لوگوں کو کوئی اعتراض  
تو نہیں ہے ناں میں بہت شرمندہ ہوں اور آپ لوگوں  
سے ہاتھ جوڑ کر یہ رشتہ دوبارہ سے استوار کرنا چاہتی  
ہوں۔“ شفیقہ بیگم نے پہلے بھابھ کو لتاڑا اور پھر مڑ کر  
اماں اور بھائیوں کو مخاطب کر کے ہاتھ جوڑتے ہوئے  
عاجزی سے سوال کیا۔ سب لوگ حیران اور ششدر شفیقہ  
بیگم کی بات سن رہے تھے آخری جملوں پر سب کے  
چہروں پر غیر یقینی کے ساتھ اطمینان بھی آ گیا تھا۔ عشبہ جو  
جب کھڑی پھوپھو کی باتیں سن رہی تھی بوکھلا کر ادھر ادھر  
دیکھنے لگی۔ باسق اس کے پاس آ گیا تھا۔

”شفیقہ تم نے آج ہمارا دل خوش کر دیا بچی.....“  
سلطانہ بیگم نے آگے بڑھ کر بیٹی کو گلے لگا کر گویا اجازت  
دے دی تھی۔ سب لوگ ہی خوش تھے عشبہ کو اچانک مل  
جانے والی خوشی غیر یقینی لگ رہی تھی۔

”بے شرم لڑکی دوپٹہ سر پر تو لے لو۔“ باسق کی آواز پر  
بوکھلا کر جلدی سے دوپٹہ سر پر لے لیا۔ حصہ نے بھاگ  
کر عشبہ کو گلے لگا لیا عطیہ بیگم منہ پھاڑے اس اچانک  
سے بدل جانے والی پجوشن کو سمجھنے کی کوشش کر رہی  
تھیں۔ لقمان صاحب اعجاز صاحب صہبوتی احمد اور ماریہ

WWW.PAKSOCIETY.COM



بھیجتا ہے جب دونوں فریقین کے درمیان مالی اور سماجی فرق زیادہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور قدرت سے دونوں کے دلوں کو جوڑ کر قریب کر دیتا ہے یہاں پر بھی بس یہی معاملہ ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے گھر بھیجا ہے کیونکہ وہ جوڑا بنا چکا ہے ورنہ وہ جس مقام پر ہیں انہیں کسی کے گھر جانے کی کیا ضرورت۔ رشتے تو خود ان کے آگے پیچھے گھومتے ہوں گے لہذا میں نے بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے کہ ہم انہیں ہاں کر دیں گے اللہ نے معاملہ بنایا ہے آگے بھی وہی سنبھالے گا۔“

بھی ہے ساتھ ساتھ وہ بھی ہو جائے گا کیا خیال ہے؟“ فرجاد نے اپنا خیال پتا کر اب اس کا ارادہ جانا چاہا۔ ”میں چاہ رہی تھی کہ ہم عمرہ کے لیے جائیں اپنی زندگی کی شروعات ہم عمرہ سے کریں۔“ ”اوہ کم آن چاندنی! عمرہ ایک عبادت ہے اس کا ہنی مون سے کوئی تعلق نہیں خانہ کعبہ کوئی تفریحی مقام نہیں اور ہنی مون گھومنے پھرنے کا نام ہے۔“ ”میں جانتی ہوں کہ وہ گھومنے کی جگہ نہیں ہے وہ عبادت کی جگہ ہے لیکن یہ تو دیکھئے کہ وہ کتنی عظیم عبادت گاہ ہے کہ وہاں جانے کے لیے لوگ ترستے ہیں گزرگرا کر دعائیں مانگتے ہیں میں اپنی زندگی کی ابتدا اس نیک عمل سے کرنا چاہتی ہوں۔“

پھر دادی کے خدشات اور واہمات اور امی بابا کے یقین اور اعتماد کے ساتھ چاندنی شادی ہو کے شاہ والا میں آگئی۔ شادی تو چاندنی کے گھر والوں کی حیثیت کے مطابق سادگی سے ہوگئی لیکن ولیمہ بہت شاندار تھا۔ شادی کے بعد دعوتوں کا سلسلہ شروع ہوا شاہ فیملی کے تعلقات بھی انہی کی طرح ہائی فائی لوگوں سے تھے کسی نے گھر پر دعوت نہیں کی سبھی نے ہوٹلز میں ڈنر دیا اور پوری فیملی کو انوائٹ کیا۔ چاندنی دعوتیں کھا کھا کے بے زار ہو چکی تھی جن میں صرف گوشت ہوتا تھا اتنا گوشت شاید اس نے اپنی پوری زندگی میں نہیں کھایا تھا جبکہ اس کے گھر میں ہمیشہ بیکنس ڈائٹ رہتی تھی دالیں گوشت سبزیاں پھل سبھی کچھ حسب توفیق کھایا جاتا تھا۔ اب دعوتوں سے ذرا فراغت ملی تو خود پر توجہ دینے کا موقع ملا۔

”یہ نیک عمل تو کسی بھی وقت کیا جاسکتا ہے لیکن ہنی مون تو کسی بھی وقت نہیں منایا جاسکتا نا لہذا فی الحال تو جرمی جانے کی تیاری کرو۔“ فرجاد اپنی رائے اس پر مسلط کرتا ہوا کمرے سے نکل گیا اور چاندنی اس کی پشت کھتی رہ گئی کتنا دور تھا وہ اپنے دین سے اور مذہب سے۔ تکلیف کی ایک سردی لہر اس کے وجود میں سرایت کر گئی اور دل بھی کچھ بوجھل سا ہو گیا۔ فرجاد کے علاوہ باقی گھر والوں کو بھی اس نے بھی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا تھا اور اس کے گھر میں پانچوں وقت کی نماز کس قدر خشوع و خضوع اور محبت سے پڑھی جاتی تھی۔ نماز کسی حالت میں معاف نہیں ہے یہاں تک کہ بیماری کی حالت میں بھی چھوٹ نہیں صرف پاگل پن میں معاف ہے کیونکہ اس میں انسان کا دماغ اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ دادی کی آواز اس کے کانوں میں گونجی تو کیا یہاں سبھی کے دماغ نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا ہے سبھی حواسوں سے بیگانہ ہو چکے ہیں۔ اس نے ایک طویل سانس لی اور ہنی مون کی تیاری کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی اور چند دنوں میں وہ دونوں جرمی چلے گئے اور ٹھیک پندرہ دن بعد وہ دونوں ڈھیروں تحائف کے ساتھ لدے پھندے ہنی مون سے واپس لوٹے فرجاد نے ضروری کم اور غیر ضروری اشیاء

”ہنی مون کے لیے کہاں جانا چاہتی ہو؟“ فرجاد کے پوچھنے پر چاندنی ایک دم سے چونکی۔ اس کے خاندان میں تو دور دور تک ہنی مون کے چونچلے نہیں تھے وہاں تو بس شادی ہوئی دو چار دعوتیں ہوئیں اور زندگی اپنی ڈگر پر آگئی۔ اس کے ذہن میں ایک خوب صورت سی جگہ کا خیال آیا لیکن پہلے اس نے فرجاد سے پوچھنا مناسب سمجھا۔

”آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟“ ”میرا تو جرمی جانے کا ارادہ ہے کچھ بزنس کا کام

WWW.PAKSOCIETY.COM

زیادہ خریدی تھیں۔

”مہی..... انہوں نے ہنی مون پر بہت فضول خرچی کی ہے میرے منع کرنے کے باوجود بہت سی غیر ضروری چیزیں بھی خرید لیں۔“

”چلو کوئی بات نہیں ہنی مون پر تو یہ سب کچھ چلتا ہے اور پھر جب اللہ نے دیا ہے تو خرچ تو کرنا چاہیے نا۔“

”انہوں نے جو غیر ضروری چیزوں میں پیسہ ضائع کیا ہے اس سے کئی غریب گھروں میں کئی مہینے کا راشن ڈالا جاسکتا تھا۔“

”ہم نے غریبوں کی ذمہ داری نہیں اٹھائی ہوئی ہے۔“ نورین بھابی نے تڑخ کے کہا۔

”بڑے افسوس اور شرم کی بات ہے کہ ہم نے ابھی تک یہ ذمہ داری قبول نہیں کی ہے جبکہ ہمارے رب نے زکوٰۃ خیرات اور صدقات ادا کرنے کی صورت میں ہمیں یہ ذمہ داری دے دی ہے۔“ اس کی بات پر سبھی بغلیں جھانکنے لگے کوئی کچھ نہ بول سکا۔ اسے اندازہ ہوا کہ شاید یہاں زکوٰۃ بھی پابندی سے ادا نہیں کی جاتی۔

آج چاندنی نے کھانا خود پکایا تھا یہاں روزانہ کھانے میں گوشت کی مختلف ڈشز پکتی تھیں۔ آج رات کے کھانے میں بھنڈی ماش کی دال اور لوبی کا رائیہ تھا۔ دال اور سبزی دیکھ کر تو سبھی حیران رہ گئے اور سب کے منہ بن گئے۔ عبدالصمد بھائی کے بچوں نے دال اور سبزی دیکھ کر شور مچا دیا۔

”آف مانی گاڈ یہ تم نے کیا پکایا ہم لوگ تو ایسا کھانا کھاتے ہی نہیں ہیں۔ میرے بچے کیسے یہ سب کچھ کھا سکتے ہیں۔“ نورین نے بچوں سے زیادہ واویلا مچایا۔ ”انہیں یہ سب کچھ پسند نہیں۔“

”بھابی یہ سب چیزیں بھی اللہ تعالیٰ نے کھانے کے لیے ہی پیدا کی ہیں جب بچوں نے یہ سب کھایا ہی نہیں ہے تو انہیں کیسے پتا کہ یہ سب اچھا نہیں۔“ نورین بالکل چیپ ہوگئی۔

آنچل کی چاہ سب سے ایک اناچل

# ماہنامہ حجاب کراچی

شائع ہوگئی

ملک کی مشہور معروف قلم کاروں کے سلسلے وار ناول، ناولٹ اور افسانوں سے راست ایک عمل جریہ گھر بھر کی دلچسپی صرف ایک ہی رسالے میں موجود ہے آپ کی آسودگی کا باعث بنے گا اور وہ صرف ”حجاب“ آج ہی باکرے کہہ کر اپنی کاپی بک کرالیں۔

اس کے علاوہ

خوب صورت اشعار منتخب غزلوں اور اقتباسات پر مبنی مستقل سلسلے

اور بہت کچھ آپ کی پسند اور آرا کے مطابق

Infoohijab@gmail.com  
info@aanchal.com.pk  
کسی بھی قسم کی شکایت کی صورت میں  
021-35620771/2  
0300-8264242

”سعد اور سارہ میں آپ دونوں کو اپنے ہاتھوں سے کھلاؤں گی پھر آپ کو بہت مزہ آئے گا۔“ اس نے اتنی محبت اور نرمی سے کہا کہ بچے خاموش ہو گئے۔ اس نے ایک پلیٹ میں دال اور بھنڈی نکالی اور دوسرے میں رائیہ سلاد اور خوبانی کی چٹنی نکالی۔

”پہلے آپ دونوں بسم اللہ پڑھیے پھر ہم کھانا شروع کریں گے۔“

”مگر ہم تو کبھی بسم اللہ نہیں پڑھتے۔“ سعد نے کہا تو سبھی شرمندہ سے ہو کر نظر جھکا گئے یا چرا گئے۔

”آج سے پڑھیں گے جو کام اللہ کے نام سے شروع ہوتا ہے اس میں برکت اور بھلائی ہوتی ہے۔“ دونوں نے بسم اللہ پڑھی پھر چاندنی انہیں ہر چیز کے نوالے بنا بنا کر کھلانے لگی۔

”چاچی یہ تو بہت مزے کا کھانا ہے ہم نے تو ایسا کھانا کبھی کھایا ہی نہیں۔ مٹی اور دادو تو حلیمہ بی بی سے صرف گوشت پکواتی ہیں چاچی آپ روز ایسا ہی کھانا پکا دیا کریں۔“

”آپ نے دیکھا تاں کہ جب اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھانا شروع کیا گیا تو وہ مزیدار ہو گیا۔“

”آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں چاچی..... اب ہم روز بسم اللہ پڑھا کریں گے۔“ باقی سب نے بھی کچھ دے دے سے انداز میں پسندیدگی کا اظہار کیا۔ حلیمہ بی بی گرم گرم روٹیاں لارہی تھیں اور سب ابھی تک بیٹھے کھا رہے تھے۔ ڈیڈی نے روٹی کے برتن کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ خالی تھا اتنے میں حلیمہ بی بی روٹی لے لیں۔

”حلیمہ..... آج تم نے روٹیاں کم پکائی ہیں؟“ مٹی نے خالی برتن دیکھ کر پوچھا۔

”نہیں بیگم صاحبہ آج تو میں نے روزانہ سے زیادہ روٹیاں پکائیں ہیں۔“

”بھئی ہماری بیٹی نے کھانا ہی اتنا مزیدار پکایا ہے کہ ہم کھاتے چلے گئے۔“ ڈیڈی نے ہنستے ہوئے کہا۔

بیٹھے میں چاندنی نے رس ملائی بنائی تھی سب نے

خوب کھائی اور پھر بھی سب یہی کہتے رہے کہ مجھے تو تھوڑی سی ملی۔ سرال میں چاندنی کا پکایا ہوا پہلا ہی کھانا سب نے بہت رغبت سے کھایا اور خوب تعریف کی۔

”اب آپ دونوں شکر الحمد للہ کہیے۔“

”اس کا کیا مطلب ہوتا ہے چاچی؟“ بچوں نے حیرت سے پوچھا تو ایک بار پھر سب شرمسار ہو گئے۔ اس گھر میں اس قسم کے تکلفات میں پڑنے کا رواج نہیں تھا۔

”اس کا مطلب ہے اے اللہ ہم تیری رحمتوں اور نعمتوں پر تیرا شکر ادا کرتے ہیں۔“ یہاں سب مارڈرن اور بڑے آدمی تھے مذہب پر عمل کرنا دقیا نویسی تھی۔ اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ مارڈرن اور دولت مند لوگوں نے مذہب کو اپنے لیے معاف کیوں سمجھ لیا تھا۔ وہ فیصلہ نہیں کر پاتی تھی کہ وہ یہاں آ کر گرداب میں پھنس گئی ہے یا یہ سب بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اس گھر کے مرد جمعہ کی نماز بھی نہیں پڑھتے تھے مٹی ڈیڈی کی اتنی عمریں ہو گئی تھیں لیکن وہ دونوں ایک وقت کی بھی نماز نہیں پڑھتے تھے اسی لیے ان کی اولادوں میں بھی یہ عادت نہیں تھی۔ یہاں آئے دن پنک پارٹی اور ہائی ٹی کے پروگرام بننے رہتے تھے۔ تفریحات کے لیے ملکی اور غیر ملکی دورے ہوتے رہتے تھے ابھی تک کسی کوچ اور عمرہ کا خیال نہیں آیا تھا۔ دنیا کی چکا چونڈ نے ان کی آنکھیں چندھیادی تھیں دنیا میں اس قدر غرق تھے کہ دین کی کشتی میں سوار ہونے کا خیال ہی نہیں آتا تھا۔ آج چھٹی تھی اور وہ سب ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے تھے شام کی چائے پر چاندنی نے شامی کباب اور چنے کی دال کا حلوہ پکایا تھا۔

”میں نے آپ دونوں کے مولوی صاحب کو ابھی تک نہیں دیکھا آپ دونوں کون سے سپارے پڑھ رہے ہیں؟“

”چاچی ہمارے مولوی صاحب نہیں آتے۔“

”کیوں؟“ یہ سن کر کچھ زیادہ حیرت نہیں ہوئی اسے

”فرجاد.....! آپ کسی مولانا کا فوراً بندوبست کریں تاکہ بچے قرآن پڑھنا شروع کریں۔“

”میں کہاں مولوی ڈھونڈتا پھروں گا کیسی باتیں کر رہی ہو تم؟“ فرجاد ناگواری کے ساتھ تیزی سے بولا۔

”کیسی باتیں میں کر رہی ہوں یا آپ؟ دونوں بچے آٹھ نو سال کے ہو گئے ہیں اور ابھی تک قرآن پڑھنا شروع نہیں کیا جبکہ دس سال کی عمر میں تو کلام پاک حفظ ہو جاتا ہے اگر آپ یہ کام نہیں کر سکتے تو میں خود کر لوں گی۔“ نورین بھابی بیٹھی لٹے سیدھے منہ بنا رہی تھیں۔ اس وقت وہ شارٹ سیلوز کی شرٹ پہنے گلے میں دوپٹہ ڈالے بیٹھی تھیں ساس سر اور دیوران کے سامنے تھے انہیں اس بات کی کوئی پروا اور لحاظ نہیں تھا جبکہ چاندنی کی نظریں شرم سے جھکی جا رہی تھیں۔

”فرجاد مغرب کی اذان ہو رہی ہے یہ ناچ گانا ہٹا کے کوئی اور چینل لگا دیجیے بلکہ بہتر یہ ہوگا کہ آپ اس وقت ٹی وی بند کر دیجیے۔“ اس نے سر پر دوپٹہ لیا تو سارہ جلدی سے بھاگ کے اس کے پاس آ گئی۔

”چاچی میں بھی دوپٹہ اوڑھوں گی۔“ اس نے جلدی سے چاندنی کا دوپٹہ اپنے سر پر رکھ لیا تو اس نے محبت سے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

”چاچی آج ہم دونوں بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھیں گے۔“ سعد بھی بھاگ کے اس کے پاس آ گیا۔

”اوہ مائی گاڈ! مٹی آپ تو اس گھر کے باہر اب مدرسہ کا بورڈ لگا دیجیے۔“ نورین نے برا سامنے بنا کے کہا اور پیر پختی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

”تمہیں کیا ضرورت ہے ہر وقت درس دینے کی۔“

فرجاد بھی چڑ کے اس کے اوپر چڑھ دوڑا۔

”درس.....“ وہ حیران رہ گئی۔ ”فرجاد..... ہمارا دین

ہی ہمارا اصل ہے یہی ہماری جڑ ہے۔ ہماری بنیادیں ہمارے مذہب پر کھڑی ہیں ہم اپنے مذہب سے ہٹ کے اور کٹ کے خوش حال کامیاب ممل اور نارمل زندگی نہیں گزار سکتے۔ ہمارا مذہب ہماری پہچان ہے بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اس کے جسم میں غذا سے پہلے کانوں کے ذریعے اذان پہنچائی جاتی ہے تاکہ اسے پتا چل جائے کہ وہ مسلمان ہے۔ اللہ تعالیٰ اذان کے ہی ذریعے دن میں پانچ مرتبہ ہمیں اپنی طرف بلاتا ہے۔“ سب خاموشی سے سن رہے تھے اس کی کوئی بات غلط نہیں تھی جس پر کوئی آواز اٹھاتا۔

”کبھی آپ نے اذان کے الفاظ پر غور کیا ہے جی علی الفلاح..... جی علی الصلوٰۃ یعنی ”آؤ نماز کی طرف آؤ بھلائی کی طرف۔“ اللہ تعالیٰ آپ کو دن میں پانچ بار نماز کے ذریعے بھلائی کی طرف بلاتا ہے اور آپ ایک دفعہ بھی اس کی طرف رجوع نہیں کرتے اس طرح تو آپ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی طرف سے ملنے والی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں۔ اس کی رحمتوں پر ناشکری کرتے ہیں اس کی طرف سے ملنے والی کامیابیوں پر ناشکری کرتے ہیں۔“ سب بے زار سی شکلیں بنائے بیٹھے رہے لیکن نماز کے لیے کوئی بھی نہیں اٹھا اس لیے کہ نہ کسی کو عادت تھی اور نہ اس گھر کا ماحول تھا۔

”چاچی چلئے ناں ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔“ سعد اور سارہ نے اس کا ہاتھ کھینچتے ہوئے کہا۔

”پہلے میں آپ لوگوں کو نماز یاد کرواؤں گی پھر آپ لوگ پڑھیے گا۔“ وہ سب پر ایک آنسوؤں ناک نظر ڈال کر نماز پڑھنے چلی گئی۔

چاندنی فجر کی نماز کے بعد قرآن شریف پڑھتی تھی پھر گھر کے اندر ہی واک کرتی تھی۔ گھر اتنا بڑا تھا کہ واک کرنے کے لیے باہر جانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ سب اس وقت مزے سے سو رہے ہوتے تھے چاندنی کو لگتا کہ صرف وہی نہیں سو رہے بلکہ ان کے نصیب بھی سو رہے تھے۔ اس دن بچے اسکول سے آئے تو چاندنی نے

”فرجاد.....! آپ کسی مولانا کا فوراً بندوبست کریں تاکہ بچے قرآن پڑھنا شروع کریں۔“

”میں کہاں مولوی ڈھونڈتا پھروں گا کیسی باتیں کر رہی ہو تم؟“ فرجاد ناگواری کے ساتھ تیزی سے بولا۔

”کیسی باتیں میں کر رہی ہوں یا آپ؟ دونوں بچے آٹھ نو سال کے ہو گئے ہیں اور ابھی تک قرآن پڑھنا شروع نہیں کیا جبکہ دس سال کی عمر میں تو کلام پاک حفظ ہو جاتا ہے اگر آپ یہ کام نہیں کر سکتے تو میں خود کر لوں گی۔“ نورین بھابی بیٹھی لٹے سیدھے منہ بنا رہی تھیں۔ اس وقت وہ شارٹ سیلوز کی شرٹ پہنے گلے میں دوپٹہ ڈالے بیٹھی تھیں ساس سر اور دیوران کے سامنے تھے انہیں اس بات کی کوئی پروا اور لحاظ نہیں تھا جبکہ چاندنی کی نظریں شرم سے جھکی جا رہی تھیں۔

”فرجاد مغرب کی اذان ہو رہی ہے یہ ناچ گانا ہٹا کے کوئی اور چینل لگا دیجیے بلکہ بہتر یہ ہوگا کہ آپ اس وقت ٹی وی بند کر دیجیے۔“ اس نے سر پر دوپٹہ لیا تو سارہ جلدی سے بھاگ کے اس کے پاس آ گئی۔

”چاچی میں بھی دوپٹہ اوڑھوں گی۔“ اس نے جلدی سے چاندنی کا دوپٹہ اپنے سر پر رکھ لیا تو اس نے محبت سے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

”چاچی آج ہم دونوں بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھیں گے۔“ سعد بھی بھاگ کے اس کے پاس آ گیا۔

”اوہ مائی گاڈ! مٹی آپ تو اس گھر کے باہر اب مدرسہ کا بورڈ لگا دیجیے۔“ نورین نے برا سامنے بنا کے کہا اور پیر پختی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

”تمہیں کیا ضرورت ہے ہر وقت درس دینے کی۔“

فرجاد بھی چڑ کے اس کے اوپر چڑھ دوڑا۔

”درس.....“ وہ حیران رہ گئی۔ ”فرجاد..... ہمارا دین

ہی ہمارا اصل ہے یہی ہماری جڑ ہے۔ ہماری بنیادیں ہمارے مذہب پر کھڑی ہیں ہم اپنے مذہب سے ہٹ کے اور کٹ کے خوش حال کامیاب ممل اور نارمل زندگی نہیں گزار سکتے۔ ہمارا مذہب ہماری پہچان ہے بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اس کے جسم میں غذا سے پہلے کانوں کے ذریعے اذان پہنچائی جاتی ہے تاکہ اسے پتا چل جائے کہ وہ مسلمان ہے۔ اللہ تعالیٰ اذان کے ہی ذریعے دن میں پانچ مرتبہ ہمیں اپنی طرف بلاتا ہے۔“ سب خاموشی سے سن رہے تھے اس کی کوئی بات غلط نہیں تھی جس پر کوئی آواز اٹھاتا۔

انہیں سلام کیا تو دونوں حیران رہ گئے۔

”چاچی! آپ بڑی ہو کے ہمیں سلام کر رہی ہیں۔“  
”کوئی بات نہیں بیٹا! بڑے بھی چھوٹوں کو سلام کر لیتے ہیں اور جب گھر میں داخل ہوتے ہیں تو سب سے پہلے سب کو سلام کرتے ہیں۔“ چاندنی نے محبت اور نرمی سے کہا۔

”لیکن ہم تو کبھی سلام نہیں کرتے۔“  
”کوئی بات نہیں آج سے بلکہ ابھی سے آپ دونوں سب کو سلام کریں گے۔“ اس کے کہنے پر بچوں نے فوراً وادی اور ماں کو سلام کیا۔

چاندنی نے اپنے بھائی کے ذریعے مولانا کا بندوبست کر لیا تھا اب بچوں نے قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا تھا اور مولوی صاحب نے انہیں نماز بھی یاد کروادی تھی وہ دونوں اب اکثر چاندنی کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔



”فرجاد..... ماہ رمضان شروع ہونے والا ہے اور میں زکوٰۃ دینا چاہتی ہوں۔“ رات کے کھانے سے فارغ ہو کے وہ دونوں کمرے میں آئے تو چاندنی نے کئی دن سے سوچی ہوئی بات کہہ ڈالی۔

”میں باقیوں کو تو مجبور نہیں کر سکتی لیکن ہم اپنی آمدنی کے حساب سے زکوٰۃ ضرور دیں گے۔“

”دے دینا جتنے پیسے چاہیے ہوں لے لینا۔“ فرجاد نے فراخ دلی کا مظاہرہ کیا۔ اس دن می اور نورین بیٹی کھانے پینے کی چیزوں کی لسٹ بنا رہی تھیں۔

”مئی بہت لمبی چوڑی لسٹ بن رہی ہے کوئی دعوت وغیرہ ہے کیا؟“

”کوئی ایک دعوت اب تو ہر روز دعوتیں ہوں گی۔ کچھ گھر میں اور کچھ ہوٹلز میں۔“ انہوں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”گھر میں ہونے والی دعوتوں میں بھی زیادہ تر کھانا تو باہر سے ہی آئے گا لیکن پھر بھی کچھ چیزوں کی ضرورت تو

پڑ ہی جاتی ہے۔“

”لیکن دعوتیں کس سلسلے میں ہوں گی ابھی تو رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہونے والا ہے۔“ چاندنی نے حیرت سے پوچھا۔

”تو یہ سب رمضان کی ہی تیاری تو ہے ہمارے گھر میں تو رمضان میں ہر تین چار دن بعد ایک افطار وڈنر پارٹی ہوتی ہے پھر اس کے علاوہ روزانہ کی گھر کے افطار کی بھی تیاری ہوتی ہے۔“ نورین بھابی کے منہ سے یہ بات سن کے اس کے اندر ایک حیرت انگیز اور خوش گواری خوشی کی لہر دوڑ گئی اور پھر وہ بے چینی سے رمضان شروع ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ بہت سے لوگ جو پورا سال نماز نہیں پڑھتے وہ اکثر رمضان میں دین کی طرف آجاتے ہیں چاندنی کے سرال والے بھی شاید انہی لوگوں میں سے تھے۔ پھر وہ مبارک دن بھی آ گیا جب نی وی پر رمضان المبارک کے چاند کا اعلان ہوا چاندنی نے خوشی سے باری باری سب کو سلام کیا وہ کافی دھی سی ہوئی کیونکہ کسی نے کسی کو سلام نہیں کیا۔

”چاچی..... چاند دیکھ کر سلام کرتے ہیں کیا؟“  
بچوں نے چاندنی کو سلام کرتے دیکھ کر ایک بار پھر اپنی حیرت کا اظہار کیا۔

”ہاں بالکل..... آپ دونوں بھی کیجیے۔“ چاندنی کے کہنے پر ان دونوں نے سب کو سلام کیا۔ رات کے کھانے کے بعد چاندنی نماز اور تراویح کے لیے کھڑی ہو گئی اس نے دیکھا کہ نہ گھر میں خواتین نے نماز پڑھی اور نہ گھر کے مرد حضرات نماز اور تراویح کے لیے مسجد گئے۔

”فرجاد..... آپ نماز اور تراویح کے لیے مسجد نہیں گئے۔“ چاندنی نے نماز سے فارغ ہو کر فرجاد سے پوچھا۔

”لیکن میں نے تو کبھی تراویح نہیں پڑھی۔“ فرجاد نے اسے بتایا جیسے یہ بہت اچھا کام ہے۔

”ضروری تو نہیں ہے کہ کوئی اچھا کام کبھی نہ کیا ہو تو

آئندہ بھی نہ کیا جائے۔ آپ اللہ سے توبہ کر کے آج سے نماز اور تراویح شروع کر دیجیے۔“

”ابھی تو میں جا رہا پورا مہینہ پڑا ہے پڑھ لیں گے تراویح اور اس سال نہ سہی تو اگلے سال سہی۔“ فرجاد نے بے پروائی سے کہا تو سہی اس کی بات پر مسکرا دیئے لیکن کوئی اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوا وہ کف انفوس ملتی ہوئی وہاں سے ہٹ گئی۔

”یہ کارڈ تم اپنے گھر والوں کو دے دینا۔“ فرجاد نے کئی کارڈ چاندنی کی طرف بڑھائے تو وہ حیران رہ گئی۔  
”گھر میں تو کوئی شادی نہیں ہے پھر یہ کارڈ کیسے؟“  
اس نے کچھ الجھ کے حیرت سے پوچھا۔

”یہ افطار اور ڈنر کے کارڈ ہیں۔“ چاندنی نے حیرت اور خاموشی سے کارڈز تھام لیے کیونکہ ہر کام ایسے ہی پیمانے پر ہوتا تھا بارہ دن کے افطار اور ڈنر کا اہتمام کیا گیا تھا۔ کچھ گھر میں تھے اور کچھ شاندار ہوٹلز میں تھے اسے اندازہ ہوا کہ یہاں نمود و نمائش اور شان و شوکت کے نام پر بے تحاشہ پیسہ لٹایا جاتا ہے دنیاوی زندگی میں مگن ہو کے یہ لوگ دین کی اصل حقیقت کو بالکل فراموش کر بیٹھے تھے۔

وہ سحری کے لیے اٹھی تو اس نے فرجاد کو بھی اٹھنے کا کہا اور ہاتھ منہ دھو کے کچن میں آ گئی اور جلدی جلدی سے سحری تیار کرنے لگی۔ وہ ایک دفعہ پھر فرجاد کو اٹھانے کمرے میں آ گئی۔

”فرجاد جلدی سے اٹھ جائیے سحری کا ٹائم لیٹنڈ ہوتا ہے باقی سب بھی اٹھنے والے ہوں گے۔“

”سو نے دو بار میں نے کبھی روز نہیں رکھا اور ہمارے گھر میں کوئی بھی روزے نہیں رکھتا ہے اب تم باقی سب کے دروازوں پر نوک کر کے ان کی نیندیں مت خراب کرنا۔“ فرجاد نے جھنجھلا کے کہا اور کروٹ بدل لی۔  
چاندنی سنائے میں آ گئی وہ حیرت کے مارے کچھ بول ہی نہ سکی اور خاموشی سے باہر آ گئی۔

یہ سب بہت بھٹکے ہوئے اور بے ہکے ہوئے لوگ تھے جو

دنیاوی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھے تھے دین سے بالکل غافل تھے لیکن اسی لمحے اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ہمت نہیں ہارے گی اور سب کو نہیں تو کم از کم اپنے شوہر کو ضرور مذہب کی طرف لے آئی گی۔

فرجاد کی باتوں اور رویے نے اس قدر دل برا کیا کہ اس سے کچھ کھایا ہی نہیں جا رہا تھا اس نے بمشکل تھوڑی سی سحری کی اور سب چیزیں اٹھا کر فریج میں رکھ دیں تو یعنی مئی نے وہ سارا سامان صرف افطار اور ڈنر کے لیے منگوا لیا تھا اس نے دل میں سوچا۔

سحری کے بعد اس نے نماز پڑھی قرآن شریف پڑھا اور پھر باہر لان میں آ گئی۔ بڑا خوش گوار موسم ہو رہا تھا ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور لان میں لگے طرح طرح کے پھولوں کی مہک چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ آج پہلا روزہ تھا اور ایسا لگ رہا تھا کہ ہر طرف رحمتوں کی بارش ہو رہی ہے بس یہ بندوں کا کام تھا کہ وہ ان برستی رحمتوں سے کس طرح اپنا دامن بھرتے ہیں اس کا دل و دماغ بوجھل ہونے کے باوجود رگ وے میں ایک خوش گوار سا احساس موجود تھا۔ صبح ناشتے کی ٹیبل پر سب بڑی رغبت سے ناشتا کر رہے تھے۔

”آؤ بیٹا تم بھی ناشتا کرو کہاں تھیں تم؟“ ڈیڈی نے اسے ناشتے کی آفر کی۔

”نہیں ڈیڈی الحمد للہ میرا روزہ ہے۔“

”او..... ڈیڈی نے کھینچ کے ایسے او کہا جیسے خدا نخواستہ اسے کوئی پرابلم ہے اور وہ اس وجہ سے کچھ کھا ہی نہیں سکتی وہ دوبارہ سے کھانے میں مشغول ہو گئے۔

”بیٹا تم نے کیوں روزہ رکھ لیا اتنی دیر تک بھوک کیسے رہو گی؟“ مئی نے تشویش ناک انداز میں کہا تو وہ دنگ رہ گئی چند لمحے تو وہ کچھ بول ہی نہ سکی۔

”مئی.....! روزہ بھوک لگنے نہ لگنے والی چیز نہیں ہے روزہ عبادت ہے۔“

”چاچی روزہ کی ڈیفینیشن کیا ہے؟“ سعد نے براہ راست چاندنی سے پوچھا شاید اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ

اس بات کا صحیح جواب چاندنی ہی دے سکتی ہے۔

”بیٹا..... روزہ ایک عبادت ہے اس میں فجر سے پہلے سحری کرتے ہیں اور مغرب کی اذان ہونے پر افطار کرتے ہیں اور درمیان میں سب کچھ کھانا پینا منع ہوتا ہے۔“

”چاچی یہ تو بہت مشکل کام ہے ہمارے گھر میں تو ایسا نہیں ہوتا۔“

”نہیں بیٹا..... بالکل مشکل نہیں ہے یہ تو ایک عظیم اور خوب صورت عبادت ہے۔“ اس گھر کے بچے بھی بڑوں کی طرح دین سے بے بہرہ تھے۔ بڑے نماز روزہ قرآن چھوڑے بیٹھے تھے تو بچے کیسے آگاہ ہو سکتے تھے۔ ”بیٹا روزہ وہ ہوتا ہے کہ اس میں بہت بھوک لگنے پر بھی کچھ کھانی نہیں سکتے۔“ عبدالصمد بھائی نے نہایت بھونڈی معلومات کے مطابق بیٹے کو بڑے سہل انداز میں سمجھایا۔

”یہ تو ایک طرح کا فائدہ ہوا۔“ بچے کو جس طرح سے سمجھایا جا رہا تھا اس نے اپنی عقل کے مطابق ویسی ہی بات کی۔

”ہاں ایسا ہی سمجھ لو۔“ نورین نے بڑی بے پروائی سے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

”بیٹا ایسا نہیں ہے روزہ ہرگز فائدہ نہیں ہے بندوں کو روزے کی حالت میں جبر اور ضبط کرنا بھی آتا ہے۔ جس طرح مال اور پیسوں کی زکوٰۃ ہوتی ہے اسی طرح ہمارے جسم کی زکوٰۃ روزہ کی صورت ہے۔“

”ہاں ہم نے زکوٰۃ کے بارے میں اپنی اسلامیات کی کتاب میں پڑھا ہے۔“ اس نے جوشیلے انداز میں کہا۔

”ہاں ہاں بس وہی ہوتا ہے اب تم خاموشی سے ناشتا کرو پھر ہوم ورک بھی کرنا ہے۔“ نورین نے بیٹے کو ڈپٹ کے چپ کروادیا۔

”تم کوئی موقع مل نہیں دیکھتی ہو بس ہر وقت ہر جگہ درس شروع کر دیتی ہو۔“ فرجاد نے جھنجھلا کر کہا۔

”یہ درس نہیں ہے فرجاد..... ہمارا اصل ہے ہمارے مذہب سے ہماری جڑیں جڑی ہوئی ہیں یہی ہماری پہچان ہے ہم مذہب کے بغیر اندھے کنویں میں پڑے ہوئے ہیں۔“

”چاندنی پلیز ڈھنگ سے ناشتا کرنے دو تم خود تو کھا چکی ہونا اب ہمیں بھی سکون سے کھانے دو۔“ وہ خاموشی سے مزید کچھ کہے بنا وہاں سے ہٹ گئی۔

شام میں سب نے بڑے اہتمام سے افطار کیا لگ ہی نہیں رہا تھا کہ ان میں سے کسی کا روزہ نہیں ہے۔ چاندنی نے فرجاد سے زکوٰۃ کے لیے پیسے لیے اور گھر کے سب ملازمین کو رمضان کا راشن عید کے کپڑے اور عیدی دی۔ حلیمہ بی بی کی بیٹی کی شادی کے لیے انہیں کچھ پیسے اور جینز کا سامان لاکر دیا۔ تمام ملازمین خوش ہو گئے انہیں پہلے اس طرح کچھ نہیں دیا گیا تھا۔

تیسرے روزے کو ان کے گھر میں افطار ڈنکا اہتمام تھا شام کو لوگوں کے آنے سے پہلے چاندنی نے لان کے ایک کونے میں نماز پڑھنے کے لیے چادریں لگوا دیں۔

”یہ لان میں چادریں کیوں پڑی ہوئی ہیں۔“ نورین بھائی نے حیرت سے پوچھا۔

”چادریں پڑی ہوئی نہیں ہیں بھائی..... میں نے نماز کے لیے بچھوائی ہیں۔“ چاندنی نے افسوس اور تکلیف دہ انداز میں جواب دیا۔

”تم کچھ کرنے سے پہلے پوچھ تو لیا کرو یہاں اس کلاس کے لوگ نہیں آئیں گے۔“

”نماز کے لیے بھی کلاس ڈیفرنس ہوتی ہے کیا؟ یہ تو ہر کلاس کے مسلمانوں پر فرض ہے۔“ چاندنی کو نورین کی باتوں نے ہلا کر رکھ دیا۔

”بھائی..... جب اس کلاس کے لوگ نماز نہیں پڑھتے ہیں تو روزے بھی نہیں رکھتے ہوں گے پھر افطار ڈنکا اہتمام کرنے کی کیا ضرورت تھی۔“

”چاندنی شاید تمہیں پتا نہیں ہے کہ افطار کرنا اور

کرنا بہت ثواب کا کام ہے۔“ نورین نے اپنی دانست میں اس کی اسلامی معلومات میں اضافہ کیا تو اس کا دل چاہا کہ ان سے کہے کہ افطار کے ساتھ روزہ رکھنا بھی بہت ثواب کا کام ہے اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ثواب کے کام ہیں وہ دل پر بوجھ لیے خاموشی سے وہاں سے ہٹ گئی۔

مئی اور نورین بہت اہتمام سے تیار ہوئی تھیں جبکہ چاندنی نے لان کا خوب صورت ساسوٹ پہنا اور ہلکی سی لپ اسٹک لگائی تھی۔ آہستہ آہستہ مہمان آنا شروع ہو گئے ان کے مہمان بھی انہی جیسے لگ رہے تھے۔

”آج کے افطار میں مولویوں کو بھی انوائٹ کیا ہے آپ نے۔“ ایک خاتون نے ہنس کے نماز کی چادروں کی طرف اشارہ کیا تو ان کے ارد گرد کھڑے بقیہ لوگوں کے چہروں پر بھی مسکراہٹ آ گئی۔

”مذہب صرف مولویوں کے لیے نہیں ہے یہ تو ہر مسلمان کے لیے ہے۔“ چاندنی کی بات ان سنی کرتے ہوئے وہ خاتون ادھر ادھر ہو گئیں۔ سب نے خوش گپیوں کے دوران خوب ڈٹ کے افطار کیا اس کے میکے سے امی بابا اور چھوٹی بہن صدف آئی تھی۔ افطار کے بعد مردوں میں بابا اکیلے کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور اندر لاؤنچ میں چاندنی کے ساتھ اس کی امی اور صدف پڑھ رہی تھیں۔ چاندنی نے نماز میں اللہ تعالیٰ سے بڑے دل سے ان سب کے لیے دعا مانگی۔

”یا اللہ! یہ راستے سے بھٹکے ہوئے لوگ ہیں تو انہیں سیدھی راہ پر لے آئیے تیرے دین اور احکامات پر صحیح طرح سے عمل نہیں کر پارے تو انہیں نیک ہدایت دے اور ان کا دل بدل دے آمین۔“

ان کے یہاں ابھی صرف دو افطار پارٹیاں ہوئی تھیں کہ گھر میں ایک بھونچال سا آگیا بابا اور عبدالصمد بھائی کو بزنس میں زبردست نقصان ہو گیا۔ بزنس میں اکثر چھوٹے موٹے نقصانات ہوتے رہتے تھے۔ کاروبار اتنا وسیع اور دولت اتنی زیادہ تھی کہ یہ لوگ ایسے

نقصانات کی پروا بھی نہیں کرتے تھے لیکن یہ بہت بھاری نقصان تھا۔ بابا کو ہارٹ ایک ہو گیا اور عبدالصمد بھائی کا بی بی شوٹ کر گیا، دونوں ہاسپتالز ہو گئے۔ گھر پر ایک سوگواہی کی سی کیفیت چھا گئی، چاندنی نے زکوٰۃ دی تھی شاید اسی لیے اللہ نے ان پر کرم کیا۔

ایک تو کاروباری گھانا اوپر سے گھر کے دوسرے ہسپتال میں تھے مئی اور نورین بھائی تو بالکل نچڑ کر رہ گئیں۔ چاندنی ہر لمحہ انہیں تسلیاں دیتی رہتی۔ دونوں کے سروں پر دوپٹے آگئے اور کمروں میں جائے نمازیں بچھ گئیں۔ جب ان پر پڑی تو خدا یاد آیا سب کے ہر وقت ہسپتال کے چکر لگ رہے تھے۔ فرجاد آفس اور ہسپتالوں کے چکر میں گھن چکر بنے ہوئے تھے ایسے میں چاندنی نے ان کا بہت ساتھ دیا اس نے ان کے ساتھ آفس کو بھی دیکھا اور گھر اور ہسپتال کی ذمہ داریاں بھی پوری کرتی رہی ساتھ ساتھ روزے بھی چل رہے تھے۔ اب مئی اور نورین بھائی بھی روزے رکھ رہی تھیں ڈیڈی اور عبدالصمد بھائی صحت یاب ہو کر گھر آ گئے چاندنی نے دونوں کے آرام اور کھانے کا بہت خیال رکھا۔

دوسرا عشرہ چل رہا تھا سب شہود سے عبادات میں مشغول ہو گئے سب کو دیکھ کر چاندنی کے اندر تک ٹھنڈک اتر جاتی تھی۔ ڈیڈی اور عبدالصمد بھائی نماز پڑھنے مسجد جا رہے تھے چاندنی کے کہنے پر فرجاد بھی جانے لگے۔ فارغ وقت میں ڈیڈی زیادہ تر قرآن پاک اور اس کی تفسیر پڑھتے رہتے تھے۔ ڈیڈی بیماری کی وجہ سے روزے نہیں رکھ رہے تھے باقی عبادات جاری تھیں ان کے علاوہ سبھی روزے رکھ رہے تھے۔ اس سانحے سے پہلے سارا گھر دکھ درد میں مبتلا ہونے کی وجہ سے روزے نہیں رکھ پارہا تھا ایک جھٹکے نے سب کی بیماریاں اور کمزوریاں نکال دیں۔ گھر کا ماحول بہت اچھا اور خوش گوار ہو گیا صدقات خیرات اور زکوٰۃ دی جا رہی تھی۔ اب ڈیڈی کی طبیعت بہت بہتر تھی لیکن وہ ابھی روزے رکھنے کے قابل نہیں ہوئے تھے۔ افطار اور مغرب کی نماز



دلدار مسکرا کر گزرتا ہے

ناخبرہ گل

WWW.PAKSOCIETY.COM

”ڈیڈی..... اللہ تعالیٰ جب ہمیں خود قلاح کی طرف بلاتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ ہم سے غافل نہیں وہ ہم سے محبت کرتا ہے تو پھر وہ کیسے ہمیں غفلت اور گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکنے کے لیے چھوڑ سکتا ہے۔“

”ٹھیک کہہ رہی ہو بیٹا..... بے شک وہ بہت رحمن اور رحیم ہے بے شک وہ بندوں کے عیبوں پر پردہ بھی ڈالتا ہے اور عیبوں سے پاک بھی کر دیتا ہے۔ آج میں اس بات پر فخر محسوس کرتا ہوں کہ ہمارے گھر میں تم جیسی لڑکی بہو بن کر آئی ہے۔“

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں ہم نے اسے کچھ نہیں سمجھا۔“ می نے چاندنی کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔

”یہ لیجئے ڈیڈی..... میں چاہتا ہوں کہ یہ خوش خبری آپ ہی سنا میں۔“ فرجاد نے ایک لفافہ ڈیڈی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ڈیڈی نے لفافہ کھول کے دیکھا اور مسکرا دیئے۔

”ڈیڈی.....! آپ مسکرائے جا رہے ہیں ہمیں بھی اس خوش خبری میں شریک کیجئے۔“ نورین نے دھیرے سے ہنستے ہوئے کہا۔

”بھئی خوش خبری یہ ہے کہ ہم سب عمرے کے لیے جا رہے ہیں اور رمضان المبارک کا آخری عشرہ ہم وہیں گزاریں گے۔ تم سب تیاری شروع کر دو پرسوں ہماری روانگی ہے۔“

خوشی اور تشکر کے احساس سے چاندنی کی آنکھیں جھللا گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعائیں قبول کر لی تھیں اور نہایت مبارک مہینے میں ان سب کو ہدایت دے دی تھی، یک دم ان سب کے ذہن پلٹ گئے تھے اس پروردگار نے ان کے دل بدل دیئے تھے دیر سے ہی سہی لیکن ان سب نے اپنے رب کو پہچان لیا تھا۔



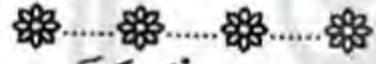
سے فارغ ہو کے سب لاؤنج میں بیٹھے تھے۔

”چاندنی بیٹا..... آپ نے ٹھیک کہا تھا کہ مذہب کے بغیر انسان کچھ نہیں ہے وہ اندھے کنویں میں پڑا ہوا ہے۔ جو پیسے کے بل بوتے پر خود کو ماڈرن سمجھتے ہیں، فارورڈ کہلوانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ ہم سب تو بہت پیچھے تھے بڑے خسارے میں تھے صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے لوگ، گرداب اور بھنور میں پھنسے ہوئے تھے۔ انسان دولت کے نشے میں پور ہو کر اپنا اصل بھی فراموش کر بیٹھتا ہے اور جب پکڑ اور احتساب کا وقت شروع ہوتا ہے تو اسے خدا اور دین دونوں یاد آ جاتے ہیں جب ہم پر پڑتی ہے تو ہم اللہ سے رجوع کرتے ہیں ورنہ تو ہمیں اپنے رب کی دی ہوئی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرنے کا خیال تک نہیں آتا۔“ سب نظریں جھکائے یا شاید ایک دوسرے سے نظریں چرائے شرمندہ سے بیٹھے تھے کیونکہ سبھی عیش و عشرت میں اپنے دین کو بھلائے بیٹھے تھے۔

”تم نے ٹھیک کہا تھا بیٹا..... اللہ تعالیٰ ہمیں دن میں پانچ بار خیر اور بھلائی کی طرف بلاتا ہے لیکن ہم اس خیر اور بھلائی کو پانے اور سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔“ ڈیڈی بھگی آواز میں دھیرے دھیرے بول رہے تھے اور باقی سب کی خاموشی بھی انہیں ڈیڈی کی بات سے متفق ظاہر کر رہی تھی۔

”شیطان نے ہمارے گرد گھیرا تنگ کیا ہوا تھا اپنا سنہرا جال کچھ اس طرح سے ہم پر ڈالا ہوا تھا کہ ہم نہ تو اس میں سے نکل پارہے تھے اور نہ نکلنے کی کوشش کرتے تھے لیکن شکر ہے اس پروردگار کا جس نے مرنے سے پہلے ہی نیک ہدایت دے دی اور ہمیں غفلت کی زندگی سے نکال لیا۔ مجھے تو اب کاروبار کے اس نقصان کا افسوس ہے ہی نہیں وہ نقصان تو میرے اور میرے گھر والوں کے لیے نہایت خوش گوار ثابت ہوا اس طرح ہمارے رب نے ہمیں غفلت کی زندگی سے بھی نکال لیا۔“

نے خاموشی سے ہاتھ میں پکڑے دوائی کے پرے کو بغیر آواز مگر ملتے ہونٹوں سے اللہ حافظ کہا اور چند لمحے کم سم کھڑی رہنے کے بعد اس پر روزانہ پھونکنے والی ضروری دعائیں اور آیات پڑھنے لگیں جو اجیہ کے تصور میں ہی اس پر پھونکنی تھیں۔



بابا ابھی اپنے بیڈروم میں داخل ہو کر کچھ دیر جیب میں سے کاغذات ٹٹولنے کے بعد دکان کی دن بھر کی آمدن الماری میں رکھ کر اسے تالا لگانے کے بعد پلٹے ہی تھے کہ حسین اپنی پونی جھلاتی ہوئی ان کے پاس آن موجود ہوئی۔ اسے دیکھتے ہی بابا کے چہرے پر وہی محبت اور خوشگوار مسکراہٹ اتری جو والدین کے پاس صرف اور صرف بیٹیوں کے لیے مخصوص ہوتی ہے۔

”لگتا ہے آج میرے بابا جانی کچھ زیادہ ہی تھک گئے ہیں۔“

”تھکاؤت جیسی بھی ہو اور جتنی بھی ہو لیکن بیٹیوں کی ایک ہی مسکراہٹ اسے اڑن چھو کر دیتی ہے۔“ بابا نے بڑے ہی خوشگوار انداز میں جواب دیا۔ حسین ان کے انداز پر بے ساختہ کھلکھلا کر ہنسی۔

”اسی لیے تو کہتی ہوں کہ میرے بابا جانی اس پوری دنیا کے سب سے اچھے بابا جانی ہیں جن کا کوئی مقابل نہیں..... دور تک اور بہت دور تک۔“ اس نے اپنی رس بھری جیسی موٹی موٹی نوکدار آنکھیں میچ کر انگلی کا اشارہ وہاں تک کیا جہاں تک اس کی بازو کی طوالت ممکن تھی اور اس کے اتنے بے ساختہ انداز پر بابا نے گردن موڑ کر اسے دیکھا اور قہقہہ لگانے لگے۔ حسین کی ہنسی کی آواز بھی ان کے قہقہے میں شامل تھی۔

بابا اور حسین باپ بیٹی تو تھے ہی لیکن دونوں کے درمیان دوستی کا رشتہ ایسا تھا کہ ایک دوسرے کی محبت میں ہمیشہ ہنستے مسکراتے نظر آتے۔ گھر میں کل چار ہی تو نفوس تھے امی بابا اجیہ اور حسین۔ اجیہ امی کے نزدیک تھی تو حسین بابا کے..... بلکہ حسین تو پہاڑوں کی ہوا کی طرح آزادانہ

ہوئے بولی۔  
”اسی لیے تو خوش نصیب ہوتے ہیں ناں وہ لوگ جن کے سر پر والدین کا سایہ سلامت ہو۔“ امی نے لب بھینچ کر تائید میں سر ہلایا۔ اسی دوران وہ اپنے ہینڈ بیگ سے ایک پرچہ نکالی اور انہیں دیتے ہوئے پرچے میں ایک جگہ اٹلی سے نشاندہی کرتے ہوئے بولی۔

”جی تو اجیہ کی جان امی جان..... یہ جو درمیان والی دو ٹیبلٹ ہیں ناں یہ آپ نے رات کو سوتے ہوئے کھا کر صبح میرے آنے تک کچھ نہیں کھانا اؤ کے۔“

”ٹھیک ہے تمہارے آنے تک کچھ نہیں کھاؤں گی۔ لیکن آخر پتہ بھی تو چلے ناں کہ کیوں؟“ انہیں اس نئی ہدایات کے پس منظر کا کچھ معلوم نہیں تھا اسی لیے حیران ہوئیں تو وہ مسکراتے ہوئے بڑے آرام سے انہیں سمجھانے لگی۔

”اس لیے کہ ڈاکٹر ہمدانی سے آپ کے لیے اپوائنٹمنٹ لیا ہے اور وہ نہار منہ آپ کے کچھ ٹیسٹ لیں گے۔“

”میرے ٹیسٹ؟“ اس مرتبہ حیرانی پہلے کی نسبت دگنی ہوئی۔ ”لیکن اجیہ یہ سب کیسے ہوگا؟“

”دشش.....!“ اس نے امی کے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انہیں خاموش کرواتے ہوئے بات کاٹی۔

”ابھی تو مجھے دیر ہو رہی ہے۔ ان شاء اللہ باقی باتیں صبح آ کر کروں گی۔“ اسی دوران اجیہ کے موبائل پر اس کی کوئیگ کی مس کال ابھری جس کا مطلب تھا کہ کال سینٹر کی وین اسے لینے کے لیے گلی میں مڑ چکی ہے اور وہ بھی بیرونی گیٹ کی طرف آ جائے تاکہ انتظار نہ کرنا پڑے اور صرف اجیہ ہی نہیں ٹیلی فون کال سینٹر جانے والی چاروں لڑکیوں کے گھر پہنچنے کا چاچا غلام کا یہی مختص کردہ طریقہ تھا جس سے سارے ہی لوگ متفق تھے۔

”او کے امی..... اللہ حافظ۔“ اجیہ کے قریب آنے پر انہوں نے حسب سابق اس کے ماتھے پر بوسہ دیا سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ جلدی سے کمرے سے نکل گئی۔ جب کہ امی

محبت کا سخن وہ ہے کہ دشت سنگ میں کیجیے  
تو اس کی بازگشت غم دل مہتاب سے نکلے

نہ ٹھہرا ایک بھی امجد مری آنکھوں کے ساحل پر  
ہزاروں کارواں اس راہگزر آب سے نکلے

ہاتھوں میں لے کر آنکھوں سے لگائے اور چوم لیے۔  
”جب تک ماما ابو زندہ تھے میری کوئی خواہش ادھوری نہیں رہنے دیتے تھے بابا جان سے چھپ کر ان کے علم میں لائے بغیر میرے منہ سے نکلی ہر فرمائش کو پورا کرنا تو جیسے انہوں نے خود پر فرض کر رکھا تھا۔“ امی کے ہاتھ ہاتھوں میں لیے وہ ماضی کی خوب صورت یادوں میں گم ہو گئی۔ امی نے اس کے ہاتھوں کو پیار سے دبایا تو حال میں لوٹ کر وہ ایک بار پھر مسکرائی۔

”اور پھر مجھے خوش دیکھ کر وہ بھی بالکل اسی طرح مسکراتے تھے۔ جیسے آپ مسکرا رہی ہیں۔“ اس نے بڑی گرم جوشی سے ان کے ہاتھوں کا ایک بار پھر بوسہ لیا اور ان کے گلے لگ گئی۔ امی نے خوش گو اور احساس کے ساتھ اس کے بالوں کو سنوارتے ہوئے کمر تھپتھپائی۔

”بیٹا! اپنی اولاد کو خوش دیکھنا اور ان کی خواہشات پوری کرنا ہی تو سب کی اولین ترجیح بھی ہوتی ہے اور پہلی خواہش بھی..... بھلا کون سے والدین ہوں گے جو اولاد کی خوشی اور آرام پر اپنی ذات کو ترجیح دیں گے۔“ بات کرتے کرتے امی کو کچھ خیال آیا انہیں محسوس ہوا کہ اجیہ دھیرے سے ان سے الگ ہوئی ہے۔ وجہ جان کر انہوں نے شعوری طور پر اس سے نظریں چرائیں کہ اب ان کے الفاظ ان کے لہجے اور آواز کا ساتھ دینے کو ہرگز تیار نہ تھے۔ البتہ اجیہ ان کی اس کیفیت کے پیچھے چھپی وجہ جان کر بھی خود کو انجان ظاہر کرتی رہی اور بڑے ہی مصروف انداز میں ایک مرتبہ پھر ڈرینگ ٹیبل کی طرف مڑتے

شام کی اداسی میں نیا چاند طلوع ہو چکا تھا۔ چڑیاں فاختا تیں اور تمام پرندے گلجے آسمان پر قطاریں بنائے کافی دیر ہوئی گھروں کو لوٹ چکے تھے۔ فیروزی رنگ کا لامحدود آسمان اب رنگ بدل کر سیاہ نظر آ رہا تھا اور دن بھر کی تھکاؤت دامن میں لیے اکثر لوگ اب اپنے گھروں میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ لیکن اجیہ کے ہاتھ اس وقت تیزی سے چل رہے تھے کل بھی اسے جانے میں تاخیر ہو گئی تھی جس کی وجہ سے شرمین کی طنزیہ گفتگو برداشت کرنا پڑی تھی اور گوکہ ابھی کال سینٹر کی وین آنے میں کچھ وقت باقی تھا لیکن وہ چاہتی تھی کہ جانے سے پہلے کچھ دیر کے لیے امی کے پاس بیٹھے ان سے کچھ بات چیت کر کے اپنے تئیں ان کا دل بہلانے کی کوشش کرے۔ ابھی وہ یہی سب کچھ سوچتے ہوئے تیزی سے بالوں میں برش کر رہی تھی کہ امی خود ہی اس کے اور حسین کے مشترکہ کمرے میں داخل ہوئیں اور اسے یوں جلدی جلدی تیار ہوتا دیکھ کر بڑی محبت سے وہیں رک کر دیکھنے لگیں۔ آنکھوں میں بے تحاشا پیار اور چہرے پر مسکراہٹ موجود تھی۔ اجیہ نے آئینے میں انہیں دیکھا اور ایک بھر پور مسکراہٹ کے ساتھ پلٹی۔

”آپ کی اس مسکراہٹ سے مجھے ماما ابو یاد آ جاتے ہیں۔“ اجیہ کی بات پر امی کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔ اس کے قریب جاتے ہوئے انہوں نے استنبہامیہ انداز میں دیکھا جیسے پوچھتی ہوں وہ کیوں؟ اجیہ نے ان کے پاس جا کر ان کے دونوں ہاتھ اپنے



تحقیق، معیار، کفایت اشرف® کی روایت

قائم شدہ 1939

270 سے زائد قدرتی ادویات کے ساتھ

صحت مند پاکستان



اشرف لیبارٹریز پرائیویٹ لمیٹڈ

Phone: 041-8847601-2, Fax: 041-8847607, www.ashraflabs.com, E-mail: info@ashraflabs.com, www.facebook.com/ashraflabspakistan

WWW.PAKSOCIETY.COM

طبیعت کی مالک تھی نہ وہ اجیہ کے بغیر سانس لے سکتی تھی نہ ہی امی کے بغیر اس کا پل گزرتا اور بابا تو تھے ہی اس کی جان جن کے بغیر اس کی اپنی ذات کا بھی کوئی تصور نہ تھا۔

”خدا حافظ بابا.....“ اجیہ نے جھجک کر دروازہ کھولا اور ایک حسرت سے حسین کو یوں بے تکلفی سے بابا کے کندھے دباتے دیکھا۔ دونوں کی بات پر مسکرا رہے تھے اجیہ خواہش کے باوجود کمرے کی چوکھٹ عبور کر کے اندر نہیں جاسکی تھی کہ بابا نے اس کے چہرے پر پڑنے والی لاشعوری نظر کے اگلے ہی لمحے منہ پھیر لیا تھا۔ تاثرات بھی اچانک ہی بدل کر ایسے ہوئے جیسے کوئی بہت سخت ناپسندیدہ چیز دیکھ لی ہو۔

”وہ میں جا رہی ہوں..... آج ذرا جلدی ہے ناں تو اس لیے۔“ اجیہ کے ساتھ حسین بھی منتظر رہی کہ بابا اور کچھ نہیں تو صرف خدا حافظ ہی کہہ دیں لیکن نہ تو ایسا ہوا اور نہ ہی ہونا تھا اور یہی وقت اجیہ کے لیے نہایت تکلیف دہ ہوتا تھا جب کال سینٹر جانے سے پہلے امی کی طرف سے ماتھا چوما جاتا دعائیں اور آیات پھونکی جاتیں لیکن بابا کے پاس اس کے لیے محبت کی ایک نظر بھی نہ ہوتی۔ اس نے بڑی مشکل سے خود پر ضبط کرتے ہوئے بمشکل آنسوؤں کو

پچھے دھکیلا۔ حسین کی طرف دیکھ کر زبردستی مسکرائی اور بوجھل قدموں سے کمرے کا دروازہ بند کر کے واپس باہر نکلی تو عجلت میں بیرونی گیٹ کی طرف بڑھتی برآمدے میں کھڑی امی سے ٹکرائی۔ ان کے چہرے پر ایسا اضطراب اتنی شگفتگی تھی کہ اجیہ کا دل کٹ کر رہ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ وہ کمرے کے اندر پیش آنے والی صورت حال سے آگاہ ہیں اور وہ جو اس وقت خود بے حد ہرٹ تھی اور چاہتی تھی کہ کسی ہمدرد کندھے پر سر رکھ کر کچھ دیر کے لیے دل ہلکا کرے مگر کیا کرتی کہ سامنے ہمدرد کندھا تو موجود تھا لیکن ان کے سامنے اپنا دل ہلکا کر کے وہ ان کا دل بوجھل نہیں کرنا چاہتی تھی لہذا اپنا موڈ بحال کر کے ان سے بات کرنے ہی والی تھی کہ وہ خود بولیں۔

”تمہارے بابا نے آج بھی تم سے بات نہیں کی

ناں؟“ وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھیں سو وہ گڑبڑا کر سننے کی کوشش میں مسکرانے لگی۔

”خاموشی ہزار باتوں کی ایک بات ہوتی ہے۔“

”ایسی بات جو آنکھوں میں آنسو لے آئے.....“

چہرے کا رنگ زرد کر دے..... جو دل ہی توڑ کر رکھ دے؟“

”اماں آپ بھی ناں..... کیوں خواخواہ مجھے سنجیدہ کرنا چاہ رہی ہیں؟“ اس نے ہاتھ میں پکڑے موبائل پر ٹائم دیکھا۔

”بابا سارا دن دکان پر طرح طرح کے گاہکوں سے ڈیل کرتے ہیں تھک جاتے ہوں گے ناں اور آپ بس ایک دم پریشان ہو جاتی ہیں یونہی.....“

”میں بس ایک دم پریشان ہو جاتی ہوں..... یونہی؟“ انہوں نے براہ راست اجیہ کی آنکھوں میں جھانکا مگر وہ اس وقت تک مضبوط ہو چکی تھی۔

”آپ پلیز اپنے کمرے میں جائیں ورنہ حسین تو بابا کا دماغ کھا جائے گی باتیں کر کر کے۔“ اس کے انداز میں حسین کے لیے بے پناہ پیار تھا امی نے گہرا سانس لیا۔

”اور ہاں میری فکر نہ کیا کریں مجھے بابا سے کوئی شکایت نہیں نہ ہی آئندہ کبھی ہوگی۔“

”جیستی رہ میری بچی..... ہمیشہ خوش رہو۔“ بلاشبہ انہیں اجیہ پر فخر تھا اجیہ نے مسکراتے ہوئے ان کا ہاتھ تھاما اور وہ اسے فکر نہ کرنے اور اپنا خیال رکھنے کی تلقین کرتی رہیں اسی دوران وہ بیرونی گیٹ کی طرف اور امی کمرے میں داخل ہو گئیں۔

”اجیہ.....“ اس سے پہلے کہ وہ باہر نکل جاتی پیچھے سے آتی حسین کی آواز نے اسے گیٹ کے قریب روک دیا اور وہ حیرت سے پلٹی۔

”ہنی خیریت؟“

”وہ اجیہ تم ناں پلیز بابا جانی کے رویے کو مانڈ نہ کرنا پلیز..... ٹینشن نہ لینا کیونکہ میں اور امی دونوں تمہارے ساتھ ہیں اور باقی رہ گئی بات بابا جانی کی تو وقت کے ساتھ سب ٹھیک ہو جائے گا ان کا مزاج بھی اور گھر کا ماحول بھی

2016

”او..... ہیلو.....“ حنین اپنے تئیں اس کا دل بہلا رہی تھی مگر اجیہ نے اسے ٹوک دیا۔

”بھئی میں بھلا بابا کی کسی بات پر بھی کیوں ماسٹڈ کروں گی؟ آخر کو وہ میرے بابا ہیں اور مجھے ان کے کسی بھی عمل سے کوئی شکایت نہیں ہے۔“

”بڑی بات ہے بھئی بڑی برداشت ہے تمہاری ورنہ یقین کرو اگر کبھی وہ مجھ سے اس طرح بات کرتے ناں تو میں تو قسم سے رو رو کر انہیں بھی اپنے ساتھ رلا دیتی۔“ حنین ہنستی۔

”بس میں انہیں تکلیف ہی تو نہیں دینا چاہتی ناں۔“ اجیہ کی مسکراہٹ حنین کے لیے ناچھی کا باعث بنی تھی۔

”اچھا یاد آ یا ہنی وہ جو تم نے پرسوں مجھے میگ میں جو فوٹو دکھایا تھا ناں وہی پرنٹ میں نے ایک شاپ پر دیکھا تھا۔“ اجیہ نے ہمیشہ کی طرح موضوع بدلا۔

”اوہ رنکی.....! اف اجیہ وہ تو میرے دل میں سا گیا ہے بلکہ میں نے تو وہ فوٹو ہی کاٹ لیا تھا میگ سے۔“ اپنی پسند کے سوٹ کے لیے حنین جذباتی ہو گئی تھی۔

”کل ڈاکٹر ہمدانی سے امی کے ٹیسٹ کروانے ہیں ناں واپسی میں تمہارے لیے وہ سوٹ لے آؤں گی۔“

”اومائی گاڈ اجیہ..... تم تو چھا گئی ہوچی..... کتنی اچھی ہونا تم۔“ حنین نے خوشی سے بے قابو ہوتے ہوئے اجیہ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر گھما ڈالا۔ اسی دوران اجیہ کا فون ایک بار پھر بجنے لگا جس کا مطلب تھا کہ اب وین اس کے گھر کے گیٹ کے عین سامنے موجود ہے۔ سوا سے فوراً اٹھنا تھا۔

”اچھا سنو حنین بابا کو یاد سے میڈیسن دے دینا تم کل بھی بھول گئیں تھیں اور ان کے ہاتھوں پر جو الرچی ہو گئی ہے ناں اس پر کریم ضرور لگا دینا ورنہ ڈاکٹر کہہ رہا تھا کہ الرچی بڑھ بھی سکتی ہے اور سب سے اہم بات کہ امی کے پاس ضرور بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتیں کرنا میری وجہ سے بہت پریشان رہتی ہیں۔“

”ڈونٹ وری اجیہ میں سب سنبھال لوں گی۔ تم بالکل فکر نہ کرنا۔“ اس کے گال پیار سے تھپتھپاتے ہوئے بلا خروہ گیٹ سے باہر آ گئی تھی۔

آج سے پہلے تو وہ ہمیشہ ہی دوسری فون تیل پر گاڑی میں موجود ہوتی لیکن آج آتے آتے بھی اسے ایک دو مرتبہ رکننا پڑا تھا جس وجہ سے وہ معمولی سی تاخیر کا شکار ہوئی مگر ابھی اتنی دیر نہیں ہوئی تھی سوا سے کے بیٹھے ہی گاڑی معمولی سا رپورس ہو کر مڑی اور گلی سے مین روڈ کی طرف فاصلہ مٹانے لگی تھی۔



اجیہ سکندر کو ٹیلی فون کال سینٹر میں جا ب کرتے ابھی بہت زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا اور نہ ہی اس نے کبھی سوچا تھا کہ اسے صرف اٹھارہ انیس سال کی عمر میں روزی رونی کی فکریں یوں گھیر لیں گی کہ رات بھر کال سینٹر میں جا ب کرنے کے بعد دوسری شفٹ میں اپنی تعلیم جاری رکھنا پڑے گی۔ لیکن انہی غیر متوقع حالات کا نام شاید زندگی ہے۔ جب انسان کے اپنے حالات اس کے اختیار میں نہ رہیں اور جب ہر آنے والا نیا موڑ حیرت کا ایک نیا باب لیے موجود ہو۔ ایک بیٹی کے لیے باپ کا پیار کیا ہوتا ہے؟ اگر یہ سوال اجیہ سے کیا جاتا تو یقیناً اسے جواب دینے کے لیے اپنے جذبات کا نہیں بلکہ کتابی اور سنے سنائے الفاظ کا سہارا لینا پڑتا کیونکہ وہ اس ذائقے سے آگرا شنائی تو بس اتنی کہ گھر میں انہیں چلتا پھرتا حنین سے باتیں کرتا دیکھا کرتی اور بس..... وہ خود ان سے بات چیت کے لیے تو ترستی ہی آئی تھی اس کا بھی دل چاہتا کہ وہ چھوٹی چھوٹی فرمائشیں کرے اپنے اسکول کالج کی باتیں حنین کی طرح مزے لے لے کر انہیں سنائے وہ اپنے دن بھر کے واقعات شیئر کریں لیکن ایسا ہونہ سکا اور بچپن کی اسی واحد محرومی کا آنکھوں میں چھپائے وہ جوانی کی دہلیز پر پہنچی۔

نانا ابو جب تک زندہ رہے اس کی ہر خواہش پوری کرنے کو ہر لمحہ تیار رہے لیکن یہ سب بھی اسی طرح بابا کے علم میں نہ لایا جاتا کیونکہ نانا ابو کی ناپسندیدہ ترین شخصیات میں سر

فہرست تھے۔ یہی وجہ تھی کہ نہ تو وہ کبھی اپنے ننھیال گئی اور نہ ہی وہاں سے کوئی شخص آزادانہ طور پر انہیں ملنے آتا۔ نانا ابو چونکہ اجیہ کے پرنسپل کے دوست تھے لہذا صیغہ راز میں رکھنے کی درخواست کے ساتھ وہیں اجیہ سے مل لیا کرتے وہ بھی اس طرح کہ اسی اسکول میں موجود حنین کو بھی علم نہ ہوتا کہ سمجھانے کے باوجود حنین اسکول سے واپسی پر جب تک تمام روڈاں بابا کو بتانہ لیتی اسے چین نہ پڑتا تھا۔ سونا نانا ابو کا ان سے ملنا حنین سے بھی مخفی رکھنا پڑتا۔ امی بھی اسکول میں ہی ان سے ملا کرتیں اور اسے اچھی طرح یاد تھا کہ پرائمری کے امتحانات سے ہفتہ بھر پہلے ہی وہ اسکول آئے تھے امی بھی بابا کو ٹیچر سے ملنے کا کہہ کر اسکول میں ہی موجود تھیں بریک ہوئی اور پرنسپل صاحب کے بلانے پر اجیہ اپنے نانا ابو سے ملی تو وہ بہت نڈھال محسوس ہو رہے تھے۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو آنکھوں میں نمی اور ہاتھوں کی کپکپاہٹ چھپانہ سکے۔ اجیہ کے لیے ان کی حالت تکلیف کا باعث بھی تڑپ کر یا اس ننھی امی کو دیکھا وہ بھی اپنی چادر کے پلو سے آنکھیں رگڑ رہی تھیں۔

”امی..... نانا ابو..... کیا بات ہے؟ آپ دونوں کی آنکھیں کیوں بھگی ہوئی ہیں؟“ وہ خود بھی آتے ہوئے ایک لڑکی سے ٹکرا کر گر پڑی تھی اس وقت تو نانا ابو سے ملنے کی خوشی میں اسے تکلیف کا احساس نہیں ہوا تھا لیکن اب اچانک ہی محسوس ہوا تھا کہ شاید اس کا گھٹنا چھل گیا ہے۔

”بیٹا اجیہ تم یہاں بیٹھو میرے پاس۔“ نانا ابو نے اس کا ہاتھ تھام کر قریب رکھی کرسی پر بٹھایا اور ایک نظر امی کو دیکھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے ٹوٹے ہوئے لہجے میں بڑی آرزوگی سے بولے۔

”دیکھو بیٹا تم ماشاء اللہ ذہین اور سمجھدار بچی ہو حالات جانتی ہو اور یہ بھی اچھی طرح جانتی ہونا کہ جو بھی اس دنیا میں آیا ہے اس نے بلا خرواہس تو جانا ہے۔“ امی کی ہنسی گھٹی سی سسکی کرے کی فضا میں ابھری تو اس نے ناچھی سے پہلے انہیں اور پھر دوبارہ نانا ابو کو دیکھا۔

”پتہ ہے ناں بیٹا کہ میں گھر میں اکیلا ہوتا ہوں۔“

اب تک تو بیماری اور موسم کی سردی گرمی کو نظر انداز کئے تم لوگوں سے ملتا رہا۔ لیکن ان بوڑھی ہڈیوں میں اب اتنا دم نہیں رہا کہ حسب سابق وعدہ نبھانے کے لیے ہر ماہ کی ملاقات ممکن ہو سکے..... اور جانے کیوں مجھے لگتا ہے کہ آج کے بعد شاید ہماری ملاقات بھی نہ ہو.....“

”نانا ابو..... کیا آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں بھی امی کی طرح رونے لگوں؟“ نانا ابو تو اس کی ڈھال تھے۔ اس کے لیے ہمت اور حوصلے کی نشانی تھے۔ سوا آج ان کی آواز میں یوں ارتعاش محسوس ہوا تو وہ بھی کانپ سی گئی تھی۔

”نہیں اجیہ بیٹا تم نہیں روؤ گی..... اور یہی بات میں آج تمہیں کہنا چاہتا ہوں کہ میرے بعد تم نے اپنی ماں کا خیال رکھنا ہے اور ایسے خیال رکھنا ہے کہ کبھی اس کی آنکھوں میں آنسو نہ آئیں۔“

”لیکن نانا ابو.....“

”وہ جیسا بھی ہے لیکن آخر کار تمہارا ساگ باپ ہے..... نفرت بھی کرے گا تو کب تک؟ آخر کو ٹھیک ہو ہی جائے گا لیکن اجیہ..... یہ جو میری بیٹی اور تمہاری ماں ہے ناں اس کا میرے بعد دنیا میں شاید کوئی ہمدرد نہ رہے..... یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم لوگوں کو میرے آخری دیدار کی بھی اجازت نہ دے۔ تو سنو ضد نہ کرنا..... ضد سے ہمیشہ بربادی ہوتی ہے گھر کی رشتوں کی جذبولوں کی۔“

”ایسی باتیں نہ کریں ابو جی.....“ امی باقاعدہ رو پڑی تھیں اور اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ امی کو رونے سے منع کرے یا نانا ابو کو ایسی باتیں کرنے سے روکے۔

”یاد رکھنا میرے مرنے کے بعد تمہارا آنا یا نہ آنا میرے لیے کوئی معنی نہیں رکھے گا۔ اپنے میکے آ کر میرے بے جان جسم کو دیکھ کر رونے سے بہتر ہے اپنے ہی گھر میں بنا دیکھے رو کر جی ہلکا کر لینا..... مگر اپنے گھر کا آرام اور سکون خراب نہ کرنا..... تم نے آج تک اپنی زندگی میں بے حد سمجھوتے کئے ہیں ناں تو اب آخری سمجھوتہ میرے کہنے پر میرے جانے کے بعد بھی کر لینا۔“ امی سر

WWW.PAKSOCIETY.COM

جھکا کر سہلاتی رہیں اور روتی رہیں۔

”نانا ابو..... کیا آپ کو ڈاکٹر نے کچھ کہا ہے؟“ اپنے تئیں وہ آج کے اس ماحول کا پس منظر جاننا چاہتی تھی۔  
”ارے نہیں وہ بھلا مجھے کیا کہے گا۔ بس یہ سب کچھ کافی دنوں سے ذہن میں آ رہا تھا۔ سوچا آج موقع اچھا ہے اپنا ذہن ذرا ہلکا پھلکا کر لوں۔“ وہ پھیکے پن سے مسکرائے۔

”آپ پریشان نہ ہوں۔ میں ابھی بھی امی کا خیال رکھتی ہوں اور بڑی ہو کر تو اور بھی زیادہ خیال رکھا کروں گی..... اور پتہ ہے نانا ابو..... میں امی کو بہت بڑا سا گھر لے کر دوں گی۔ جہاں وہ اپنی مرضی سے رہیں گی۔ جوان کا دل چاہے گا وہ کریں گی۔ نہ بابا کا ڈر ہوگا اور نہ ہی پیسوں کے لیے آپ کی طرف دیکھنا پڑے گا۔ میں بڑی ہو کر بہت محنت کروں گی۔ پھر بابا بھی حیران رہ جائیں گے اور آپ دیکھیے گا وہ اتنے حیران اور اتنے خوش ہوں گے کہ آپ کی طرح مجھ سے پیار کرنے لگیں گے۔“ اس نے دونوں کی ہمت بندھائی تھی۔

”ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا اور میری خواہش ہے کہ میں بھی وہ دن دیکھوں۔“ ابھی تمہاری امی اور بابا کو ایک ساتھ خوش باش مسکراتے دیکھوں۔“ نانا ابو نے امی کو دیکھا جو اب ہسپتالی سے آنکھیں رگڑ کر مسکرانے کی اداکاری کر رہی تھی۔

”میں بہت خوش ہوں ابو جی وہ بھی بہت اچھے ہیں۔ بس میکے نہ جانے کی قدغن لگا رکھی ہے ورنہ اس کے علاوہ تو میرے ہر قسم کے آرام و سکون کا بے حد خیال رکھتے ہیں۔“  
”اللہ کرے ایسا ہی ہو بیٹا“ تاکہ زندگی میں تمہاری طرف سے کوئی خوشی نہیں دیکھ پایا تو چلو مرتے دم تو مطمئن رہوں۔“

”آپ خواخواہ پریشان رہتے ہیں میری طرف سے..... ورنہ یقین کیجئے ابو جی وہ بہت اچھے ہیں یہ اجیہ کو تو چکا ہے بس آپ سے فرمائش کرنے کا۔ یہ خود سے ہی ان سے ذرا فاصلے پر رہتی ہے ورنہ آ خر کو ان کا خون ہے

اس سے بھلا وہ پیار کیوں نہیں کریں گے۔“ اجیہ نے امی کے اتنے سفید جھوٹ پر ان کا زرد پڑتا چہرہ حیرت سے دیکھا۔ آج سے پہلے تک وہ یہ ہی سمجھتی آئی تھی کہ امی نے آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا لیکن آج جس طرح روانی اعتماد اور اپنی مرضی سے وہ نانا ابو کے سامنے جھوٹ بول رہی تھیں تو اجیہ کے لیے یقین کرنا مشکل ہو گیا۔ کیونکہ اجیہ نہیں جانتی تھی کہ اپنے والدین کے چہرے پر خوشی دیکھنے کے اور ان کے دل کا سکون قائم رکھنے کے لیے کتنی ہی شادی شدہ بیٹیاں جھوٹ کا سہارا لیتی ہیں خوش رہنے اور خوش ہونے کی ہاں نہ میں پڑنے کے بجائے ان کے سامنے خوش ہونے کی اداکاری کرتی ہیں۔ کتنے ہی جھوٹ بڑے دکھ دل کے ایک کونے میں چھپائے ان کے سامنے بات بات پر ایسے خوشی کا مظاہرہ کرتی ہیں کہ والدین ان کے دوڑنے کے پلوؤں میں بندھے مسائل پریشانیاں اور دکھ دیکھ ہی نہیں پاتے۔ وہ اسی زعم میں رہتے ہیں کہ ہماری بیٹی اپنے گھر میں بہت خوش ہے مطمئن اور عیش کر رہی ہے۔ اور ان کی اسی خوشی میں بیٹیوں کی خوشی ہوتی ہے۔

”السلام علیکم اماں۔“ ہاتھوں میں کاغذات کا پلندا تھا غزنی نے موٹر سائیکل گیٹ کے اندر کرتے ہی ہمیشہ کی طرح وہیں سے صدا لگائی تو ٹی وی دیکھتی اماں فوراً سے باہر کی طرف لپکیں۔

”وعلیکم اسلام جیتے رہو خوش رہو۔“ سیاہ شلوار قمیص میں ملبوس غزنی کو انہوں نے جی بھر کر محبت سے دیکھا اور آگے بڑھ کر اس کے ہاتھوں سے کاغذات لے لیے۔

”اماں پلیز کاغذات میرے کمرے میں فوٹو کاپی مشین کے اوپر رکھ دیں ابھی پھر جانا پڑے گا۔“

”پھر جانا پڑے گا لیکن کیوں؟“ وہ کاغذات اٹھائے اس کے ساتھ تھیں اور وہ آستین چڑھا رہا تھا۔ چہرے کے تاثرات سے محسوس ہو رہا تھا کہ آج اس کا موڈ ٹھیک نہیں۔

”بس اماں دراصل یہ کچھ ڈاکومنٹس تیار کر کے دینے

ہیں۔“ آپ ذرا جلدی سے کھانا لے لیں پلیز۔“ اماں کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ واقعی جلدی میں ہے لہذا وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو وہ اس کے کمرے کی طرف مڑ گئیں۔ کاغذات کھڑکی کے ساتھ رکھی فوٹو اسٹیٹ مشین پر رکھ کر کچن میں داخل ہو گئیں۔ یہ چھوٹی سی مشین غزنی نے وقت بے وقت ضرورت کے تحت گھر میں رکھ چھوڑی تھی۔

”ہاں بھئی آگے تم۔“ ابا حسب معمول ٹی وی نیوز چینل پر اپنی پسند کا ٹاک شو دیکھنے میں مصروف تھے اور پسندیدگی کی خاص وجہ یہ تھی کہ انہیں لگتا تھا یہ کمپیئر ان کی پسندیدہ سیاسی جماعت کے حق میں بات کرتا ہے۔ اسے اندازاً یاد دیکھا تو آواز کم کر کے اس کی طرف متوجہ ہوئے۔  
”جی ابا..... آ تو گیا ہوں مگر پھر سے جانا پڑے گا۔“ وہ بھی اسی صوفے پر بیٹھ گیا۔ ہاتھ منہ دھو چکا تھا اس لیے اب بس کھانے کا انتظار کر رہا تھا۔

”پھر سے لیکن کہاں؟“ عام طور پر غزنی رات کو گھر آتا تو بس گھر میں ہی رہتا۔ لہذا تشویش لازم تھی۔

”وہ ابا آفندی صاحب کے بیٹے نے آج کو ریت جانا ہے۔ پہلی مرتبہ جا رہا ہے اس سمیت سارے گھر والے پریشان ہیں۔ بلکہ یوں کہیں کہ وہ بے چارہ خود اتنا پریشان نہیں تھا جتنا آفندی صاحب اور اس کے گھر والوں نے کر دیا ہے۔“

”ہا ہا ہا..... ہے بھی تو شاید اکلوتا ناں اور اکلوتے بیٹے کو تو ویسے بھی لوگ بیٹا کم اور بیٹی سمجھ کر زیادہ پریشان رہتے ہیں۔“ وہ تہہ بہہ لگا کر بیٹے۔

”اتنا ہی اگر اکلوتے بیٹے سے پیار ہے تو پھر تو جیسا تیسرا بھی ہو ہمیں کاروبار کرائیں۔ خواخواہ اتنی دوڑتی رہے ہیں۔“

”ہونہہ۔“ اسے شاید ایک بار پھر جانا برا لگ رہا تھا اسی لیے ناک بھوں چڑھا رہا تھا۔

لیکن چونکہ اپنی ٹریول ایجنسی تھی اور اسی کے ذریعے وہ بیرون ملک جا رہا تھا اس لیے جب آفندی صاحب نے اسے ساتھ ایئر پورٹ چلنے کا کہا تو وہ منع نہ کر سکا۔ ان کا

خیال تھا کہ اگر خدا خواستہ ایئر پورٹ پر کاغذات سمیت کوئی بھی پرابلم ہوئی تو غزنی تمام تر معلومات ہونے کی وجہ سے فوراً تمام معاملات سلجھالے گا۔ البتہ اس کی غیر موجودگی میں کچھ مسئلہ ہوا تو بنانا یا کام بگڑ نہ جائے۔ سو غزنی نے بادل خواستہ ہامی بھری کسان کے ایئر پورٹ کے لیے نکلنے سے پہلے وہ ان کے گھر پہنچ جائے گا۔

”اور پھر میں بھی تو اکلوتا ہوں ناں ابا اس کی تو پھر دو بہنیں ہیں لیکن میں تو ایک اکیلا..... پھر بھی آپ نے کیسا مجھے بیٹیوں کی طرح ایکسٹرا ایمپر کیا۔“ اس نے مصنوعی مظلومیت طاری کی ہی تھی کہ کچن سے اماں کی آواز آئی۔  
”روٹی یک گئی ہے کھانا شروع کرو۔“  
”اٹھو بھئی برتن لے کر آئیں۔“ ابا گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھے۔

”دیکھ لیں یہ سلوک ہوتا ہے ہمارے گھر میں اکلوتے بیٹے کے ساتھ کہ کھانا کھانا ہے تو خود برتن رکھو اور پھر خود برتن اٹھاؤ بھی۔ کپڑے دھونے ہیں تو واشنگ مشین میں بھی خود ڈالو اور اگر کبھی چھٹی والے دن گھر بیٹھ جاؤ تو اماں کو سنبھلے صاف کروانا اور جالے اتروانا یاد آتے ہیں۔“ وہ اور ابا کچن سے سالن اور بیٹھے کا ڈونگہ سلاڈرائنگ گلاس پانی اور پلیٹس وغیرہ لا کر ڈرائنگ روم میں میز پر رکھتے جا رہے تھے۔ ساتھ ساتھ غزنی کے اپنے ہی حق میں پیش کردہ قرار داد کا متن بھی مسکراتے ہوئے سنا جا رہا تھا۔

”بات سنو بھئی غزنی.....“ ابا اور غزنی اپنے حصے کے تمام برتن رکھ چکے تھے اور اب تمام روٹیاں پک جانے پر اماں نے ہاتھ دھو کر صرف ہاٹ پاٹ ہی اٹھا کر لانا تھا۔

”اگر تم اکلوتے بیٹے ہو تو یہ بھی مت بھولو کہ تمہاری ماں میری اکلوتی بیوی اور تمہاری اکلوتی ماں بھی۔ سارا دن اکیلے ہی گھر کے کام کرتی ہے ناں۔ اگر ہم دو چار برتن اٹھا کر لے لیں یا رکھائیں اور اتنے چھوٹے سے کام میں ہمیں کوئی تھکاؤٹ یا بوجھ تو نہیں لیکن ہاں تمہاری ماں خوش ہو جاتی ہے۔ خوشی خوشی میں روز ایک نہ ایک الگ چیز پکا لیتی ہے۔ اور ایک بات یاد رکھنا اگر گھر میں موجود خواتین کو

WWW.PAKSOCIETY.COM

خوش رکھا جائے وہ چاہے بہن کے روپ میں ہو یا ہوں بیٹی ہو یا بیوی..... وہ خوش ہو میں تو بس قسمت خود آ کر تمہارے پاؤں چومے گی۔“

”بہن ماں اور بیٹی کی حد تک تو ابا آپ کی بات سے متفق ہوں..... لیکن بیوی نام کی مخلوق کو چاہیے ناں کہ وہ شوہر کو خوش رکھے۔“ وہ مسکرایا۔ وہ اسی طرح ہمیشہ ابا کو ٹوکتا بھی تھا جب وہ اماں کے ساتھ گھر کے چھوٹے چھوٹے کاموں میں مصروف نظر آتے تو انہیں ہٹا کر خود اماں کی مدد کروانے لگتا اور انہیں کہتا کہ آپ صوفی پر بیٹھ کر دیکھا کریں اور بس لیکن ان کے ہاتھوں میں اماں کو کچھ بھی اکیلا کرتے دیکھ کر کھلبلی سی ہونے لگتی اور ادھر غزنی ہٹا ادھر وہ دوبارہ آن موجود ہوتے۔

”تو بیٹی جی بیوی تو تب ہی خوش رکھے گی ناں جب وہ خوش ہوگی..... کیوں بیگم؟“

”بالکل ٹھیک بلکہ سو فیصد ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ۔“ اماں میز پر ہاٹ ہاٹ پاٹ رکھ کر خود بھی بیٹھ چکی تھیں۔ فی وی کھانا کھانے کے دوران ہمیشہ بندر ہٹا چاہیے کتنا ہی اہم موقع اور کتنا ہی خاص پروگرام کیوں نہ ہو۔ کھانا کھانا شروع ہی تب کیا جاتا جب فی وی بند ہوتا۔ سو ابا نے ریوٹ سے فی وی بند کر کے پہلا نوالہ لیا۔

”لیکن غزنی کو کیا معلوم کہ ماں کے علاوہ باقی رشتوں میں بھی عورت کو کتنی اہمیت اور کتنا اعلیٰ مقام ہے اور خصوصاً شادی کے بعد تو سمجھو اللہ کے بعد زندگی ہوتی ہی بیوی کے ہاتھ میں ہے۔ چاہے تو اپنے اخلاق اور کردار سے سنوار دے چاہے تو بگاڑ دے۔ گھر کو جنت کا درجہ دے یا دوزخ بنا ڈالے..... یہ سب تو پھر بیوی کے ہی ہاتھ میں ہوتا ہے ناں۔“ اماں نے پہلے غزنی اور پھر ابا کو دیکھا۔

”شکر یہ بیگم کہ تم نے میری زندگی کو خوش گوار ترین اور ایک مثالی زندگی بنا ڈالا..... شکر یہ کہ طور پر یہ نوالہ قبول فرمائیے۔ میری ملکہ عالیہ۔“ ابا نے اپنے ہاتھوں سے نوالہ بنا کر اماں کی طرف بڑھایا۔ جسے انہوں نے ہنستے مسکراتے ہوئے ان کے ہاتھوں سے کھایا اور پھر ایک نوالہ خود بنا کر

انہیں کھلاتے ہوئے بولیں۔

”میں خود تو کچھ بھی نہیں تھی جہاں پناہ۔ یہ آپ کی محبت ہے کہ جس نے مجھے ملکہ عالیہ کا درجہ عطا کیا اور میں اسی خوشی میں آپ کو خوش رکھنے کی کوشش میں لگی رہی۔“

یہ اور اس طرح کے کئی مناظر اس گھر میں چلتے رہتے تھے۔ ابا کا ماننا تھا کہ محبت کا اظہار گاہے بگاہے اپنے الفاظ اور اعمال سے ہوتے رہنا چاہیے اور اس کے لیے عمر کی کوئی قید و بند نہیں ہوتی۔ یہی وجہ تھی کہ خاندان بھر کے لوگ انہیں رشک کی نظر سے دیکھتے کہ آج تک ان دونوں کی عادتیں نئے شادی شدہ جوڑوں جیسی تھیں۔

خود اجیہ اور حنین بھی اپنے تایا ابو اور تائی امی کو دل سے سہرا ہتی تھیں۔ اکثر اوقات دونوں مل کر بیٹھتیں اور ان دونوں سے اپنے امی بابا کا موازنہ کرتیں تو بے حد پریشان ہو جاتیں اور یہ خواہش دل میں ضرور جاگتی کہ کاش ہمارے امی بابا میں بھی اس قدر پیار و محبت ہوتا تو بھلا زندگی سے اور کسی چیز کی طلب کوئی حسرت نہ ہوتی۔

”اسی لیے تو کہتا ہوں ناں کہ اب اس کی شادی کر دو تاکہ اسے بھی قدر ہو۔“ ابا نے اپنا پسندیدہ ترین موضوع چھیڑا تو اماں مسکرانے لگیں۔

”اجیہ کی یونیورسٹی ختم ہونے میں تھوڑا سا ہی وقت رہ گیا ہے۔ ابھی بات نہیں چھیڑتی کہ چلو سکون سے اپنے امتحانات سے فارغ ہو لے ورنہ پتہ ہے ناں بچیوں کا دھیان بٹ جاتا ہے۔“

”یونیورسٹی بھی اس کی خوشی کے لیے ورنہ بیگم ہم نے کون سا اس سے نوکری کروانی ہے۔“

”اگر اتنا پڑھ لکھ کر اس نے نوکری کرنے کی خواہش کی یا شادی سے پہلے نوکری کرنے لگی تو.....؟“ اماں نے ذہن میں آیا خیال اسی وقت شیئر کر ڈالا۔ غزنی چونکا اور پھر ابا کے کچھ بھی بولنے سے پہلے ہاتھ میں لیا نوالہ روک کر بولا۔

”اماں آپ کو پتہ ہے آج تک ہمارے خاندان میں کسی نے اپنی بہو بیٹیوں کو نہ تو نوکری کرنے کی اجازت

دی نہ کسی نے خواہش کی اور نہ ہی آج تک یہ رواج ڈالا گیا۔ اس لیے اگر وہ پڑھ لکھ رہی ہے تو شوق سے پڑھے لیکن نوکری کے بارے میں خاندان بھر کے خیالات سے تو وہ بھی لاعلم نہیں ہوگی۔“

”ہاں کہتے تو تم بھی ٹھیک ہو..... اور ویسے بھی بیٹی یہ باتیں ابھی سے سر پر سوار کرنے کی ضرورت نہیں جب وقت آئے گا دیکھا جائے گا۔“ وہ بہت پہلے سے کسی بھی معاملے میں ٹینشن لینے کی عادی نہیں تھیں..... اور ویسے بھی انہیں یقین تھا کہ اجیہ ان تمام رسم و رواج سے اچھی طرح آگاہ ہے اور وہ کبھی بھی کوئی ایسی ضد نہیں کرے گی۔ انہیں اجیہ سے بے حد سمجھ داری کی امید تھی اور گو کہ یہ بات صرف ان تینوں ہی کے ذہن میں تھی کہ اجیہ کو اس گھر کی بہو اور غزنی کی دلہن بننا ہے اور یہ بات ابھی تک اجیہ کے امی بابا کے علم میں لانے کے لیے اس کے یونیورسٹی سے فارغ ہونے کا انتظار کیا جا رہا تھا تاکہ چیٹ مٹکنی اور پٹ بیابہ کر کے اسے فوراً ہی دلہن بنا کر گھر لے آئیں۔

”یہ آفندی صاحب سکندر کے گھر کی طرف ہی رہتے ہیں ناں۔ یونیورسٹی کی طرف؟“ ابا نے ذہن پر زور دیا۔

”جی ابا یہ وہی آفندی صاحب ہیں ناں جو ہر ہفتے سٹے کے لیے دودھ کا صدقہ کرنے والے مشہور ہیں۔“ غزنی کے یاد دلانے پر ابا ایک مرتبہ پھر بیٹھے۔

”اچھا اچھا اچھا..... اب سمجھا یہ وہ آفندی ہیں جسے ہم دودھ والا کہتے تھے۔ حالانکہ بے چارہ اچھا خاصا بینکر ہے۔“

”جی ابا وہی وہی..... اور وہی بیٹی جس کا ہر ہفتے دودھ کا صدقہ دیتے تھے ناں وہی آج جا رہا ہے۔ جسے ایئر پورٹ چھوڑنے میں نے بھی جانا ہے۔“ سالن کی پلیٹ صاف کرنے کے اس نے بیٹھے کا ڈونگا اپنی طرف سرکایا اور ایک نظر وال کلاک پر ناٹم دیکھا۔

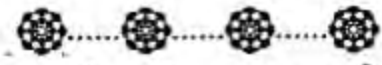
”تو بیٹی پھر تم سکندر کے گھر سے بھی ہو آنا۔ کافی عرصہ ہوا میرا بھی جانا نہ ہوا اور نہ ہی تمہاری اماں کو وقت ملا کہ چکر لگائیں۔“

”جی بہتر..... میں ذرا وقت سے پہلے نکل جاؤں تاکہ پہلے سکندر پچھا سے مل لوں۔“ اس نے جلدی جلدی بیٹھے کا باؤل ختم کیا۔

”اور سنو بیٹی کراچی شہر کے حالات کا تو پتہ ہے ناں اس لیے واپسی میں اپنے چچا کے گھر چلے جانا کیونکہ اتنی رات کو اکیلے واپس آنا بھی تو ٹھیک نہیں۔“

”ارے بیگم پریشان نہ ہو شیر ہے ہمارا بیٹا شیر۔“ ”وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن بس ذرا دل ڈرتا ہے ناں یا چلو تم دیکھ لو جیسا وقت کے حساب سے مناسب سمجھو فیصلہ کر لینا۔ اگر رات کو وہیں رکنا ہو تو ہمیں فون کر دینا اور اگر نہ بھی رکنا ہو تو بس فون کر کے بتا ضرور دینا۔“ اماں نے تفصیلاً تاکید کی۔ سو وہ اللہ حافظ کہہ کر فوراً ہی اٹھ گیا۔ چند کاغذات فونو کا پی کرنے کے لیے کمرے میں گیا اور وہی پلندہ اٹھا کر موٹر سائیکل اشارٹ کی اور باہر نکل گیا۔

اماں نے اللہ حافظ کہتے ہوئے گیٹ بند کر کے تالا لگایا اور کچن میں چائے کا پانی رکھ کر ساتھ ہی برتن دھونے لگیں۔ ان کے گیٹ بند کرنے کے دوران ابا نے تمام برتن کچن میں رکھ دیئے تھے اور اب چائے کے انتظار میں فی وی کے آگے بیٹھ گئے تھے۔



عشق میں غیرت جذبات نے رونے نہ دیا  
ورنہ کیا بات تھی کہ بات نے رونے نہ دیا  
آپ کہتے تھے کہ رونے سے نہ بدلیں گے نصیب  
عمر بھر آپ کی اس بات نے رونے نہ دیا

ذرا نیور پچا بے حد باذوق انسان تھے۔ ان کی وین میں بھتی پرانی غزلوں اور گیتوں کی کلکیشن اتنی شاندار تھی کہ اکثر ہی وین میں خاموشی چھائی رہتی۔ اتنی حساس اور دل کو چھو لینے والی شاعری کو پرانے گلوکاروں نے اپنی آواز اور احساس کا درد سونپ کر گویا امر ہی تو کر دیا تھا۔ ہلکی سی آواز میں جب وین میں یہ شاعری بکھرتی تو لڑکیاں خود سے آواز تیز کرنے کا کہتیں۔

اجیہ سین عروہ اور زینب یہ چاروں ٹائٹ شفٹ

میں جا ب کرتی تھیں۔ جنہیں ٹیلیفون کال سینٹر کی وین میں ڈرائیور چچا ہی گھر سے لاتے اور صبح شفٹ ختم ہونے پر گھر چھوڑ کر جاتے۔ اجیہ کے علاوہ باقی تینوں لڑکیوں کے والد صاحبان ان سے نہ صرف مل چکے تھے بلکہ ان سے ملنے کے بعد ان پر مکمل اعتماد کا اظہار بھی کیا تھا کہ وہ حقیقتاً ایک شریف انٹنس انسان تھے اور سب لڑکیوں کو اپنی بیٹیوں کی طرح ہی سمجھتے اور عزت دیتے تھے۔ البتہ اجیہ کے بابا کے معاملے میں بات ذرا الگ تھی کہ ڈرائیور انکل سے ملنے کی زحمت نہیں کی گئی تھی۔ امی نے بھی ایک دو مرتبہ گیٹ بند کرتے ہوئے صرف دیکھا تھا بات انہوں نے نہیں کی تھی۔

رونے والوں سے کیوں ان کا بھی رونا رو لیں جن کو مجبوری حالات نے رونے نہ دیا تجھ سے مل کر ہمیں رونا تھا بہت رونا تھا تنگی وقت ملاقات نے رونے نہ دیا

لڑکیوں کا پڑھائی کے ساتھ ساتھ جا ب کرنا کوئی آسان بات نہیں اور جو لڑکیاں ایسا کرتی ہیں وہ یقیناً دینی عزت اور محبت کی مستحق ہوتی ہیں اور پھر رات کو جا ب کرنا اور وہ بھی ہمارے پاکستانی معاشرے میں ایک اجنبی کی بات سمجھی جاتی ہے۔ مگر رات بھر اپنے گھر والوں کو پر سکون نیند دینے کی خاطر اپنی نیند حرام کرنی ہیں۔ آنکھوں کے ساتھ رت جکوں کے عذاب سہنے والی یہ نازک اور کول ہی لڑکیاں یقیناً سر آنکھوں پر بٹھائے جانے کے لائق ہوتی ہیں۔ اپنی اپنی گھریلو مجبوریاں ذہن میں لیے اس وقت وہ چاروں بڑی خامشی سے شیٹے کے اس پار دوڑتی پھرتی زندگیوں میں اپنے مسائل کی گھتیاں سلجھا رہی تھیں۔ اس سے پہلے تو وہ سب آپس میں بات چیت کر رہی تھیں لیکن یہ اس شاعری کا فسوس تھا کہ جیسے ان سب پر ایک عجیب سا سحر طاری ہو گیا تھا۔

اسی دوران اجیہ کو پتہ بھی نہیں چلا کہ کب غزنی اپنی موٹر سائیکل پر بالکل اس کے سامنے سے گزرا اور اچانک اس پر نظر پڑتے ہی ایسا چونکا کہ ایک سیکنڈ میں دو بار پلٹ

کر دیکھا اور یہ یقین دہانی کر لینے کے بعد کہ وہی ہے اجیہ سکندر..... اس کے چچا کی بیٹی..... اس کے اماں ابا کی ہونے والی بہو! وہ جیسے بہت بڑے شاک میں تھا۔ طرح طرح کے سوالات خدشات اور خیالات ذہن میں سر اٹھانے لگے تھے۔

”سکندر چچا تو دو دو پہر کے وقت بھی اجیہ اور حسین کو کالج اور یونیورسٹی کے علاوہ کہیں جانے کی اجازت نہ دینے والوں میں سے تھے۔ اس پر رات کو یوں اجیہ کا کہیں جانا.....“ غزنی نے سوچا اور دوسرے ہی لمحے جیب سے موہاٹ نکال کر اجیہ کا نمبر ملایا۔ وہ خود براہ راست اسے بات کرنا اور پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ رات کے اس پہر کہاں کیوں اور کس کے ساتھ جا رہی ہے؟

اجیہ نہیں جانتی تھی کہ غزنی کی موٹر سائیکل اور اس کی وین کے درمیان محض دو ڈھائی فٹ کا فاصلہ تھا سو گود میں رکھے موہاٹل پر اطلاعی گھنٹی بجی۔ اس نے موہاٹل اٹھایا سامنے غزنی کا نام دیکھ کر ایک عجیب سی ناگواری اس کے چہرے پر نظر آئی تھی۔ سو اس نے میوٹ کر کے دوبارہ موہاٹل اپنی گود میں رکھ دیا۔ غزنی کے لیے اجیہ کا یہ طریقہ کار اس کے فون کو نہ سننا اور چہرے پر نظر آنے والی ناگواری حیرت انگیز تھی۔

ایک دور روز کا صدمہ ہو تو رو لیں فا کر

ہم کو ہر روز کے صدمات نے رونے نہ دیا

اجیہ نے سر سیٹ کی پشت پر نکا کرا آنکھیں بند کر لیں تھیں۔ زندگی کی آزمائشوں میں سے ایک کا نام اس کے لیے غزنی تھا۔ جس کی آنکھوں میں لکھے محبت کے پیغامات وہ کافی عرصے سے پڑھ لینے کے بعد بھی نظر انداز کئے ہوئے تھی اور نہیں چاہتی تھی کہ بار بار اس سے سامنا ہو۔ لیکن رشتہ چونکہ ایسا تھا کہ اس کے گھر آنے جانے پر پابندی لگانا ممکن نہ تھا۔ لہذا وہ اکثر اوقات اپنا حق جان کر ان کے گھر آیا کرتا۔ حسین سے اس کی گاڑھی چھنتی تھی۔ دونوں آپس میں دوستوں کی طرح کپے مارتے اور اجیہ کی ان کے ہتھوں سے گویا جان جانی تھی۔ اس کا

بس نہیں چلتا تھا کہ اسے صاف اور شفاف الفاظ میں اپنے گھر آنے سے منع کر دے لیکن چونکہ وہ اس کے سگے تایا کا بیٹا تھا۔ لہذا یہ صرف اس کی سوچ ہی تھی اور سوچنے پر تو بابا کوئی پابندی نہیں لگا سکتے تھے نا..... موہاٹل کی تھر تھر اہٹ نے ایک بار پھر فون کی اطلاع دی۔ گاڑی کی سیٹ کی پشت سے سر اٹھا کر اس نے گود میں دیکھا اور پھر نظر انداز کر دیا۔ غزنی کی موٹر سائیکل اس کی وین کے نزدیک ہی تھی اور اجیہ کے یوں اس وقت گھر سے باہر ہونے اور اس کی کال کو نظر انداز کرنے نے اسے آگ بگولہ کر دیا تھا۔ ادھر وہ ایئر پورٹ پہنچنے میں تاخیر کا شکار نہیں ہونا چاہتا تھا لہذا نہ چاہنے کے باوجود اجیہ کو ٹریفک میں چھوڑے اسے اپنی موٹر سائیکل کی اسپیڈ بڑھانی پڑی۔ لیکن اس کا رخ آفندی صاحب سے پہلے اجیہ کے گھر کی طرف تھا۔



”یہ تم جیسی مائیں ہی ہوتی ہیں جو اولاد کو ہر لٹے سیدھے کام کے لیے سپورٹ کر کے خود معصوم صورت بنائے پیچھے ہٹ جاتی ہیں..... ارے باپ کا کیا ہے مزدور ہے سارا دن مزدوری کر کے اور شام کو گھر کا چوکیدار بن کر سو جائے اس کے علاوہ تم جیسی مائیں ان کی کوئی حیثیت بننے ہی کب دیتی ہو اولاد کے سامنے۔“ بابا انتہائی طیش کے عالم میں یہاں سے وہاں بیٹے سے لے کر الماری تک کے چکر کاٹ رہے تھے۔ آواز ہمیشہ کی طرح بلند انداز طنزیہ الفاظ سخت ترین اور نگاہیں لال انگارہ۔

”آپ پلیز آواز دھیمی رکھیں لوگ کیا سوچیں گے؟ اور ویسے بھی آپ معمولی بات کو بنیاد بنا کر طوفان کیوں کھڑا کر رہے ہیں؟“ امی نے مصلحتاً انداز اختیار کرتے ہوئے کمرے کی کھڑکیاں اور دروازے بند کیے۔

”کیا کہا معمولی.....؟“ ان کا غصہ کسی بھی طور کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا اور نہ ہی اتنی جلدی خاموش ہونے والوں میں سے تھے۔ ”ایک جوان جہاں لڑکی رات کے اندھیرے میں کسی کی گاڑی میں بیٹھ کر جائے اور پھر صبح

ہوتے ہی کسی کی گاڑی میں واپس آ جائے تو یہ تمہارے لیے بہت معمولی بات ہے؟ یعنی میرا ذرا سا اوپچی آواز میں بولنا تمہیں برا لگتا ہے۔ گھر کی کھڑکی دروازے بند کرتی ہو کہ لوگ کیا سوچیں گے..... لیکن جوان بیٹی کو رات بھر کے لیے باہر بھیجنے پر نہ تو تمہارے یہ نام نہاد لوگ کچھ سوچتے ہیں اور نہ ہی خود تمہیں کوئی مسئلہ ہے۔“

”آپ ذرا سا ٹھنڈے دماغ سے سوچیں۔ وہ جس جگہ جا ب کر رہی ہے۔ تمام عملہ انتہائی شریف اور مہذب ہے۔ آپ جب چاہیں رات یا دن کے کسی بھی پہر وہاں جا کر خود دیکھ سکتے ہیں کہ حق حلال کی روزی روٹی کما رہی ہے ہماری بیٹی۔ وہ ایسا کچھ غلط نہیں کر رہی کہ مجھے یا آپ کو خدا نخواستہ شرمندگی ہو۔“

”ہاں ہاں..... وہ کیوں کچھ غلط کرے گی بھئی وہ تو اجیہ ہے نا اس لیے ارے غلط تو میں ہوں جو اس کا باپ جو صرف اس وجہ سے نظریں چرا کر چلنے لگا ہے کہ کوئی یہ نہ کہہ دے کہ جناب رات کو آپ کی بیٹی کہاں ہوتی ہے؟ کس کے ساتھ جاتی ہے؟ اور پھر واپس کون چھوڑ کر جاتا ہے؟ ارے میں تو کہتا ہوں کہ ایسا بے غیرت باپ مرنہ جائے تو کیا کرے۔“ غصے میں انہوں نے اپنا چشمہ اتار کر بیڈ پر پھینکا اور امی تاسف سے ہونٹ بھینچے بس انہیں دیکھتی رہ گئیں۔ پھر چند لمحوں بعد بولیں تو ان کا انداز بے حد دھیمہ اور سمجھانے والا تھا۔

”جب تازہ ہوا کے لیے دروازے کھڑکیاں کھولنے پر پابندی ہو تو گھر کے روشن دان کھولنے ہی پڑتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا کہ انسان خود کو مرنے سے بچانے کے لیے ایک کوشش کر ہی لے۔“

”بس بس دو کتابیں پڑھ لینے کا رعب مت جھاما کرو ہمیشہ سب جانتا ہوں میں کہ تم لوگ تو شروع سے ہی تھی ٹیڑھی انگلیوں سے نکالنے پر یقین رکھتے ہو اور پہلے کیا خود تم کم تھیں جو ساتھ اجیہ کو بھی اپنے سہارے کے طور پر کھڑا کر لیا۔“ بابا نے یہ بات کس پس منظر میں کہی تھی یہ امی کو بخوبی علم تھا۔ جب ہی فوراً سے چونک کر سر اٹھا کر انہیں

# خوبیاں



خوبیاں جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ ایک صحت بخش اور خوش ذائقہ شربت ہے۔ یہ ہاضمے کے لئے مقوی اور بھوک بڑھانے کے لئے بہترین ہے۔

ہمدرد

WWW.PAKSOCIETY.COM

بات کرنے کے لیے فون کیا ہوگا اور خیالات کی رو میں بہتی ہوئی ہمیشہ کی طرح بابا کے رویے تک جا پہنچی تو ذہن میں ان کی باتیں اپنی تمام تر درشتگی اور کاٹ کے ساتھ آ موجود ہوئیں۔ اس کے ذہن میں اس وقت کن لفظوں کا بین جاری تھا اور وہ کرب کی کون سی منزل سے گزر رہی ہے اس کا اندازہ اس کے چہرے کے افسردہ تاثرات سے لگانا ممکن نہیں تھا کہ وہ اپنے جذبات اور تمام تراحماسات کا خود تک رکھنے میں کمال مہارت رکھتی تھی۔ وہ ان لوگوں میں سے تھی کہ جنہیں ہنستے ہوئے اپنی بھگی بھگی آنکھیں صاف کرتا دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ آنکھیں خوشی سے ہنستے ہوئے بھگی ہیں یا یہ ہونٹ ان آنکھوں کی نمی چھپانے کے لیے ہنس رہے ہیں۔ بابا کا اس کے ساتھ رویہ تو شروع ہی سے کشیدہ تھا لیکن پھر بھی تھوڑی بہت بات تو ہو ہی جایا کرتی تھی۔ خصوصاً اس کی کہی بات کا جواب تو وہ دیا ہی کرتے تھے۔ لیکن جب سے اس نے یہ جاب شروع کی تھی تب سے انہوں نے مکمل طور پر بائیکاٹ کر دیا تھا۔ اچانک سے اسے دیکھ کر منہ پھیر لینا اور اس کی کئی بات کے جواب میں ماتھے پر ہل پڑ جانا معمول بن گیا تھا اور ان کا یہ رویہ اجیہ کو کھائے جا رہا تھا۔ اب بھی اس کے ذہن میں بابا کے ہی الفاظ گڈمڈ ہوتے جا رہے تھے۔ ایک بڑے سے ہال میں تینوں دیواروں کے ساتھ کاؤنٹرز اور ان پر ایک کمپیوٹر اور ٹیلیفون موجود تھا۔ کسٹمرز کمپلین کا یہ شعبہ صارفین کی شکایات سننا اور ان کو ترجیحی بنیادوں پر حل کر کے انہیں ہر لحاظ سے مکمل مطمئن کرنے کی کوشش کرتا تھا۔

چوبیس گھنٹے فری سروس دی جاتی تھی۔ دن کے اوقات میں تو ٹیلی فون کی گھنٹیوں کا شور اٹھتا ہوتا لیکن رات کو اتنی زیادہ کسٹمرز کا لڑنے ہونے کی وجہ سے دوسرے شعبوں میں بھی ہیلپ کی جاتی۔ اس وقت اجیہ کے سامنے رکھا فون بچ رہا تھا۔ لیکن اجیہ خود ہاتھ میں لسٹ پکڑے اپنی گھریلو پریشانیوں میں ایسی کم تھی کہ آواز گویا سنائی ہی نہیں دے رہی تھی۔ ایسے میں اس سے کچھ محدود فاصلے پر بیٹھی شرمین

دیکھا۔ ماضی کے کچھ باب جنہیں وہ ہمیشہ کے لیے دفن دینا چاہتی تھی انہیں کریدنا ہی تو بابا کا سب سے پسندیدہ مشغلہ تھا۔

”دیکھیں آپ غلط.....“  
”تم تو بس ہر وقت مجھے ہی غلط ثابت کرنے کی کوشش میں لگی رہنا ہونہا آئی بڑی دانشور۔“ وہ ان کی کوئی بھی بات سننے کے موڈ میں نہیں تھے۔ لہذا بات کو شروع ہوتے ہی کاٹ دیا۔ امی نے بڑے افسوس سے گہری سانس لی۔

”کان کھول کر سن لو تم بھی اور بتا دینا اپنی اس چیمٹی کو بھی..... کہ میں یہ طور طریقے ہرگز برداشت نہیں کروں گا“ سبجیس ناں تم؟ شادی کر دوں گا اس کی اور وہ بھی بہت جلد۔“ ان کے فیصلہ کن انداز نے امی کو چونکا دیا اور وہ سمجھ گئی تھیں کہ اگر بات کو اتنے زور دے کر کہا جا رہا ہے تو اس کا مطلب یقینی طور پر یہ ہے کہ وہ اپنے تئیں اجیہ کا رشتہ یا تو دیکھ رہے ہیں یا دیکھ چکے ہیں اور ان کی بلند آواز نے صرف امی کو ہی نہیں بلکہ چائے لے کر اندر آتی حنین کو بھی چونکا دیا تھا۔

اجیہ ٹیلی فون کال سینٹر میں اپنی سیٹ پر بیٹھی بظاہر کسٹمرز لسٹ ہاتھ میں لیے اس پر نظریں جمائے ہوئے تھی لیکن دھیان اس کا غزنی سے ہوتا ہوا بابا تک پہنچ رہا تھا۔ غزنی ایسا انسان نہیں تھا جو یونہی خواخواہ اسے فون کرتا۔ وہ بے حد انا پسند اور اپنی ذات میں خود کو بہترین سمجھنے والوں میں سے تھا۔ ایسا بہت ہی کم ہوتا کہ وہ براہ راست اجیہ کے نمبر پر کال کرتا۔ ورنہ ہمیشہ گھر کا نمبر استعمال کیا جاتا جسے حنین یا امی ریسیو کرتی۔ بابا سے کوئی بات کرنی ہوتی تو ان کی دکان پر فون کر لیتا۔ سوا آج اگر اسے اجیہ کو براہ راست فون کرنے کی ضرورت پیش آئی تھی تو یقیناً کوئی خاص بات تھی۔ لیکن اس کے باوجود اس نے غزنی کا نمبر دیکھ کر فون سننا پسند نہیں کیا تھا۔ مگر اب وہ مختلف زاویوں سے سوچ ضرور رہی تھی کہ آخرا اس نے کیا

جو پہلے ہی اتنے کم عرصے میں اس کی بہترین کارکردگی اور میڈیک میں بیڈز کے منہ سے اس کی تعریفیں سن کر حسد کا شکار تھی اپنی سیٹ سے اٹھ کر قریب چلی آئی اور اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بچائی تو اجیبہ نے ایک دم چونک کر اسے اور پھر بچتے ہوئے فون کو دیکھا جو اس کے ہاتھ بڑھانے تک بند ہو چکا تھا۔

”کتنی دیر سے فون بچ رہا تھا اجیبہ! لیکن تم ہو کہ نہجانے کن گہری سوچوں میں گم تھیں کہ سامنے رکھے فون کی آواز بھی سنائی نہیں دی۔“ اجیبہ نے اس کی بات سن کر گہرا سانس لیا اور گردن جھٹک کر ایک بار پھر اس سٹ کی طرف متوجہ ہوئی جو اس کے ہاتھ میں تھی۔ شرمین کی بات کا جواب دینا اس نے ضروری نہیں سمجھا اس لیے اس کی تلملاہٹ بڑھ گئی تھی۔

”پتہ نہیں تم جیسی لڑکیوں کو ایسا کیا ہنر آتا ہے کہ کام کریں نہ کریں بیڈز کے دل میں گھر ضرور کر جاتی ہیں اور یہ بات میں تمہیں اچھی طرح بتا دوں کہ جو تم سر کی آنکھوں کا تارا بننے کے لیے خواجواہ کی ایفی ٹینسی دکھائی پھرتی ہوتی تو میں تمہیں کہہ دیتی ہوں ہوش میں رہا کرو ورنہ کسی بھی قسم کی مس ہپنگ کی ذمہ دار تم خود ہوگی..... اوکے۔“ شرمین کا انداز بے حد تحقیر آمیز اور لہجہ بھی کڑواہٹ سے بھر پور محسوس ہوا تو اجیبہ کے لیے بھی بولنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔

”اگر تو تم میری صلح جو طبیعت کو بزدلی سمجھ رہی ہو تو یہ تمہاری بہت بڑی بھول ہے۔ کیونکہ کسی کے بھی منہ سے اپنے لیے غلط بات سن کر اسے دن میں تارے دکھانا مجھے بہت اچھی طرح آتا ہے۔“ شرمین کی آنکھوں میں اجیبہ کے لیے بے حد غصہ تھا۔ جب کہ اجیبہ کے چہرے پر وہی سی مسکراہٹ تھی اور یہی مسکراہٹ جلتی برتیل کا کام کر رہی تھی اور اس سے پہلے کہ وہ جواب میں کچھ کہتی ہاتھ میں فائل لیے سین اس ہال نما کمرے میں داخل ہوئی اور سب کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے بولی۔

”ایوری دن انٹنشن نیو کالنگ آفرز میں نے آپ

سب کو میل کر دی ہیں۔ اپنے اپنے کمپیوٹر میں چیک کر لیں اور ان کے متعلق کوئی بھی سوال ہو تو کل میٹنگ کے لیے نوٹ کر لیں تاکہ پہلے آپ خود مطمئن ہو جائیں اور پھر کسٹمرز کو ہر طرح کے سوال کے جواب دے کر انہیں بھی مطمئن کر سکیں۔“ ایک قطار سے کمپیوٹرز اور سیلفیون سیٹ کے سامنے بیٹھے تمام اسٹاف اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ اس دوران اجیبہ کے سامنے رکھا فون پھر بچنے لگا تھا۔ اس نے سامنے کھڑی شرمین کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے فون اٹھایا۔

”یس سر! اجیبہ از ہیئر۔“ شرمین دونوں ہاتھ باندھے مکمل طور پر اسی کی طرف متوجہ تھی۔ اس نے اجیبہ کو ایک دم ساکت ہوتا محسوس کیا اور بدلے کے طور پر اسے دل جلانے والی مسکراہٹ لوٹائی۔

”جی؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے سر؟ اٹ از لمیو سبل۔“ اس وقت رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ بات کرتے کرتے اجیبہ نے وال کلاک اور پھر سامنے کھڑی ہوئی مسکراتی شرمین کو دیکھا۔

”یس سر آئی ایم کمینگ۔“ دانت پیستے ہوئے شرمین کو دیکھ کر وہ رکی نہیں تھی۔ ہاتھ میں پکڑی کسٹمرز لسٹ کو کمپیوٹر کی بورڈ پر بٹھا اور ہال سے باہر نکل گئی۔

”اجیبہ ہمارے لیے اپنا آرام و سکون قربان کر کے ساری رات جاگ کر محنت کر رہی ہے۔ لیکن مجھے کچھ نہیں آئی بابا کی اس سے شکایتیں کم کیوں نہیں ہوتیں؟“ حنین امی کے ساتھ اپنے بیڈروم میں بیٹھی تھی۔ دونوں گھنٹوں پر تھوڑی نکائے وہ بابا کے رویے پر متشکر نظر آ رہی تھی اور اس سے پہلے کہ امی کچھ کہتیں رات کے اس پہر ہونے والی غیر متوقع اطلاعی گھنٹی نے دونوں کو چونکا دیا۔

”اس وقت کون ہو سکتا ہے؟“ امی نے فوراً سے اٹھتے ہوئے پریشانی میں کہا تو حنین بھی ان کے ساتھ ہی کھڑی ہو گئی۔

”فکر نہ کریں..... میں دیکھتی ہوں..... بابا تو اب

تک سو گئے ہوں گے۔“

”اللہ خیر کرے مالک خیر رکھنا..... اللہ رحم کرنا۔“ امی بے انتہا پریشان ہو گئیں تھیں۔ دونوں ایک ساتھ چلتے ہوئے مین گیٹ تک جا پہنچیں تھیں۔ حنین نے گیٹ کے ساتھ کان لگایا اور آواز مضبوط کرتے ہوئے بولی۔

”میں ہوں حنین غزنی..... دروازہ کھولو۔“

”غزنی.....! اس وقت؟“ امی نے زیر لب دہرایا۔ آج سے پہلے تک کبھی بھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ غزنی یوں رات گئے ان کے گھر آیا ہو۔ سو دونوں ماں بیٹی نے ایک دوسرے کو یوں دیکھا جیسے پوچھ رہی ہوں کہ یہ اس وقت کیوں آیا ہے؟ اسی دوران ایک بار پھر غزنی کی آواز آئی۔

”گیٹ کھل جائے گا محترمہ حنین صاحبہ یا گیٹ کے نیچے سے اپنا شناختی کارڈ دکھاؤں؟“ حنین نے ہاتھ مسلتے ہوئے مڑ کر دیکھا کہ بابا نہ جاگ گئے ہوں۔ مگر ایسا نہیں تھا۔

”بھئی میں ہوں تمہارا تایا ابوکا اکلوتا بیٹا غزنی ارباب شناختی علامت ہے.....“

”بس کر دو اور صبر کرنا بھی سیکھ لو کہ سارے محلے والوں کو جگاؤ گے؟“ بات کے دوران اس نے اشارے سے امی سے گیٹ کھولنے نہ کھولنے کے بارے میں پوچھا اور ان کے کہنے پر گیٹ کھول دیا۔

”سلام چچی۔“ حنین کے سر پر ہلکی سی چیت لگاتے ہوئے اس نے سلام کیا۔ جو بابا امی کا لہجہ سرد اور انداز دو ٹوک تھا۔

”و علیکم السلام۔“ امی اس کی طرف یوں متوجہ تھیں گویا پوچھتی ہوں بس یا کچھ اور؟ لیکن وہ غزنی تھا کسی کی بھی پروا گرتا اس نے سیکھا ہی نہیں تھا۔ وہ کرتا جو دل میں آتا.....

اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جو دل کے مرید ہوتے ہیں اور دماغ کے ساتھ جن کی سلام دعا ہوتی ہے۔ سو خود ہی دو قدم آگے چل کر حنین کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

”اور سناؤ تم کیسی ہو؟ اتنے دن سے کوئی اتنا پتا ہی

نہیں تم لوگوں کا۔“

”میں بالکل فرسٹ کلاس..... اے ون..... سپر سے بھی اوپر۔“ کندھے اچکاتے ہوئے وہ ہنسی۔ غزنی صحن کے بیچوں بیچ لگے امرود کے درخت کے ساتھ کھڑا ہوا تو ان دونوں کو بھی دو قدم چل کر اس کے پاس کھڑا ہونا پڑا۔

”کیسے آنا ہوا اور وہ بھی اس وقت؟“ امی کو غزنی کے انداز میں فرصت نظر آئی تو خود ہی پوچھ لیا۔

”کچھ خاص نہیں چچی! بس یہاں سے گزر رہا تھا تو سوچا آپ سب سے مل لوں۔“ اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک ٹہنی نیچے کی طرف کھینچی اور چند پتے توڑ کر سونگھنے لگا۔

”لیکن تمہارے پچا تو اب تک سوچکے ہیں اس لیے تم ایسا کروان سے کل دکان پر مل لینا۔“ حنین جانتی تھی کہ وہ اسے جلد از جلد خدا حافظ کہنا چاہتی تھیں۔ لہذا بات چیت سے گریز برت رہی تھیں کہ اسے معلوم تھا کہ ایک مرتبہ اگر ان دونوں کی باتیں شروع ہو گئیں تو وہ بہت جلد ٹلنے والا نہیں۔

”لگتا ہے آپ کو میرا آنا اچھا نہیں لگا۔“ غزنی نے ان کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے اپنی بات کے درست ہونے کی تصدیق چاہی تو وہ جو پہلے ہی بوکھلائی ہوئی تھیں مزید گڑ بڑا گئیں۔

”ارے نہیں نہیں ایسی بات نہیں ہے..... لیکن ہاں اس وقت آنا کچھ اچھا نہیں لگا۔ وہ دراصل تمہیں پتہ ہے ناں کہ امی اس وقت دوائی لے کر سوتی ہیں اور ایک مرتبہ آنکھ کھل جائے تو پھر ساری رات نیند نہیں آتی۔“ حنین نے بات سنبھالنے کی کوشش کی۔ لیکن غزنی کوئی بچہ نہیں تھا۔ محسوس کر چکا تھا کہ بات بناتی جا رہی ہے۔ مگر ظاہری طور پر ادا کاری کر کے ثابت کر دیتا ہے کہ جیسے وہ ان دونوں کی باتوں پر یقین کر رہا ہے۔ لیکن اندر ہی اندر وہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ آخروہ دونوں یوں گھبرائی گھبرائی سی کیوں لگ رہی ہیں۔

”چلیں ٹھیک ہے معذرت چاہتا ہوں کہ میری وجہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے آپ کی نیند خراب ہوئی اور اب پتہ نہیں آپ کو دوبارہ کب نیند آئے۔“ چتے پھیلی پر رکھ کر اس نے ایک پھونک سے اڑا کر نیچے پھینک دیئے تھے۔

”ارے نہیں نہیں بیٹا کوئی بات نہیں تم اب جاؤ اور دیکھو رات کا وقت ہے ناں ذرا دھیان سے موٹر سائیکل چلانا۔“ امی نے اس سے بھی پہلے گیٹ کی طرف قدم بڑھائے تاکہ وہ جتنی جلدی ہو سکے چلا جائے۔ غزنی کے لیے حین کا یوں خاموش رہنا بھی ایک حیرت انگیز امر تھا۔ کیونکہ حین کے لیے اتنی دیر تک کوئی بھی بات کہے بغیر زندہ رہنا ناقابل یقین تھا۔ یہی سوچتے ہوئے وہ باہر کی طرف مڑا اور پھر دوبارہ پلٹ کر پہلے امی اور پھر حین کو دیکھ کر بولا۔

”حین یہ اجیہ کہاں سے آج؟ نظر نہیں آ رہی۔“  
”نظر تو تمہیں بابا بھی نہیں آ رہے لیکن تم نے ان کا تو نہیں پوچھا۔“ حین نے یونہی بات کر کے گویا سوچنے کی مہلت لی تھی۔ امی کا چہرہ بھی ایک دم زرد ہوا تھا۔

”اس لیے کہ چچا اور اس میں بہت فرق ہے ڈیزیز کرنز اور مجھے ویسے بھی اس سے کچھ کام تھا۔“ یوں براہ راست غیر متوقع سوال اور اس کے فوری جواب پر حین نے پہلے امی کو دیکھا اور پھر خود ہی بولی۔

”اجیہ؟ دراصل وہ تو اپنی دوست کے گھر گئی ہوئی ہے۔ اس کے سمسٹر زردیک ہیں ناں تو شاید دوستوں نے فل کر کبائٹن اسٹڈی کا پروگرام بنایا تھا۔“  
”دوست کے گھر؟“ غزنی نے مسکرا کر دونوں کو دیکھا۔

”حیرت ہے چچا نے اس وقت اسے کسی دوست کے گھر جانے کی اجازت کیسے دے دی۔ جب کہ وہ تو دن کی روشنی میں بھی تم لوگوں کو کہیں بھی کسی کے بھی گھر نہیں جانے دیتے..... اسٹریج..... ویری اسٹریج۔“  
اماں اور حین نے اس کے انداز پر ایک دوسرے کو چور نظروں سے دیکھا۔

”کیوں تمہیں کوئی خاص پرابلم ہے کیا؟ تم کیوں اتنی

تفتیش کر رہے ہو پہلے یہ تو بتاؤ ناں۔“ حین کا اصل روپ سامنے آ گیا تھا اور اب وہ اسے خاموش کرواتے بنا خاموش نہیں ہوگی۔ یہ بات غزنی اچھی طرح جانتا تھا اس لیے قہقہہ لگا کر ہنسا۔

”تفتیش اور وہ بھی تم سے؟ نہ بابا نہ میرا اس وقت تم سے لڑنے یا ڈانٹ کھانے کا بالکل بھی موڈ نہیں ہے کیونکہ مجھے ایک جگہ پر پہنچنا ہے۔“ خوش گوار موڈ میں بات کرتے ہوئے اس نے آنکشت شہادت سے اپنی نوک دار مونچھوں کا خم سنوارا۔

”تو بس یہ مونچھوں کو گیسٹر لگانے سے بہتر ہے کہ فوراً سے اپنی موٹر سائیکل اشارت کرو اور پتلی گلی سے نکل لو کیونکہ امی نے بھی سونا ہے اور مجھے بھی اس وقت بہت سخت نیند آ رہی ہے اور اگر تم نے مزید اسی طرح کے سوال جاری رکھے ناں تو میں بغیر کسی پیشگی اطلاع کے لڑنے بھی لگ جاؤں گی۔“ بات کے اختتام پر اس نے منہ بند رکھتے ہوئے جمائی روکی۔

”ہوں..... چلو ٹھیک ہے میں پھر کسی دن آؤں گا۔“  
گیٹ اچھی طرح بند کر لو۔“ امی کو اللہ حافظ کہہ کر وہ سوچ انداز میں بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہر تو نکل گیا تھا لیکن وال میں کچھ کالا ہونے کا اسے سو فیصد یقین ہو گیا تھا اور اس بات پر تو مکمل اعتماد تھا کہ چچا کے گھر میں کچھ نہ کچھ مسئلہ ضرور چل رہا ہے۔ ورنہ وہ اور اجیہ کو رات بھر کسی دوست کے گھر امتحان کی تیاری کے لیے بھیجیں دنیا کے چند ناممکنات میں سے ایک تھا اور پھر حین اور امی کی گھبراہٹ اس کے شک پر یقین کی مہر لگا رہی تھی۔ پہلے تو اس نے سوچا کہ ایئر پورٹ سے واپسی پر یہیں رک جائے گا۔ صبح یہیں سے اپنی ٹریول ایجنسی اور پھر شام کو حسب معمول گھر کا رخ کرے گا۔ لیکن اب اس نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔ اجیہ گھر پر موجود نہیں تھی۔ سو اس کا دل چاہا کہ وہ اب ایئر پورٹ سے سیدھا اپنے گھر کی طرف چلا جائے اور اپنے گھرے میں لیٹ کر آرام سے اس بات پر غور کرے کہ آخرا جیہ آج گئی کہاں؟ اور جہاں کہیں بھی وہ گئی ہے کیا

سکندر چچا اس بات سے باخبر ہیں کہ وہ آج پوری رات کے لیے گھر سے باہر ہے یا پھر یہ سب ان تینوں خواتین کی اپنی ہی ملی بھگت سے ہو رہا ہے؟ اور یہ کام تو اب اسے کرنا ہی تھا۔ سو یہ سب کچھ سوچتے ہوئے اس کی موٹر سائیکل کی اسپینڈ تیز سے تیز ترین ہو گئی۔



اجیہ شرمین کو وہیں حیران پریشان چھوڑے بے اطمینان سی اپنے باس کے آفس میں داخل ہوئی تھی۔ کیونکہ جانتی تھی کہ اس نے ایسا کچھ غلط نہیں کیا جس کے لیے اسے شرمندہ ہونا پڑے لیکن آج کل سچے انسان کو سچا ثابت کرنا مشکل ہے یہ نسبت ایک جھوٹے انسان کو سچا ثابت کرنے کے۔ سوان کے لگائے گئے الزامات نے اسے حیران کر دیا تھا۔

”سر آپ پکیز میرا یقین کریں یہ سب جھوٹ ہے غلط ہے اور یقینی طور پر کسی غلط فہمی کا ہی نتیجہ ہے۔“ اس کے انداز میں بے بسی تھی کہ وہ خود کو سچا ثابت نہیں کر پار ہی تھی۔

”غلط فہمی کیسی مس اجیہ؟ یہ بات میں بھی جانتا ہوں اور آپ بھی کہ آپ سچے اور اس کے تمام لائن ریش کے متعلق پورے کال سینٹر میں ایک دو چیدہ لوگوں کے علاوہ صرف اور صرف آپ ہی جانتی تھیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ گھر کا وہ بھیدی آپ ہی ہیں جو لڑکا ڈھانے میں پیش پیش ہے۔“ انہیں افسوس ہو رہا تھا کہ انہوں نے اجیہ کو اتنا سمجھ دار اور قابل سمجھ کر شاید کوئی غلطی کر دی تھی۔

”سر وہ سب تو ٹھیک ہے اور میں آپ کی تمام باتوں سے متفق بھی ہوں لیکن۔“

”آپ کو ایک پڑھی لکھی باشعور سمجھ دار اور ریلا بیل انسان سمجھ کر اس دن آپ کے سامنے یہ بات کر لی تھی کہ ایک نیو ایکس چینج سے ہماری کتنے کم لائن رینٹ میں بات ہوئی اس طرح ہم کسٹمرز کو تھوڑی رعایت دے کر بھی خود کافی مارجن لے سکتے ہیں لیکن آپ..... آپ نے تو تمام کی تمام معلومات اس کال سینٹر کو پہنچا دیں جو پہلے ہی

ہمارا حریف ہے۔“ وہ انتہائی درشت انداز میں بات کر رہے تھے اور اجیہ کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ وہ سر ہیں جن کی خوش اخلاقی دیکھ کر اس کے دل میں حسرت جاتی کہ کاش بابا بھی اس سے اسی طرح بات کیا کریں جیسے یہ کرتے ہیں اور آج جب ان کی آواز اور انداز میں ناگواریت اور غصہ نظر آ رہا تھا تو پتہ نہیں کیسے اسے لگا جیسے سر کے چہرے میں بابا کا چہرہ گنڈھ ہونے لگا ہو۔ کبھی اسے لگتا کہ سر ہاشم کا چہرہ ہوا میں تحلیل ہوتا جا رہا ہے ان کے چہرے کے نقوش پگھلے ہوئے پلاسٹک کی طرح اپنی جگہ چھوڑ رہے ہیں اور پھر ایک دم اس بے شکل چہرے پر بابا کے نقوش اگنے لگتے۔ بالکل اسی طرح جیسے ننھا پودا زمین پھاڑ کر باہر نکل آئے۔

”مس اجیہ..... آپ سن رہی ہیں میں کیا کہہ رہا ہوں؟“ سر ہاشم کی تاثرات سے عاری آواز کمرے میں گونجی تو اسے محسوس ہوا کہ وقت نے چند لمحے پیچھے کا سفر طے کر لیا۔

بابا کے نقوش ایک دم کہیں جا چھے تھے اور بڑی آہستگی سے ان کے چہرے پر ان کے اپنے خدو خال واضح ہونے لگے۔ اس نے جلدی جلدی پلکیں جھپکا کر خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی۔ اسے لگا کہ وہ اس کے منہ سے اپنے لیے صفائی سننا چاہتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ اجیہ اپنے منہ سے کہے کہ یہ سب میں نے نہیں کیا اور پھر وہ بولی۔

”سر..... آپ خود سوچیں میں کیوں کروں گی ایسا؟ ایک ایسی جگہ جہاں میں جا ب کرتی ہوں کمائی ہوں..... میں بھلا اسے ہی نقصان پہنچانے یا ڈاؤن کرنے کا بھلا سوچ بھی کیسے سکتی ہوں بلکہ میں نے جتنا بھی مختصر عرصہ یہاں کام کیا ہے آپ جانتے ہیں اور میری کارکردگی گواہ ہے کہ ہمیشہ اس کال سینٹر سے متعلق ہر کام کو نو کر رہی نہیں بلکہ اپنا ذاتی کام سمجھ کر سرانجام دیا ہے۔ پھر میں کوئی بھی ایسا قدم کیوں اٹھاؤں گی جو یہاں کے فائدہ کے بجائے نقصان کا باعث بنے۔“ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اپنی صفائی دے لیکن وہ یہ ضرور جانتی تھی کہ وہ چاہتے ہیں کہ انہیں



## یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

### پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائس کو الٹی پی ڈی ایف  
ایڈ فرس لنکس  
ایک کلک سے ڈاؤن لوڈ  
ڈاؤن لوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر  
کتاب کی مختلف سائزوں میں اپلو ڈنگ  
نازل اور عمران سیریز کی مکمل ریجن

Click on <http://paksociety.com> to Visit Us

<http://fb.com/paksociety>

<http://twitter.com/paksociety1>

<https://plus.google.com/112999726194960503629>

پاک سوسائٹی کو فیس بک پر جوائن کریں

پاک سوسائٹی کو ٹویٹر پر جوائن کریں

پاک سوسائٹی کو گوگل پلس پر جوائن کریں

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس

بک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

**Dont miss a singal one of your Favourite Paksociety's Update !**

- i. Open Paksociety Page.
- ii. Click Liked.
- iii. Select Get Notifications.
- iv. Select See First.

All Done

Like Liked Message

Get Notifications  
Add to Interest Lists...

Unlike

IN YOUR NEWS FEED

See First  
See new posts at the top of News Feed

Default  
See posts as usual

Unfollow

صفائی پیش کی جائے۔

”ہوتے ہیں ناں مس اجیہ کچھ لوگ اپنی ہی تھالی میں چھید کرنے والے بھی۔“ اس کی پیش کی گئی صفائی اور یقین دلانے کی کوشش ناکام ہو گئی تھی۔ اسی دوران شرمین نے دروازے پر ہلکی سی دستک دے کر اسے کھولا اور اجازت لی۔

”مے آئی کم ان سر؟“ اسے اجیہ کو یوں سر ہاشم کے سامنے سر جھکا کر کھڑے دیکھ کر دلی مسرت اور اطمینان حاصل ہوا تھا ورنہ جس طرح ہمیشہ اس کی تعریفیں کی جا رہی تھیں وہ بات شرمین کے لیے بالکل ناقابل قبول تھی۔

”یس پلیز۔“ سر ہاشم نے گہری سانس لی اور اسے اندر بلا لیا۔

”سر ایک اور آپکھنچ کے بارے میں میں نے کچھ انفارمیشن لی ہے جس کے لائن ریٹ اتنے تو نہیں ہیں جتنے ان کے تھے لیکن ہاں ان کے پیکرز بہت زبردست ہیں۔ اس کے علاوہ جتنی زیادہ مدت کے لیے ہم ان کے ساتھ ایگری منٹ کریں گے ان کی ڈیل اتنی ہی زبردست ہوگی۔“ اجیہ نے چونک کر اسے اس قدر جوش و خروش سے بات کرتے دیکھا۔ شرمین کا یہ انداز بات چیت کرنے کا طریقہ اور خواہ مخواہ ہر ایک کے ساتھ فری ہونا اسے پہلے دن سے ہی نہیں بھایا تھا۔ جاب کے پہلے روز گوکہ وہ اس کی عادات و اطوار سے ناواقف تھی لیکن پھر بھی اسے شرمین سے مل کر کوئی خوشی نہیں ہوئی تھی۔ ویسے بھی کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو ہمیں بغیر کسی وجہ کے اچھے نہیں لگتے ان کی موجودگی میں دل کو ذلت کا شکار رہتا ہے ذہن بھاری پن محسوس کرتا ہے تو شرمین انہی لوگوں میں سے ایک تھی۔

”نانا ابو مجھے ماندہ اچھی نہیں لگتی لیکن نیچر نے اسے میرے سامنے والی ڈیسک پر بیٹھا دیا ہے۔“ وہ چوٹی جماعت میں تھی جب نانا ابو اس سے ملنے اسکول آئے اور وہ اپنی باتوں شکایتوں اور فرمائشوں کا پنڈورا کھول کر بیٹھ گئی۔

”لیکن کیوں بیٹا جی ماندہ نے ایسا کیا کیا؟“ انہوں نے بڑی دلچسپی سے اپنی نواسی کو دیکھا جس نے ماندہ کا نام لیتے ہی منہ بسور لیا تھا۔

”مجھے خود سمجھ نہیں آتی کہ اس نے ایسا کیا کیا ہے اسی لیے تو آپ سے پوچھ رہی ہوں ناں کہ مجھے بتائیں وہ مجھے کیوں اچھی نہیں لگتی۔“ اسے ہمیشہ سے یہی لگتا تھا کہ

نانا ابو کے پاس اس کے تمام تر سوالوں کے جواب اور مسائل کے حل موجود ہیں۔ لہذا کچھ دیر انہوں نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا اپنے مخصوص شفقت بھرے انداز میں محبت سے بولے۔

”اس میں نہ تمہارا کوئی قصور ہے اور نہ ہی ماندہ کی کوئی غلطی..... دراصل جب ہم ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ہمارے چہرے سے ایک خاص قسم کی شعاعیں خارج ہوتی ہیں یہ شعاعیں وہ ہوتی ہیں جو ہمارے اندرونی خیالات

و افکار اور ہماری مثبت یا منفی سوچ کی عکاسی ہوتی ہیں ہمارے شوق اور مشاغل کی ترجمان ہوتی ہیں۔ یا آسان الفاظ میں یوں سمجھ لو کہ یہ ایکس وائی زید نام کی شعاعیں تمہارے چہرے سے خارج ہو رہی ہیں تم ماندہ سے ملو اور اس کے چہرے سے بھی اگر ایکس وائی زید شعاعیں ہی نکل رہی ہیں تو تمہیں دیکھتے ہی وہ اچھی لگے گی اس سے ملنے اور اس سے باتیں کرنے کو دل چاہے گا کیونکہ تم دونوں کے چہرے سے نکلنے والی مخصوص شعاعیں ایک دوسرے میں جذب ہو رہی ہیں اس کے برعکس اگر تمہارے چہرے سے ایکس وائی زید اور میرے چہرے سے اے بی سی نامی شعاعیں نکل رہی ہیں تو دل کا وہی حال ہوگا کہ اس کی کہنی میں خوشی محسوس نہیں ہوگی اور نہ ہی اس سے انڈر اسٹینڈنگ ہو پائے گی۔ جتنی زیادہ شعاعوں میں مطابقت ہوگی دل کا رشتہ اتنا ہی مضبوط ہوگا۔“

”لیکن نانا ابو اگر کوئی بندہ اچھا نہ لگے تو کیا کرنا چاہئے؟“ ان کے تفصیلی جواب سے وہ مطمئن ہو گئی تھی۔

”تو اسے نظر انداز کر دینا چاہئے کسی کے ہونے کو نہ ہونے جتنی اہمیت دینا سب سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے

اور اگر کوئی بندہ نقصان پہنچائے تو پھر بھی ہمیشہ دفاعی پوزیشن میں رہو خود سے کسی کو نہ نقصان پہنچاؤ نہ ایسا سوچو..... جب کوئی تمہیں زیر کرنے کے لیے زبر ہونے کی کوشش کرے تو خدا کے حضور پیش ہو جاؤ۔“

”ڈیش گریٹ..... ریٹی گریٹ!“ سر ہاشم نے شرمین کو سر ہانپنے کے لیے دو تالیاں بیچائیں تو اجیہ کا خیال ٹوٹا۔ جس کرسی کے سامنے وہ کھڑی تھی اسی پر شرمین بیٹھی مسکرا رہی تھی۔

”آپ نے انہیں اپروچ کیا یا انہوں نے خود ہماری کونٹیکٹ انفارمیشن سے ہمیں سرچ کیا؟“

”سر بتاتی ہوں لیکن.....“ گردن اوپر کر کے ابرو اٹھاتے ہوئے وہ اجیہ کو دیکھ کر پہلے رکی اور پھر لہجہ بھر تو قف کے بعد بولی تو انداز طنز یہ تھا۔

”کیا دوبارہ اجیہ کے سامنے ہی بات ہوگی۔“

”مس اجیہ..... آپ اب جا سکتی ہیں۔ آپ کے متعلق کیا فیصلہ کرنا ہے یہ میں آپ کو کل بتاؤں گا۔ ابھی آپ اپنا روٹین کا کام جاری رکھیں۔“ اجیہ کو شرمین کا فاتحانہ انداز بہت کچھ سمجھا رہا تھا لیکن اس نے ایسا کیوں کیا اور اجیہ کی ذات سے اسے کیا پُر خاش تھی یہ بات اسے معلوم نہیں تھی۔ سر ہاشم کے کہنے پر تھینک یو کہہ کر ان کے آفس سے باہر نکل آئی تھی۔



جو باتیں کہہ نہیں سکتے انہیں ہم فرض کرتے ہیں چلو ہم فرض کرتے ہیں ہمیں تم سے محبت ہے تمہیں تو اندازہ بھی نہیں ہوگا کہ میں تم سے کتنی محبت کرتی ہوں لیکن خیر اتنا تو مجھے بھی یقین ہے کہ محبت جس سے بھی کی جائے وہ اس کی خوشبو محسوس کر ہی لیتا ہے۔ اور تم تک میری محبت کی خوشبو نہ پہنچی ہو یہ بھلا کیسے ممکن ہے۔ ہاں مگر تم خود سے اظہار نہ کرو تو یہ الگ بات ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہیں اپنی محبت کے اظہار کے لیے کسی مناسب وقت کا انتظار ہو..... تو پھر ٹھیک ہے جس دن تم نے مجھے اپنی محبت سوچنے کا باضابطہ اقرار کیا اسی دن

میں تمہیں یہ ڈائری دکھاؤں گی۔ یہ ڈائری جو میری محبت کی واحد راز دار ہے تم سے پھر وہ بات کرے گی جو میں کرنا چاہتی ہوں۔“ حنین کے سینے پر موندھی بڑی ڈائری کے اس صفحے پر لکھے گئے پیرا گراف کے ساتھ ساتھ جگہ جگہ مختلف قسم کے پھول دھنک اور دل بنائے گئے تھے درمیان میں لکھی عبارت کو مختلف مارکرز کے ساتھ فریم بنا کر اسے دل کی شکل دی گئی تھی۔ صفحے کے عین اوپر دھنک تھی سات رنگوں سے بنائی گئی دھنک کے ساتھ بوندیں بنائی گئی تھیں اور تحریر میں جہاں کہیں لفظ محبت لکھا گیا تھا اسے پھولوں سے مزین کر کے اتنا خوب صورت بنا دیا گیا تھا کہ پڑھنے والے کو لفظ محبت سے ہی محبت ہو جاتی۔ لکھائی تو اس کی ویسے ہی اچھی تھی پھر ڈرائنگ بھی کمال کی کرتی تھی۔ اس لیے یہ چھوٹی موٹی چیزیں بنانا تو اس کے لیے بائیں ہاتھ کا کام تھا۔ خوب صورت اور ہر کشش رنگوں کے استعمال نے اس کے دل کی کیفیت کو ڈائری کے ان صفحات پر زندہ کر دیا تھا۔ اس وقت یقیناً وہ لکھتے لکھتے اچانک ہی بے ارادہ طور پر سو گئی تھی ورنہ وہ اس ڈائری کو اپنی جان سے بھی زیادہ حفاظت میں رکھتی اور اجیہ یا امی کو سختی سے تاکید تھی کہ وہ اس ڈائری کو کبھی کھولنے کی زحمت نہ کریں۔ احتیاط اس نے اپنی ڈائری کو سب کے لیے امانت کا درجہ دے کر انہیں خیانت نہ کرنے اور کر لینے کی صورت میں سخت گناہ سے بھی ڈرا رکھا تھا۔

رات تین چار بجے کا وقت تھا جب سونے کے دوران امی کی ایک دم آنکھ کھلی۔ گھبرا کر ارد گرد دیکھا۔ بابا بڑے سکون کی نیند میں تھے انہوں نے بڑی بے چینی سے بچنے کے دائیں طرف رات کو تہہ کر کے رکھا جانے والا دوپٹہ اٹھایا اور حنین اور اجیہ کے مشترکہ بیڈ روم کی طرف لپکیں۔ حنین کے بیڈ پر چاروں طرف اس کی کتابیں پین مار کر اور نوٹس پھیلے ہوئے تھے جبکہ وہ خود سوئی ہوئی تھی۔ امی نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر سائیڈ ٹیبل پر رکھی اجیہ کی فونو ہاتھ میں لے کر بیڈ کے کونے پر ٹک گئیں۔ وہ اجیہ کی فونو کو دیکھتے ہوئے ایسی بے قرار معلوم ہو رہی تھیں کہ لگا جانے

WWW.PAKSOCIETY.COM

کتنے ہی عرصے سے ان کی اور اجیہ کی ملاقات نہ ہوئی ہو۔ حالانکہ وہ چند گھنٹے پہلے ہی گھر سے گئی تھی۔ چند لمحے تصویر پر نظر میں جمانے کے بعد انہوں نے تصویر کو چوم کر سینے سے لگا لیا تھا۔

”یا اللہ میری بچی کی حفاظت کرنا مالک..... یا اللہ اسے اپنی پناہ میں رکھنا اسے اور اس جیسی ان تمام بیٹیوں کو جو اپنی خوشی خواہشات جذبات اور ذات کو نظر انداز کر کے گھر والوں کو خوش رکھنے کی دھن میں لگی رہتی ہیں تو ان سب کا دامن دائمی خوشیوں سے بھر دے الہی..... یا پروردگار تو ہم سب والدین کو ایسی بیٹیوں کی قدر کرنے کی توفیق دے..... تو ایسی بیٹیوں کی تمام دلی خواہشات پوری کر کے ان پر خوشیوں کی برسات کر دینا اور یارب اجیہ کے لیے اس کے باپ کے دل میں محبت ڈال دے اے میرے پالن باز میں نے تو جیسے تیسے ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر زندگی گزار دی لیکن میری اجیہ کے دل کو کسی خوشی سے محروم نہ کرنا۔“ اجیہ کے لیے دعا کرتے ہوئے ان کی آنکھیں بھیگی رہی تھیں اور ذہن میں اجیہ کا وہ کھلکھلاتا ہوا چہرہ گھوم رہا تھا جو اس کے نانا ابو کے سامنے ہوا کرتا تھا۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ اجیہ اور اس کے بابا کے درمیان محبت پیدا ہو۔ وہ اپنی آج تک کی زندگی میں رونما ہونے والے تمام واقعات وحالات برائیں معاف کر چکی تھیں لیکن اجیہ کے ساتھ ان کا رویہ دیکھ کر خود وہ بھی بعض اوقات تنگ ہو جاتیں۔ ان کا دل ہی نہ چاہتا کہ کوئی بات کریں عجیب سرد ماحول گھر کی فضاؤں میں گردش کرنے لگتا اور پھر تھک ہار کر وہ دوبارہ نئے سرے سے خود کو مجتمع کرتیں اور پھر سے بات چیت کا آغاز کرتیں۔

ان کے آنسو اس تو اتر سے بہہ رہے تھے کہ سینے سے لگی اجیہ کی فوٹو بھگنے لگی۔ اسی دوران بابا کے کھانسنے کی آواز پر وہ ایک دم چونکیں اور تصویر کو اس کی سابقہ جگہ رکھ کر ہتھیلی سے آنسو پونچھے اور اٹھ کھڑی ہوئیں۔ حسین کو ٹھیک طریقے سے چادر اوڑھا کر اس کے ماتھے پر آئے بال ہٹائے اور ڈائری پر سے اس کا ہاتھ ہٹا کر اس سے پہلے کہ

وہ سائینڈ ٹیمبل پر رکھتیں کہ جنین نے سونے جاگے انداز میں ان سے ڈائری لے کر اپنے تکیے کے نیچے رکھ دی۔

”امی یہ میری پرسنل ڈائری ہے اور آپ سب کے لیے امانت ہے پلیز یہ جہاں بھی ہو اسے ہاتھ نہ لگایا کریں۔“ وہ بند آنکھوں سے پیشانی پر ہل لیے بول رہی تھی۔

”تو بہ خدا جانے کون سے منتر لکھے ہیں اس ڈائری میں مجال ہے جو کسی کو ہاتھ بھی لگانے دے۔“ انہوں نے بھیگی بھیگی آنکھوں سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور خود کلامی کرتے ہوئے کمرے سے نکل آئیں۔

مئی کمرے میں داخل ہوئیں تو ایسا لگا جیسے وہ صبح نہیں بلکہ رات کے کسی پہر میں اس کے کمرے میں آئی ہوں۔ کھڑکیوں پر پڑے دبیز پردوں نے روشنی کی ایک ننھی سی کرن کو بھی اربش کے کمرے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی تھی۔ سائینڈ ٹیمبل پر رکھے لیمپ کی ہلکی نیلی روشنی نے ماحول کو مکمل طور پر خوابیدہ بنا رکھا تھا اور اوندھا لینا اربش جس کا یقینی طور پر مستقبل بعید میں جاگنے کا کوئی بھی ارادہ معلوم نہیں ہوتا تھا انہوں نے مسکرا کر اسے دیکھا اور سامنے رکھا الارم اٹھا کر LCD کے پیچھے رکھ دیا۔ اس کا موبائل بھی انہوں نے بیڈ سے اٹھا کر صوفے کے سامنے رکھے ٹیمبل پر رکھا اور اب انہیں یقین تھا کہ تھوڑی ہی دیر میں اربش جاگنے والا ہے لہذا خاموشی سے بغیر اسے کچھ کہے کمرے سے باہر نکل گئیں کہ انہیں اپنے اسکول کے لیے وقت پر نکلنا تھا اور اگر وہ خود سے اربش کو جگاتیں تو شاید کافی ٹائم لگتا لہذا انہوں نے صرف دو منٹ بعد کا الارم لگا کر رکھ دیا تھا۔

اربش جو الارم کی ہلکی سی آواز پر کسمسانے کے بعد کروٹ لے کر دوبارہ سے کمبل اوپر لے کر سونے کی کوشش میں تھا کہ رفتہ رفتہ الارم کی تیز ہوتی آواز نے اسے جھنجلا کر کمبل دور کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

”الارم بھی ناں..... جس وقت کا لگاؤ اسی وقت بجنے

لگتا ہے مجال ہے جو ذرا سی دیر ہو لے۔“ کمبل ہٹا کر اب وہ آلتی پالتی مار کر بیڈ کے پتوں بیچ تکیہ گود میں لیے بیٹھا تھا۔ الارم مکمل جانفشانی سے آہستہ آواز سے ہوتا ہوا اب تیز آواز میں بج رہا تھا اور اسے یہ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آخر کار یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے۔

”مئی بھی ناں۔ پتہ نہیں کس وقت دبے قدموں کمرے میں آتی ہیں اور روز کسی نئی جگہ پر الارم رکھ دیتی ہیں تاکہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے میری نیند ہی ختم ہو جائے۔“ پیشانی پر بکھرے بال اس کے جھنجلا کر بالوں میں ہاتھ پھیرنے سے مزید بکھر گئے تھے۔ منہ بسور کر اس نے یہاں وہاں نظر دوڑائی اتنے میں سامنے ٹیمبل پر رکھا اس کا موبائل بھی الارم کے بینڈ باجے سمیت اپنا حصہ ڈالنے کو میدان میں آ گیا۔ یہ آسان ہدف تھا سو اربش نے فوراً کمبل پر سے کیا اٹھ کر موبائل کا الارم بند کیا اور یہاں وہاں ڈیجیٹل الارم کی آواز کا یقین کرتے ہوئے آخر کار LCD کے پیچھے سے الارم نکال کر بند کیا اور اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ بیڈ پر جاتا، مئی مسکراتے ہوئے داخل ہوئیں۔

”ارے یہ کیا دوبارہ سونے کا ارادہ ہے کیا؟“ انہوں نے کھڑکیوں سے پردے ہٹائے تو ایک دم ماحول نکھرا نکھرا اور قدرتی لگنے لگا۔

”آپ ابھی تک گھر پر ہی ہیں؟“ اربش نے ریموٹ کنٹرول سے ایئر کنڈیشنڈ بند کرتے ہوئے انہیں دیکھا جو ابھی جانے کے لیے مکمل تیار معلوم نہیں ہو رہی تھیں۔

”جانا ہے..... جانا کیوں نہیں، لیکن تمہیں جگائے بغیر اور تمہیں ناشتہ دینے بغیر آج سے پہلے بھی گئی ہوں جو اب چلی جاتی؟“

”وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن..... لیکن مئی آپ اتنی وقت کی پابند ہیں میری وجہ سے لیٹ نہ ہو کر پلینز۔“ اسے شرمندگی ہو رہی تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ مئی وقت کی کتنی پابند ہیں اور نہ ہی خود تاخیر سے جاتی ہیں اور نہ ہی

تاخیر سے آنا برداشت کرتی ہیں وہ صبح سویرے اٹھ کر برکت اور رحمت وصول کرنے پر یقین رکھنے والوں میں سے تھیں۔

”اچھا یہ سب باتیں تو ہم بعد میں بھی کر سکتے ہیں ناں تم جلدی سے فریش ہو کر آؤ تو ناشتہ کریں ورنہ میں اکیلے کر لوں گی۔“

”مئی لیکن ابھی تو صرف.....“ اس نے ٹائم دیکھتے ہوئے احتجاج کرنا چاہا لیکن اس کی بات کاٹ دی۔

”جلدی آؤ اربش پلیز..... ورنہ میں واقعی لیٹ ہو جاؤں گی۔“ وہ عجلت میں کمرے سے باہر نکلنے ہی والی تھیں کہ اس کی آواز پر پھر پلٹیں۔

”مئی اچھا ایک منٹ بات تو نہیں۔“

”بولو لیکن ذرا جلدی۔“

”میرے بغیر ناشتہ کیا ایک بائٹ (لقمہ) بھی لے سکتی ہیں؟“ اس کی بات پر بڑی محبت سے مسکراتے ہوئے انہوں نے اربش کو دیکھا۔ ان کا انداز اربش کو اپنے سوال کا جواب دے گیا تھا۔ سو جیسے ہی وہ کمرے سے گئیں ایک جاندار مسکراہٹ کے ساتھ وہ بھی اٹھ کر واش روم کی طرف بڑھنے ہی والا تھا کہ میج کی ٹون نے اسے موبائل کی طرف متوجہ کر دیا۔

”صبح صبح کس کا میج؟“ وہ حیرت سے موبائل ہاتھ میں لیے میج پڑھنے لگا۔

اجیہ کے چاب شروع کرنے سے پہلے تک جنین کے لیے کچن اجنبی تھا۔ نہ کبھی کھانا پکایا نہ ناشتہ بنایا امی اور اجیہ ہی مل جل کر کوئنگ کرتیں اور وہ پاس بیٹھ کر کتابیں لیے پڑھ رہی ہوتی اور پھر باتیں کر رہی ہوتی۔ امی اجیہ اور اس کے درمیان ہونے والی مزیدار گپ شپ کو سنتی رہتیں مسکراتی رہتیں اور گاہے بگاہے ان کی بات چیت کا حصہ بھی بن جاتیں۔ لیکن جب سے اجیہ رات کو کال سینٹر پر جانے لگی تھی جنین ہی صبح کے وقت ناشتہ بنانے کے لیے امی کی ہیلپ کرتی۔ اس طرح وہ نئی چیزیں سیکھتی جا رہی

خاص موضوع خاص ماحول اور خاص وقت میں جنم لینے والی ایک ناقابل فراموش کہانی

حقیقی کرداروں کی سانس لیتی اور نشوونما پاتی ایک دلچسپ تحریر

ملک کی معروف مصنفہ عشنا کوثر سردار کے نوک قلم سے 69 برس قبل جنم لینے والی ایک

لکش اور رومانی اور محبت سے لبریز داستان

لگے ماہ سے نئے افق کے صفحات پر سلسلے وار شائع ہوگی

# ایک سو سو سالہ لڑچاند لکھنوی

انڈیا پاک کی تقسیم کے وقت اس محبت کی کہانی کا سفر شروع ہوا جہاں ایک پاک سرزمین کی تاریخ رقم ہوئی، زمین ٹکروں میں تقسیم ہوئی تو محبت دو دلوں کو جوڑ رہی تھی۔ زمین کی تقسیم نے دلوں کو تقسیم نہیں ہونے دیا۔ پاکستان بننے کے دوران جن مشکلات اور مصائب سے وہ لوگ گزر رہے ہیں ان کا ہماری آج کی نسل کو احساس نہیں لوگوں کی ہجرت ہی نہیں ہوئی بلکہ ان کی زندگی ختم ہو گئی۔

افسانوی رومانوی لفظوں میں گندمی ناقابل فراموش حسین کہانی

محبت سے لبریز حسین چاندنی راتوں اور لمحوں کا ذکر محبت کرنے والوں کا احوال خاص

دیر مت کیجئے اپنی اپنی کاپی آج ہی سے بک کرالیں۔ رابطہ نئے افق 03008264242

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی توفیق دی جائے گی۔“ مسکرانے کے ساتھ بات سنتے ہوئے وہ ایک دم چونکے۔

”توفیق؟“ وہ تہقہہ لگا کر ہنسے تو امی اور حنین بھی مسکرانے لگیں۔ ایسے مواقع یوں بھی بہت کم ہی دیکھنے میں آتے جب بابا یوں اتنے دل سے خوش ہو کر ہنستے۔

”چلیں ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی آپ نے توفیق نہیں لینی تو نہ لیں۔ آپ کو موقع مل جائے گا۔“ اسی بات کے دوران کہ جب تینوں کے چہرے پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی ڈور بیل کی آواز آئی۔

”میرا خیال ہے اجیہا آگئی۔“ حنین نے امی کی طرف دیکھا اور کن اکھیوں سے بابا کے بدلتے تاثرات دیکھتے ہوئے ان کے قریب سے گزر کر گیٹ کھولنے چلی گئی۔ کچھ دیر پہلے ہنستے مسکراتے بابا کے چہرے نے سنجیدگی اور امی کے چہرے نے اداسی کا لبادہ اوڑھ لیا تھا۔

”آ جاؤ ٹھیک ٹائم پر پہنچی ہو..... ابھی ہم ناشتہ کرنے ہی والے تھے۔“ حنین نے گیٹ کھولتے ہی جوش سے کہا تو اجیہ نے اس کی بات نظر انداز کر دی۔

”یہ بتاؤ کہ بابا ابھی گھر پر ہی ہیں یا چلے گئے دکان پر؟“ ساری رات جاگنے کے بعد گھر لوٹنے پر بابا کے نام پر اس کے چہرے پر پھیلی سراسیمگی نے حنین کا دل مٹھی میں لے لیا تھا مگر بظاہر مسکرا کر بولی۔

”نہیں آج وہ فجر کے بعد مسجد سے آنے میں لیٹ ہو گئے تھے اس لیے ابھی تک تو ناشتہ بھی نہیں کیا۔“ دونوں آپس میں باتیں کرتی لاؤنج کا پردہ ہٹا کر اندر داخل ہوئیں تو یوں ایک دم سامنے ہی ڈائننگ ٹیبل پر موجود بابا کو دیکھ کر اجیہ اچانک ذرا استنبھل سی گئی۔ امی نے کچن میں دروازے کی اوٹ سے ان کا رد عمل دیکھا کہ وہ اجیہ پر ایک نظر ڈالے بغیر ہی وہاں سے اٹھ کر بیڈروم میں چلے گئے اور اجیہ نڈھال سی ہو کر وہیں کرسی پر بیٹھ گئی۔ بابا نے اس کے کیے سلام کا جواب دینا بھی گوارا نہیں کیا تھا سو امی فوراً تو لیے سے ہاتھ صاف کر کے کچن سے نکلیں۔

”وعلیکم السلام بیٹا..... سب ٹھیک رہا نا؟“ یہ ان کا

تھی۔ اس وقت چونکہ بابا کے دکان پر جانے کا ٹائم ہو گیا تھا اور وہ اپنے کمرے سے بس نکلنے ہی والے تھے اس لیے حنین کے ہاتھ تیزی سے چل رہے تھے۔ اس سے پہلے جب وہ فجر کی نماز پڑھنے گئے تھے تو امی نے انہیں چائے بنا کر دی تھی اور چونکہ وہ مسجد کمیٹی کے بہت ایکٹیو اہم رکن تھے اس لیے آج مسجد کے انتظامی معاملات پر بات کرتے کرتے انہیں وقت کا احساس ہی نہیں ہوا تھا اور وہ ذرا دیر سے گھر پہنچے تھے۔ اب اپنے کمرے سے نکل کر لاؤنج میں بیوی کے عین سامنے رکھے ڈائننگ ٹیبل تک آ کر ابھی بیٹھے ہی تھے کہ باہر سے ہا کر اور پھر اخبار کے گرنے کی آواز آئی تو پھر سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ صحن میں جا کر اخبار اٹھایا جو ہا کرنے ہمیشہ کی طرح انتظار کرنے کے بجائے گیٹ کے اوپر سے اچھال کر گھر کے فرش پر پھینک دیا تھا۔

”کتنی دفعہ اس لا برواڑ کے کو کہا ہے کہ اخبار میں اللہ رسول (صلی علیہ وآلہ وسلم) کا نام لکھا ہوتا ہے نیچے گرانے کے بجائے گیٹ میں پھنسا کر جایا کرو لیکن آخرت بچانے کے بجائے اپنا آدھا منٹ بچانے کے لیے بھاگتا رہتا ہے بس سائیکل پر۔“ خود کلامی کرنے کے ساتھ ساتھ وہ اب چلتے ہوئے اخبار کی ہبہ سرخیوں پر نظر دوڑا رہے تھے اور اسی طرح اخبار پڑھتے پڑھتے ڈائننگ ٹیبل کی کرسی پر بیٹھ گئے۔

”بھئی کتنی دیر ہے ابھی ناشتہ میں؟ لے بھی آؤ مجھے دیر ہو رہی ہے۔“ انہوں نے کچن کی طرف رخ کرتے ہوئے لمحہ بھر کے لیے اخبار سے نظریں ہٹائیں تو حنین نے چائے کو دم پر رکھتے ہوئے وہیں سے جواب دیا۔

”بس بابا جانی آپ صرف دو منٹ انتظار کریں میں پانچ منٹ میں لائی۔“ امی اس کی بات سمجھ کر کچن میں اور بابا لاؤنج میں مسکرانے لگے تھے اسی دوران وہ کچن سے نکل کر اس کی چوکھٹ سے ٹیک لگا کر کھڑی نظر آئی۔

”پتہ ہے بابا جانی، جب تک میری کالج سے چھٹیاں ہیں ناں تب تک آپ کو میرے ہی ہاتھ کا بنا ناشتہ کرنے

روزمرہ کا پہلا سوال ہوتا اور اجیبہ کا بھی وہی مختصر سا جواب۔  
”جی امی سب کچھ بہترین رہا۔“ اکثر اوقات اس وقت تک بابا اپنی دکان پر جا چکے ہوتے تھے لیکن آج گھر ہونے کے باوجود انہوں نے اجیبہ کے سلام کا جواب تو دور اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا اور اب وہ بڑی ہی حسرت اور افسوس کے ساتھ دیکھ رہی تھی۔ امی نے اس کے محسوسات نوٹ کیے تو اس کا ہاتھ تھام لیا اور گال پیار سے تھپتھپایا۔

”چلو اٹھو تم بھی فریش ہو جاؤ پھر آ کے ناشتہ کرو۔“ ان دونوں کی بات چیت کے دوران ہی حنین پکن سے بابا کے لیے ناشتہ کی ٹرے لے کر جانے لگی تو اجیبہ اپنا پرس اٹھا کر ٹیبل پر رکھنے کے بعد اٹھ کھڑی ہوئی۔

”حنین! لاؤ میں بابا کو ناشتہ دے کر آؤں۔“ اجیبہ کے تو بس کہنے کی دیر تھی حنین نے فوراً اسے ٹرے تھما دی۔ جسے دیکھنے کے بعد اجیبہ نے ایک نظر ٹرے کو دیکھا اور پھر ایک نظر سامنے کھڑی حنین کو جس کے چہرے کی فاتحانہ مسکراہٹ بتاتی تھی کہ جیسے وہ کوئی بہت ہی بڑا معرکہ مار کر کھڑی ہوئی ہے۔

”یہ جو کچھ تم بابا کو بنا کر دے رہی ہوناں..... اس سے تو.....“ اجیبہ کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی حنین کے چہرے پر سے مسکراہٹ غائب ہونے لگی تو اجیبہ نے اس کا دل ٹوٹنے کے خیال سے منہ میں آئی بات بدل دی۔

”اس سے تو وہ بہت ہی خوش ہو جائیں گے کہ ان کی بیٹی نے کیا کمال کا ناشتہ بنایا ہے ان کے لیے۔“  
”یا ہو.....“ حنین نے خوشی کا اظہار کیا تو امی نے بھی اجیبہ کے یوں بات بدلنے کو سراہا۔

”بس ایسا کرو وہ کیبنت میں کالی مرچی رکھی ہے ناں پس ہوئی وہ لٹاؤ اور جلدی سے اس پر چھڑک دو تا کہ بابا اس کے مضر اثرات سے بچ جائیں۔“

”ہاں یہ ٹھیک ہے میں ابھی لائی۔“ حنین فوراً پکن کی طرف پکی تو اجیبہ نے ٹرے امی کے آگے کر دی۔

”آپ بھی کوئی پھونک مار دیں پلیز اللہ جانے یہ بنا

ہوا کیا ہے۔ مجھے تو لگتا ہے پکن کے سارے مصالحے مل کر احتجاجی جلسہ کر رہے ہیں۔“ امی نے ہنستے ہوئے حنین کو پکن سے کالی مرچیں لاتے دیکھا اور ٹرے میں موجود اشیاء پر چھڑکنے کے بعد اجیبہ بابا کے دل کو نرم کرنے کی ایک اور کوشش کرنے کے لیے ان کے کمرے کی طرف بڑھی۔

بابا دکان پر جانے کے لیے بالکل تیار کھڑے تھے۔

جیب میں رکھی الماری کی چابی نکال کر انہوں نے الماری کھولی۔ رات کو رکھے جانے والے پیسے دوبارہ گن کر اس میں سے کچھ جیب میں ڈالے اور باقی بیچ جانے والے پیسوں کو الماری کی سیف میں رکھ دیئے۔ چابی انہوں نے سیف اور الماری کو تالا لگانے کے بعد دوبارہ اپنی جیب میں ڈالی کھاتوں کا رجسٹر اٹھایا اور ابھی پلٹے ہی تھے کہ اجیبہ ہاتھ میں ناشتہ کی ٹرے لے کر کمرے میں داخل ہوئی نظر آئی تو ان کی تیوری چڑھ گئی۔

”بابا..... ناشتہ کر لیں۔“ اس کی بات کرنے کی دیر تھی کہ وہ تو جیسے غصے میں بھہر ہی گئے۔

”ناشتہ؟ زہر کھلا دو تم مجھے..... بلکہ نہیں نہیں تم جیسی اولاد کے ہاتھوں سے تو میں زہر بھی کھانا پسند نہیں کروں گا سمجھیں تم؟“

”بابا پلیز! آپ کو خدا کا واسطہ ہے ایسے نہ کہیں..... میں کوئی غلط کام نہیں کر رہی اور پھر آپ خود سوچیں میں آپ کی بیٹی ہوں بابا! آپ کی بیٹی ہوں ناں..... اجیبہ سکندر ہوں میں تو..... بھلا میں کیا کچھ غلط کر سکتی ہوں؟“

”نہیں بھئی تم کیوں کروں گی کوئی غلط کام؟ ارے غلط کام تو میں کر رہا ہوں بلکہ میں تو ہوں ہی غلط تم دونوں ماں بیٹی کے لیے۔“ اجیبہ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ بابا نے اسے کچھ بولنے کا موقع ہی نہ دیا۔

”ارے آج تک ہمارے خاندان میں کسی لڑکی نے نوکری نہیں کی لیکن تم..... تم دن کو چھوڑو رات کو میرے منہ

پر کا لک ملنے کے لیے نکل کھڑی ہوئیں..... کوئی اور باپ ہوتا ناں تو تمہاری نانکیں توڑ کر گھر میں بٹھا دیتا لیکن میرے دل میں ابھی خوف خدا باقی ہے اسی لیے میرے سامنے یوں مراٹھا کر کھڑی ہوورنہ.....“

”خوف خدا؟“ اجیبہ نے بے یقینی سے آہستہ آواز میں ان کے الفاظ دہرائے کہ خوف خدا؟ یہ کیسا خوف خدا ہے جس کے باعث بچپن سے لے کر آج تک وہ ان کے منہ سے محبت کے دو بول سننے کو ترستی رہی؟

”ورنہ تمہارا تو میں وہ حشر کرتا کہ کوئی بھی بیٹی اپنے باپ کی نافرمانی کا سوچتے ہی کانپ جاتی۔“ انہوں نے بات مکمل کی تو چہرہ غصے کے باعث سرخ ہو گیا تھا۔

”لیکن بابا آپ سمجھتے کیوں نہیں کہ میں حق حلال کی کمائی جائز طریقے سے محنت کر کے کمار رہی ہوں۔ آپ کسی بھی وقت کال سینٹر آ کر دیکھ سکتے ہیں یا کسی سے بھی اس کال سینٹر کے بارے میں معلومات لیں ہر بندہ تعریف.....“ اجیبہ کی آواز کانپ رہی تھی۔

”یہ جائز ناجائز اور حق حلال کی کمائی کی تفصیل چوک پر کھڑے ہو کر ان دنیا والوں کو سمجھاؤ جو بیٹیوں کے گھر آنے جانے کے اوقات ان کے ماں باپ سے زیادہ نوٹ کرتے ہیں اور ابھی تو خاندان میں کسی کو معلوم نہیں مگر آج یا کل آپ نہیں پتہ چلے گا تو کیا قیامت آئے گی..... کبھی سوچا ہے تم نے؟“

”بابا اگر آپ.....“  
”لیکن تمہیں بھی تم کیوں سوچو گی؟“ انہوں نے ایک بار پھر اسے بولنے کا کوئی موقع نہ دیا۔

”تمہیں تو بس اپنی جائز ناجائز خواہشات کو پورا کرنے کے لیے پیسے چاہیے..... صرف اور صرف پیسہ باپ کی عزت جائے بھاڑ میں۔“ کمرے سے باہر نکلتے ہوئے غصے میں ہاتھ مار کر انہوں نے اجیبہ کے ہاتھ میں پکڑی ناشتہ کی ٹرے گرا دی۔ اجیبہ بابا کی باتوں سے ہمیشہ کی طرح بہت رنجیدہ تھی۔ چہرے پر موت کا سا سکتہ لیے اس کا دل چاہ رہا تھا کہ دھاڑیں مار مار کر روئے لیکن لگتا تھا

جیسے بابا کے دل کی طرح اس کی آنکھیں بھی پتھرا گئی تھیں۔ سینے سے نکلتا سانس بھی گویا اندر ہی رہ جانے پر بضد تھا۔ اسی دوران اسے اپنے کندھے پر حنین کے ہاتھ کا لمس محسوس ہوا۔ مڑ کر دیکھا تو وہ مسکرا رہی تھی۔

”چھینکس گاڈ اجیبہ کہ ناشتہ گر گیا یقین کرو میں نے تو ابھی ابھی چکھا ہے۔ بالکل پھیکا اور بد مزہ تھا سوچا تو میں نے یہ تھا کہ تمہاری طرح بغیر چکھے ہی سب کچھ بنا لوں لیکن کہاں تم اور کہاں میں..... دیکھا ہوگئی ناں میں نا کام۔“ اجیبہ نے نا بھنی سے پہلے اسے اور پھر نیچے گھرے ہوئے برتنوں کو دیکھا جس میں سے ناشتہ کمرے میں بکھر چکا تھا..... وہ اس وقت بالکل ہی غائب دماغ تھی۔

”تم ایسا کرو جا کر فریش ہو جاؤ ساری رات کی تھکی ہوئی ہوؤ میں ذرا اپنے اس کئے کرائے پر پانی پھیر کے آتی ہوں پھر ناشتہ مل کر کریں گے۔“ اس مرتبہ اجیبہ اپنے حواسوں میں لوٹ رہی تھی لہذا اچھے انداز میں مسکرائی اور تائید میں گردن ہلا کر بظاہر خود کو نارمل ظاہر کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی تو حنین نے گہری سانس لے کر جلدی سے ٹرے میں برتن ٹھیک کر کے رکھے اور جھاڑو لینے چلی گئی۔ اس کا ارادہ تھا کہ صرف جھاڑو لگا کر پہلے ناشتہ کر لے۔ کیونکہ کمرے میں تو پونچھا لگاتے کافی ٹائم لگ جاتا اور اسے پتہ تھا کہ اس کے جانے تک اجیبہ اور امی ناشتہ شروع نہیں کریں گی اور یقینی طور پر اجیبہ کو نیند بھی آ رہی ہوگی۔ لہذا فوراً سے ڈانٹنگ ٹیبل تک جانے کی کوشش میں لگ گئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

گلاس میں اربش کے لیے تازہ اور نچ جوس ڈالا اور اس میں چٹکی بھر نمک اور معمولی سی کالی مرچیں ڈال کر اس کی طرف بڑھایا۔

”دراصل تمہیں ناشتہ دینے بغیر اس طرح سوتا چھوڑ کر چلی جاؤں تو یقین کرو میرا کسی کام میں بھی دل نہیں لگتا ہر وقت بس تمہاری فکر دماغ میں رہتی ہے۔“

”ممی..... کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ پلیز سوری کہہ کر مجھے شرمندہ تو نہ کریں۔“ وہ جزبہ ہو رہا تھا۔ ”اور پھر ایک بات بتائیں ناں مجھے آپ نے میری خاطر اپنی پوری زندگی قربان کر دی تو کیا میں صرف اپنی نیند قربان نہیں کر سکتا؟“

”خوش رہو میری جان بہت خوش رہو۔“ وہ مسکراتے ہوئے ناشتہ کرنے لگیں۔

”اگر آپ کہیں تو میں آپ کو اسکول چھوڑاؤں؟“

”نہیں نہیں میں خود چلی جاؤں گی بیٹا، خواہنا تمہیں زحمت ہوگی۔“ بریڈ پر مایونیز لگانے کے بعد انہوں نے ابلے ہوئے انڈے کے پیسز اس میں رکھے۔

”ارے نہیں ممی زحمت کیسی؟ ویسے بھی ابھی ایک کلاس فیلو کا میٹج آیا تھا اسے کچھ کام ہے تو مجھے جانا پڑے گا اسی لیے میں سوچ رہا تھا اگر آپ کہیں تو آپ کو بھی ڈراپ کرتا جاؤں۔“

”ہمم..... چلو ٹھیک ہے پھر جلدی سے ناشتہ ختم کر لو تو اکٹھے نکلتے ہیں۔“

اربش تاسد میں سر ہلا کر ناشتہ کرنے لگا۔ اسی دوران بوا فائل تھا سے داخل ہوئی اور ممی کے سامنے فائل رکھتے ہوئے پوچھا۔

”یہ فائل بیٹا جہاں تک مجھے لگتا ہے آپ کے کام کی ہے۔“

”ارے ہاں بوا، تھینک یو سوچو یہ تو بہت اہم ہے۔ اگر گھر بھول جاتی تو شاید دوبارہ آنا پڑتا۔“ بوا کا اور ان کا ساتھ آج سے تقریباً پانچ سال پرانا تھا۔

جب شادی کے بعد انہوں نے اسکول ٹیچر کی جاب

شروع کی شوہر بھی چونکہ استاد ہی تھے۔ اس لیے کچھ عرصہ نوکری کے بعد ان کے ذہن میں اپنا اسکول کھولنے کا خیال آیا۔ سب سے پہلے ابتداء انہوں نے کئیر گارڈن سے کی اور وہیں پر بوا کو بچوں کی دیکھ بھال کے لیے مقرر کیا گیا۔

دونوں میاں بیوی چونکہ اسی فیلڈ میں تجربہ کار تھے لہذا ل کر بڑی ایمان داری اور جنون سے محنت کی تو اللہ نے بھی اپنے وعدے کے عین مطابق انہیں محنت کا بہترین صلہ دیا اور یوں نرسری کے جی سے ہوتا ہوا اسکول پہلی دوسری تیسری اور وقت کے ساتھ ساتھ اولیول تک جا پہنچا۔ اسکول کا جو معیار ان دونوں میاں بیوی نے طے کیا تھا۔ وہ آگے سے آگے جاتا گیا اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ ان کے اسکول میں داخلے کروانے کے لیے لوگ خواہش کرتے سفارش کرواتے اور ان کے اسکول میں داخلہ مل جانے کو خوش قسمتی قرار دیتے۔ سو اسکول میں مصروفیت بڑھی تو گھر میں کام کاج کرنے کے لیے کسی ایسے بھروسے والے انسان کی ضرورت محسوس ہوئی اور تب ان کی نظر بوا پر آٹھری۔

سیدھی سا سچی بوا انتہائی تہذیب یافتہ مگر ان پڑھ خاتون تھیں۔ اربش کو مکمل طور پر وہ خود ہی پینڈل کرتیں لیکن باقی سارا گھر بوا کی ذمہ داری تھا۔ بوا پہلے اپنے بھائیوں کے گھر بہت مشکل زندگی گزار رہی تھیں۔

بھائیوں کے طعنوں سے بچتے اور ان پر بوجھ نہ بننے کے خیال سے ہی انہوں نے نوکری کا بھی آغاز کیا تھا اور جب وہ مکمل طور پر اربش کے گھر شفٹ ہو گئیں تو صرف انہوں نے ہی نہیں بلکہ ان کی بھائیوں اور بھائیوں نے بھی سکون کا سانس لیا تھا۔

سیدھی سا سچی بوا انتہائی تہذیب یافتہ مگر ان پڑھ خاتون تھیں۔ اربش کو مکمل طور پر وہ خود ہی پینڈل کرتیں لیکن باقی سارا گھر بوا کی ذمہ داری تھا۔ بوا پہلے اپنے بھائیوں کے گھر بہت مشکل زندگی گزار رہی تھیں۔

بھائیوں کے طعنوں سے بچتے اور ان پر بوجھ نہ بننے کے خیال سے ہی انہوں نے نوکری کا بھی آغاز کیا تھا اور جب وہ مکمل طور پر اربش کے گھر شفٹ ہو گئیں تو صرف انہوں نے ہی نہیں بلکہ ان کی بھائیوں اور بھائیوں نے بھی سکون کا سانس لیا تھا۔

”کیا خیال ہے چلیں بیٹا؟“ وہ دونوں ناشتہ کر چکے تھے جب ممی نے اپنی نفیس ساڑھی کا پلو ٹھیک کرتے ہوئے کھڑے ہو کر اربش سے پوچھا۔ تو وہ بھی اپنا موبائل اور چابی لے کر اٹھ گیا۔ اسے حسن کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس جانا تھا اور وہ بالکل بھی لیٹ نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اسی لیے ٹریفک میں پھنسنے کے خوف سے دو گھنٹے پہلے ہی گھر

”کیا خیال ہے چلیں بیٹا؟“ وہ دونوں ناشتہ کر چکے تھے جب ممی نے اپنی نفیس ساڑھی کا پلو ٹھیک کرتے ہوئے کھڑے ہو کر اربش سے پوچھا۔ تو وہ بھی اپنا موبائل اور چابی لے کر اٹھ گیا۔ اسے حسن کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس جانا تھا اور وہ بالکل بھی لیٹ نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اسی لیے ٹریفک میں پھنسنے کے خوف سے دو گھنٹے پہلے ہی گھر

”کیا خیال ہے چلیں بیٹا؟“ وہ دونوں ناشتہ کر چکے تھے جب ممی نے اپنی نفیس ساڑھی کا پلو ٹھیک کرتے ہوئے کھڑے ہو کر اربش سے پوچھا۔ تو وہ بھی اپنا موبائل اور چابی لے کر اٹھ گیا۔ اسے حسن کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس جانا تھا اور وہ بالکل بھی لیٹ نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اسی لیے ٹریفک میں پھنسنے کے خوف سے دو گھنٹے پہلے ہی گھر

سے نکلنا چاہتا تھا تا کہ اگر حسن نے پہلی مرتبہ اسے کوئی کام کہا ہے تو وہ نام پر پورا بھی ہو سکے۔

بعض اوقات انسان مضبوط رہ رہ کر بھی تھک جاتا ہے۔ اندر سے کمزور پڑتا انسان اوپری دل سے سب کے سامنے خود کو مضبوط ظاہر کرتا ہے تو یہ بلاشبہ اس کے لیے ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے جب اپنی آنکھوں میں اٹھنے والے نسوؤں کو دوسروں کی خوشی کے لیے پیچھے دھکیل دینا پڑنے سب کے سامنے نہ صرف خوش رہتے بلکہ مسکرانے کی ادا کاری کرنا پڑے تو کبھی کبھار ہمت جواب دے ہی جاتی ہے اور پھر کسی ایسی جگہ کی تلاش رہتی ہے جہاں کوئی نہ ہو اور کھل کے آنسو بہا کر دل ہلکا کیا جائے اور اجیہ کے لیے یہ جگہ گھر کا واش روم تھی۔ جہاں وہ روکتی تھی جہاں اسے دوسروں کی ہنسی کی خاطر اپنا غم چھپانے کی کوشش نہیں کرنا پڑتی تھی۔ سو اب وہ واش بیسن پر لگے آئینے کے سامنے کھڑی رو رہی تھی۔ روتے روتے منہ دھو کر خود کو خاموش کروانے کی کوشش کرتی اور پھر ہمت ہار کر ایک مرتبہ پھر رونے لگتی۔ وہ اکثر اپنی اور حنین کی زندگی کا موازنہ کرتی وہ بابا کے دل کے اتنا قریب کیوں ہے۔ جب کہ اس کے لیے تو بابا کے پاس شفقت بھری مسکراہٹ بھی نہیں حنین کی باتوں کو وہ شروع سے ہی بڑے دھیان اور توجہ سے سنا کرتے تھے۔ جب کہ اس کے لیے نہ ان کے پاس وقت ہوتا اور نہ ہی انہیں خواہش تھی کہ وہ اجیہ سے اس کی اسکول یا کالج لائف کے بارے میں پوچھیں اس کی ذہانت کو سراہیں اس کی چھوٹی چھوٹی خوشیاں سلیر بٹ کریں۔ البتہ حنین کی سال گرہ سے لے کر اس کے اسکول میں ہونے والی پیرنٹس ٹیچر میٹنگ تک انہیں یاد رہتی اور وہ باقاعدہ وقت نکال کر اس کی ٹیچرز سے ملتے اور اس کے بارے میں پوچھتے جبکہ اجیہ کے معاملے میں تمام کام امی کیا کرتیں۔ اسے یاد تھا کہ بچپن سے لے کر اب تک امی اسی کوشش میں ہلکان رہیں کہ اجیہ کو بابا کا یوں فرق کیا جانا محسوس نہ ہو۔ لیکن بچپن کی بات تو اور بھی مگر اب وہ سمجھ دار

بعض اوقات انسان مضبوط رہ رہ کر بھی تھک جاتا ہے۔ اندر سے کمزور پڑتا انسان اوپری دل سے سب کے سامنے خود کو مضبوط ظاہر کرتا ہے تو یہ بلاشبہ اس کے لیے ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے جب اپنی آنکھوں میں اٹھنے والے نسوؤں کو دوسروں کی خوشی کے لیے پیچھے دھکیل دینا پڑنے سب کے سامنے نہ صرف خوش رہتے بلکہ مسکرانے کی ادا کاری کرنا پڑے تو کبھی کبھار ہمت جواب دے ہی جاتی ہے اور پھر کسی ایسی جگہ کی تلاش رہتی ہے جہاں کوئی نہ ہو اور کھل کے آنسو بہا کر دل ہلکا کیا جائے اور اجیہ کے لیے یہ جگہ گھر کا واش روم تھی۔ جہاں وہ روکتی تھی جہاں اسے دوسروں کی ہنسی کی خاطر اپنا غم چھپانے کی کوشش نہیں کرنا پڑتی تھی۔ سو اب وہ واش بیسن پر لگے آئینے کے سامنے کھڑی رو رہی تھی۔ روتے روتے منہ دھو کر خود کو خاموش کروانے کی کوشش کرتی اور پھر ہمت ہار کر ایک مرتبہ پھر رونے لگتی۔ وہ اکثر اپنی اور حنین کی زندگی کا موازنہ کرتی وہ بابا کے دل کے اتنا قریب کیوں ہے۔ جب کہ اس کے لیے تو بابا کے پاس شفقت بھری مسکراہٹ بھی نہیں حنین کی باتوں کو وہ شروع سے ہی بڑے دھیان اور توجہ سے سنا کرتے تھے۔ جب کہ اس کے لیے نہ ان کے پاس وقت ہوتا اور نہ ہی انہیں خواہش تھی کہ وہ اجیہ سے اس کی اسکول یا کالج لائف کے بارے میں پوچھیں اس کی ذہانت کو سراہیں اس کی چھوٹی چھوٹی خوشیاں سلیر بٹ کریں۔ البتہ حنین کی سال گرہ سے لے کر اس کے اسکول میں ہونے والی پیرنٹس ٹیچر میٹنگ تک انہیں یاد رہتی اور وہ باقاعدہ وقت نکال کر اس کی ٹیچرز سے ملتے اور اس کے بارے میں پوچھتے جبکہ اجیہ کے معاملے میں تمام کام امی کیا کرتیں۔ اسے یاد تھا کہ بچپن سے لے کر اب تک امی اسی کوشش میں ہلکان رہیں کہ اجیہ کو بابا کا یوں فرق کیا جانا محسوس نہ ہو۔ لیکن بچپن کی بات تو اور بھی مگر اب وہ سمجھ دار

بعض اوقات انسان مضبوط رہ رہ کر بھی تھک جاتا ہے۔ اندر سے کمزور پڑتا انسان اوپری دل سے سب کے سامنے خود کو مضبوط ظاہر کرتا ہے تو یہ بلاشبہ اس کے لیے ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے جب اپنی آنکھوں میں اٹھنے والے نسوؤں کو دوسروں کی خوشی کے لیے پیچھے دھکیل دینا پڑنے سب کے سامنے نہ صرف خوش رہتے بلکہ مسکرانے کی ادا کاری کرنا پڑے تو کبھی کبھار ہمت جواب دے ہی جاتی ہے اور پھر کسی ایسی جگہ کی تلاش رہتی ہے جہاں کوئی نہ ہو اور کھل کے آنسو بہا کر دل ہلکا کیا جائے اور اجیہ کے لیے یہ جگہ گھر کا واش روم تھی۔ جہاں وہ روکتی تھی جہاں اسے دوسروں کی ہنسی کی خاطر اپنا غم چھپانے کی کوشش نہیں کرنا پڑتی تھی۔ سو اب وہ واش بیسن پر لگے آئینے کے سامنے کھڑی رو رہی تھی۔ روتے روتے منہ دھو کر خود کو خاموش کروانے کی کوشش کرتی اور پھر ہمت ہار کر ایک مرتبہ پھر رونے لگتی۔ وہ اکثر اپنی اور حنین کی زندگی کا موازنہ کرتی وہ بابا کے دل کے اتنا قریب کیوں ہے۔ جب کہ اس کے لیے تو بابا کے پاس شفقت بھری مسکراہٹ بھی نہیں حنین کی باتوں کو وہ شروع سے ہی بڑے دھیان اور توجہ سے سنا کرتے تھے۔ جب کہ اس کے لیے نہ ان کے پاس وقت ہوتا اور نہ ہی انہیں خواہش تھی کہ وہ اجیہ سے اس کی اسکول یا کالج لائف کے بارے میں پوچھیں اس کی ذہانت کو سراہیں اس کی چھوٹی چھوٹی خوشیاں سلیر بٹ کریں۔ البتہ حنین کی سال گرہ سے لے کر اس کے اسکول میں ہونے والی پیرنٹس ٹیچر میٹنگ تک انہیں یاد رہتی اور وہ باقاعدہ وقت نکال کر اس کی ٹیچرز سے ملتے اور اس کے بارے میں پوچھتے جبکہ اجیہ کے معاملے میں تمام کام امی کیا کرتیں۔ اسے یاد تھا کہ بچپن سے لے کر اب تک امی اسی کوشش میں ہلکان رہیں کہ اجیہ کو بابا کا یوں فرق کیا جانا محسوس نہ ہو۔ لیکن بچپن کی بات تو اور بھی مگر اب وہ سمجھ دار

بعض اوقات انسان مضبوط رہ رہ کر بھی تھک جاتا ہے۔ اندر سے کمزور پڑتا انسان اوپری دل سے سب کے سامنے خود کو مضبوط ظاہر کرتا ہے تو یہ بلاشبہ اس کے لیے ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے جب اپنی آنکھوں میں اٹھنے والے نسوؤں کو دوسروں کی خوشی کے لیے پیچھے دھکیل دینا پڑنے سب کے سامنے نہ صرف خوش رہتے بلکہ مسکرانے کی ادا کاری کرنا پڑے تو کبھی کبھار ہمت جواب دے ہی جاتی ہے اور پھر کسی ایسی جگہ کی تلاش رہتی ہے جہاں کوئی نہ ہو اور کھل کے آنسو بہا کر دل ہلکا کیا جائے اور اجیہ کے لیے یہ جگہ گھر کا واش روم تھی۔ جہاں وہ روکتی تھی جہاں اسے دوسروں کی ہنسی کی خاطر اپنا غم چھپانے کی کوشش نہیں کرنا پڑتی تھی۔ سو اب وہ واش بیسن پر لگے آئینے کے سامنے کھڑی رو رہی تھی۔ روتے روتے منہ دھو کر خود کو خاموش کروانے کی کوشش کرتی اور پھر ہمت ہار کر ایک مرتبہ پھر رونے لگتی۔ وہ اکثر اپنی اور حنین کی زندگی کا موازنہ کرتی وہ بابا کے دل کے اتنا قریب کیوں ہے۔ جب کہ اس کے لیے تو بابا کے پاس شفقت بھری مسکراہٹ بھی نہیں حنین کی باتوں کو وہ شروع سے ہی بڑے دھیان اور توجہ سے سنا کرتے تھے۔ جب کہ اس کے لیے نہ ان کے پاس وقت ہوتا اور نہ ہی انہیں خواہش تھی کہ وہ اجیہ سے اس کی اسکول یا کالج لائف کے بارے میں پوچھیں اس کی ذہانت کو سراہیں اس کی چھوٹی چھوٹی خوشیاں سلیر بٹ کریں۔ البتہ حنین کی سال گرہ سے لے کر اس کے اسکول میں ہونے والی پیرنٹس ٹیچر میٹنگ تک انہیں یاد رہتی اور وہ باقاعدہ وقت نکال کر اس کی ٹیچرز سے ملتے اور اس کے بارے میں پوچھتے جبکہ اجیہ کے معاملے میں تمام کام امی کیا کرتیں۔ اسے یاد تھا کہ بچپن سے لے کر اب تک امی اسی کوشش میں ہلکان رہیں کہ اجیہ کو بابا کا یوں فرق کیا جانا محسوس نہ ہو۔ لیکن بچپن کی بات تو اور بھی مگر اب وہ سمجھ دار

بعض اوقات انسان مضبوط رہ رہ کر بھی تھک جاتا ہے۔ اندر سے کمزور پڑتا انسان اوپری دل سے سب کے سامنے خود کو مضبوط ظاہر کرتا ہے تو یہ بلاشبہ اس کے لیے ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے جب اپنی آنکھوں میں اٹھنے والے نسوؤں کو دوسروں کی خوشی کے لیے پیچھے دھکیل دینا پڑنے سب کے سامنے نہ صرف خوش رہتے بلکہ مسکرانے کی ادا کاری کرنا پڑے تو کبھی کبھار ہمت جواب دے ہی جاتی ہے اور پھر کسی ایسی جگہ کی تلاش رہتی ہے جہاں کوئی نہ ہو اور کھل کے آنسو بہا کر دل ہلکا کیا جائے اور اجیہ کے لیے یہ جگہ گھر کا واش روم تھی۔ جہاں وہ روکتی تھی جہاں اسے دوسروں کی ہنسی کی خاطر اپنا غم چھپانے کی کوشش نہیں کرنا پڑتی تھی۔ سو اب وہ واش بیسن پر لگے آئینے کے سامنے کھڑی رو رہی تھی۔ روتے روتے منہ دھو کر خود کو خاموش کروانے کی کوشش کرتی اور پھر ہمت ہار کر ایک مرتبہ پھر رونے لگتی۔ وہ اکثر اپنی اور حنین کی زندگی کا موازنہ کرتی وہ بابا کے دل کے اتنا قریب کیوں ہے۔ جب کہ اس کے لیے تو بابا کے پاس شفقت بھری مسکراہٹ بھی نہیں حنین کی باتوں کو وہ شروع سے ہی بڑے دھیان اور توجہ سے سنا کرتے تھے۔ جب کہ اس کے لیے نہ ان کے پاس وقت ہوتا اور نہ ہی انہیں خواہش تھی کہ وہ اجیہ سے اس کی اسکول یا کالج لائف کے بارے میں پوچھیں اس کی ذہانت کو سراہیں اس کی چھوٹی چھوٹی خوشیاں سلیر بٹ کریں۔ البتہ حنین کی سال گرہ سے لے کر اس کے اسکول میں ہونے والی پیرنٹس ٹیچر میٹنگ تک انہیں یاد رہتی اور وہ باقاعدہ وقت نکال کر اس کی ٹیچرز سے ملتے اور اس کے بارے میں پوچھتے جبکہ اجیہ کے معاملے میں تمام کام امی کیا کرتیں۔ اسے یاد تھا کہ بچپن سے لے کر اب تک امی اسی کوشش میں ہلکان رہیں کہ اجیہ کو بابا کا یوں فرق کیا جانا محسوس نہ ہو۔ لیکن بچپن کی بات تو اور بھی مگر اب وہ سمجھ دار

بعض اوقات انسان مضبوط رہ رہ کر بھی تھک جاتا ہے۔ اندر سے کمزور پڑتا انسان اوپری دل سے سب کے سامنے خود کو مضبوط ظاہر کرتا ہے تو یہ بلاشبہ اس کے لیے ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے جب اپنی آنکھوں میں اٹھنے والے نسوؤں کو دوسروں کی خوشی کے لیے پیچھے دھکیل دینا پڑنے سب کے سامنے نہ صرف خوش رہتے بلکہ مسکرانے کی ادا کاری کرنا پڑے تو کبھی کبھار ہمت جواب دے ہی جاتی ہے اور پھر کسی ایسی جگہ کی تلاش رہتی ہے جہاں کوئی نہ ہو اور کھل کے آنسو بہا کر دل ہلکا کیا جائے اور اجیہ کے لیے یہ جگہ گھر کا واش روم تھی۔ جہاں وہ روکتی تھی جہاں اسے دوسروں کی ہنسی کی خاطر اپنا غم چھپانے کی کوشش نہیں کرنا پڑتی تھی۔ سو اب وہ واش بیسن پر لگے آئینے کے سامنے کھڑی رو رہی تھی۔ روتے روتے منہ دھو کر خود کو خاموش کروانے کی کوشش کرتی اور پھر ہمت ہار کر ایک مرتبہ پھر رونے لگتی۔ وہ اکثر اپنی اور حنین کی زندگی کا موازنہ کرتی وہ بابا کے دل کے اتنا قریب کیوں ہے۔ جب کہ اس کے لیے تو بابا کے پاس شفقت بھری مسکراہٹ بھی نہیں حنین کی باتوں کو وہ شروع سے ہی بڑے دھیان اور توجہ سے سنا کرتے تھے۔ جب کہ اس کے لیے نہ ان کے پاس وقت ہوتا اور نہ ہی انہیں خواہش تھی کہ وہ اجیہ سے اس کی اسکول یا کالج لائف کے بارے میں پوچھیں اس کی ذہانت کو سراہیں اس کی چھوٹی چھوٹی خوشیاں سلیر بٹ کریں۔ البتہ حنین کی سال گرہ سے لے کر اس کے اسکول میں ہونے والی پیرنٹس ٹیچر میٹنگ تک انہیں یاد رہتی اور وہ باقاعدہ وقت نکال کر اس کی ٹیچرز سے ملتے اور اس کے بارے میں پوچھتے جبکہ اجیہ کے معاملے میں تمام کام امی کیا کرتیں۔ اسے یاد تھا کہ بچپن سے لے کر اب تک امی اسی کوشش میں ہلکان رہیں کہ اجیہ کو بابا کا یوں فرق کیا جانا محسوس نہ ہو۔ لیکن بچپن کی بات تو اور بھی مگر اب وہ سمجھ دار

بعض اوقات انسان مضبوط رہ رہ کر بھی تھک جاتا ہے۔ اندر سے کمزور پڑتا انسان اوپری دل سے سب کے سامنے خود کو مضبوط ظاہر کرتا ہے تو یہ بلاشبہ اس کے لیے ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے جب اپنی آنکھوں میں اٹھنے والے نسوؤں کو دوسروں کی خوشی کے لیے پیچھے دھکیل دینا پڑنے سب کے سامنے نہ صرف خوش رہتے بلکہ مسکرانے کی ادا کاری کرنا پڑے تو کبھی کبھار ہمت جواب دے ہی جاتی ہے اور پھر کسی ایسی جگہ کی تلاش رہتی ہے جہاں کوئی نہ ہو اور کھل کے آنسو بہا کر دل ہلکا کیا جائے اور اجیہ کے لیے یہ جگہ گھر کا واش روم تھی۔ جہاں وہ روکتی تھی جہاں اسے دوسروں کی ہنسی کی خاطر اپنا غم چھپانے کی کوشش نہیں کرنا پڑتی تھی۔ سو اب وہ واش بیسن پر لگے آئینے کے سامنے کھڑی رو رہی تھی۔ روتے روتے منہ دھو کر خود کو خاموش کروانے کی کوشش کرتی اور پھر ہمت ہار کر ایک مرتبہ پھر رونے لگتی۔ وہ اکثر اپنی اور حنین کی زندگی کا موازنہ کرتی وہ بابا کے دل کے اتنا قریب کیوں ہے۔ جب کہ اس کے لیے تو بابا کے پاس شفقت بھری مسکراہٹ بھی نہیں حنین کی باتوں کو وہ شروع سے ہی بڑے دھیان اور توجہ سے سنا کرتے تھے۔ جب کہ اس کے لیے نہ ان کے پاس وقت ہوتا اور نہ ہی انہیں خواہش تھی کہ وہ اجیہ سے اس کی اسکول یا کالج لائف کے بارے میں پوچھیں اس کی ذہانت کو سراہیں اس کی چھوٹی چھوٹی خوشیاں سلیر بٹ کریں۔ البتہ حنین کی سال گرہ سے لے کر اس کے اسکول میں ہونے والی پیرنٹس ٹیچر میٹنگ تک انہیں یاد رہتی اور وہ باقاعدہ وقت نکال کر اس کی ٹیچرز سے ملتے اور اس کے بارے میں پوچھتے جبکہ اجیہ کے معاملے میں تمام کام امی کیا کرتیں۔ اسے یاد تھا کہ بچپن سے لے کر اب تک امی اسی کوشش میں ہلکان رہیں کہ اجیہ کو بابا کا یوں فرق کیا جانا محسوس نہ ہو۔ لیکن بچپن کی بات تو اور بھی مگر اب وہ سمجھ دار

بعض اوقات انسان مضبوط رہ رہ کر بھی تھک جاتا ہے۔ اندر سے کمزور پڑتا انسان اوپری دل سے سب کے سامنے خود کو مضبوط ظاہر کرتا ہے تو یہ بلاشبہ اس کے لیے ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے جب اپنی آنکھوں میں اٹھنے والے نسوؤں کو دوسروں کی خوشی کے لیے پیچھے دھکیل دینا پڑنے سب کے سامنے نہ صرف خوش رہتے بلکہ مسکرانے کی ادا کاری کرنا پڑے تو کبھی کبھار ہمت جواب دے ہی جاتی ہے اور پھر کسی ایسی جگہ کی تلاش رہتی ہے جہاں کوئی نہ ہو اور کھل کے آنسو بہا کر دل ہلکا کیا جائے اور اجیہ کے لیے یہ جگہ گھر کا واش روم تھی۔ جہاں وہ روکتی تھی جہاں اسے دوسروں کی ہنسی کی خاطر اپنا غم چھپانے کی کوشش نہیں کرنا پڑتی تھی۔ سو اب وہ واش بیسن پر لگے آئینے کے سامنے کھڑی رو رہی تھی۔ روتے روتے منہ دھو کر خود کو خاموش کروانے کی کوشش کرتی اور پھر ہمت ہار کر ایک مرتبہ پھر رونے لگتی۔ وہ اکثر اپنی اور حنین کی زندگی کا موازنہ کرتی وہ بابا کے دل کے اتنا قریب کیوں ہے۔ جب کہ اس کے لیے تو بابا کے پاس شفقت بھری مسکراہٹ بھی نہیں حنین کی باتوں کو وہ شروع سے ہی بڑے دھیان اور توجہ سے سنا کرتے تھے۔ جب کہ اس کے لیے نہ ان کے پاس وقت ہوتا اور نہ ہی انہیں خواہش تھی کہ وہ اجیہ سے اس کی اسکول یا کالج لائف کے بارے میں پوچھیں اس کی ذہانت کو سراہیں اس کی چھوٹی چھوٹی خوشیاں سلیر بٹ کریں۔ البتہ حنین کی سال گرہ سے لے کر اس کے اسکول میں ہونے والی پیرنٹس ٹیچر میٹنگ تک انہیں یاد رہتی اور وہ باقاعدہ وقت نکال کر اس کی ٹیچرز سے ملتے اور اس کے بارے میں پوچھتے جبکہ اجیہ کے معاملے میں تمام کام امی کیا کرتیں۔ اسے یاد تھا کہ بچپن سے لے کر اب تک امی اسی کوشش میں ہلکان رہیں کہ اجیہ کو بابا کا یوں فرق کیا جانا محسوس نہ ہو۔ لیکن بچپن کی بات تو اور بھی مگر اب وہ سمجھ دار

تھی اور جانتی تھی کہ اس کا وجود بابا کے لیے ناپسندیدہ ہے۔ لیکن کیوں؟ یہ وجہ جاننے سے وہ قاصر تھی۔ اس وقت بھی اس کے ذہن میں بابا کے بولے جانے والے جملے ہی گردش کر رہے تھے۔ کہ اسی دوران امی نے اسے بلایا تو وہ اچھی طرح منہ دھو کر باہر نکل آئی۔ بابا جا چکے تھے۔ امی اور حنین ڈانٹنگ ٹیبل پر بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھیں۔

”حنین..... تم نے جھاڑو لگائی ساتھ ہی کمرے میں پونچھا بھی پھیرو دیتی تو فرش پر چائے کے داغ نہ رہتے۔“

”امی فرش ہے کپڑوں پر تھوڑی گری ہے جو داغ پڑ جائیں گے۔ ذرا اجیہ کے ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کر لوں تو ایک نمبر دو مرتبہ پونچھا لگا دوں گی۔“ اس نے اجیہ کو تالیے سے ہاتھ منہ خشک کرتے دیکھا۔

”اجیہ تم روئی ہو؟“ امی نے اجیہ کے لیے ہاٹ پاٹ سے پراٹھا نکالتے ہوئے اسے دیکھا۔ تو چوری پکڑے جانے پر اسے نظریں چرائی پڑیں اور اس سے پہلے کہ وہ خود صفائی پیش کرتی حنین بول پڑیں۔

”اجیہ جیسے مضبوط لوگ ناں بڑے چالاک ہوتے ہیں رونے کے لیے بھی بارشوں یا منہ دھونے کے انتظار میں رہتے ہیں تاکہ کسی کو پتہ نہ چلے۔“

”اوہو لیکن مجھے بھی تو آخر بتائے ناں کہ آخر میں نے رونا کس بات پر تھا؟ اور بھلا حنین تمہارا تو دماغ خراب ہے میں کیوں روؤں گی؟“ اجیہ نے حنین کو مصنوعی حنکی سے گھورا تو امی مسکرائیں۔

”اجیہ میری بہادر بیٹی ہے..... مجھے نہیں یاد پڑتا کہ آخری دفعہ میں نے اس کو کب روتے دیکھا۔“ امی کی بات پر اجیہ نے مسکراتے ہوئے حنین کو چڑایا۔

”لیکن حنین تم.....“ امی نے اپنی ہنسی روکی۔

”تم تو بچپن میں اتنا روتی رہتی تھی کہ کوئی تمہیں اپنے ساتھ کھلاتا ہی نہیں تھا کہ اگر کھیل کھیل میں ذرا سا تمہیں ہاتھ بھی لگ گیا تو تم پورا اسکول سر پراٹھا لوگی۔“

”ہا ہا ہا..... اس لیے کہتے ہیں میڈم حنین کسی پر ایک انگلی اٹھاؤ تو باقی تینوں آپ کی اپنی طرف اٹھتی ہیں۔“ اجیہ

معروف صحافی، ادیب اور مفسر  
مشتاق احمد قریشی کی ایک اور تالیف

## دو بڑے



مشتاق احمد قریشی

اردو ادب کی دو بڑی اہم شخصیات ابن صفی اور  
ڈاکٹر ابو الخیر کشتی کی زندگی اور ان کی خدمات  
اردو ادب کے دور روشن بینار جن کی  
روشنی سے اردو ادب منور رہے گا

بڑے لوگوں کو یاد رکھنا اور ان کی عظمت  
کا عملاً اعتراف کرنا بھی بڑائی ہے

”دو بڑے“ کے حوالے سے ڈاکٹر ابو الخیر کشتی اور  
ابن صفی کی بڑائی کا اعتراف کرنے والا بھی اس  
زودفراش زمانے میں ”بڑا آدمی“ ہی قرار پائے گا  
اور اس لیے میں برادرم مشتاق قریشی کو بھی  
”تیسرا بڑا آدمی“ تسلیم کرتا ہوں۔  
(سرشار صدیقی۔ ادیب شاعر نقاد)

نئے افق پبلسٹری، ستر 7، فیروز پورہ، لاہور۔ فون: 74400، 021-35620771/2

مکتبہ انتر نیشنل۔ اردو بازار لاہور۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

کچھ بھی نہیں کہتے تھے اور میں سمجھتی تھی کہ مجھ سے ڈرتے  
ہیں۔ اب وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب آ کر گلے  
مل رہی تھیں کہ اسی دوران اجیہ اس زور سے چپٹی کہ حسین  
بھی گھبرا کر الگ ہو گئی۔

”میں نے تو چٹکی نہیں کاٹی تمہیں.....“ وہ حیران تھی  
کہ اجیہ کو آخر ایک دم کیا ہوا جو وہ بولوں ایک دم چیختے ہوئے  
اس سے الگ ہو کر امی کی طرف بھاگی۔

”آپ کو یاد نہیں رہا“ کچھ بھی کھانا پینا نہیں ہے۔  
نہار منٹا آپ کے ٹیسٹ کروانے ہیں۔“ حسین سے گلے  
ملتے ہی اس نے امی کو پراٹھے کے نوالے میں آلیٹ  
پلیٹا دیکھا اور اس سے پہلے کہ وہ منہ میں لے جاتیں  
اس نے فوراً چیخ کر ان کی توجہ اپنی طرف منڈول کر وائی  
اور فوراً ان کے پاس جا کر نوالہ ان کے ہاتھ سے اپنے  
منہ میں منتقل کر دیا۔

”اوہو مجھے تو بالکل بھی یاد نہیں رہا تھا۔“ انہوں نے  
ماتھے پر ہاتھ رکھا۔ ”لیکن اللہ کا شکر ہے کہ یہ پہلا ہی نوالہ  
تھا جو تم نے راستے ہی سے ہائی جیک کر لیا۔“

”شکر اللہ کا“ ورنہ آپ کو تو پتہ ہے ناں کہ ٹیسٹ کی  
رپورٹ لے کر پھر ڈاکٹر ہمدانی کو چیک کروانا اور ان کا  
اپوائنٹمنٹ کتنا مشکل سے ملتا ہے۔“ اس کی بات پر امی  
نے مسکرا کر اس کی پلیٹ آگے بڑھائی۔ حسین بھی ساری  
صورت حال سمجھنے کے لیے بیٹھ چکی تھی۔

”اجیہ رات کو غزنی آیا تھا تمہارے جانے کے بعد۔“  
حسین کو اچانک یاد آیا تو اجیہ بھی چونکی۔ اسے یاد آیا تھا کہ  
رات کو غزنی نے اسے بھی دو تین مرتبہ فون کیا تھا جو اس  
نے اٹینڈ نہیں کیا۔

”میرے جانے کے بعد اتنی لیٹ؟ خیر سے ہی آیا  
تھاناں؟“

”کہہ رہا تھا تم سے کوئی کام ہے۔“  
”ہاں امی اس نے مجھے دو تین مرتبہ فون کیا تھا لیکن  
میں نے اس کی کال ریسپونڈ نہیں کی۔“  
”خدا نہ کرنے، لیکن کہیں ایسا تو نہیں کہ اسے تمہاری

بھی نہیں۔“  
”میں اپنی انگلیوں کا ناں قسم سے مکا بنا کر تمہیں  
ماروں گی۔ اب تم نہیں تو.....“ حسین کو امی کا بے وقت  
بچپن یاد کروانا اچھا نہیں لگتا تھا۔ اجیہ نے ڈرنے کی  
ادا کاری کرتے ہوئے فوراً ہی ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموشی  
اختیار کی لیکن امی ابھی چپ نہیں ہوئی تھیں۔

”اور یقین کرو لڑا کا تو تم ایسی تھی کہ ایک دن شام کو گلی  
میں کسی سے لڑائی ہو گئی تو تم نے اس کے بال نوچ لیے اور  
ایسے نوچے کہ مٹھی میں بال لیے گھر آ گئیں اور مجھے دکھایا  
کہ یہ دیکھیں جو مجھے تنگ کرتا ہے میں اس کا یہ حشر کرنی  
ہوں۔“ حسین کے تاثرات پر ایک مرتبہ پھر اجیہ کی ہنسی کا  
نوار اہل پڑا تھا اور اسی بات سے چڑ کر حسین اپنی جگہ سے  
اٹھی اور اس سے پہلے کہ اجیہ کے پاس پہنچتی وہ اس کے  
دشمنانہ عزائم جان کر بھاگ کھڑی ہوئی اور اب دونوں  
ڈائمنگ ٹیبل کے گرد گھوم رہی تھیں۔

اجیہ حسین سے بچنا چاہتی تھی جب کہ حسین چاہتی تھی  
کہ کچھ نہیں تو کم از کم ایک چٹکی تو اسے اجیہ کو کاٹنی ہی  
چاہیے تاکہ وہ امی کے ساتھ مل کر اس کے بچپن کو بے  
عزت نہ کیا کرے۔

”ہنی کی بچی ابھی تو میرے پیچھے پڑی ہوئی ہو  
ناں..... یاد نہیں ہے وہ سوٹ جو تمہیں بہت پسند تھا اور  
میں نے شاپ پر دیکھا تھا۔“ اجیہ کا ٹوکا کام کر گیا۔ حسین  
کے چہرے پر کھسیانی مسکراہٹ اترتی دکھائی دی۔

”اوہو میری بہنا..... میں تو تم سے گلے ملنا چاہ رہی  
تھی۔“ حسین نے سوٹ کی خاطر پینتر ابدلا تو اجیہ نے  
حیرت سے پہلے اسے پھر انتہائی خوش نظر آتی امی کو  
دیکھا..... جو مسکراتے ہوئے اپنی دونوں ہنسیوں کو دیکھ  
رہی تھیں۔

”تم مجھ سے..... گلے ملنا چاہ رہی تھیں سچی؟“  
”اس سوٹ کی قسم اجیہ میں تو صرف تمہارے گلے لگ  
کر یہ کہنا چاہتی تھی کہ تمہارے بغیر تو میرا بچپن کتنا روکھا  
پھیکا ہوتا ناں..... کیونکہ سب بچے تمہاری وجہ سے مجھے

جاب کا پتہ چل گیا ہو؟“ امی کا چند منٹ پہلے مسکراتا چہرہ اب تشویش کا اظہار کرنے لگا تھا۔

”اور اگر غزنی کے ذریعے تمام خاندان والوں کو تمہاری جاب کا پتہ چل گیا تو.....“ وہ انتہائی متفکر تھیں۔

”پہلی بات تو یہ کہ ایسا ہوگا نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر پتہ چل بھی جاتا ہے تو اس میں حرج ہی کیا ہے۔ اب اگر بابا گھر میں سوائے روز کی سبزی کے پیسے نہیں دیتے تو پھر آپ خود ہی سوچیں ناں کہ آپ کے علاج کے لیے پیسے کہاں سے مانگے جائیں۔ بابا آپ کی کیفیت کو ڈرامہ بازی سمجھتے ہیں اور آپ کی خراب طبیعت مجھ سے دیکھی نہیں جانی۔ اللہ نہ کرے اللہ نہ کرے صرف آپ کے ٹیسٹ کروانے اور ڈاکٹر کی فیس دینے کے لیے ان سے پیسے مانگے تھے ناں لیکن انہوں نے پانچ روپے بھی نہیں دیئے تو پھر خود بتائیے ناں کہ ہم کس کے آگے ہاتھ پھیلائیں اور ہاتھ کیوں پھیلائیں..... محنت کیوں نہ کر لیں۔“

”میں تمہاری ساری باتوں سے متفق ہوں بیٹا۔“ اور پھر یہ بھی آپ کو پتہ ہے ناں کہ صرف جاب کے لیے ہی کتنی مشکل سے میں نے یونیورسٹی میں اپنی کلاسز کو صبح سے شام میں منتقل کیا ہے۔ صرف اس لیے صبح کے وقت میں نوکری کر کے شام کو یونیورسٹی چلی جاؤں گی۔ لیکن اس کام کے لیے کسی سے پیسے بھی ادھار لیے اور جاب بھی نہ ملی اور جب ملی تو یہ رات بھر کی۔“

”بابا مجھ سے اتنا پیار کرتے ہیں لیکن پھر بھی کہتے ہیں کہ مجھے ڈاکٹر بنانے کے لیے ان کے پاس پیسے نہیں ہیں تو تم کیوں فکر کرتی ہو؟“ حنین نے سمجھایا۔

”مہربان مجھے کوئی فکر نہیں ہے ہنسی لیکن ہاں میں امی کو یوں بغیر علاج معالجے کے نہیں چھوڑ سکتی اور نہ ہی میں تمہاری آنکھوں میں پردان چڑھتے خوابوں کو ٹوٹنے دوں گی۔ تمہیں یہ ساری بکس میں نے لاکر ہی اسی لیے دی ہیں کہ تم نے ڈاکٹر بننا ہے اور یہ سب کسے ہوگا یہ سوچنا اور محنت کرنا میرا کام ہے بس تم اپنی پڑھائی پڑھو۔“ بات

کرنے کے ساتھ ساتھ اس نے برتن سمیٹنے شروع کر دیئے تھے۔ امی ہونٹ بھینچے اس کی طرف دیکھ رہی تھیں کہ وہ ان کی بیٹی تھی۔ بیٹا ہوتا تو بات اور تھی لیکن ہمارے معاشرے میں بیٹی اور بیٹے کے لیے قانون الگ ہیں۔ روایات و اقدار بھی الگ ہر وہ چیز جو ہم بیٹوں کے لیے درست اور جائز سمجھتے ہیں اس میں بیٹیوں کے لیے اگر مگر لیکن سامنے آجاتے ہیں۔ امی کو اگر خوف تھا تو صرف یہ ہی کہ بیٹیوں کہ کردار پر اگر کوئی انگلی اٹھائے تو یہ بات والدین کو جیتے جی ماردیتی ہے اور نہ صرف یہ کہ والدین بلکہ اس لڑکی کے لیے بھی زندگی تنگ ہو جاتی ہے۔

”تم یہ برتن چھوڑو اجیہ..... میں کر لوں گی سب۔“ حنین نے اس کے ہاتھوں سے برتن لے لیے۔

”تم اٹھو اور جا کر سو جاؤ پھر شام میں یونیورسٹی بھی جانا ہے۔“

”میں ہنسی آج سونے کا ٹائم نہیں ہے امی کو لے کر جانا ہے۔“ اس نے برتن چھوڑ کر انگڑائی لی۔

”وہ تو ٹھیک ہے بیٹا لیکن پھر بھی آدھ پون گھنٹے کے لیے آرام کرو تو تھوڑی فریش ہو جاؤ گی۔“

”چلیں ٹھیک ہے لیکن پلیز مجھے آدھے گھنٹے بعد ضرور جگا دینا۔“ حنین کو کہہ کر وہ اٹھی اپنا ہنڈ بیگ لیا اور کمرے میں چلی آئی۔

”غزنی بیٹا..... کیا بات ہے..... آج جانا نہیں ہے کیا؟“ اماں نے اسے اب تک بیڈ پر لیٹے دیکھا تو بہت دیر تک برداشت کرنے کے بعد آخر کار اسے جگانے آگئیں۔

”جانا ہے بس رات کو واپسی میں کافی دیر ہو گئی تھی اس لیے طبیعت میں سستی سی ہے۔“ کسلندی سے کروٹ لینے کے بعد وہ اٹھ بیٹھا۔ اماں نے لاٹسے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور پھر اس کے چوڑے شانے تھپتھپاتے ہوئے بولیں۔

”اٹھو گے نہاؤ دھوؤ گے تو سب سستی بھاگ

جائے گی۔“

”جی بس اب تو میں اٹھ ہی گیا ہوں۔“ سلپرز پہن کر وہ اٹھ ہی گیا تھا۔ حالانکہ اس کا ارادہ کچھ دیر سونے کا تھا لیکن اماں کے جگانے پر وہ منع نہ کر سکا۔

”رات کو سکندر کی طرف گئے تھے؟ کیا حال ہے ان سب کا؟“ اماں کے پوچھنے پر غزنی کے ذہن میں ایک بار پھر ساری رات کا واقعہ تازہ ہو گیا۔ اجیہ کو فون کرنا اس کا دیکھ لینے کے بعد فون ریسیونہ کرنا رات گئے کہیں جانا اور جنین وغیرہ کا گھبرانا اور پوکھلانا۔

”اجیہ کی کیا کر رہی تھی کیسی تھی؟“ اماں ایسی بے تابی سے پوچھ رہی تھیں جیسے کہ کئی عرصے سے اجیہ سے پھڑکی ہوئی ہوں۔ حالانکہ پچھلے ماہ ہی وہ پورا دن ان کے گھر گزار کر آئیں تھیں اور بقول ان کے اجیہ کے ساتھ ان کا بہت اچھا وقت گزار تھا۔

”سب ٹھیک تھے اماں جنین بھی اور اجیہ بھی۔“ اس نے جان بوجھ کر اجیہ کے گھر پر نہ ہونے کا ذکر اس لیے نہیں کیا تھا کہ وہ پہلے خود اس تمام معاملے کی تہہ تک پہنچنا چاہتا تھا اور چاہتا تھا کہ کیا وہ صرف کل رات گھر سے باہر تھی یا اس کا معمول ہے؟ اور اگر معمول ہے تو آخر وہ جانی کہاں ہے۔

”اجیہ میرا پوچھ رہی ہوگی ناں؟“ غزنی نے ان کے چہرے پر بکھری محبت اور امید کی آمیزش سے بنے اس جذبے کو دیکھا تو دل ہی دل میں رنجیدہ سا ہو گیا کہ اماں کو اس گھر اور خاص طور پر اجیہ سے جس قدر امیدیں اور محبت ہے وہاں تو اس جذبے میں شدت کیا گرم جوئی تک بھی نظر نہیں آتی۔

”اٹھو گے نہاؤ دھوؤ گے تو سب سستی بھاگ

جائے گی۔“

”جی لہماں..... کل بھی آپ کا بہت پوچھ رہی تھی کہہ رہی تھی کہ اتنا عرصہ ہوا تانی امی نے چکر کیوں نہیں لگایا..... ایسی کیا مصروفیت کہ وہ مجھے ہی بھول گئیں۔“ ان کا دل رکھنے کو غزنی نے ایک اور جھوٹ کا سہارا لیا اور ان کے چہرے پر تو جیسے دیئے روشن ہو گئے۔

”سچ ہی تو کہتی ہے میں بھی کیسی بے مروت ہوں اتنے دن ہوئے اس کی خبر ہی نہیں لی..... اچھا آج کل میں تمہارے ابا سے پوچھ کر پروگرام بناتی ہوں کہ شام کو جاؤں اور پوری رات وہیں گزار کر آؤں..... بلکہ تم مجھے لینے جاؤ۔“

”ہاں یہ ٹھیک ہے بس آج ہی ابا سے پوچھ لیں۔“ وہ ان کی بے تابی پر مسکراتا ہوا دوش روم چلا گیا اور اماں دل ہی دل میں اجیہ کی بلا میں لینے لگیں تھیں۔

اجیہ اپنے بیڈ پر لیٹی تو آدھا گھنٹہ سونے کے لیے تھی لیکن لیٹتے ہی وہ ایک بار پھر اپنے بیڈ کے دائیں طرف گئی اس پینٹنگ میں کھو گئی جس میں ایک پرندہ باقی سارے غول کو پیچھے چھوڑے سب سے آگے اور سب سے اونچی اڑان پر تھا۔ یہ پینٹنگ اس نے یونیورسٹی سے آتے ہوئے ایک فٹ پاتھ سے خریدی تھی۔ وہ جب جب اس پینٹنگ کو دیکھتی اسے لگتا کہ سب سے آگے نکل جانے والا پرندہ وہ خود ہے جو تمام محرومیوں کو پیچھے چھوڑ کر سب سے آگے نکل گئی ہے۔ اتنا آگے کہ پھر سارا آسمان اس کے آگے ہاتھ پھیلائے خود میں سمونے کو تیار ہو۔ جہاں وہ آزاد ہو اور کچھ بھی کر سکتی ہو۔ ابھی وہ یہ سب سوچ رہی تھی کہ حنین اندر آئی اور دبے قدموں چل کر اس کے جاگنے یا سونے کے متعلق اس سے پہلے کہ کوئی رائے قائم کرتی

”سب ٹھیک تھے اماں جنین بھی اور اجیہ بھی۔“ اس نے جان بوجھ کر اجیہ کے گھر پر نہ ہونے کا ذکر اس لیے نہیں کیا تھا کہ وہ پہلے خود اس تمام معاملے کی تہہ تک پہنچنا چاہتا تھا اور چاہتا تھا کہ کیا وہ صرف کل رات گھر سے باہر تھی یا اس کا معمول ہے؟ اور اگر معمول ہے تو آخر وہ جانی کہاں ہے۔

”اجیہ میرا پوچھ رہی ہوگی ناں؟“ غزنی نے ان کے چہرے پر بکھری محبت اور امید کی آمیزش سے بنے اس جذبے کو دیکھا تو دل ہی دل میں رنجیدہ سا ہو گیا کہ اماں کو اس گھر اور خاص طور پر اجیہ سے جس قدر امیدیں اور محبت ہے وہاں تو اس جذبے میں شدت کیا گرم جوئی تک بھی نظر نہیں آتی۔

”اٹھو گے نہاؤ دھوؤ گے تو سب سستی بھاگ

جائے گی۔“

”جی بس اب تو میں اٹھ ہی گیا ہوں۔“ سلپرز پہن کر وہ اٹھ ہی گیا تھا۔ حالانکہ اس کا ارادہ کچھ دیر سونے کا تھا لیکن اماں کے جگانے پر وہ منع نہ کر سکا۔

”رات کو سکندر کی طرف گئے تھے؟ کیا حال ہے ان سب کا؟“ اماں کے پوچھنے پر غزنی کے ذہن میں ایک بار پھر ساری رات کا واقعہ تازہ ہو گیا۔ اجیہ کو فون کرنا اس کا دیکھ لینے کے بعد فون ریسیونہ کرنا رات گئے کہیں جانا اور جنین وغیرہ کا گھبرانا اور پوکھلانا۔

”اجیہ کی کیا کر رہی تھی کیسی تھی؟“ اماں ایسی بے تابی سے پوچھ رہی تھیں جیسے کہ کئی عرصے سے اجیہ سے پھڑکی ہوئی ہوں۔ حالانکہ پچھلے ماہ ہی وہ پورا دن ان کے گھر گزار کر آئیں تھیں اور بقول ان کے اجیہ کے ساتھ ان کا بہت اچھا وقت گزار تھا۔

”سب ٹھیک تھے اماں جنین بھی اور اجیہ بھی۔“ اس نے جان بوجھ کر اجیہ کے گھر پر نہ ہونے کا ذکر اس لیے نہیں کیا تھا کہ وہ پہلے خود اس تمام معاملے کی تہہ تک پہنچنا چاہتا تھا اور چاہتا تھا کہ کیا وہ صرف کل رات گھر سے باہر تھی یا اس کا معمول ہے؟ اور اگر معمول ہے تو آخر وہ جانی کہاں ہے۔

”اجیہ میرا پوچھ رہی ہوگی ناں؟“ غزنی نے ان کے چہرے پر بکھری محبت اور امید کی آمیزش سے بنے اس جذبے کو دیکھا تو دل ہی دل میں رنجیدہ سا ہو گیا کہ اماں کو اس گھر اور خاص طور پر اجیہ سے جس قدر امیدیں اور محبت ہے وہاں تو اس جذبے میں شدت کیا گرم جوئی تک بھی نظر نہیں آتی۔

”اٹھو گے نہاؤ دھوؤ گے تو سب سستی بھاگ

جائے گی۔“

”جی بس اب تو میں اٹھ ہی گیا ہوں۔“ سلپرز پہن کر وہ اٹھ ہی گیا تھا۔ حالانکہ اس کا ارادہ کچھ دیر سونے کا تھا لیکن اماں کے جگانے پر وہ منع نہ کر سکا۔

”رات کو سکندر کی طرف گئے تھے؟ کیا حال ہے ان سب کا؟“ اماں کے پوچھنے پر غزنی کے ذہن میں ایک بار پھر ساری رات کا واقعہ تازہ ہو گیا۔ اجیہ کو فون کرنا اس کا دیکھ لینے کے بعد فون ریسیونہ کرنا رات گئے کہیں جانا اور جنین وغیرہ کا گھبرانا اور پوکھلانا۔

انہیں بھلا جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت؟ اور اگر اجیہ اس سے لیے دیئے رہتی ہے تو کیا یہ شرط ہے کہ وہ اماں سے بھی بات نہ کرے آخر کو دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔ اگر اماں اس سے اتنی محبت کرتی ہیں تو پھر اسے بھی تو جواب میں ان کا دل رکھنا ہی پڑتا ہوگا ناں۔

”جی لہماں..... کل بھی آپ کا بہت پوچھ رہی تھی کہہ رہی تھی کہ اتنا عرصہ ہوا تانی امی نے چکر کیوں نہیں لگایا..... ایسی کیا مصروفیت کہ وہ مجھے ہی بھول گئیں۔“ ان کا دل رکھنے کو غزنی نے ایک اور جھوٹ کا سہارا لیا اور ان کے چہرے پر تو جیسے دیئے روشن ہو گئے۔

”سچ ہی تو کہتی ہے میں بھی کیسی بے مروت ہوں اتنے دن ہوئے اس کی خبر ہی نہیں لی..... اچھا آج کل میں تمہارے ابا سے پوچھ کر پروگرام بناتی ہوں کہ شام کو جاؤں اور پوری رات وہیں گزار کر آؤں..... بلکہ تم مجھے لینے جاؤ۔“

”ہاں یہ ٹھیک ہے بس آج ہی ابا سے پوچھ لیں۔“ وہ ان کی بے تابی پر مسکراتا ہوا دوش روم چلا گیا اور اماں دل ہی دل میں اجیہ کی بلا میں لینے لگیں تھیں۔

اجیہ اپنے بیڈ پر لیٹی تو آدھا گھنٹہ سونے کے لیے تھی لیکن لیٹتے ہی وہ ایک بار پھر اپنے بیڈ کے دائیں طرف گئی اس پینٹنگ میں کھو گئی جس میں ایک پرندہ باقی سارے غول کو پیچھے چھوڑے سب سے آگے اور سب سے اونچی اڑان پر تھا۔ یہ پینٹنگ اس نے یونیورسٹی سے آتے ہوئے ایک فٹ پاتھ سے خریدی تھی۔ وہ جب جب اس پینٹنگ کو دیکھتی اسے لگتا کہ سب سے آگے نکل جانے والا پرندہ وہ خود ہے جو تمام محرومیوں کو پیچھے چھوڑ کر سب سے آگے نکل گئی ہے۔ اتنا آگے کہ پھر سارا آسمان اس کے آگے ہاتھ پھیلائے خود میں سمونے کو تیار ہو۔ جہاں وہ آزاد ہو اور کچھ بھی کر سکتی ہو۔ ابھی وہ یہ سب سوچ رہی تھی کہ حنین اندر آئی اور دبے قدموں چل کر اس کے جاگنے یا سونے کے متعلق اس سے پہلے کہ کوئی رائے قائم کرتی

”سب ٹھیک تھے اماں جنین بھی اور اجیہ بھی۔“ اس نے جان بوجھ کر اجیہ کے گھر پر نہ ہونے کا ذکر اس لیے نہیں کیا تھا کہ وہ پہلے خود اس تمام معاملے کی تہہ تک پہنچنا چاہتا تھا اور چاہتا تھا کہ کیا وہ صرف کل رات گھر سے باہر تھی یا اس کا معمول ہے؟ اور اگر معمول ہے تو آخر وہ جانی کہاں ہے۔

”اجیہ میرا پوچھ رہی ہوگی ناں؟“ غزنی نے ان کے چہرے پر بکھری محبت اور امید کی آمیزش سے بنے اس جذبے کو دیکھا تو دل ہی دل میں رنجیدہ سا ہو گیا کہ اماں کو اس گھر اور خاص طور پر اجیہ سے جس قدر امیدیں اور محبت ہے وہاں تو اس جذبے میں شدت کیا گرم جوئی تک بھی نظر نہیں آتی۔

”اٹھو گے نہاؤ دھوؤ گے تو سب سستی بھاگ

جائے گی۔“

”جی بس اب تو میں اٹھ ہی گیا ہوں۔“ سلپرز پہن کر وہ اٹھ ہی گیا تھا۔ حالانکہ اس کا ارادہ کچھ دیر سونے کا تھا لیکن اماں کے جگانے پر وہ منع نہ کر سکا۔

”رات کو سکندر کی طرف گئے تھے؟ کیا حال ہے ان سب کا؟“ اماں کے پوچھنے پر غزنی کے ذہن میں ایک بار پھر ساری رات کا واقعہ تازہ ہو گیا۔ اجیہ کو فون کرنا اس کا دیکھ لینے کے بعد فون ریسیونہ کرنا رات گئے کہیں جانا اور جنین وغیرہ کا گھبرانا اور پوکھلانا۔

”اجیہ کی کیا کر رہی تھی کیسی تھی؟“ اماں ایسی بے تابی سے پوچھ رہی تھیں جیسے کہ کئی عرصے سے اجیہ سے پھڑکی ہوئی ہوں۔ حالانکہ پچھلے ماہ ہی وہ پورا دن ان کے گھر گزار کر آئیں تھیں اور بقول ان کے اجیہ کے ساتھ ان کا بہت اچھا وقت گزار تھا۔

”سب ٹھیک تھے اماں جنین بھی اور اجیہ بھی۔“ اس نے جان بوجھ کر اجیہ کے گھر پر نہ ہونے کا ذکر اس لیے نہیں کیا تھا کہ وہ پہلے خود اس تمام معاملے کی تہہ تک پہنچنا چاہتا تھا اور چاہتا تھا کہ کیا وہ صرف کل رات گھر سے باہر تھی یا اس کا معمول ہے؟ اور اگر معمول ہے تو آخر وہ جانی کہاں ہے۔

”اجیہ میرا پوچھ رہی ہوگی ناں؟“ غزنی نے ان کے چہرے پر بکھری محبت اور امید کی آمیزش سے بنے اس جذبے کو دیکھا تو دل ہی دل میں رنجیدہ سا ہو گیا کہ اماں کو اس گھر اور خاص طور پر اجیہ سے جس قدر امیدیں اور محبت ہے وہاں تو اس جذبے میں شدت کیا گرم جوئی تک بھی نظر نہیں آتی۔

”اٹھو گے نہاؤ دھوؤ گے تو سب سستی بھاگ

جائے گی۔“

”جی بس اب تو میں اٹھ ہی گیا ہوں۔“ سلپرز پہن کر وہ اٹھ ہی گیا تھا۔ حالانکہ اس کا ارادہ کچھ دیر سونے کا تھا لیکن اماں کے جگانے پر وہ منع نہ کر سکا۔

”رات کو سکندر کی طرف گئے تھے؟ کیا حال ہے ان سب کا؟“ اماں کے پوچھنے پر غزنی کے ذہن میں ایک بار پھر ساری رات کا واقعہ تازہ ہو گیا۔ اجیہ کو فون کرنا اس کا دیکھ لینے کے بعد فون ریسیونہ کرنا رات گئے کہیں جانا اور جنین وغیرہ کا گھبرانا اور پوکھلانا۔





## چاند چندا اور چاندی سہارنگل

نہ بجھا چراغ دیار دل نہ بچھڑنے کا تو ملال کر  
تجھے دے گئی جینے کا حوصلہ میری یاد رکھ لے سنبھال کر  
یہ بھی کیا کہ ایک ہی شخص کو کبھی سوچنا، کبھی بھولنا  
جو نہ بچھ سکے وہ دیا جلا جو نہ ہو سکے وہ کمال کر

”نہیں شوق تو مجھے ابا بننے کا ہے چاند ستاروں جیسے  
بچوں کا۔“ وہ شوخ و شیریں لہجے میں بولا۔  
”تو مشتری سے شادی کر لے۔“ وہ بولیں۔  
”اماں..... مذاق نہیں کریں ناں۔ ہمارے سارے  
دوست بیوی کے بعد بچوں والے بھی ہو گئے ہیں اور ہم  
ابھی تک ایک عدد منگیتیر لیے بیٹھے ہیں۔ اسے بھی ترقی  
دیجیے اور ہماری زوجہ محترمہ بھی مسز چاند..... بنا دیجیے۔“  
چاند نے بہت مؤدب لہجے میں کہا تو وہ اسے دیکھتے  
ہوئے بولیں۔

”بڑی ادبی زبان بول رہا ہے چکر کیا ہے؟“  
”چکر تو تب آئیں گے جب ہمارا بیاہ ہوگا اور آپ  
ہونے نہیں دیتیں۔“  
”اے ہے دیکھ تو کیسا بے شرم ہو گیا ہے ماں  
کے سامنے اپنے منہ سے شادی بیوی بچوں کی  
باتیں کر رہا ہے۔“  
”ہر کوئی شادی بیاہ کی باتیں اپنے منہ سے ہی کرتا  
ہے۔ پیر سے تھوڑی کرتا ہے۔“ چاند نے فٹ سے

”اماں! چاند دیکھا آپ نے؟“ چاند نے طاہرہ بیگم  
کے پاس تخت پر بیٹھے ہوئے پوچھا وہ جو شیر خورے کے  
لیے بادام کاٹ رہی تھیں۔ اسے دیکھتے ہوئے بولیں۔  
”چچیس برس سے دیکھ رہی ہوں تجھے۔“  
”یہ چاند تو آپ نے چرایا تھا ناں میں تو اس چاندی  
بات کر رہا ہوں جو اللہ نے نکالا ہے آسمان پر عید کا چاند وہ  
دیکھا آپ نے؟“ چاند نے بادام کی گری اٹھا کر منہ میں  
ڈالتے ہوئے استفسار کیا۔  
”میری دور کی نظر کمزور ہے مجھے کیا دکھے گا عید  
کا چاند۔“

”قریب کی نظر تو سلامت ہے نا تو مجھے غور سے دیکھ لو  
اور یہ بتاؤ کہ اس چاند سے بیٹے کو چندا کا دلہا کب بنا رہی  
ہو؟“ وہ مسکراتے ہوئے شوخ لہجے میں بولا۔  
طاہرہ بیگم نے تقریباً چھفت لے کرے چنے ہلکی سی  
بڑھی ہوئی شیو میں سیاہ روشن آنکھوں والے اپنے خوبرو  
وسیم ارشد عرف چاند کو پار سے دیکھا۔  
”بہت شوق ہے تجھے دلہا بننے کا؟“

اور اس کے گاڑی کے ہارن پر آنٹی کو لے کر باہر آجائے اور  
ایسا ہی ہوا بھی۔ اسی لیے وہ لوگ اپنے مقررہ وقت سے  
بھی پہلے ڈاکٹر ہمدانی کے کلینک جا پہنچے اور چونکہ ابھی ان  
کے طے شدہ وقت میں کچھ دیر ہی لہذا وہ تینوں ویننگ ہال  
میں داخل ہوئے۔ آنٹی اور حسن کے اندر جانے کے بعد  
اربش اندر قدم رکھتے رکھتے ٹھنک گیا۔

بالکل سامنے صوفے کی دائیں سائیڈ پر کہنی ٹکائے  
ہتھیلی پر سر رکھے وہ لڑکی بیٹھے بیٹھے سو گئی تھی اور نیند میں  
بھی ایسا لگتا تھا اردگرد سے بے نیاز سکون سے سونے کا  
نائم ابھی ہی ملا تھا۔ آدھا چہرہ بالوں میں چھپا ہوا تھا۔  
دوسرے گال پر ہتھیلی کو تکیے کے طور پر استعمال کیا گیا تھا۔  
لیکن پھر بھی چہرے کی وقتی رنگت بڑا خوش کن تاثر دے  
رہی تھی اور سب سے بڑھ کر کوئی عمر رسیدہ مرد یا خاتون  
یوں کہیں بیٹھے بیٹھے سو جائیں تو معمولی بات ہے لیکن  
یوں کسی لڑکی کو اتنے سارے لوگوں کے درمیان سوتے  
دیکھنا منفرد واقعہ تھا۔ کچھ دیر رک کر اس نے پینٹ کی  
جیبوں میں ہاتھ ڈالے پھر گہری سانس لے کر اس لڑکی کو  
دیکھ کر مسکرایا اور اپنے بیٹھنے کی جگہ کی تلاش میں ہال میں  
نظریں دوڑانے لگا۔ لیکن اتفاق کی بات کہ پورے ہال  
میں اگر کوئی جگہ خالی تھی تو اسی لڑکی کے ساتھ باقی تمام  
صوفوں پر لوگ اپنی اپنی باری کے انتظار میں بیٹھے تھے اور  
اربش کے لیے اس ”سلیپنگ بیوٹی“ کے ساتھ بیٹھنے کے  
علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔

(باقی ان شاء اللہ ستمبر ماہ)



اجیبہ کی دیکھتی آنکھوں نے اسے مسکرانے پر مجبور کر دیا۔  
”وہ دراصل امی پوچھ رہی تھیں کہ آج کتنا کیا ہے؟“  
اس کی مسکراہٹ کھیلائی ہوئی۔  
”بریبانی‘ بابا صبح بغیر ناشتے کے گئے ہیں ناں.....  
آئیں گے تو سخت بھوک لگ رہی ہوگی۔“

”وہ تو ٹھیک ہے لیکن امی کہہ رہی ہیں کہ بابا تو آج  
سبزی وغیرہ کے پیسے دے کر ہی نہیں گئے نہ ہی کل وہ خود  
کچھ لائے تھے۔“ پیسے بابا نہیں دے کر گئے تھے لیکن  
شرمندہ حنین ہو رہی تھی۔

”کوئی بات نہیں جتنے پیسے لینے ہیں میرے بیک  
میں والٹ پڑا ہے نکال لو..... اور سنو امی کو کہنا کہ اٹھ کر  
تیار ہو جائیں میں بھی اب آ کر ہی اگر نائم ہوا تو سو  
جاؤں گی۔“

وہ خود بھی تیار ہونے کے لیے اٹھ گئی اور چاہتی تھی کہ  
وقت پر پہنچ کر ٹیسٹ کروا لیے جائیں اور چیک اپ بھی  
تا کہ وہاں زیادہ دیر نہ رہنا پڑے۔ حنین نے اس کے والٹ  
سے دوپہر کے کھانے کی تیاری کے لیے پیسے لیے اور امی  
کو پیغام دے کر کچن میں چلی گئی۔

اربش می کو ان کے اسکول ڈراپ کر کے خود حسن کے  
گھر جا پہنچا تھا۔ اربش اور حسن بہت اچھے دوست تھے  
بلکہ اگر سب سے اچھے دوست کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔  
اسکول کے زمانے سے اکٹھے تھے۔ ایک دوسرے کے  
مزاج کو بن کہے سمجھنے والے اور ہر قسم کی صورت حال  
میں ساتھ دینے والے بھی۔ آج اس کی گاڑی خراب تھی  
اور اسے اپنی والدہ کو لے کر آج ڈاکٹر ہمدانی کے پاس جانا  
تھا۔ اس لیے اس نے اربش سے درخواست کی تھی کہ اگر وہ  
فارغ ہے تو اپنی گاڑی چند گھنٹوں کے لیے اسے دے  
دے لیکن اربش صرف گاڑی دینے کے بجائے ڈرائیور  
کے طور پر خود چلا آیا تھا تا کہ وقت بھی اچھا گزرے گا اور وہ  
حسن سے مل لے گا۔ سو اس کے گھر پہنچنے سے پہلے ہی  
اس نے فون کال کر کے اسے کہہ دیا تھا کہ ریڈی ہو جائیں



”چل اٹھ یہاں سے اور جا کے مجھے تازہ دودھ اور چاول لاکر دے۔ شیر خورمہ پکاؤں گی میں۔“ طاہرہ بیگم نے اسے گھر کا اور ذرا حکمیہ لہجے میں کہا تو وہ فوراً بولا۔

”پکانے کے علاوہ کچھا تاجھی سے آپ کو۔“

”کیا بولا؟“ ان کی سمجھ میں نہیں آئی تھی اس کی بات کی گہرائی اور معنی فوراً پوچھا۔

”کچھ نہیں۔“ وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

اسی وقت اس کی منگیتریس سالہ خوب صورت سی چندا بچی سنوری ہاتھوں میں مٹھائی کا ڈبہ اٹھائے صحن کے کھلے دروازے سے پردہ ہٹائی ہوئی گھر میں داخل ہوئی اور ان کی طرف آتے ہوئے بولی۔

”خالہ..... آپ کو شیر خورمہ پکانے کی ضرورت نہیں ہم پورے تیس کلو دودھ کا شیر خورمہ پکا رہے ہیں۔ محلے میں بھی تقسیم کریں گے اور میں آپ کو آپ کی وہ دودھ والی پٹیلی بھر کے دے جاؤں گی۔“

”کیوں بھی تمہارے گھر میں کیا دودھ کی نہر نکل آئی ہے جو تیس کلو دودھ کا شیر خورمہ پکایا جا رہا ہے۔“ چندا نے اس کے چہرے کو دیکھی اور تجسس سے دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ مسکراتا کر بولی۔

”یہی سمجھ لو۔“

”آج کل کی وی اخبار میں بھی بہت خبریں آرہی ہیں کہ دودھ میں میدہ چونا اور پتا نہیں کون کون سے کیمیکل اور پاؤڈر ملا کر دودھ بنایا اور بیچا جا رہا ہے مضر صحت ہوتا ہے ایسا دودھ۔ تم لوگوں نے کہاں سے خریدہ ہے سچ بتانا؟“ چندا نے اسے دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

”ہم نے تو کہیں سے نہیں خریدا مفت ملا ہے۔“

”تو کیا سچ سچ تمہارے گھر میں دودھ کی نہر نکل آئی ہے؟“ طاہرہ بیگم نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے دائیں ہاتھ سے اپنی ٹھوڑی کو پکڑ کر اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ وہ وہیں تخت کے کنارے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

”ارے نہیں خالہ..... ابا کے دوست ہیں رسول بخش

گاہوں میں ہوتے ہیں۔ بھینسوں کا باڑہ ہے ان کا اپنا تو انہوں نے ہی بھجوا یا ہے اتنا سارا دودھ۔ خالص ہے ایک دم عید کی خوشی میں بھیجا ہے انہوں نے۔“

”اچھا..... اور تم کیا بھیج رہی ہو انہیں عید کی خوشی میں؟“

”میں کیوں کچھ بھیجے لگی؟“ چندا منہ بسور کر بولی۔ وہ ابا کے دوست ہیں ان کا جودل چاہے گا وہ انہیں بھیج دیں گے۔ بہت پیسے والے لوگ ہیں وہ پچاس ساٹھ تو ان کی گائیں بھینسیں ہیں اور بتا رہے تھے کہ گھر بھی بڑا سارا اور نیا بنایا ہے انہوں نے۔“

”تم نے جوڑیاں ابھی سے پہن لیں چندا؟ عید تو صبح ہے ناں؟“ چندا نے اس کے ابا کے دولت مند دوست کی باتوں سے تنگ آتے ہوئے اس کے ہاتھوں میں لال ہری جوڑیوں کو دیکھ کر موضوع بدل کر پوچھا۔

”ہاں وہ چاچا رسول بخش ہے ناں اس نے ہم سب گھر والوں کے واسطے عید کے کپڑے بھی بھجوائے ہیں۔ مٹھائی سوپاں اور میرے لیے دو ڈبے جوڑیوں کے بھی بھیجے ہیں۔ تم سے اس میں ہر رنگ کی بڑی سونے جوڑیاں ہیں میرے ہر جوڑے کے ساتھ میچنگ کرتی ہیں میچنگ جھمکے اور جوتے بھی بھیجے ہیں میرے لیے۔“ چندا چیزوں کے ملنے پر خوشی سے کھلی جا رہی تھی اور اس کی یہ خوشی اس کے ہر لفظ سے جھلک رہی تھی۔ چندا اور طاہرہ بیگم نے بہت غور سے اس کو دیکھا سنا اور سمجھا تھا کہ اس کی باتوں کے اندر چھپے معنی کیا ہیں؟

”تیرے واسطے اتنا خاص کیوں بھیجا مطلب اتنا کچھ کیوں بھیجا اس نے؟ کیا نام بتایا تھا؟“ طاہرہ بیگم اسے دیکھتے ہوئے بولیں۔

”رسول بخش۔“ چندا نے فوراً جواب دیا۔

”ہاں رسول بخش کا کوئی بیٹا بھی ہے کیا؟“

”جی ہے خالہ! ایک بیٹا دہی میں رہتا ہے وہیں شادی کر کے سیٹ ہو گیا تھا۔ دوسرا بیٹا خدا بخش ہے جو کنوارہ ہے۔“

”عمر کیا ہوگی اس خدا بخش کی؟“

”چالیس اکتالیس کا تو ہوگا ہی۔“ چندا نے مسکرا کر بتایا۔

”تم نے دیکھا ہے؟“

”نہیں امی ابا نے بتایا تھا وہ گئے تھے ان کے گھر بڑی خاطر تواضع کی تھی انہوں نے امی ابا کی۔“

”ابھی تک کنوارہ کیوں ہے وہ؟“ طاہرہ بیگم نے اگلا سوال کیا۔ ”جب اتنا پیسہ ہے تو بیاہ کیوں نہ کیا اب تک؟“

”خالہ..... یہ تو آپ بھی جانتی ہوں گی کہ نکاح بیاہ اور موت کا جو وقت لکھا ہے اسی وقت یہ سب ہوگا ناں نہ ایک منٹ آگے نہ ایک منٹ پیچھے۔“ چندا نے تیزی سے کہا۔

”یہ سب بتانے آئی تھی؟“

”نہیں خالہ..... وہ تو بات سے بات نکلتی چلی گئی میں تو چندرات مبارک کہتا آئی تھی اور یہ مٹھائی دینے آئی تھی اور ساتھ یہ بتانے آئی تھی شیر خورمہ کل ہمارے گھر سے پتیلیا بھر کے آجائے گا آپ کے گھر آپ مت پکانا۔“ چندا نے چندا نے بڑے ضبط سے پوچھا۔

”بڑی مہربانی تمہاری اور کچھ؟“

”کیا مطلب؟“ چندا نے بھنوس سیکڑ کر اسے دیکھا۔

”مطلب یہ کہ سب کچھ سنا دیا ہمیں خدا بخش کے بارے میں اور کوئی بات ہمارے کانوں میں ڈالنا ہو تو وہ بھی ڈال دو۔ ویسے حیرت ہے تمہارے اماں ابا نے خود کیوں نہیں کہا یہ سب یہاں آ کر۔ تمہیں بھیج دیا اپنے منگیتریس کے گھر اس خیال سے کہ تمہاری لگائی چوٹ گہری لگے گی، سمجھ میں بھی بیٹھے گی۔“ چندا نے اس کے چہرے کو سنجیدگی اور تاسف زدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ کھسیانی ہو کر بولی۔

”بتا نہیں تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں تو اپنی خالہ کے گھر آئی ہوں یہ مٹھائی عید اور چندرات کی خوشی میں۔“

”واقی..... یا کسی اور خوشی میں؟“ چندا نے شاک کی نظروں سے اسے دیکھا تو وہ بوکھلا گئی۔

”تم شک کر رہے ہونا؟“ وہ سنبھل کر بولی۔

”مجھے عید کا کوئی تحفہ تک نہیں دیا۔ جوڑیاں نہیں دلوائیں۔“

”عیدی بھیجی تو تھی تمہارے لیے وہ کیا کسی محلے دار نے بھجوائی تھی میرے نام سے؟ بات کرتی ہے عیدی نہیں بھیجی۔“ چندا نے چڑ کر کہا تو وہ بولی۔

”منگیتری کی بھیجی عیدی اور ابا کے دوست کے گھر سے آئی عیدی میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ تمہاری بھیجی عیدی پر تو کسی کی نظر بھی نہ گئی ہر طرف خدا بخش کے بھیجے تحفوں کا ڈھیر لگا ہے گھر میں ہر چیز میرے کپڑوں کی میچنگ کرتی آئی ہے۔ بھلا تین رنگ کا کپڑا جو بنا اور گہنا بھی جتا ہے کیا؟ مجھے تو ہر چیز میچنگ کی ہی اچھی لگتی ہے۔“

”اماں.....! میں ذرا دودھ چھینکی وغیرہ لے آؤں آپ بیٹھ کر اپنی نہ ہونے والی بہو سے کسی کی دولت اور تحفوں کے قصے سنیں۔“ چندا نے کہہ کر چلا گیا۔ چندا سے یوں جاتا دیکھ کر بولی۔

”لو اسے کیا ہو گیا پیسے والوں سے سب ہی جلتے ہیں۔ آپ بتاؤ خالہ! پیسے کے بغیر بھی بھلا کوئی خوشی یا خواہش پوری ہوتی ہے کبھی؟ غربت سفید پوشی میں بندہ ذرا ذرا سی چیز کے لیے ترستار ہے۔ پیسہ پاس ہو تو جودل چاہا خرید لیا۔ یہ رونا نہیں ہوتا کہ آج اگر مرغ پلاؤ کھالیا ہے تو کل چولہا کیسے جلے گا۔ ہانڈی روٹی کیسے پوری بڑے گی۔“

”یہ تو اپنا اپنا نصیب ہے چندا! طاہرہ بیگم بولیں۔“

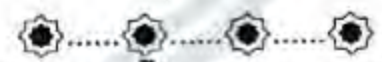
”خالہ..... نصیب انسان خود بناتا ہے جانتے بوجھتے کنویں میں کوئی نہیں کودتا اگر اسے پھولوں سے بھرا مہکتا باغ نظر آ رہا ہو تو وہ جنگل بیابان میں ٹھوڑی جائے گا۔“

”ہاں بیٹی ٹھیک کہتی ہو تم۔“

”خیر میں چلتی ہوں..... خالہ چندا مبارک ہو آپ کو۔“

”یہ چندا کے مبارک ہوتا ہے یہ تو آنے والا کل ہی بتائے گا۔ خیر اللہ تجھے خوش رکھے جس کسی کے ساتھ بھی رکھے اور یہ چندا ہم سب کو مبارک کرے۔“ طاہرہ بیگم نے سنجیدگی سے کہا۔ اس کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے دعا دی اور اس کے جانے کے بعد وہ کتنی دیر تک

چند اکی باتوں پر غور کرتی رہی تھیں اور بلا آخر کسی نتیجے پر پہنچ ہی گئی تھیں۔



چند ان کے ہمسائے میں رہتی تھی۔ صفیہ اور لقمان کی تیسری بیٹی تھی۔ لقمان کی کپڑوں کی دکان تھی۔ تین بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا۔ بس گزارہ ہی ہو رہا تھا۔ دو بیٹیوں کی فرخندہ کی خالہ کے بیٹے سے اور چندا کی چاند یعنی وسیم ارشد سے سال پہلے منگنی ہوئی تھی۔

وسیم کا باپ ارشد رفیق ورکشاپ چلاتا تھا اور وسیم چونکہ اس کا اکلوتا بیٹا تھا اس لیے اسے بی بی اے تک کالج میں پڑھایا بھی تھا۔ آج کل چاند (وسیم ارشد) ایم اے کے امتحان کی پرائیویٹ تیاری کے ساتھ ساتھ موبائل فون اور ایزی لوڈ کی دکان چلا رہا تھا۔ چونکہ دکان محلے میں تھی لہذا خوب چل رہی تھی اور قریب ہی مین روڈ مارکیٹ کا راستہ ہونے کی وجہ سے بھی آتے جاتے لوگ اس سے ٹیلیفون لوڈ کروایا کرتے۔ گرمی سردی موسم کے لحاظ سے اس نے دکان میں کولڈ ڈرنک، جوس، آئس کریم وغیرہ بھی رکھنا شروع کر دیں تھیں۔ اس کی یہی کامیابی دیکھ کر صفیہ اور لقمان نے رشتے کے لیے فوراً ہاں کر دی تھی۔ پھر چاند ان کا دیکھا بھالا لڑکا تھا۔

چند اچاند اور چاندنی ایک ساتھ ایک ہی محلے میں پلے بڑھے تھے ساتھ کھیلے تھے۔ چاندنی اپنی بیوہ ماں اور گیارہ سالہ بھائی کے ساتھ اسی محلے میں رہتی تھی۔ بارہ جماعتیں پاس کر کے محلے کے بچوں کو ٹیوشن پڑھاتی اور اس کی ماں بچوں کو قرآن پاک پڑھانے کے ساتھ ساتھ کپڑے سلانی کر کے اپنا گھر چلانے میں ایسی مگن ہوئی تھی کہ انہیں خوشی کا نام بھی یاد نہیں رہا تھا۔ چاند چونکہ اکلوتا تھا اس وجہ سے روپے پیسے کی کمی زیادتی کا کوئی جھنجھٹ بھی نہ تھا۔ ارشد رفیق ورکشاپ سے چاند موبائل کی دکان سے اچھا کمایا لیتے تھے۔ یہی دیکھ کر چندا بھی ماں گئی تھی کہ لمبی چوڑی سسرال کا بکھیرا بھی نہیں تھا۔

چند ا کو اپنی من مانی کرنے اور من چاہی چیزیں خریدنے

کا میچنگ چیزیں لینے کا بہت شوق تھا اور چاند سے شادی کر کے اپنی خواہش پوری کرنے میں اسے سانی نظر آ رہی تھی چاند کو بھی وہ پسند تھی۔ میٹرک پاس تھی۔ چندا کو سجنے سنور نے کا شوق بچپن سے ہی تھا۔ کبھی کبھی چاند کو اس کا امیر لوگوں کو حسرت بھری نظروں سے دیکھنا کھلنے لگتا تھا۔

لقمان کا دوست رسول بخش اپنے بیٹے خدا بخش کے ساتھ ایک دن اس کے گھر آ گیا۔ انہیں اپنے بیٹے کے لیے چندا بہت پسند آ گئی تھی۔ اگلے چکر میں پھلوں اور کھفوں سے لدے ہوئے آئے اپنی دولت کی ریل پیل کا جلوہ کرایا اور باتوں باتوں میں خدا بخش کے لیے چندا کا ہاتھ مانگ لیا۔ صفیہ اور لقمان کو تو جیسے قارون کا خزانہ ہاتھ لگ گیا تھا۔ جب چندا نے اس رشتے کے لیے سنا تو وہ بھی فوراً مان گئی کیونکہ جب لوگ ملنے آتے وقت اتنے لوازمات، تحائف لاتے تھے ان کے گھر میں روپے پیسے کی کتنی فراوانی ہوگی یہی خیال چندا کو نہال کر رہا تھا اور اس نے بڑے طریقے سے طاہرہ بیگم اور چاند کو خدا بخش کے بارے میں بتا دیا تھا کیونکہ عید کے تیسرے دن چندا اور خدا بخش کی منگنی ہونا بھی اور مہینے بعد شادی طے پائی تھی۔ چاند چندا اور چاندنی تینوں ایک دوسرے کے حالات و خیالات سے واقف تھے۔ بچپن لڑکپن کا ساتھ تھا جو بلوغت تک آتے آتے محدود ہو گیا تھا۔ وہ اور ان کے گھر اپنے آپس میں ہمیشہ ایک دوسرے کے دکھ سکھ خوشی غمی کے ساتھی رہے تھے۔

”پینہ خواہش پوری کر سکتا ہے خواب نہیں۔ پیسہ ہر کسی کو مل جاتا ہے لیکن پیار کسی کسی کو ملتا ہے۔ بلکہ صرف اسی کو ملتا ہے جس کے نصیب نیک ہوں۔“ چاندنی نے چندا کو سمجھایا تھا۔

”پیٹ میں روٹی نہ ہو جب میں پیسہ نہ ہو تو پیار بھی دے پاؤں پتی گلی سے باہر نکل جاتا ہے۔“ یہ چندا کا خیال تھا۔



آج عید کا دن تھا۔ محلے میں ہانچل کافی تھی۔ سرد نمازی ادا کی گئی کے لیے مساجد میں گئے ہوئے تھے۔ خواتین اور

بچے گھروں میں تیار ہو رہے تھے۔ سویاں، شیر خورمہ بانٹ رہے تھے۔ چاند بھی نماز عید کے لیے گیا ہوا تھا۔ طاہرہ بیگم نے لہجہ نئے کپڑے پہن کر عید کی نماز ادا کی تھی۔ ارشد رفیق بھی چاند کے ہمراہ نماز عید کے لیے نکلے تھے۔ طاہرہ بیگم نے شیر خورمہ پکایا اور پیالیوں میں ڈال کر میووں سے سجا کر ٹرے میں رکھا تھا۔ اوپر کروشیے کا ٹرے کور ڈھانپ دیا تھا۔ محلے میں آس پاس کے چند گھروں میں وہ شیر خورمہ دینے جانے کا سوچ ہی رہی تھی کہ چندا اپنے چھوٹے بھائی عدنان کے ساتھ بھی سنوری چلی آئی۔ گہرے گلابی رنگ کے جار جٹ کے کام دار سوٹ میں میچنگ چوڑیاں دونوں ہاتھوں میں بھی تھیں۔ میچنگ ہیل والی جونی پہنی ہوئی تھی اور میچنگ جیولری سیٹ پہن رکھا تھا۔ گہری گلابی لپ اسٹک ہونٹوں پر جمی تھی۔ ناخن گہری گلابی رنگ کی نیل پالش سے رنگے ہوئے تھے۔ سر سے پاؤں تک وہ گلابی رنگ میں رنگی ہوئی تھی اور یہ رنگ اس کی گوری رنگت پر ج بھی خوب رہا تھا۔

”السلام علیکم خالہ! عید مبارک۔“ چندا نے انہیں دیکھتے مسکراتے ہوئے کہا۔

”وعلیکم سلام ماشاء اللہ! جیتی رہے تجھے بھی عید مبارک ہو چندا! یہ خدا بخش کی بخشی ہوئی سوغات پہنی ہے نا تو نے؟“ طاہرہ بیگم نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔

”ہاں خالہ..... ہے نہ شاندار؟“

”ہاں ہاں بہت شاندار ہے بہت پیاری لگ رہی ہے تو۔“ طاہرہ نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور دل سے سراہا تو وہ بہت خوش ہو کر بولی۔

”کپڑے جو تے جیولری چوڑیاں لپ اسٹک ہر چیز میچنگ ہو رہی ہے اچھی لگتی ہے نا خالہ؟“

”ہاں بیٹی..... ٹھیک کہا جو چیز تمہارے ساتھ اچھی لگے تم پر جتنی چستی ہو وہی لو۔ جو بیچ نہ کرے اسے لینے کا کیا فائدہ؟“ طاہرہ بیگم نے ذومعنی بات کہی تو وہ فوراً بولی۔

”اور کیا خالہ..... خالہ یہ شیر خورمہ رکھ لیں یہ چچی بعد میں بیچ دینا۔“ چندا نے عدنان کے ہاتھوں سے دپٹی لیتے

ہوئے کہا تو وہ ٹرے کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

”میں نے پکا لیا تھا شیر خورمہ دیکھ بانٹنے ہی جا رہی تھی محلے میں کہ تو چلی آئی۔“

”تو خالہ رکھ لو نا میں نے کہا بھی تھا کہ میں دے جاؤں گی۔“

”نہ بی بی نہ..... ہمیں خدا بخش کی بخشش نہیں چاہیے ہماری حیثیت دپٹی جتنی نہیں ہے۔ ہماری حیثیت صرف ایک پیالی جتنی ہے تو یہ واپس لے جا۔“ طاہرہ بیگم نے سنجیدہ لہجہ میں کہا تو وہ شرمندگی سے بولی۔

”امی لبا کو برا لگے گا خالہ آپ یہ واپس کر دیں تو۔“

”یہ سوغات واپس کرنے کا برا لگے گا ان کو اور وہ جو رشتے کی بنی بات سے واپس ہو لے۔ اپنے قول سے پھر گئے۔ تجھے بیچ رہے ہیں ہمیں یہ بتانے سمجھانے کو کہ تمہیں بہت بہتر رشتہ مل گیا ہے لہذا تم اپنا چاند اپنے پاس رکھو..... ان کو برا نہیں لگ رہا اپنی بیٹی کو یوں اپنی پہلے سے طے شدہ سسرال میں یہ سب باتیں کرنے کو بھیجتے ہوئے..... تو چل آ میرے ساتھ میں بات کرتی ہوں تیری اماں باوا سے۔“ طاہرہ بیگم کو تو ایک دم سے غصہ آ گیا۔ بولتے بولتے ایک دم سے اس کا بازو پکڑا اور گھر سے باہر نکل گئیں۔ عدنان دپٹی اٹھائے پیچھے دوڑا تھا۔ تین گھر چھوڑ کر چندا کا گھر تھا۔ وہ ایک منٹ میں اس کے گھر میں موجود تھیں۔ صفیہ اور لقمان انہیں یوں اچانک اپنے گھر میں دیکھ کر بوکھلا گئے۔

”بھائی لقمان! صفیہ بہن! اپنے اندر اتنی جرأت نہیں ہے کہ رشتہ ختم کرنے کی بات کہہ سکو، ہم سے جو بیٹی کو آگے کر رکھا ہے..... شرم و حیا کا سبق سب بھول گئے تم دونوں؟ بیٹی کو کہیں اور بیٹانے چلے ہو اور پہلا رشتہ ختم کرنے کی بات کرتے ہوئے تمہیں لاج آئی ہے۔ برسوں پرانا تعلق ہے ہمارا۔ پھر بھی تم دونوں منہ چھپا کے گھر میں گھسے بیٹھے ہو اور چندا کو بیچ رہے ہو کہ وہ ہمارے کانوں تک خدا بخش کی مہربانیاں اس کی دولت کی کہانیاں پہنچا دے۔“

”ایسی بات نہیں ہے بھابی۔“ لقمان بوکھلا کر بولا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

”تو کیسی بات ہے؟“ طاہرہ بیگم غصے سے بولیں۔  
 ”ہم بتانے ہی والے تھے کہ ہمیں چندا کے لیے اچھا برل گیا ہے۔“ صفیہ نے دبی دبی آواز میں کہا۔  
 ”سارا کچھ طے کر کے کیا بتانے والے تھے؟“ طاہرہ بیگم غصے سے بولیں۔ چندا شرمندہ سی اندر چلی گئی۔ عدنان باہر نکل گیا تھا۔  
 ”بھابی..... بیٹی کے واسطے اچھا برڈھونڈنا ماں باپ کا فرض ہے اس واسطے تو.....“  
 ”اس واسطے تم نے چندا کو چھوڑ کر خدا بخش سے اس کی شادی طے کر دی۔ کل خدا بخش سے زیادہ مال دار آدمی مل جائے گا تو تم چندا کو خدا بخش سے طلاق دلوا کر اس سے شادی کروادو گے اس کی۔“ طاہرہ بیگم غصے سے بولیں تو صفیہ نے تیز لہجے میں کہا۔  
 ”ہماری بیٹی ہے چندا..... ہمیں اس کے لیے جو اچھا لگے گا ہم وہی کریں گے۔“  
 ”ہاں یہ تو مجھے پتا ہے پہلے تمہیں چندا کے لیے میرا چندا اچھا لگ گیا تھا۔ اب خدا بخش اچھا لگنے لگا ہے۔ اللہ نصیب نیک کرے چندا کے میری دلی دعا ہے اس کے لیے۔“ طاہرہ بیگم نے تیزی سے جواب دیا وہ دونوں شرمندگی سے نظریں چرا رہے تھے۔  
 ”بھابی..... ہمیں معاف کر دینا ہم نے آپ کا دل دکھایا۔“ لقمان نے مردوتا کہا تو وہ مسکرا کر بولیں۔  
 ”عید کا دن ہے اس لیے سب معاف کیا میری ایک بات یاد رکھنا دونوں کہ بیٹی کو رشتے جوڑے رکھنے رشتے بنائے رکھنے کا سبق دینا چاہیے نہ کہ رشتے توڑنے اور خوب سے خوب تر کی تلاش میں نکلنے کا راستہ دکھانا چاہیے سمجھے۔“  
 ”جی۔“ لقمان کے لہجے میں شرمندگی تھی۔ طاہرہ بیگم وہاں سے اپنے گھر چلی آئیں تو چاندنی سویاں دینے آ گئی۔  
 ”سلام خالہ!“ چاندنی لان کے گلانی پر بند شلوار قمیص دوپٹے میں سادہ مگر بہت دلکش اور حسین لگ رہی تھی۔  
 ”علیکم سلام! چاندنی کیسی ہے تو؟“

”میں اچھی ہوں خالہ یہ سویاں لائی ہوں آپ کے لیے عید مبارک۔“ چاندنی نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے پلیٹ ان کی جانب بڑھا دی۔  
 ”خیر مبارک۔“ طاہرہ بیگم نے پلیٹ اس کے ہاتھ سے لے کر میز پر رکھی اور اسے محبت سے گلے لگا لیا اور دعائیں دینے لگیں۔  
 ”خوش رہ جیتی رہ اللہ نصیب اچھے کرے تیرا۔“  
 ”ایک غریب بیوہ عورت کی بیٹی کے نصیب بھی کبھی اچھے ہوئے ہیں خالہ؟“ چاندنی نے افسردگی سے کہا۔  
 ”لو کیوں نہیں ہوئے ہوں گے تیرے نصیب بہت نیک ہوں گے ان شاء اللہ۔“ طاہرہ بیگم نے اسے یقین دلاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔  
 ”باپ کو دہشت گردی نکل گئی اور ماں کو اس کی جدائی اور میری شادی کی فکر نے آدھا کر دیا ہے نصیب اچھے ہوں تو یہ سب تھوڑی ہوتا ہے خالہ۔“ چاندنی کے خوب صورت سے چہرے پر گہری اداسی چھائی ہوئی تھی۔ طاہرہ بیگم ہل بھر کو چونکی پھر اس کے سر پر دست شفقت رکھ کر بولیں۔  
 ”اچھا بس یوں دھی اور مایوس نہیں ہوا کرتے نہ ہی اللہ سے شکوہ لگد اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں۔ آج تو عید ہے ماں عید کے دن تو خوش ہونا چاہیے نا تجھے۔“  
 ”خالہ..... خوشی بھی نصیب سے ملتی ہے پھر چاہے عید کی ہو یا بیاہ شادی کی خوش حالی کی ہو۔“ چاندنی کا لہجہ بدستور اداس تھا۔  
 ”اچھا بیٹھ میں تیرے واسطے شیر خورمہ لاتی ہوں کھا کے جا۔“  
 ”نہیں خالہ مجھے ابھی اور گھروں میں بھی سویاں باٹنی ہیں۔“  
 ”اچھا تو یہ پیالہ لے جا یہ تمہارا حصہ ہے میں بھی آنے ہی والی تھی اور اپنی ماں سے کہو میں آؤں گی شام میں تمہارے گھر۔“ طاہرہ بیگم نے ٹرے میں سے شیر خورمہ کا پیالہ اٹھا کر پلیٹ سے ڈھانپ کے اسے دیتے ہوئے کہا۔

ہوئے کہا۔  
 ”ٹھیک ہے خالہ کہہ دوں گی۔“ وہ پیالہ لے کر واپس پلٹی تو چاندنی دروازے سے گھر میں داخل ہو رہا تھا۔ سفید براق کرتے شلوار اور پشاوری چپل میں وہ بہت بھیلے اور خوب رو دکھائی دے رہا تھا۔  
 ”السلام علیکم!“ چاندنی نے اسے دیکھتے ہی اخلاقاً سلام کیا۔  
 ”علیکم سلام! تم یہاں؟“  
 ”جی وہ میں خالہ کے لیے سویاں لائی تھی۔“ وہ نروس سی ہو کر بولی۔  
 ”صرف خالہ کے لیے؟“ چاندنی نے اس کے چہرے پر پھیلی اداسی اور گھبراہٹ کو دلچسپی سے دیکھتے ہوئے شوخ لہجے میں کہا۔  
 ”آپ بھی کھا لہجے گا۔“ یہ کہہ کر چاندنی سائیڈ سے ہو کر دروازے سے باہر نکل گئی۔ وہ حیران رہ گیا کہ یہ وہی چاندنی ہے جو کبھی ہنستی بولتی تھی اور آج اتنی افسردہ دکھائی دے رہی تھی۔  
 ”لو عید مبارک تو کہا ہی نہیں اور چلی گئی۔“ چاندنی بولا۔  
 ”اس نے نہیں کہا تو کہہ دے عید مبارک۔ ماں کو عید مبارک کہنا منع ہے کیا؟“ طاہرہ بیگم نے اسے دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔  
 ”ارے نہیں ماں! بہت بہت عید مبارک ہو میری عید تو آپ کے دم سے ہی ہے نا۔“ چاندنی نے آگے بڑھ کر ان سے گلے ملنے ہوئے کہا۔  
 ”تجھے بھی عید مبارک ہو میرے چاند! اللہ تجھے خوشیوں سے نہال مالا مال کرے۔“ طاہرہ بیگم نے اس کا ہاتھ چوم کر عادی۔  
 ”آمین۔“ وہ خوش ہو کر بولا۔  
 ”تیرے ابا کہاں رہ گئے؟“ وہ دروازے کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔  
 ”مسجد میں ان کو سب محلے دار دوست یا مل گئے تھے سب سے عید ملنے میں مگن تھے پھر مجھے کہنے لگے تو گھر جا

میں ذرا مولوی برکت اللہ سے کچھ بات کر کے آتا ہوں تھوڑی دیر تک۔“ چاندنی نے مسکراتے ہوئے بتایا تو وہ خوش ہوتے ہوئے بولیں۔  
 ”اچھا اچھا! اللہ خیر رکھے برکت رکھے۔ آ جا تو بیٹھ اور شیر خورمہ کھالے۔“  
 ”کس کے گھر کا؟“ وہ برآمدے میں پچھی چار پائی پر بیٹھتے ہوئے پوچھنے لگا۔  
 ”اپنے گھر کا۔“ وہ فریح میں سے پانی نکالتے ہوئے بولیں۔  
 ”پھر ٹھیک ہے۔“ اس نے مسکراتے ہوئے پیالی ان کے ہاتھ سے لے لی۔  
 ”چاند بیٹا..... چل تیار ہو جا چاندنی کے گھر جانا ہے۔“ طاہرہ بیگم عصر کی نماز کے بعد تیار ہوئی اس سے کہہ رہی تھیں۔  
 ”خیر تو ہے؟“ اس نے تھیرا تھیرا نظروں سے اپنے ماں باپ کو دیکھا جو جانے کے لیے تیار کھڑے تھے اور مسکرا رہے تھے۔  
 ”خیریت ہے بیٹا عید کا دن ہے عید ملنے جا رہے ہیں اور صبح چاندنی آئی تھی نا تو عیدی دینا یاد ہی نہیں رہا مجھے اسے عیدی بھی تو دینی ہے نا۔“ طاہرہ بیگم مسکراتے ہوئے بولیں۔  
 ”تو ابا کیوں ساتھ جا رہے ہیں؟“  
 ”تیری بارات لے کر جا رہے ہیں پتر اوئے تو کیا ابا کے بغیر بارات لے جائے گا اپنی۔“ ارشد رفیق بولے۔  
 ”ابا..... ماں.....! چاندنی سے میرا بیاہ کر رہے ہو کیا؟“ چاندنی نے حیرانگی سے دونوں کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔  
 ”ہاں تو چاندنی کا بیاہ چاندنی سے ہی کرائیں گے نا کیوں چاند کے ابا۔“  
 ”ہاں بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے تیری ماں چل اب تیاری پکڑ لے سب تیاری کر لی ہے ہم نے ادھر ہاں ہوتے ہی نکاح پڑھا دینا ہے تیرا اور چاندنی کا۔“ ارشد

WWW.PAKSOCIETY.COM



## عید کی زندگی نظریہ طرہ

اب وہ منظر نہ وہ چہرے نظر آتے ہیں  
مجھ کو معلوم نہ تھا خواب بھی مر جاتے ہیں  
جانے کس حال میں ہیں کہ ہمیں دیکھ کے سب  
ایک پل کے لیے رکتے ہیں گزر جاتے ہیں

”یہ دیکھیں! اس پر فیوم کی خوشبو کیسی ہے؟ میں یہ لے لوں؟“ عورت نے شیلٹ سے پر فیوم اٹھا کر اپنے شوہر کی طرف بڑھایا۔  
”تمہیں اچھی لگ رہی ہے تو تم لے لو۔“ آدمی نے پر فیوم پکڑ کر ناک کے قریب کیا، گہرا سانس کھینچا، ایک لمحے کو زک کر پر فیوم کی خوشبو کو محسوس کیا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔  
”مجھے تو اچھی لگ رہی ہے مگر آپ کو اچھی نہ لگی تو کیا فائدہ۔ میرا ہار سنگھار آپ کے لیے ہی تو ہوتا ہے۔“ عورت نے قدرے آہستہ آواز میں کہا تو اس کا شوہر خوش دلی سے مسکرا دیا۔  
”یہ تو ہے، تم ہر چیز میں میری پسند کا خیال رکھتی ہو۔“ اس نے اپنی بیوی کی تائید کی۔  
فریحہ جوان کے بالکل ساتھ والی رو سے اپنے لیے پر فیوم دیکھ رہی تھی۔ ان کی ساری باتیں سن چکی تھی۔ فریحہ نے اس عورت کو بہت رشک بھری نظروں سے دیکھا

رفیق بولے۔  
”ہر ابا.....! اتنی جلدی؟“ وہ ہونقوں کی طرح ان کی شکل دیکھ رہا تھا۔  
”جلدی جلدی کا تو ڈھول پیٹ رہا تھا چاند رات کو اب ہو رہی ہے جلدی تو بوکھلا رہا ہے۔“ طاہرہ بیگم ہنس کر بولیں۔  
”یہ موقع ہی ایسا ہوتا ہے اچھے اچھوں کی آکڑ نکل جاتی ہے۔“ ارشد رفیق نے کہا تو چاند کو ہنسی آ گئی۔  
اور پھر وہ تینوں چاندنی کے گھر پہنچ گئے۔ چاندنی کی ماں فردوس نے خوش دلی سے ان کا استقبال کیا۔ چاندنی نے انہیں ٹھنڈا شربت پیش کیا اور جب ارشد رفیق اور طاہرہ بیگم نے فردوس سے چاند کے لیے چاندنی کا رشتہ مانگا تو کچھ دیر تو وہ کچھ بول ہی نہ پائیں اور جب دل و دماغ کو یقین آ گیا کہ ان کی بیٹی کے لیے اتنا اچھا رشتہ آیا ہے تو خوشی سے رونے لگیں۔  
چاندنی الگ حیران تھی کہ یہ اچانک کیا ہوا کہ چاند کے باپ اس کا رشتہ مانگنے چلے آئے۔ وہ چاند کو پسند کرتی تھی دل ہی دل میں مگر دل کی چاہ یوں اچانک پوری ہو جائے گی یہ تو اس نے سوچا بھی نہ تھا۔ اسے آج یقین آ گیا تھا کہ اس کی رمضان المبارک میں کی گئی عبادات اور روزے قبول ہو گئے ہیں۔ جب ہی تو اسے اتنا اچھا انعام مل رہا تھا۔ وہ ناحق دل گرفتہ اور ادا اس ہو رہی تھی۔ فردوس نے چاند کا رشتہ قبول کیا اور ارشد رفیق کے ایک ٹیلی فون پر مولوی برکت اللہ اور ان کے قریبی دوست اور محلے دار مٹھانی کے نوکرے لے کر چاندنی کے غریب خانے پر پہنچ گئے تھے۔  
طاہرہ بیگم اپنے ساتھ لہن کا جوڑا لائی تھیں جو انہوں نے چاندنی کو دے دیا تھا۔ چاندنی سرخ عروسی جوڑے میں تیار ہو کر لہن بنی چاند کے دل میں اتر گئی تھی۔ قبول و ایجاب کی رسم ادا ہو گئی۔ عید کی شام دونوں گھروں میں انوشی خوشیوں کی بارات اتری تھی کہ چاندنی اور چاند کے علاوہ بھی سب کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

# ٹیسٹ مکشر اینٹ

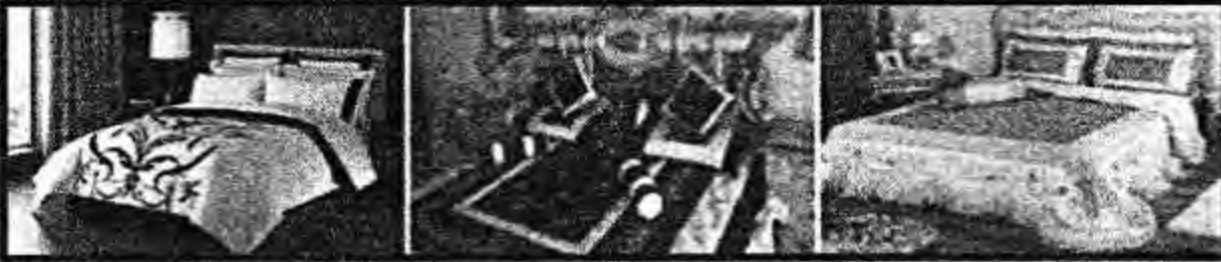
## بیٹ شیرٹ ہاٹوس

مناسب قیمت

ہمارے یہاں بیڈ شیٹ، کشن کور اور پردوں کی لامحدود رانٹی دستیاب ہے

کوالٹی کی گارنٹی

دیدہ زیب رنگوں کے امتزاج کے ساتھ



دکان نمبر 26-21 اقبال سٹاپنگ سینٹر  
پاپوش نگر، ناظم آباد نمبر 5 کراچی

فون نمبر: 021-36616735

WWW.PAKSOCIETY.COM

”رمضان کے پہلے عشرے میں آجائیں گے۔“  
حنان نے اس کے سوال کا جواب مسکرا کر دیا۔ وہ سب کچھ  
وہیں چھوڑ کر اپنے کمرے میں چلی آئی، بیک میز پر رکھا  
اور خود بیڈ کے کنارے پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئی۔

”پانچ سال پانچ سال بعد میں منان کے روبرو ہوں  
گی۔ پانچ سالوں بعد اُسے دیکھوں گی کتنا بدل گیا ہوگا وہ  
اتنے سالوں میں۔ آف! میں خوش ہوں بہت خوش۔“

منان میرا محبوب، میرے دل کا چین۔“ فریجہ سرشاری  
سے کندھے اچکا کر بیٹھے بیٹھے سر اٹھا کر چھت کو تکتے لگی۔  
اُس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ خوشی سے تاج اٹھتی۔ اس  
کے اندر خوشی کی عجیب کی کیفیت در آئی تھی۔ اسے ہر چیز  
ہنسی مسکراتی مستی میں گم نظر آ رہی تھی۔ اپنی اس کیفیت کو  
بیان نہیں کر سکتی تھی بس محسوس کر سکتی تھی اور وہ اسے پوری  
شدت سے محسوس کر رہی تھی۔

”تم اتنی خوش کیوں ہو رہی؟ تم نے اُس کے ساتھ  
جو کچھ کیا، کیا وہ اُسے بھول پایا ہوگا؟ اتنی خوش فہم نہ بنو  
تمہیں ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ وہ پانچ سال بعد تمہیں  
اپنانے کے لیے آ رہا ہے۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ تم  
سے جان چھڑا کر نئی زندگی شروع کرنے کے لیے آ رہا  
ہو۔“ فریجہ کا عکس حقیقت کا آئینہ تھا اُس کے سامنے  
آکھڑا ہوا، جس میں اپنی شکل دیکھ کر اُس کی نگاہیں  
جھک گئی تھیں اور چند لمحوں پہلے جو چہرہ خوشی سے تہمتار ہا  
تھا اب دوسوں کے سیاہ بادلوں سے اٹ گیا۔ اُس نے  
اپنے عکس سے نگاہ چرائی۔

اس طرح تو اُس نے سوچا ہی نہ تھا۔ اگر اُس نے  
منان کے ساتھ غلط کیا تھا اور اُسے تکلیف پہنچائی تھی تو وہ  
خود کون سا سکون سے رہی تھی۔ وہ خود بھی دن رات تڑپتی  
تھی۔ ضمیر کی عدالت میں روز اُس پر فرود جرم عائد ہوتا۔ وہ  
اللہ سے اپنی خطاؤں کی معافی مانگتی تھی مگر اس کو معافی نہیں  
ملتی کچھ خطائیں ایسی ہوتی ہیں جن کی معافی اللہ بھی اُس  
وقت تک نہیں دیتا جب تک وہ بندہ معاف نہ کر دے جس  
پر ظلم کیا گیا ہو۔ گویا اللہ معاف کرنے کا اختیار مظلوم کے

جس کا شوہر اُسے بڑی میٹھی نظروں سے نیک رہا تھا۔  
دونوں وہ پرفیوم اپنی ٹرائی میں ڈال کر آگے بڑھ گئے تو  
فریجہ نے گہرا سانس بھرا۔

”کتنی خوش قسمت ہے یہ عورت، جس کا شوہر اس  
سے اتنی محبت کرتا ہے۔ ایک میں ہوں، بیاہتا ہو کر بیواؤں  
کی طرح زندگی گزار رہی ہوں۔“ فریجہ وہیں کھڑے  
کھڑے خود ترسی کو شکار ہونے لگی۔

”یہ سب کچھ تمہارا اپنا کیا دھرا ہے۔ تم نے منان کے  
ساتھ جو کچھ کیا، اس کے بعد تم کیا چاہ رہی ہو کہ وہ تمہیں  
اپنے دل میں بسا لیتا۔ ایسا نہیں ہوتا، فریجہ..... تم جیسی  
لڑکیوں کے لیے ایسے محبت کرنے والے شوہر کہاں سے  
آئیں گے جنہیں اپنی عزت کا خیال تو ہوتا ہی نہیں مگر اپنے  
شوہر کی عزت کا بھی ذرا بھی پاس نہیں رکھتی۔ اس عورت  
نے اپنے شوہر کی یہ محبت حاصل کرنے کے لیے خود کو  
نجانے کہاں کہاں مارا ہوگا اور تم..... تم نے کیا کیا؟ تم نے  
خود منان کو اندر سے مردہ کر دیا اور اب خود ہی مظلوم بن رہی  
ہو۔“ فریجہ کے ضمیر نے بڑے زور سے کوڑا مارا جس کی  
تکلیف اس کا دل چیر گئی۔ اس نے پلٹ کر باقی مطلوبہ  
چیزیں جلدی جلدی ٹرائی میں ڈالیں اور کیش کاؤنٹر کی  
طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆.....

فریجہ سارا سامان لے کر گھر پہنچی تو خالہ جان اور حنان  
بڑے بڑے جوش بیٹھے تھے۔

”کیا ہوا..... آپ لوگ بہت خوش لگ رہے ہیں؟“  
وہ سامان خالہ کے تخت پر رکھ کر وہیں ننگ گئی۔

”جی بھابی! بہت بڑی خوش خبری ہے۔ منان بھائی  
پاکستان آ رہے ہیں۔ وہ رمضان اور عید ہمارے ساتھ  
آئیں گے۔“ حنان بہت خوش ہو رہا تھا۔ فریجہ کا دل  
دھڑک کر یک بارگی جیسے رُک سا گیا۔

”ک..... کب..... کب آ رہے ہیں؟“ اُس کی آواز  
لرزی۔ اُس کے سان و گمان میں بھی نہیں تھا کہ گھر پہنچتے  
ہی اُسے اتنی بڑی خوش خبری ملے گی۔

ہاتھ میں دے دیتا ہے کہ وہ معاف کر دے تو اللہ کے ہاں سے بھی معافی کا پروانہ جاری ہو جاتا ہے ورنہ ساری ریاضت، ساری محنت بے کار اور آخر میں انسان کی جھولی خالی رہ جاتی ہے۔ فریحہ نے بھی تو منان پر ظلم کیا تھا۔

فریحہ کا بس چلنا تو وہ وقت کو پلٹ دیتی اور پانچ سال پہلے کی غلطی کو سدھارتی یا پھر اسے اپنی زندگی سے کھرچ کر ڈال دیتی اور اپنا ماضی بے داغ کر لیتی۔ لیکن ایسا بھلا کب ممکن..... نہیں! اگر جو انسان کو وقت پلٹ کر اپنی غلطیاں سدھارنے کا اختیار ہوتا تو کوئی انسان پچھتاؤوں کا شکار نہ ہوتا۔ سوچوں کی اس یلغار سے گھبرا کر فریحہ نے یونہی بیٹھے بیٹھے خود کو بیڈ پر پیچھے کی طرف گرا دیا۔ انسان ماضی کو یاد تو کر سکتا ہے مگر اسے بدل نہیں سکتا۔ فریحہ کا ذہن بھی اس وقت ماضی کی طرف سفر کرنے لگا تھا۔

.....☆☆☆.....

رخشدہ صحن میں بچھے تخت پر بیٹھ کر بزمی بنا رہی تھیں۔ پاس ہی فریحہ موبائل پر گیم کھیل رہی تھی۔ دفعتاً دروازے پر زور دار دستک ہوئی۔ رخشدہ نے فریحہ کی طرف دیکھا کہ شاید اٹھ کر دروازہ کھول دے مگر وہ اُن سنی کرتے ہوئے گیم کھیلنے میں مصروف رہی تو وہ چھری ٹرے میں رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور فریحہ پر ایک قہر بھری نظر ڈال کر دروازہ کھولنے چلی گئیں۔

”اتنا بھی ناگھورنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتیں۔“ فریحہ بڑبڑا کر اپنے مشغل میں مصروف رہی۔

”السلام علیکم خالہ!“ آنے والے کی آواز سن کر فریحہ کو سب کچھ بھول گیا اور وہ موبائل سائیڈ پر رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

”منان.....“ اُس کے لبوں نے بے آواز جنبش کی۔

”کیا حال ہے فریحہ؟“ منان بیگ نیچے رکھ کر تخت پر بیٹھ گیا۔

”ٹھیک ہوں۔“ فریحہ نے اسے گہری نگاہ سے دیکھ کر جواب دیا۔

”جاؤ فریحہ! بھائی کے لیے ٹھنڈا پانی لاؤ۔“ لقاں نے کہا تو وہ چپ چاپ اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔

.....☆☆☆.....

فریحہ تھرڈ ایئر کی طالبہ تھی۔ لاہوری اور لاہوری، جو مارے باندھے پڑھ رہی تھی۔ وہ انڈین فلموں اور ڈراموں کی رسیا تھی۔ خصوصاً انڈین ڈراموں کی جو گھر یلو سازشوں سے بھرپور ہوتے ہیں۔ جن میں لڑکوں اور لڑکیوں کے فضول رومانس کو گلیمر رائز کر کے دکھایا جاتا۔ ان ڈراموں کو مسلسل دیکھنے سے تو بڑی اور سمجھ دار خواتین کا دماغ خراب ہوتا ہے کجا کہ فریحہ جیسی ٹین ایجر لڑکیاں۔ فریحہ آج کل ان ڈراموں کے زہر اثر تھی۔ منان اس کی خالہ کا بیٹا تھا جو پچھلے تین سالوں سے فریحہ کے گھر رہ رہا تھا۔ منان جب آٹھ سال کا تھا تو اُس کے ابو محمود صاحب کا انتقال ہو گیا۔ منان اور حنان دو ہی بھائی تھے۔ حنان منان سے پانچ سال چھوٹا تھا۔ حنان اور فریحہ دونوں تقریباً ہم عمر تھے۔ ایک مکان اور چند دکانیں جو منان کے لو کی ملکیت تھیں، کرائے پر دی گئی تھیں جن کی آمدنی سے محمود صاحب کے بعد ان کے گھر کا خرچہ چلنا تھا مگر ان سے حاصل ہونے والا کرایہ اتنا نہیں ہوتا تھا کہ تمام اخراجات بے فکری سے پورے ہو سکتے۔ اب تو فرخندہ کو بچوں کی تعلیم کے لیے بھی رقم پس انداز کرنا تھی۔ فرخندہ پڑھی لکھی نہیں تھیں مگر سلیقہ شعار اور ہنرمند تھیں۔ اُنھوں نے اپنی بیوگی کے دن بڑی بہادری سے کالے تھے اور اپنی ساری توجہ اپنے دونوں بیٹوں کی تعلیم و تربیت پر مرکوز کر دی تھی۔

وہ اپنی آمدنی کے مطابق گھر کا خرچ چلانے لگیں۔ اُنھیں سلائی کڑھائی بہت اچھی طرح آتی تھی، اس لیے محلے کی بچیوں کو فیس لے کر یہ ہنر سکھانے لگیں۔ فرخندہ کے ساس سر جب تک زندہ رہے، اُن کی ہمت بندھاتے رہے، اُن کا مضبوط سہارا بنے رہے۔ فرخندہ کے دونوں بیٹے اپنے حالات کی وجہ سے وقت سے پہلے ذمہ دار ہو گئے تھے۔ دونوں بھائی پڑھنے میں بہت اچھے تھے۔ منان خود پڑھنے کے ساتھ ساتھ شام کو ٹیوشن بھی پڑھاتا تھا۔ منان

نے بی بی اے اپنے شہر سے کیا تھا مگر مزید تعلیم کے لیے اُسے لاہور آنا پڑا۔

رخشدہ کا گھر لاہور میں تھا۔ سو اُنھوں نے منان کو اپنے ہاں رہنے پر مجبور کیا۔ رخشدہ کے شوہر اسماعیل بھی اپنی بیوی کے ہم خیال تھے کہ منان کو اُن کے ہاں ٹھہرنا چاہیے۔ منان شاید ایسا نہ کرتا مگر یونیورسٹی اور ہاسٹل کے اخراجات اس کی قوت برداشت سے باہر ہو گئے تھے۔ لاہور میں ابھی اس کے پاس کوئی ٹیوشن بھی نہیں تھی۔ ابھی وہ لاہور میں نیا تھا۔ یہاں سہیل ہونے میں ابھی اسے وقت لگنا تھا۔ مجبوراً اُسے خالہ خالو کی بات ماننا پڑی۔ خالہ خالو کا گھر دس مرلے کا تھا جس کا نچلا حصہ مکمل تعمیر شدہ تھا تاہم اوپر کے پورشن میں صرف دو کمرے اور ایک واش روم تھا۔ اُنھوں نے منان کو اوپر والے کمروں میں سے ایک کمرہ دیا۔ منان اپنے ساز و سامان سمیت یہاں منتقل ہو گیا۔

رخشدہ اور اسماعیل کی تین اولادیں تھیں۔ بڑی بیٹی جو شادی شدہ تھی، درمیان میں ایک بیٹا جس نے امریکہ میں اپنے تایا کے پاس رہ کر تعلیم حاصل کی تھی، وہ انجینیر تھا، اس پڑھانے لکھانے کا خرچہ تایا نے یوں وصول کیا کہ اس کی شادی اپنی بیٹی کے ساتھ کر کے اُسے ہمیشہ کے لیے اپنے پاس روک لیا۔ خالہ کا بیٹا بھی شاید ایسا ہی چاہتا تھا جو تایا کے سامنے کوئی مزاحمت نہ کی اور جب اپنے ماں باپ نے اس کو واپس آنے کا کہا تو اُلٹا اُن کو سمجھانے لگا کہ وہاں اس کا مستقبل کتنا روشن ہے۔ کبھی دو چار سال بعد یاں باپ کے پاس چکر لگا لیتا پھر سب سے چھوٹی فریحہ تھی، سب کی لاڈلی۔ اپنے بھائی سے آٹھ سال چھوٹی تھی۔ بڑے ناز و نعم میں پلی بچس کی خواہش ابھی منہ میں ہوتی کہ پوری کر دی جاتی۔ اس طرز عمل نے اسے تھوڑا مغرور اور بہت حد تک ضدی بنا دیا تھا۔ جو چیز اُسے ایک بار پسند آ جاتی پھر وہ اُسے حاصل کر کے رہتی تھی چاہے اس کے لیے اُسے کچھ بھی کرنا پڑتا۔ بعض اوقات تو وہ کسی ضد میں حد سے بڑھ کر اپنا ہی نقصان کر لیتی تھی۔

.....☆☆☆.....

آہستہ آہستہ منان یہاں سیٹ ہو گیا۔ ایک دو ٹیوشنز بھی مل گئیں وہ صبح کا ٹکڑا، رات نو دس بجے گھر آتا۔ فریش ہو کر کھانا کھاتا اور اپنے کمرے میں جا کر پڑھائی شروع کر دیتا۔ چھٹی والے روز وہ خوب جی بھر کر سوتا پھر اٹھ کر تسلی سے ناشتہ کرتا اور اپنے دوستوں کے ساتھ گھومنے پھرنے نکل جاتا۔

منان دیکھنے میں خوب صورت تھا۔ کئی لڑکیاں اس کی طرف متوجہ ہوتی تھیں مگر وہ اپنی زندگی کے جدوجہد والے دور سے گزر رہا تھا، اس لیے اُس کے پاس کسی اور طرف دیکھنے یا کچھ اور سوچنے کی فرصت تھی نہ دھیان۔ اُس کی ساری توجہ اپنی پڑھائی کی طرف تھی۔ وہ کامیابی سے اپنی پڑھائی مکمل کر کے سیٹ ہونا چاہتا تھا تا کہ اپنی ماں کی مشقت میں کمی کر سکے۔ وہ اپنی ماں کی ہر محرومی کا ازالہ کرنا چاہتا تھا۔ تین سال پہلے جب منان یہاں آیا تھا تو فریحہ میٹرک کی اسٹوڈنٹ تھی۔ اب وہ تھرڈ ایئر میں پڑھ رہی تھی۔ منان ایک سال پہلے اپنی تعلیم مکمل کر کے لاہور میں ہی نوکری شروع کر چکا تھا۔ یہ نوکری بہت اچھی تھی مگر منان باہر جانے کی کوششوں میں تھا۔ اس کے ایک یونیورسٹی کے دوست کے ماموں کی فیملی امریکن نیشنل تھی۔ اُس کے ماموں کا وہاں اچھا خاصا کاروبار تھا۔ وہ منان کو باہر بلانے میں مدد کرنے کو تیار تھے۔ پچھلے چھ مہینے سے وہ اس کام میں مصروف تھا۔ منان اسی سلسلے میں کچھ کاغذات بنوانے کے لیے نکل رہا تھا، جب خالہ نے اُسے آواز دی۔

”جی خالہ!“ وہ فائل ہاتھ میں پکڑے اُن کے پاس چلا آیا۔ فریحہ بھی اُن کے پاس بیٹھی اُسے دیکھ رہی تھی۔

”بیٹا..... فریحہ کے فائل امتحان ہونے والے ہیں، اسے اکنامکس میں تھوڑا مسئلہ ہو رہا ہے۔ میں جانتی ہوں تم بہت مصروف ہوتے ہو پھر بھی اگر تم تھوڑا سا وقت اسے دے دو تو اس نامی کا کچھ بھلا ہو جائے گا۔“ اُن کا لہجہ التجائی تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

”جی خالہ..... کوئی بات نہیں میں کل سے فریج کو پڑھا دیا کروں گا۔“ منان نرمی اور متانت سے جواب دے کر گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ پلٹتا تو دیکھتا فریج کے ہونٹوں پر کیسی پراسراری مسکراہٹ پھیلی تھی۔

.....☆☆☆.....

”ارے یار سہی! قسم سے، تمہارے مشورے نے تو میری مشکل حل کر دی۔ میرے ذہن میں تو ہرگز یہ خیال نہیں آیا۔“ فریج فون پر اپنی دوست کے ساتھ ٹوٹی

”تم نے خود بات کی؟“

”نہیں..... امی سے کہلویا۔“

”پھر.....؟“

”ظاہر ہے مان گئے۔“

”اب کیا کروگی؟“

”اب دیکھتی جاؤ، میں کیا کیا کروگی، اُن کو پوری طرح اپنے بس میں نہ کر لیا تو کہنا۔“ فریج نے پورے یقین سے کہا۔ وہ بے خبر تھی کہ اندھا اعتماد انسان کو منہ کے بل گرا دیتا ہے۔ نہ جانے یہ فریج کی عمر کا تقاضا تھا یا حد سے زیادہ انڈین ڈرامے دیکھنے یا کسی جیسی لڑکی سے دوستی کا، جو بیک وقت تین تین چار چار لڑکوں سے فلرٹ کر رہی تھی۔ کسی کی لن ترانیاں سن سن کر فریج کے اندر دھیرے دھیرے تبدیلی آنے لگی، ایسی تبدیلی جو عنقریب بہت سارے لوگوں کو لے کر ڈوبنے والی تھی۔ پچھلے چند ہینوں میں فریج کے اندر جو سب سے بڑی تبدیلی آئی وہ یہ تھی کہ وہ منان کو کسی اور نظر سے دیکھنے لگی تھی۔ منان میں اُسے اپنی زندگی کا ہیرو دیکھنے لگا تھا، جس کی انگلی تھام کر وہ پرستانوں کی سیر کو نکلنے والی تھی۔ جبکہ منان سیدھا سادھا شریف انفس انسان تھا جو فریج کو ایک سچی کی طرح ٹریٹ کرتا تھا مگر منان اس بات سے بے خبر تھا کہ وہ ”سچی“ اب ”بڑی“ ہو گئی ہے۔

.....☆☆☆.....

”منان..... یہ سوال سمجھاؤں، پلیز۔“ خالہ کے کہنے کے بعد سے منان فریج کو پڑھانے لگا تھا مگر دو چار دن

پڑھانے کے بعد اُسے کچھ عجیب و غریب سا احساس ہوا تھا۔ اُسے فریج کے انداز و اطوار میں بھی تبدیلی نظر آرہی تھی۔ فریج کے اٹھنے بیٹھنے اور بات کرنے کا انداز بھی پہلے جیسا نہیں رہا تھا۔ پڑھانے کے دوران وہ ایک نیک اُسے دیکھتی رہتی وہ متوجہ ہوتا تو مسکرا کر نظریں جھکا لیتی، کتاب پکڑنے یا پکڑانے کے بہانے اُس کے ہاتھوں کو چھو لیتی اور آج..... آج اُس نے منان کے ساتھ بھائی کا لالچہ بھی ہٹا دیا تھا۔

”فریج! میں تم سے بڑا ہوں۔ یہ تم مجھے کیسے پکار رہی ہو؟“ منان نے فوراً سرزنش کی۔

”کیسے پکار رہی ہوں؟ نام لے رہی ہوں آپ کا، بس۔“ فریج نے لگاؤٹ سے کہا۔ منان کو اُس کے

چہرے پر پھرے سمندروں کی جھلک نظر آئی۔

”تم مجھے منان بھائی ہی کہا کرو، مجھے اچھا لگتا ہے۔“

منان نے پھرے ہوئے سمندر کے آگے بند باندھنے کی کوشش کی مگر کاوٹ دیکھ کر سمندر کا پانی اپنی حدوں سے باہر نکل گیا۔

”مگر مجھے بالکل اچھا نہیں لگتا، آپ کو بھائی کہنا۔ میں

آپ سے محبت کرتی ہوں۔ بہت زیادہ..... میں آپ

سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔“ فریج کتاب سائیڈ پر رکھ کر

منان کا ہاتھ تھام گئی۔ منان نے فوراً اُس کا ہاتھ جھٹکا۔

”فریج..... تم.....!“ مارے صدمے کے وہ بس اتنا ہی کہہ سکا۔

”جی جان فریج!“ اُس نے عامیانہ پن کی

انتہا کر دی۔

”تم..... جی تو میرا چاہ رہا ہے کہ تھپڑ مار کر تمہاری

طبیعت صاف کر دوں۔“ منان نے غصے سے منھیاں اور

دانت بھینچ لیے۔

”مار لیں اس بہانے آپ کا بس تو ملے گا۔“ فریج

بالکل ہی پستی میں گر گئی۔ منان اپنے غصے پر قابو پانے میں ناکام ہو رہا تھا سو فوراً کمرے سے باہر نکل گیا کہ نہیں فریج پر اس کا ہاتھ ہی نہ اٹھ جائے۔

.....☆☆☆.....

پھر منان نے کام کا بہانہ کر دیا اور خالہ سے کہہ کر اس کے لیے ٹیوٹر کا بندو بست کر دیا۔ اب منان دیر سے گھر آنے لگا۔ وہ جلد از جلد اپنا کام مکمل کر کے یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔ فریج کو جب بھی موقع ملتا وہ اپنی خیانت دکھا دیتی۔ جان بوجھ کر اس سے ٹکرا جاتی، ارد گرد کوئی نہ ہوتا تو اس کا بازو تھام لیتی، کبھی چلتے ہوئے اپنا کندھا اس سے ٹکرا دیتی، فریج کی ان حرکتوں پر کبھی تو منان اُسے سختی سے ڈانٹ دیتا اور کبھی بے بسی سے دانت پیس کر رہ جاتا۔ منان کے گریز نے فریج کو ضد دلا دی مگر وہ یہ بات بھول گئی کہ منان کوئی چیز نہیں ہے جسے ضد کر کے وہ حاصل کر لے گی اور اپنی مرضی سے استعمال کرنا شروع کر دے گی۔ اسی دوران منان کو اسلام آباد سے ویزے کے لیے انٹرویو کال آگئی۔ منان کا انٹرویو کامیاب رہا تھا۔ وہ فریج والی بات دبا گیا تھا، وہ خالہ کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے سچی سمجھ کر اُسے انکوری کر دیا۔ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ کچھ عرصے میں وہ یہاں سے چلا جائے گا تو سب ٹھیک ہو جائے گا مگر یہ بات اُس کے گمان میں بھی نہیں تھی کہ سب ٹھیک ہونے کی بجائے سب کچھ مایامیٹ ہو جائے گا۔

سیانے کہتے ہیں کہ دشمن دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو آپ پر زیادتی کرتا ہے اور دوسرا وہ جس پر آپ نے زیادتی کی ہو۔ جن پر آپ نے زیادتی کی ہو اُن کے شر سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کیونکہ ایسا دشمن اگلے کو نقصان پہنچانے کے چکر میں اپنی جان کی پروا بھی نہیں کرتا۔ منان کا بار بار دھتکارنا فریج کو اپنے ساتھ زیادتی لگ رہا تھا۔ منان نے فریج کو انکوری کر کے اُسے اپنا دشمن بنا لیا تھا ایسا دشمن جو اُسے ایسا نقصان پہنچانے جا رہا تھا جو اُس کے سان و گمان میں بھی نہیں تھا۔

.....☆☆☆.....

”میں کیا کروں؟ میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔ میں جب اُس سے بات کرتی ہوں وہ مجھے دھتکار دیتا ہے۔ ویزے کے لیے اس کا انٹرویو کامیاب ہو گیا ہے۔ ایک

ڈیڑھ مہینے میں وہ یہاں سے چلا جائے گا اور میں منہ دیکھتی رہ جاؤں گی۔ میں اُسے ہر حال میں اپنا بنا جاتا ہوں۔“ فریج کسی کے سامنے اپنا دکھڑا رو رہی تھی۔ ”تم کوئی مشورہ تو دو سہی۔ میری تو سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔“

”تم اس کا پیچھا چھوڑ دو۔ اگر مرد کا کردار مضبوط ہو تو پھر عورت کوئی بھی چال چل لے، اُسے بہکانے میں ناکام رہتی ہے۔“ کسی نے سنجیدگی سے کہا۔

”نہیں اب تو وہ میری ضد بن گیا ہے۔“ فریج نے دائیں ہاتھ کا مکابا نئیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارا۔

”تو پھر مجھ سے مشورہ مت مانگو، تم خود ہی کچھ کر لو اور ایک بات غور سے سن لو، کچھ ضدیں ایسی ہوتی ہیں جو پوری ہو بھی جائیں تو بھی انسان کو خون کے آنسو لاتی ہیں۔“ کسی اب بھی سنجیدہ تھی۔ کسی کو اس کی انتہا پسندی سے خوف آرہا تھا۔ ٹھیک ہے وہ لڑکوں سے فلرٹ کرتی تھی مگر صرف اُن سے جو خود راضی ہوتے تھے۔ وہ یوں زبردستی کسی کے پیچھے نہیں جاتی تھی۔

.....☆☆☆.....

منان اگلے ہفتے امریکہ جا رہا تھا۔ کل سے خالہ اور حنان بھی آئے ہوئے تھے۔ منان کو یہاں کئی کام نمٹانے تھے، اس لیے وہ گھر نہیں جاسکتا تھا تو خالہ اور حنان یہاں آگئے تھے۔ سب منان کے لیے دعا گو تھے۔ ایک فریج ہی تھی جو سب سے منہ موڑے بیٹھی تھی۔ فریج ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی ہوتی تھی۔ سامنے ٹی وی پر کوئی انڈین ڈرامہ چل رہا تھا۔ فریج بے توجہی سے دیکھ رہی تھی۔ اگلے ہی سین پر فریج بیک دم سیدھی ہو کر بیٹھ گئی اور پوری توجہ سے ڈرامہ دیکھنے لگی۔ اسی سین کے اختتام پر ڈرامہ بھی ختم ہو گیا تھا۔ ”اوہ لیس!“ اُس نے جوش سے نعرہ لگایا۔ اُسے اپنے مسئلے کا حل مل گیا تھا۔

”اب میں دیکھتی ہوں منان! کہ تم مجھے کیسے نہیں اپناتے۔“ وہ دل میں سب کچھ ٹھان چکی تھی۔

رات کے بارہ بج رہے تھے۔ سب گھر والے سو چکے تھے۔ فریج اپنے گرد چادر لپیٹے کمرے میں بے چینی سے



ٹہل رہی تھی۔ اوپر کمرے میں منان لیپ ٹاپ پر مصروف تھا۔ دس دن بعد اُس کی امریکہ کی فلائٹ تھی۔ فریجہ کمرے سے باہر نکلی اور دبے پاؤں چلتے ہوئے ہر کمرے کے دروازے کے پاس جا کر یہ اطمینان کیا کہ کوئی جاگ تو نہیں رہا۔ وہ مڑ کر پچن میں چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ چائے کا کپ تھا مے سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔ کمرے کا دروازہ ادھ کھلا تھا۔ فریجہ ایک لمبے کوزے کی اور پھر بغیر ناک کیے کمرے میں داخل ہوئی۔ منان نے سر اٹھایا تو اُسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ پھر اُس نے لیپ ٹاپ پہ ناٹم دیکھ کر دوبارہ اُسے دیکھا۔

”میں آپ کے لیے یہ چائے.....“ منان کی نظروں میں کچھ ایسا تھا کہ آدھی بات فریجہ کے منہ میں ہی رہ گئی۔ ”مگر میں نے تو چائے کے لیے نہیں کہا..... پھر؟“ منان کھر درے لہجے میں جواب دے کر دوبارہ لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ فریجہ نے چائے میز پر رکھی اور خود گرسی پر بیٹھ گئی۔

”میں بہت بُری لگتی ہوں آپ کو؟“ اُس کا لہجہ بڑا دلبرانہ انداز لیے ہوئے تھا۔

”زہر سے بھی زیادہ۔“ منان کا دل چاہا کہ دے مگر وہ خاموش رہا۔

”یقین کریں، میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں۔ آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی۔“ فریجہ نے ڈھٹائی کے ریکارڈ توڑ دے، کوئی شرم لحاظ نہ رکھا تو منان جیسے پھر اٹھا۔

”تلفی ڈھیٹ لڑکی ہو تم۔ اپنی نہیں تو اپنے ماں باپ کی عزت کا لحاظ کر لو۔“ منان لیپ ٹاپ ایک سائیز پر رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ اُس کا دل چاہ رہا تھا کہ اُسے اٹھا کر نیچے گلی میں پھینک دے۔

”ہاں..... ہوں ڈھیٹ۔“ منان کے لہجے نے فریجہ کو گویا جلتے توے پر بٹھا دیا تھا۔

”چلو نکلو تم یہاں سے۔“ منان نے فریجہ کا بازو تھام کر اُسے دروازے تک لے جانا چاہا مگر وہ اپنا بازو چھڑا کر کمرے کے وسط میں جا کھڑی ہوئی۔

”نکلوان گی نہیں اب تو میں آپ کی زندگی میں شامل ہوں گی۔“ وہ پراسرار انداز میں مسکرائی۔

”تم جانی ہو یا میں سب کو جگاؤں؟“ منان اُس کے انداز پر سرتاپا سلگ گیا۔

”آپ کیا سب کو جگائیں گے۔ یہ کام میں خود کروں گی۔“ فریجہ نے ایک جھٹکے سے اپنی چادر اُتار کر بیڈ پر پھینک دی۔ اس کی قمیص کی دونوں آستینیں یوں پھٹی ہوئی تھیں جیسے کسی نے کھینچ کر پھاڑی ہوں، گریبان کے اوپری تین کھلے ہوئے تھے۔ اس کا حلیہ دیکھ کر منان کے اندر خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی چارہ کرنا فریجہ نے حلق پھاڑ کر چیخنا شروع کر دیا۔

”بچاؤ..... بچاؤ.....“ فریجہ نے اپنے بال کھول کر ہاتھوں سے ادھر ادھر بکھرائے اور دروازے کی طرف بڑھی۔ منان ابھی تک دروازے کے پاس کھڑا تھا۔ اُسے اور کچھ نہ سوچھا تو اُس نے فریجہ کو نیچے جا کر سب کو جگانے سے روکنے کے لیے کمرے کا دروازہ اندر سے لاک کر دیا اور اس سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔

”فریجہ! ہوش کرو یہ..... یہ کیا کر رہی ہو، کچھ تو اللہ کا خوف کرو۔“ فریجہ کے ارادے بھانپ کر منان پوری جان سے کانپ گیا تھا۔ فریجہ دروازہ کھولنے لگی تو منان نے اُسے بازوؤں سے پکڑ کر باز رکھنے کی کوشش کی۔ فریجہ نے آنا فانا اس کے چہرے کو نوج لیا، اُس کا گریبان پکڑ کر زور سے کھینچا تو بٹن ٹوٹ کر دور جا کرے اور قمیص نیچے تک چر گئی۔ ساتھ ساتھ وہ چیختی جا رہی تھی۔

”فریجہ..... فریجہ.....“ منان ادھر ادھر ہو کر اپنے بچاؤ کی کوشش کرتا رہا مگر فریجہ پر تو جیسے کوئی جنون طاری ہو گیا تھا۔ اُس کے چیخنے کی آواز سن کر سب گھر والے اوپر دوڑے۔ فریجہ نے منان کو زور سے دھکا دیا تو وہ ایک طرف لڑھک گیا۔ فریجہ نے دروازے کا لاک کھول دیا۔

”تم ایسے نہیں جا سکتی۔“ منان نے یک دم لپک کر باہر نکلتی فریجہ کا بازو پکڑ کر اسے کمرے میں کھینچ کر بیڈ پر دھکیل دیا۔ یہی وہ لمحہ تھا جب سب گھر والے ہانپتے ہوئے

آگے پیچھے کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ منان بے دم ہو گیا۔ اندر کی صورت حال دیکھ کر اس بات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہی تھی کہ منان فریجہ کے ساتھ زبردستی کی کوشش کر رہا تھا۔ فریجہ کی بکھری حالت اور منان کا سامنے سے چرا کر بیان اس کے خلاف مضبوط گواہ بنے کھڑے تھے۔

”خالو.....! خالو..... میں۔“ منان نے حقیقت بتانے کے لیے بت بنے خالو کو پکارا مگر وہ ان تین لفظوں سے آگے نہ بڑھ سکا۔ فریجہ کے اس عمل نے اس کا ذہن ماؤف کر دیا تھا۔ وہ مگر بھی فریجہ سے یہ توقع نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے تین الفاظ نے جیسے خالو کے اندر شرارے بھر دیے تھے۔

”کیا خالو؟ بد ذات..... میرے گھر میں رہ کر میری ہی بیٹی پر بُری نظر ڈالنے کی ہمت کیسے ہوئی تمہاری؟“ خالو نے اُسے مٹکوں اور ٹھوکروں کی زد پر رکھ لیا۔ اُن کے منہ سے مغلظات کا طوفان اُبل پڑا۔ باقی سب جیسے اپنی اپنی جگہوں پر جم سے گئے۔ منان پتہ نہ تھا۔

”خالو..... میں نے کچھ نہیں کیا۔ اللہ کی قسم، خالو میرا یقین کریں۔“ منان مسلسل مار کھانے کے ساتھ ساتھ اپنی بے گناہی کا یقین دلانے کی کوشش کرتا جا رہا تھا۔ فریجہ ابھی تک اُوندھے منہ بیڈ پر گر رہی ہوئی تھی اور رونے کی اداکاری بہت کامیابی سے کر رہی تھی۔ فریجہ کی امی روتے ہوئے آگے بڑھیں اور بیڈ کی چادر کھینچ کر اس پر ڈالی۔ خالو منان کو مار مار کر تھک گئے تو ہانپ کر گرسی پر گرے گئے۔

منان کی امی دوپٹہ ہونٹوں پر تختی سے جمائے اپنی سسکیاں روکنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھیں۔ آنکھوں سے بھل بھل آنسو بہ رہے تھے۔ حنان اندر کی صورت حال دیکھ کر شرمندگی سے زمین میں گر گیا تھا مگر اُسے پورا یقین تھا کہ اُس کا بھائی یہ سب نہیں کر سکتا۔ کوئی ایسی بات تھی جو سب سے چھپی ہوئی تھی۔ وہ بات کیا تھی یہ حنان کو سمجھ نہیں آرہی تھی۔

”منان..... میری تربیت میں کہاں کی رہ گئی تھی جو

یہ.....“ منان کی امی مارے دکھ کے بات بھی مکمل نہ کر سکیں اور زور زور سے رونے لگیں۔

”امی..... آپ تو میرا یقین کریں میں نے کچھ نہیں کیا یہ سب فریجہ نے خود.....“ وہ اتنی مار کھانے کے باوجود اٹھ کر ماں کے ہاتھ تھامے، اُنھیں سچائی بتانے کی کوشش کر رہا تھا مگر اُنھوں نے منان کے رخسار پر زور دار تھپڑ مارا۔

”بس..... آگے ایک لفظ اور نہیں۔“ تو گویا اس کو جنم دینے والی نے بھی اس کا یقین نہیں کیا۔ ماں کی بے اعتباری نے منان کو نزاع کی کیفیت سے آشنا کر دیا تھا۔ ماں نے بے اعتباری کا جو تھپڑ اس کے چہرے پر مارا، وہ اس کے لیے ناقابل برداشت ہو گیا اور وہ بھر بھری مٹی کی مانند نیچے بیٹھتا چلا گیا۔ اُس نے اپنی ماں کو جن نظروں سے دیکھا تھا، اس سے اُن کا دل کانپ گیا۔ دل مسلسل بیٹے کی بے گناہی کا راگ الاپ رہا تھا مگر دماغ کہہ رہا تھا ”سب کچھ سامنے تو ہے اور کیا ثبوت چاہیے؟ اور پھر کوئی لڑکی خود ایسا کیوں کرے گی؟ کیوں اپنی عزت خراب کرے گی۔“ اُنھوں نے بیٹے سے نظریں جدا نہیں اور ہاتھ جوڑ کر بہن بہنوں کی کے سامنے جا کھڑی ہوئیں۔

”جو نیچ حرکت میرے بیٹے نے کی ہے، اس کی معافی تو نہیں بنتی مگر پھر بھی میں آپ دونوں سے معافی مانگتی ہوں۔“ ماں کے الفاظ منان کے دل پر برجھی کی طرح یوں لگے کہ اس کی روح تھرا اٹھی مگر بظاہر وہ بت بنا بیٹھا رہا۔

”تمہارے معافی مانگنے سے میری بیٹی کی عزت واپس آجائے گی؟ کون اس کی پاک دامنی کا یقین کرے گا؟“ خالو کی آواز بہت ہی اجنبی تھی۔

”جانتی ہوں۔ فریجہ کے سر پر عزت کی چادر وہی ڈالے گا جس نے اسے نوج کر پھینکنے کی کوشش کی ہے۔ صبح مولوی صاحب کو بلائیں، کل ہی ان دونوں کا نکاح ہوگا۔“ منان کی امی فیصلہ سنا کر کمرے سے باہر چلی گئیں۔ خالو بھی تن فن کرتے چلے گئے۔ فریجہ کی امی اس کو تھام کر

WWW.PAKSOCIETY.COM

کمرے کے دروازے کی طرف بڑھیں۔ جاتے جاتے فریج نے منان کی طرف ایک بہت ہی زہریلی مسکراہٹ اچھالی مگر وہ متوجہ نہیں تھا۔ بے یار و مددگار بیٹھا رہ گیا ایسے جیسے عمر بھر کی کمائی لٹ گئی ہو۔ مگر وہ اکیلا نہیں تھا۔ اس کا ماں جایا تھا جسے اس کی بے گناہی کا یقین تھا۔ سب کے کمرے سے جانے کے بعد حنان اس کے پاس آیا اور آکر اسے گلے سے لگالیا۔

”بھائی میں جانتا ہوں یہ سب آپ نے نہیں کیا۔ آپ ایسا کر ہی نہیں سکتے۔“ حنان کے یقین نے منان کی بے حس ہوتی حسیات کو جیسے جگا سا دیا اور وہ اس کے گلے سے لگ کر دھاڑیں مار مار کر رو دیا۔ حنان اس کو سنبھالتے سنبھالتے خود بھی رو دیا۔

پھر اگلی صبح منان اور فریجہ کا نکاح ہو گیا۔ فریجہ اپنی پلاننگ اور کامیابی پر پھولے نہیں سمار رہی تھی اور منان وہ تو جیسے ہر احساس سے عاری بس یہی سوچتا رہ گیا کہ اس کے ساتھ یہ کیا ہو گیا۔ اس نے تو کبھی کسی کا بُرا نہیں چاہا تھا۔ بعض اوقات انسان کو تکلیف بھی وہاں سے ملتی ہے جہاں سے اسے کاشا تک چھیننے کی توقع نہیں ہوتی۔ غیروں کی تو کوئی پروا نہیں ہوتی، انہوں کے رویے مار دیتے ہیں، غلط فہمیاں آپس کے تعلقات میں ایسی گرہیں باندھ دیتی ہیں جو کھولے نہیں کھلتیں۔ منان کے دل میں بھی اس کے اپنوں کے رویوں نے ایسی گرہیں باندھ دی تھیں جنہیں آسانی سے کھولنا ممکن نہیں تھا۔ منان کی بکھری بکھری حالت دیکھ کر اس کی امی کا دل غوطے کھاتا تھا مگر وہ مضبوطی سے کھڑی رہیں کہ اس وقت وہ اپنے بیٹے کو کوئی رعایت نہیں دے سکتی تھیں۔

.....☆☆☆.....

زندگی پانی کی اس لہر کی مانند ہے جسے ہر حال میں آگے کی طرف سفر کرنا ہوتا ہے یہ چاہ کر بھی پیچھے کی جانب نہیں مڑ سکتی۔ چاہے پیچھے کسی کی متاع حیات ہی کم ہوگئی ہو۔ کل منان کی روائی تھی۔ وہ چھت پر گرسی ڈالے بیٹھا تھا۔ آنکھیں بند کیے وہ اپنے پاؤں کو زور زور سے ہلا

رہا تھا، جیسے اس کی ساری بے چینی سارا اضطراب اس کے پاؤں میں جمع ہو کر اسے مسلسل حرکت کرنے پر مجبور کر رہا ہو۔

”سیدھی طرح کہا تھا نا مجھے اپنا لیں، اب بھی تو وہی کیا نا..... اور دوسروں کی نظروں میں جو بُرا بنے وہ الگ۔“ فریجہ موقع پا کر اس کے پاس آئی تھی۔ منان نے گہری سانس لی۔ وہ پچھلے آٹھ دنوں میں خود کو کافی حد تک سنبھال چکا تھا۔

”پہلی بات تو یہ کہ میرا دل مطمئن ہے۔ میں انسانوں کی نظروں میں بے شک بُرا بن گیا ہوں مگر اللہ کی نظر میں نہیں اور..... تم..... تم نے اپنے بارے میں سوچا ہے کہ ایسا کر کے تم انسانوں کی نظروں میں بے شک بے گناہ ثابت ہوگئی ہو مگر اللہ کی نظروں میں تمہاری کیا اوقات رہ گئی؟ یہ سوچا ہے تم نے کبھی کہ اللہ کو کیا جواب دوگی؟ صرف پاک باز عورت پر تہمت لگانا ہی گناہ نہیں ہے بلکہ پاک باز مرد پر تہمت لگانا بھی اتنا ہی بڑا گناہ ہے اور تم یہ گناہ اپنے سر لے چکی ہو۔“ منان نے رُک کر فریجہ کی طرف دیکھا جو طنز یہ انداز میں بھنوں میں اچکائے کھڑی تھی۔

”اور دوسری بات، میں نے تمہیں اپنا لیا ہے، یہ تم سے کس نے کہا؟ مجبوری میں کسی کو قبول کرنے اور دل کی خوشی سے کسی کو اپنا بنانے میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے؟ تم میرے دل کا کھٹکا ہوا کاشا بن گئی ہو جو میرے لیے ہمیشہ تکلیف کا باعث بنا رہے گا۔“ منان کے لہجے نے ایک لمحے کے لیے فریجہ کو چپ سا کر دیا مگر پھر وہ اپنی جون میں لوٹ آئی۔

”جو بھی ہے۔ جو چیز فریجہ کو پسند آجائے، وہ اُسے ہر قیمت پر حاصل کر کے رہتی ہے یہ تو آپ جان ہی گئے ہوں گے۔“ فریجہ کے لہجے میں تفاخر بول رہا تھا۔

”ایک بات یاد رکھنا کہ کسی کی لگائی ہوئی تہمت سچے شخص کی عزت کم نہیں کر سکتی کیونکہ اللہ ہمیشہ سچ کا ساتھ دیتا ہے اور جھوٹ کو ذلیل کرتا ہے۔ اللہ کا ترازو پورا پورا

توالتا ہے نہ کم نہ زیادہ جب وہ سچائی آشکار کرے گا تو تمہیں منہ چھپانے کی جگہ نہیں ملے گی۔ میں ایک جیتا جاگتا انسان ہوں، کوئی بے جان چیز نہیں۔ تمہیں بہت شوق تھا مجھے اپنی زندگی میں شامل کرنے کا وہ تم نے کر لیا مگر اب بیٹھی رہنا میرے نام کی مالا اپنے گلے میں ڈال کر میں کبھی لوٹ کر نہیں آؤں گا۔ کبھی نہیں۔“ منان انگلی اٹھائے اُسے تنبیہ کر رہا تھا۔ اس کے لہجے میں چٹانوں کی سی سختی تھی۔ وہ مزا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا کمرے میں گیا اور دھاڑ سے دروازہ بند کر لیا۔ فریجہ عجیب سے احساسات میں گہری بند دروازے کو دیکھتی رہ گئی۔

.....☆☆☆.....

منان امریکہ چلا گیا۔ سب کچھ دوبارہ اپنے معمول پر آ گیا۔ حنان اور اس کی امی واپس اپنے گھر چلے گئے اور فریجہ اپنے فائل کی تیاری میں مگن ہوگئی۔ تو کوئی اپنی زندگی میں مصروف ہو گیا، سوائے منان کے جو باہر جا کر بھی بہت بے چین تھا جو جب جب اپنی ماں کی بے اعتباری یاد کرتا اس کا کلیجہ لہو لہو ہو جاتا۔ رات ہوتے ہی اس کا درد جوان ہو جاتا تھا اتنا جوان کہ اس کی ہمت اور حوصلہ بوڑھا ہو کر لرزنے لگتے تھے۔ ایسے میں دھند بھری راتیں اس کے غموں کو اپنے اندر لپیٹ لیتیں اور تنہائی کا عذاب دھیرے دھیرے اسے اپنی آغوش میں لے کر نیند کی وادی میں دھکیل دیتا۔ پھر منان نے اپنے آپ کو کام میں اس طرح مصروف کر لیا کہ اس کے پاس کچھ سوچنے کا وقت ہی نہ بچتا تھا۔ وہ یہاں ایڈجسٹ ہونے لگا تھا۔ اس کا ذہن تیزی سے بہتری کی طرف مائل ہو گیا تھا مگر وہ اپنی ماں سے ناراض تھا۔ سخت ناراض اتنا کہ یہاں آ کر اس نے انہیں اپنا کوئی پتہ دیا تھا نہ ٹیلی فون نمبر اور نہ ہی خود فون کرتا تھا۔ وہ سب سے جیسے لاتعلقی ہو گیا تھا۔ ہاں مگر وہ ہر مہینے ایک معقول رقم اپنی ماں کے اکاؤنٹ میں منتقل کر دیتا تھا اور ہر مہینے اپنا پنک بیلنس چیک کرنے کے بعد اس میں موجود اضافہ انہیں یہ اطلاع دیتی تھی کہ ان کا بیٹا خیریت سے ہے۔ وہ بیٹے کی جدائی اور ناراضگی پر آٹھ آٹھ

آنسو روٹیں۔ پورا ایک سال ہو گیا تھا منان کو ان سے لاتعلقی ہوئے۔

”اب کیوں رو رہی ہیں؟ آپ کو بھائی پر اعتبار کرنا چاہیے تھا۔ آپ کی بے اعتباری نے بھائی کو بالکل توڑ دیا ہے۔ اب اگر وہ ناراض ہیں تو ٹھیک ہے نا وہ حق پر ہیں۔ کیا فائدہ ایسے رشتوں کے درمیان رہنے کا جہاں ایک دوسرے پر اعتبار ہی نہ ہو۔“ حنان نے بینک سے واپس آ کر ماں کو روتے دیکھا تو ان کے پاس بیٹھ کر نرمی سے کہا۔

”کیا کرتی ہیں اُس وقت ہر چیز اس کے خلاف گواہ بن کر کھڑی تھی۔ میں کیسے اُسے بے گناہ ثابت کرتی۔“ انہوں نے دل گرگی سے اپنے آنسو صاف کیے۔

”آپ کا دل سب سے بڑا گواہ تھا اُن کے حق میں مگر آپ نے اس کی آواز کو دبا کر ظاہر پر یقین کر لیا کیوں؟“ حنان خود بھی زور درخ ہو رہا تھا۔ بھائی کی خود ساختہ جلا وطنی اس کا دل جلاتی تھی کہ یہ سب نہ ہوتا تو فون، اسکا پ اور فیس بک کے ذریعے ان سے رابطہ رہتا اور سال دو سال بعد وہ پاکستان کا چکر بھی لگا لیتا۔

”اس لیے کہ کوئی لڑکی مر کر بھی اپنی عزت کو یوں سر عام رسوا نہیں کر سکتی بس یہی ایک بات ہے جو مجھے اپنے بیٹے کی بے گناہی پر یقین کرنے سے روکتی ہے۔“ وہ خود ایک شریف انفس خاتون اور عزت دار گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں، جنہوں نے بیوگی کے بعد اپنی عزت و عصمت کی حفاظت کے ساتھ زندگی گزار لی تھی۔ وہ یہ بات نہیں جانتی تھیں کہ جب کوئی عورت اپنے نفس کی غلام بن جائے تو پھر وہ اپنی سب سے قیمتی متاع کو بھی داؤ پر لگا دیتی ہے۔

.....☆☆☆.....

”دو سال..... آج پورے دو سال ہو گئے ہیں منان کو گئے ہوئے۔“ فریجہ نے کیلنڈر پر نظریں دوڑائیں۔ پچھلے چھ ماہ سے فریجہ کا ضمیر اس کو بھنھوڑنے لگا تھا۔ دیر سے سہی مگر اس کا ضمیر یوں جاگا تھا کہ اس نے اس کا سونا حرام

## قرآنی آیات کی عام تفاسیر جنہیں

مشتاق احمد قریشی

نے مستند تفاسیر اور حوالوں سے آراستہ کیا ہے

### کتاب کا نام

تفسیر آیات ربنا اتنا	تفسیر سورة اخلاص
تفسیر سورة النصر	تفسیر معاذ اللہ
تفسیر سورة الہب	تفسیر سورة العصر
تفسیر آیات اللہ ذوالجلال	تفسیر سورة الکفرون
تفسیر سورة الشمس	تفسیر سورة الفاتحہ
تفسیر سورة القریش	تفسیر سورة کلمہ طیبہ
لقد خلقنا الانسان	تفسیر سورة معوذتین
تفسیر سورة القدر	تفسیر سورة الکوثر
آسمانی صحیفے اور قرآن	تفسیر آیات السلام علیکم
تفسیر سورة الماعون	تفسیر آیات یا ایہا الذین امنو
امام اعظم حیات و فقہی کارنامے	

ملنے کا پتہ: افق گروپ آف پبلی کیشنز، 7 فرید جیمبر عبداللہ

ہارون روڈ کراچی

اسلامی کتب خانہ، فضل الہی مارکیٹ چوک اردو بازار لاہور

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا مگر وہ بتا نہیں سکتی تھی۔ بتا دیتی تو سب کی نظروں میں گر جاتی۔ وہ ہر روز اس کی واپسی کی دعا مانگتی۔  
”ایک بار واپس آجائے میں سب کو سچ بتا کر آپ سے معافی مانگ لوں گی۔“ اُسے کسی پل چین نہیں تھا۔  
منان کے جانے کے بعد زندگی اُس کے لیے اُس سیاہ اور تاریک رات کی طرح ہو گئی تھی جس میں نہ تو نیند آتی ہے اور نہ ہی وہ رات ختم ہونے کا نام لیتی ہے۔  
.....☆☆☆.....

ایک روز فریحہ کے امی تو اپنے کسی رشتہ دار کی شادی سے واپس آرہے تھے کہ روڈ ایکسیڈنٹ میں دونوں کا انتقال ہو گیا۔ فریحہ کے لیے یہ صدمہ برداشت کرنا آسان نہیں تھا۔ بھائی نہ ہونے کے برابر تھا۔ بہن اپنی زندگی کے جسمیوں میں مصروف تھی۔ وہ اپنے گھر میں اکیلی نہیں رہ سکتی تھی۔ ایسے میں خالہ اور حنان اس کا سہارا بن گئے۔  
اس کے گھر کا سارا سامان اوپر والے دو کمروں میں منتقل کر کے تالا ڈالا اور گھر اپنے ایک جاننے والے خاندان کو کرائے پر دے کر خالہ فریحہ کو اپنے ساتھ گھر لے آئیں۔  
ان کا اچھا سلوک اور رویہ فریحہ کا احساسِ جرم مزید بڑھانے لگا۔ اُسے لگتا ماں باپ جیسی نعمت اس کے اس گناہ کی یاد میں اس سے چھین لی گئی ہو۔

”بس کرو بیٹا! اللہ کی رضا میں راضی ہو جانا ہی بہتر ہوتا ہے۔ یوں رو رو کر خود کو ہلکان نہ کیا کرو۔“ شام کے سائے ڈھل رہے تھے اور فریحہ اپنے ماں باپ کو یاد کر کے رو رہی تھی ان کو رونے کا تو شاید بہانہ تھا۔ اصل رونا تو اسے اپنے دل کی بے چینی اور ضمیر کی مار کا تھا جنہیں سہتے سہتے وہ بے حال ہو جاتی تھی۔ اس کے دل میں آگ سی لگی رہتی تھی، آنکھوں سے پانی برستا رہتا مگر پھر بھی دل کی آگ نہیں بجھتی تھی۔

”جاؤ..... اٹھ کر منہ ہاتھ دھو لو، شاپاش، اس وقت رونا نحوست ہوتا ہے۔“ خالہ نے اُسے اٹھانے کو ہاتھ بڑھایا تو اس نے ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنے پاس بٹھالیا۔

”خالہ..... میں تو خود واقعی منحوس ہوں۔ منحوس وہی

کر دیا تھا۔ وہ اپنے ضمیر کی لعن طعن سے پچھا چھڑانے کی کوششوں کے باوجود اس سے متاثر ہونے لگی تھی۔ بعض اوقات تو وہ اس کی پکار سے گھبرا کر اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیتی مگر کانوں پر ہاتھ رکھ لینے سے بھی بھلا ضمیر سچی چپ ہوا ہے۔ وہ تو اندر نہیں بہت اندر سے بولتا ہے اور انسان کو اپنی سننے پر مجبور کر دیتا ہے۔  
فریحہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی اپنے چہرے پر کریم کا مساج کر رہی تھی جب یک دم اس کا عکس اس سے بات کرنے لگا۔

”تم جتنی بھی کریمیں مل لو مگر تمہارے چہرے کی بد صورتی میں کوئی کمی نہیں آئے گی، اس لیے کہ تمہارا اندر بہت بد صورت ہے اور جن کے اندر بد صورت ہوتے ہیں، دنیا و آخرت کی سیاہی ان کے چہروں کا مقدر بن جاتی ہے۔“ فریحہ دم بخود رہ گئی۔

پھر رفتہ رفتہ اس کے اندر اپنے کیے پر پچھتاؤں کا دھواں بھرنے لگا وہ روتی اللہ سے معافی مانگتی مگر اسے سکون نہ ملتا۔ کیسے سکون ملتا؟ اس نے کسی کے دل میں دنیا بھر کی بے چینی بھردی تھی تو پھر خود کو سکون کہاں سے ملتا۔ وہ بدلنے لگی، ہنسنے کھلکھلانے والی، ضدی فریحہ سنجیدہ ہونے لگی کبھی نماز کے قریب نہ جانے والی پانچ وقت کی نماز پڑھنے لگی۔ گھومنا پھرنا، دوستوں سے ملنے جانا، شاپنگ کرنا، ٹی وی دیکھنا اس کے سارے شوق چھوٹ گئے۔ وہ گھبرائی بولائی پھرتی، بیٹھے بیٹھے رونے لگتی۔ وہ ہنستی تو یوں لگتا جیسے اس کا انگ بین کر رہا ہو۔ لوگ اس کی حالت دیکھ کر حیران ہوتے۔ گھر والے اس کی اس حالت کا ذمہ دار منان کو قرار دیتے تھے۔ فریحہ کی امی منان کو منہ بھر بھر کر کوسنے دیتیں۔

”مت کوسنے دیا کریں منان کو۔“ ماں کے کوسنے سن کر اس کا دل ڈوب جاتا تو وہ انہیں ٹوک دیتی۔

”اصل کوسنوں کی حق دار تو میں ہوں۔“ وہ دل ہی دل میں کہتی۔

”کیوں نہ دوں؟“ اس کیوں کا جواب فریحہ کے پاس

ہوتا ہے نا جو دوسروں کی خوشیاں اُجاڑ دیتا ہے۔“ وہ خود ترسی سے بے ربط سے انداز میں گویا ہوئی۔

”کیسی باتیں کر رہی ہو؟ بس چپ کر جاؤ۔“ خالہ نے اس کو تسلی دینے کے لیے اپنے ساتھ لگا لیا۔

”کیسے چپ کر جاؤں خالہ؟ میرے ایک عمل نے آپ سب کی زندگیوں میں نحوست پھیلا دی ہے۔“ وہ جب سے یہاں آئی تھی، خالہ کو منان کی یاد میں اکثر آنسو بہاتے دیکھ چکی تھی۔ بیٹے کے لیے ان کی افسردگی اُسے سراسر اپنا تصور لگتا۔ خالہ نے ناگہی سے اس کی بات سنی اور اس کا ہاتھ تھکنے لگیں۔

”خالہ..... آج میں آپ کو ایک بات بتانا چاہتی ہوں ایسی بات جس کا بوجھ اٹھاتے اٹھاتے میں تھک گئی ہوں۔“ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

”حوصلہ کرو فریجہ کیا ہو گیا اور ایسی کون سی بات ہے جو تم یوں ہلکان ہو رہی ہو؟“ انھوں نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام کر اس کے آنسو صاف کیے تو اس نے ان کے ہاتھ ہٹا دیے۔ خالہ کی بے لوث محبت اُس کے قلب میں کنکریوں کی طرح پیوست ہو جاتی تھی جن کی چھین اُس سے برداشت نہیں ہوتی تھی کہ جو کچھ اُس نے اُن کے بیٹے کے ساتھ کیا تھا، وہ تو اُن کی نفرت کے لائق بھی نہیں تھی کجا کہ اُن کی اتنی محبتیں سمیٹتی۔ ابھی بھی یہ چھین اتنی بڑی کہ وہ اپنی زبان کو حرکت دینے پر مجبور ہو گئی۔

”مجھ سے اتنی محبت نہ کریں خالہ..... تھوکیں مجھ پر، مجھے ذلیل و رسوا کریں کہ آج سے تین سال پہلے میں نے آپ کے بیٹے پر جھوٹا الزام لگایا تھا۔“ وہ روتے روتے چیخ اٹھی۔ دھڑ دھڑ..... خالہ پر گویا ساتوں آسمان گر پڑے۔ وہ بالکل ساکت ہو گئیں۔ اُن کی نظروں کے سامنے ان کا مار کھانا بتا رہا تھا جو چیخ چیخ کر اپنی بے گناہی بتا رہا تھا مگر کسی نے اس کی بات کا یقین نہیں کیا تھا۔ فریجہ کا یہ انکشاف ان کو بے جان کر گیا تھا۔

”میرا بچہ!“ وہ اتنا کہہ کر ایک طرف کوچھول گئیں تو فریجہ کے اپنے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اس نے حنان کو

آوازیں دیں۔ اُس نے آکر ان کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے، ان کو ہوش آیا تو وہ ان کو سہارا دے کر کمرے میں لے آیا۔ فریجہ بھی پیچھے ہی آئی۔

”کیا ہوا امی؟“ حنان بہت پریشان ہو گیا تھا۔

”کچھ نہیں، بس تم دونوں جاؤ یہاں سے۔“ وہ نڈھال سی لپٹی تھیں۔ آنکھیں آنسوؤں سے بھری اور آواز رندھی ہوئی تھی۔

”امی..... آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ چلیں ڈاکٹر کے پاس۔“ حنان آگے بڑھا۔

”تم نے سنا نہیں جاؤ یہاں سے۔“ وہ اپنی عادت کے خلاف چلا اٹھیں تو دونوں کمرے سے باہر نکل گئے۔

”ایسا کیا ہو گیا؟ جو امی کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی؟“ حنان نے فریجہ سے پوچھا۔

”میں نے انھیں ایک حقیقت بتائی تھی اور بعض حقیقتیں اتنی تلخ ہوتی ہیں کہ زہر کی طرح جسم میں پھیل کر انسان کی رگوں سے زندگی چوس لیتی ہیں۔“ فریجہ نے حنان کو دیکھا اور اُسے ساری بات بتا دی۔ اس کی بات سن کر حنان ناقابل یقین انداز میں سر ہلانے لگا۔

”فریجہ.....! تم نے یہ سب..... او مائی گاڈ.....!“ حنان نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔

.....☆☆☆.....

پوری رات خالہ، حنان اور فریجہ تینوں نے جاگ کر اپنے کمرے کی چھت کو گھورتے ہوئے گزاری۔ اگلی صبح وہ خالہ کا ناشتہ لے کر ان کے کمرے میں گئی کہ وہ رات سے بھوکی تھیں۔

”خالہ.....“ جواب نہ دار۔ ”خالہ..... پلیز تھوڑا سا کھانا کھالیں۔“ فریجہ نے ٹرے رکھ کر خالہ کی کلائی کو چھوا تو وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر اٹھ بیٹھیں۔ فریجہ کو اُن سے ایسے ہی کسی عمل کی توقع تھی۔

”خالہ..... پہلے ناشتہ کر لیں پھر جب طاقت آجائے گی تو مجھے اسی طرح بُرا بھلا کہیے گا، اسی طرح مارے بیٹے گا جیسے تین سال پہلے تو نے منان کو مارا تھا اور پھر مجھے گھر

سے نکال دیجئے گا۔ مجھ جیسی لڑکی کو جسے عزت راس نہیں آتی، دنیا کی ٹھوکروں پر ہونا چاہیے۔“ فریجہ نے خالہ کے پاؤں تھام لیے تو انھوں نے اپنے پاؤں سمیٹ لیے۔ فریجہ کمرے سے باہر نکل گئی۔

دو دن سے خالہ نے چپ کا روزہ رکھا ہوا تھا۔ ہر چیز سے منہ موڑنے بیٹھی تھیں۔ دل چاہتا تو کچھ کھا لیتیں ورنہ خاموشی سے بیٹھی زمین کو گھورتی رہتیں۔

”خالہ..... ایسے نہ کریں، مجھ پر چیخیں چلائیں، مجھے بددعائیں دیں، کوئیں مگر یوں خاموشی کی مار نہ ماریں۔“ تیسرے دن فریجہ کے لیے خاموشی کی یہ مار سہنا نا قابل برداشت ہو گیا تو وہ منت پر اتر آئی۔

”ادھر آؤ۔“ خالہ نے بلایا تو وہ خاموشی سے اُن کے پاس آ بیٹھی۔

”تم نے ایسا کیوں کیا؟ میں تو پہلے ہی تمہیں اپنی بہو بنانے کا ارادہ رکھتی تھی۔ بس مناسب وقت کا انتظار تھا۔ اُس روز میں نے تمہارے امی تو سے یہ بات بھی کر لی تھی کہ دو سال بعد جب منان واپس آئے گا تو میں فریجہ کو بیاہ کر لے جاؤں گی پھر تم نے یہ گھنیا کھیل کیوں کھیلا؟ بتاؤ۔“ خالہ کے لہجے نے فریجہ پر کوڑے برسادیے اور وہ جیسے منہ کے بل کھائی میں جا گری۔

”میں بہک گئی تھی، بغیر سوچے سمجھے ایسا کام کر گئی جو ہمیشہ کے لیے میری روح کا ناسور بن گیا؟“ وہ سسک اٹھی۔ کیا تھا اگر وہ تھوڑا سا صبر کر لیتی تو وقت اُسے خود بخود منان کا شریک زندگی بنا دیتا مگر وہ اپنی جلد بازی اور ہٹ دھرمی کے باعث سب کچھ گنوا چکی تھی۔

”خالہ..... آپ منان کو واپس بلا لیں، میں اس سے معافی مانگ کر ہمیشہ کے لیے اس کی زندگی سے نکل جاؤں گی۔ میں یہ بات سمجھ گئی ہوں کہ انسانوں اور چیزوں کے درمیان بہت فرق ہوتا ہے۔“ فریجہ نے التجا کی یہ اور بات تھی کہ اس کے یہ الفاظ اس کی اپنی روح کو چیر کر نکل گئے تھے کہ چاہے اُس نے ضد میں منان کو اپنا بنانے کی کوشش کی تھی مگر اب وہ پوری شان سے اس کے اندر بسا

ہوا تھا یوں کہ وہ نکلتا تو روح کے ساتھ چھوڑتی۔

”وہ تو میں کروں گی مگر خبردار جو تم نے کہیں جانے کی بات کی تو۔“ خالہ نے سب کچھ قسمت کا لکھا سمجھ کر بھلانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ خالہ نے فریجہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا، دونوں کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ کاش ہماری غلطیاں ہتھیلی پر دھری اُس خشک ریت کی مانند ہوتیں جو کچھ تو خود پھسل پھسل کر گر جاتی ہے اور کچھ ہوا کے سنگ اڑ جاتی اور ہتھیلی بالکل خالی ہو جاتی ہے۔ مگر ایسا نہیں ہوتا۔ وقت کسی کو معاف نہیں کرتا اور غلطیوں کا کفارہ لے کر رہتا ہے۔

.....☆☆☆.....

حنان کو فریجہ پر بہت غصہ تھا۔ جس کا اظہار اُس نے اپنی ماں کے سامنے کیا تو انھوں نے اُسے پیار سے سمجھایا۔

”بس بیٹا..... جو ہو گزرا، سو ہو گزرا۔ اب لیکر پیٹنے سے کچھ فائدہ نہیں تم بس کسی طرح حنان کا پتہ لگاؤ اور میری اس سے بات کراؤ۔ میں اپنے بیٹے سے معافی مانگ لوں گا۔ اپنی غلطی کی معافی مانگ لینے سے انسان چھوٹا تھوڑا ہو جاتا ہے۔“ انھوں نے رساں سے کہا تو حنان سر ہلا کر اٹھ گیا۔ مگر ابھی اُسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ اُسے منان تک کیسے پہنچنا ہے۔

قدرت بھی شاید ان سب کی یہ آزمائش ختم کرنا چاہ رہی تھی کہ حنان کا ایک دوست امریکہ تھا۔ وہ کسی حد تک منان کی اپنے گھر والوں سے ناراضگی اور لاتعلقی کے بارے میں جانتا تھا۔ جس بلڈنگ میں وہ اب شفٹ ہوا تھا، منان بھی اسی بلڈنگ کے چوتھے فلور پر رہائش پذیر تھا۔ اُس نے ایک دو بار منان کو وہاں دیکھا تو حنان کو فون کر کے اُن کے بارے میں بتایا۔ پھر حنان کی درخواست پر اس نے دوستی بڑھا کر منان سے اس کا فون نمبر لیا اور حنان کو بھیج دیا۔

.....☆☆☆.....

منان کچن میں اپنے لیے ناشتہ بنا رہا تھا جب اس کا موبائل بجنے لگا۔ وہ موبائل لاؤنج کے صوفے پر چھوڑ آیا

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھا۔ اس نے فون کی بیل کو نظر انداز کیا اور آلیٹ کا آمیزہ فرانسنگ پین میں ڈالا۔

”ایک ہی بار ناشتہ لے کر جاتا ہوں۔“ منان نے آلیٹ پلیٹ میں نکالا ساتھ دو سلاکس رکھے۔ ایک ہاتھ میں ناشتے والی پلیٹ پکڑی اور دوسرے میں کافی کا گگ اٹھا کر لاؤنج میں آگیا۔ فون خاموش ہو چکا تھا۔

”امی فون ریسیونہیں ہو رہا۔“ حنان نے فون کان سے ہٹایا۔

”تم پھر کرو۔“ خالد نے بے چینی سے کہا۔ حنان مہرلا کر دوبارہ نمبر ملانے لگا۔

☆☆☆.....

منان ناشتے کی پلیٹ میز پر رکھ کر بیٹھا اور کافی کا گگ ہونٹوں سے لگایا۔ اس کا فون دوبارہ چیخنے لگا۔ منان نے گگ بھی پلیٹ کے ساتھ رکھا اور فون ریسیو کر کے کان سے لگایا۔

”السلام علیکم بھائی! پلیز فون بند مت کیجیے گا۔ میں نے بڑی مشکل سے آپ کا نمبر حاصل کیا ہے۔“ حنان نے فوراً پیش قدمی کی۔ منان فون پر حنان کی آواز سن کر جیسے فریز ہو گیا تھا۔ آج تقریباً ساڑھے تین سال بعد وہ کسی اپنے کی آواز سن رہا تھا۔ بھائی کی آواز سن کر اس کے احساسات پر لائق کی جھی ہوئی برف دھیرے دھیرے پکھلنے لگی مگر اس کے لب خاموش تھے۔

”ہیلو..... ہیلو..... بھائی.....“ حنان اس کی خاموشی سے گھبرا کر پکارنے لگا۔

”حسن..... حسن..... حنان کیسے ہو؟ میرے بھائی.....“ منان کے گلے سے پھنس پھنس کر آواز نکلی۔

”بھائی میں ٹھیک ہوں آپ کا کیا حال ہے؟“ حنان نے قدرے رندھی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”کوئی اپنوں سے دور ہو کر جس حال میں ہو سکتا ہے، میں اسی حال میں ہوں۔“

”بھائی..... اپنوں سے یہ دوری آپ کی اپنی پیدا کردہ ہے، آپ کے اپنے تو آپ سے ملنے اور آپ کی آواز سننے

کے لیے تڑپ رہے ہیں۔“ حنان کی آواز ابھری۔

”اپنوں نے مجھے دکھ ہی اتنا گہرا دیا تھا کہ میں بزداشت ہی نہ کر سکا۔ کیا فائدہ ایسے اپنوں کا جو آپ پر اعتبار ہی نہ کرتے ہوں۔“ منان نے گلہ کیا۔

”بھائی پلیز..... ختم کریں اس بات کو۔ جو کچھ ہوا غلط نہیں کی بنیاد پر ہوا۔“ حنان نے جیسے اُسے منانے کی کوشش کی۔

”لیکن کسی نے میرا اعتبار نہ کیا۔ مجھے ہر کسی کی نظروں میں اپنے لیے بے اعتباری نہیں بھولتی۔ میں کیسے اس بات کو ختم کر دوں۔“ منان کا لہجہ ٹوٹا ہوا تھا۔

”کوئی آپ کو بے اعتباری کی نظر سے نہیں دیکھے گا۔ اس لیے کہ فریجہ نے سب کو سچائی بتادی ہے۔ خالد خالو کا انتقال ہو گیا ہے۔ فریجہ اب ہمارے پاس ہے۔ امی آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں۔“ حنان کی بات سن کر منان کے ہونٹوں پر بڑی دلگیر سی مسکراہٹ ابھری۔

”تو اس دفعہ بھی امی نے اپنی بھانجی کی بات پر ہی اعتبار کیا نا۔“

”بھائی پلیز..... ساری حقیقت جان کر امی کی طبیعت بہت خراب ہو گئی تھی۔ وہ بہت پچھتا رہی ہیں۔ آپ کیا چاہتے ہیں کہ وہ آپ سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگیں وہ یہ بھی کرنے کو تیار ہیں، بس آپ اُن سے بات کر لیں۔“ حنان نے جیسے منت کی۔ ماں کی بیماری کا سن کر منان کا دل بے چین ہوا۔

”کیا ہوا امی کو..... کیا زیادہ طبیعت خراب ہے؟“

دونوں بھائی یوں باتیں کرنے لگے جیسے درمیان میں ایک دن کی جدائی بھی نہ آئی ہو۔

”آپ سے بات کر لیں گی تو ٹھیک ہو جائیں گی۔ اُن کو یہ بات روگ کی طرح چٹ گئی ہے کہ اُنھوں نے اپنے بے گناہ بیٹے کو گناہ گار سمجھ کر دھتکار دیا تھا۔“

”ابھی تو میں آفس جا رہا ہوں۔ شام کو واپس آ کر بات کروں گا۔ اللہ حافظ۔“ منان کا ناشتہ رکھے رکھے ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ اس نے ٹھنڈے سلاکس اور آلیٹ کا نوالہ منہ

میں رکھا اور اپنے ان آنسوؤں کے ساتھ نگلا جو وہ پینے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں نمی ہلکورے لے رہی تھی۔ حنان نے ماں کو بتایا کہ منان انھیں شام کو فون کرے گا تو وہ جدہ شکر میں گر گئیں۔

☆☆☆.....

شام کو منان کی کال آئی۔ پہلے چند منٹ تو دونوں ماں بیٹا ایک دوسرے کی سسکیاں سنتے رہے۔ حنان نے ماں کے کندھوں پر بازو پھیلا کر انھیں تسلی دی۔ فریجہ نے اُن کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔ اس کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے کہ کچھ بھی تھا ان سب کی تکلیف کا سبب اس کی ذات ہی تھی اور وہ یہ بات بہت اچھی طرح سمجھتی تھی۔

”امی! روئیں تو مت اتنے عرصے بعد فون کیا ہے اور اب ٹھیک سے بات بھی نہیں کر رہیں۔“ منان نے خود کو سنبھالا، آستین سے اپنے آنسو پونچھے اور ہلکے پھلکے انداز میں ماں کو مخاطب کیا۔

”کیسے فون کرتی تھیں، اتنے عرصے سے تمہارا کوئی اتنا پتا ہی نہیں تھا۔ ہر مہینے لاکھوں کی خیرات دینے کے علاوہ تم نے ہم سے کوئی رابطہ رکھا؟“ نا چاہتے ہوئے بھی شکوہ اُن کے لبوں سے پھسل گیا۔

”امی..... پلیز آپ کے بیٹے کی کمائی ہے وہ، حق ہے آپ کا کوئی خیرات نہیں۔“

”ہاں بیٹے نے بس میرا ہی ایک حق یاد رکھا ہوا ہے۔“

”امی..... اب بس کر دیں نا۔ ڈانٹے ہی جا رہی ہیں۔“ منان ساری ناراضگیاں بھلائے مخاطب تھا۔

”کر دوں گی بس۔ پہلے تم واپس آ جاؤ تم نے بے قصور ہوتے ہوئے بہت سزا کاٹ لی ہے۔“ اُن کا لہجہ پھر بھینگ گیا۔

”آپ نے میرا اعتبار کر لیا، سمجھیں کچھ بھی نہیں ہوا۔“

منان نے خوش دلی سے کہا۔

”جو نقصان ہو گیا وہ تو پورا نہیں کیا جاسکتا مگر اب میں تمہارا مزید کوئی نقصان نہیں ہونے دوں گی یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔ بس تم واپس آ جاؤ۔“ فریجہ جو تالہ کا ہاتھ تھامے

بیٹھی تھی، چونک کر انھیں دیکھنے لگی۔

”کیا خالہ منان سے مجھے طلاق دلوادیں گی کیونکہ اُس کا سب سے بڑا خسارہ تو میں ہی ہوں۔“ بات ختم کر کے خالہ نے فون حنان کو پکڑا لیا اور خود آرام سے لیٹ گئیں اور فریجہ گم صم سی بیٹھی رہی۔

منان کے لیے تقریباً ایک سال تک واپس آنا ممکن نہیں تھا۔ اس کا کانٹریکٹ تھا۔ البتہ اُس نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ آئندہ کانٹریکٹ ری نیو نہیں کرے گا اور ہمیشہ کے لیے پاکستان واپس آ جائے گا۔ بہت کمالیا تھا اُس نے اب اُسے اپنوں کی محبتوں کے درمیان رہنا تھا۔ اب ہر روز منان اس کا پ کے ذریعے گھر بات کرنے لگا تھا۔ حنان، خالد اور منان ہزاروں میلوں کا فاصلہ ہونے کے باوجود آمنے سامنے بیٹھے باتیں کرتے، ہنستے مسکراتے۔ نہ منان نے کبھی فریجہ کے بارے میں پوچھا اور نہ ہی فریجہ نے کبھی اُس سے بات کرنے کی کوشش کی۔ کس منہ سے بات کرتی وہ! اکثر منان سے بات کرتے کرتے خالد یا حنان فریجہ سے کوئی چیز مانگتے تو وہ جا کر اُن کو پکڑاتی مگر اسے حوصلہ ہی نہ ہوتا کہ وہ نظر اٹھا کر اسکرین کی طرف دیکھ لیتی۔ البتہ منان نے ایک دو بار اچھی سی نظر اس پر ڈالی تھی مگر اس کے بارے میں کبھی کوئی بات نہیں کی تھی۔ وہ اُسے کافی بدلی بدلی ہی لگی تھی۔

☆☆☆.....

آج جب حنان نے منان کے آنے کی خوش خبری سنائی تو ساری حقیقت نظروں کے سامنے ہونے کے باوجود دل ناداں خوش فہم ہوا تھا مگر اس کے ضمیر نے بڑی سختی سے اس کی خوش فہمی کو کچل دیا۔ اُسے اپنا انجام صاف نظر آ رہا تھا۔ منان کا رویہ اس کا فیصلہ بن کر سب کے سامنے تھا۔

”امی..... بھائی کے آنے کے بعد فریجہ کا کیا ہوگا؟“

فریجہ اکیلے میں بور ہو رہی تھی سو خالد کے پاس بیٹھنے کے لیے آئی۔ اُس نے دروازہ کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تھا کہ حنان کی آواز اس کی سماعتوں سے نکرانی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

”اب منان جو فیصلہ کرے گا، وہ ہمیں ماننا ہوگا۔“  
خالہ نے ٹھنڈی سانس بھری اور فریج سے سر تا پا لرز گئی تو کیا وہ  
یہاں سے نکال دی جائے گی۔ وہ واپس پلٹ گئی۔

.....☆☆☆.....

رمضان شروع ہو گیا۔ آٹھویں روزے کو منان آ گیا۔  
امی اور بھائی سے لپٹ کر برسوں کی پیاس بجھائی۔ فریج  
چور بنی سائڈ پر کھڑی رہی۔ منان نے اس کی طرف کوئی  
توجہ نہ دی۔ سب سے مل کر بیٹھا تو فریج نے مننا کر سلام  
کیا جس کا جواب منان نے سر ہلا کر دیا مگر ہلتا سرفریج کو  
تب نظر آتا جب اس کی نظریں نہ جھکی ہوتیں۔ سلام کا  
جواب نہ آتا فریج کے دل پر لگا۔ بے عزتی کے احساس  
سے سرخ چہرہ لیے وہ منظر سے ہٹ گئی۔

”ہم کسی کی زندگی میں زبردستی شامل ہو سکتے ہیں مگر  
کسی کے دل میں اپنے لیے محبت اور عزت زبردستی پیدا  
نہیں کر سکتے۔“ پانچ سال بعد خود سے منہ موڑ کر کھڑے  
منان کو دیکھ کر فریج اس بات کو اچھی طرح سمجھ گئی تھی۔ اُن  
کے درمیان میں نکاح جیسا مضبوط رشتہ تو تھا مگر وہ رشتہ  
ایسا ہو گیا تھا جیسے درخت کی شاخ کے ساتھ خشک پتے کہ  
ہوا کا ایک تیز جھونکا آئے یا کسی نے ایک جھکا مارا اور پتے  
شاخ سے ٹوٹ کر بکھر گئے۔

فریج منان کے سامنے بہت کم آتی تھی۔ سحری یا  
افطاری کے وقت دونوں کا سامنا ہوتا۔ اس کے بعد فریج  
زیادہ وقت اپنے کمرے میں ذکر و عبادت میں گزار دیتی۔  
اب اُسے احساس ہوا تھا کہ اس نے اپنی خودی اور نسوانیت  
کو داؤ پر لگا کر اپنا سب کچھ تباہ کر لیا ہے۔ پچھلے کچھ سالوں  
سے اس کی عیدیں ادھوری ادھوری گزر رہی تھیں مگر اس  
دفعہ تو اُسے لگتا تھا کہ اُس کی یہ عید محروم گزرے گی یعنی  
اُسے منان کے نام سے محروم کر دیا جائے گا۔ یہ سوچ اُس  
کے اندر کانٹوں کا جنگل اُگا دیتی تھی۔ اُس نے اپنے  
ہاتھوں سے اپنے نصیب میں سیاہیاں بھر لی تھیں۔ اب  
اُسے معلوم ہوا تھا کہ جو چیز نصیب میں نہ ہو وہ زبردستی  
حاصل کر بھی لی جائے تو بھی نصیب نہیں ہوتی۔ وہ دعاؤں

میں اللہ سے بس معافی کی طلب گار تھی۔ بہت سوچنے  
سمجھنے کے بعد بھی جب اس کے پچھتاؤں کو مٹانے کی  
کوئی صورت نکلتی نظر نہ آتی تو وہ بے بسی سے رو دیتی۔

.....☆☆☆.....

آج اٹھارہواں روزہ تھا۔ فریج عصر کی نماز پڑھ کر  
کمرے کی بالکنی میں بیٹھ کر تلاوت کرنے لگی۔ پارہ پورا  
کر کے اس نے قرآن مجید کو اس کی جگہ پر رکھا اور وہیں  
کرسی پر بیٹھ کر تسبیح پڑھنے لگی۔ اُسے وہاں بیٹھے بیٹھے کافی  
دیر ہو گئی تھی۔ حتیٰ کہ دھوپ رخصت ہو کر لان کے کناروں  
پر جا بھری۔ سورج اُوٹنے درختوں کی اوٹ میں چھپنے لگا  
اور دھوپ کو اپنے ساتھ کھینچنے لگا تو دھوپ ایک درخت کے  
مونے تنے سے لپٹ گئی مگر وہ زیادہ دیر مزاحمت نہ کر سکی۔  
فریج کو اپنا آپ اسی بے بس دھوپ کی طرح لگا۔ اس کا  
ایک غلط عمل اس کی زندگی سے سکون، خوشی اور اطمینان  
جیسی نعمتیں اپنے ساتھ گھسیٹ کر لے گیا تھا۔ فریج  
افطاری کی تیاری کرنے کے لیے نیچے آئی۔ خالہ اور حنان  
کہیں گئے ہوئے تھے۔ منان لاؤنج میں بیٹھ کر اخبار  
پڑھ رہا تھا۔ وہ کچھ لمحے اُسے دیکھتی رہی پھر آگے بڑھی۔

”منان..... میں نے جو کیا وہ قابل معافی تو نہیں  
ہے مگر اللہ کے واسطے تم مجھے معاف کر دو تا کہ میں اپنے  
ضمیر کے سامنے سرخرو ہو سکوں اور میری بے چینی ختم ہو  
جائے۔ تم مجھے جو سزا چاہو دے لو مجھے دھتکار دو ذلیل  
کرو۔ طلاق دے کر در بدر کر دو مگر پلیزیوں چپ کے  
کوڑے نہ مارو۔“ وہ ہاتھ جوڑ کر گھٹنوں کے بل اس کے  
سامنے بیٹھ گئی۔ اتنے دنوں بعد آج فریج نے نظر اٹھا کر منا  
ن کی طرف دیکھا تھا اس کے چہرے پر چٹانوں سے بھی  
زیادہ سختی تھی۔ فریج کی نظریں پھر زمین میں گڑ گئیں۔ منان  
بغیر کچھ کہے اٹھ کر چلا گیا اور فریج پھوٹ پھوٹ کر رو  
دی۔ پھر بدم ہو کر وہیں پڑی سکتی رہی۔

افطاری کے وقت وہ میز پر نہ آئی۔ اپنی افطاری اُس  
نے اپنے کمرے میں ہی منگوائی۔ نجانے اس کا دل کیوں  
یہ سمجھ بیٹھا تھا کہ وہ منان سے براہ راست معافی مانگ

لے گی تو وہ اُسے معاف کر دے گا مگر وہ تو اُسے دھتکار کر  
چلا گیا تھا۔

”میں ہوں ہی اسی قابل۔“ فریج نے آنسوؤں  
کے ساتھ روزہ افطار کیا اور اپنے رب کے حضور جا  
کھڑی ہوئی۔

”اللہ! میری یہ آزمائش ختم کر دے۔“ وہ سجدے میں  
بس یہی ایک جملہ دہرائے جاتی۔ اس کا دل بری طرح  
ڈکھا ہوا تھا اور دکھے ہوئے دل کی فریاد کی رسائی اللہ تک  
پہنچ جاتی ہے۔

”فریج کیا بات ہے طبیعت خراب ہے کیا؟ تم تو  
کمرے کی ہو کر رہ گئی ہو۔“ اگلے روز دوپہر کو وہ خالہ کے  
پاس آئی تو اس کا ستا ہوا چہرہ اور شکست خوردہ انداز خالہ کا  
دل دکھا گیا۔ اُس کی آنکھیں سر دیوں کی دھند بھری راتوں  
کے سنسان راستوں کی طرح ویران تھیں۔

”ادھر آؤ میری بچی۔“ اُنھوں نے بازو اُٹھایے تو وہ اُن  
کے کھلے بازوؤں میں سما کر رو دی۔

”خالہ..... میرے چہرے پر خود غرضی بے غیرتی اور  
ذلت کے بڑے بدنما داغ ہیں۔ مگر آپ منان سے کہیں نا  
کہ وہ مجھے اُسی طرح پناہ دے دے جس طرح آسمان داغ  
والے چاند کو اپنے سینے میں پناہ دے دیتا ہے۔“ وہ خالہ  
کے سینے سے لگ کر درخواست کرنے لگی۔

”وہ آسمان ہے طرف والا اور میں انسان ہوں کم  
طرف۔ معاف کرنے کا حوصلہ نہیں کر پارہا۔“ دروازے  
میں کھڑے منان نے دل ہی دل میں اس کی بات کا  
جواب دیا اور پلٹ کر چلا گیا۔

.....☆☆☆.....

”تم فریج کو معاف کر کے اپنا لو۔ سمجھو قسمت میں ایسا  
ہی لکھا تھا۔ وہ بہت بدل گئی ہے۔ تم بے سکون رہے ہو تو وہ  
بھی سکون سے محروم ہے۔ مٹی جب خشک ہوتی ہے تو  
خاک کی صورت سر میں پڑنے لگتی ہے مگر بارش کے بعد  
وہی مٹی پیروں سے لپٹ جاتی ہے۔ فریج بھی دکھوں اور  
پچھتاؤں کی برسات میں بھیگ کر بدل گئی ہے اور اب

تمہارے پیروں سے لپٹ کر رہنا چاہتی ہے۔“ خالہ نے  
منان کو سمجھایا۔

”امی..... مجھے تھوڑا وقت دیں میں سوچ سمجھ کر فیصلہ  
کرنا چاہتا ہوں۔ یہ زندگی بھر کا معاملہ ہے اور میں زندگی  
بھر کے فیصلے جذباتی ہو کر نہیں کرنا چاہتا۔“ خالہ مایوس سی  
اٹھ گئیں۔

”فریج.....“ خالہ نے اُسے پکارا تو وہ اُن سے لپٹ  
کر سسک اٹھی۔ خالہ جانتی تھیں کہ اسے کیا بات پوں زُلا  
رہی ہے۔ مگر وہ منان سے کوئی زبردستی نہیں کر سکتی تھیں۔  
سو بننا کچھ کہے ہوئے ہوئے اس کی پشت تھکتی رہیں۔  
فریج نے منان کے ساتھ جو تعلق ضد میں آ کر جوڑا تھا  
نجانے وہ کب محبت میں ڈھل گیا کہ اب اس سے جدائی  
اس کو تکلیف دے رہی تھی، زُلا رہی تھی۔

”جو دوسروں کو رلاتے ہیں، اُن کا اپنا دامن بھی کبھی  
خوشیوں سے نہیں بھرتا۔“ یہ بات اب فریج کے دل پر نقش  
ہو گئی تھی۔ نقش تو اور بھی بہت کچھ ہو گیا تھا مگر اب وقت  
اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

علامہ اقبالؒ

اور اردو ادب کے نامور شعراء کے کرام کی اردو  
شاعری کے مفت ایس ایم ایس اپنے موبائل پہ  
حاصل کریں

WriteMessage

میں

Follow pak488

لکھ کر 40404 پر سینڈ کریں پھر اپنا نام لکھ کر

40404 پر سینڈ کریں۔

اس سروس کے روزانہ یا مہینے کے کوئی چارج نہیں  
یا درجیے Follow اور pak488 کے درمیان

ایک وقفہ دیں

جبکہ pak اور 488 کے درمیان کوئی وقفہ نہ دیں

مزید تفصیلات کے لیے اس نمبر پہ رابطہ کریں

03464871892

آئیں 279 اگست 2016ء

آئیں 278 اگست 2016ء

WWW.PAKSOCIETY.COM

منان نے فریجہ کو چھوڑ کر سب کو عید کی شاپنگ کروائی تھی۔

”فریجہ..... یہ لو اس میں تمہاری عید کے جوڑے ہیں اور کل میرے ساتھ چل کر جوتے بھی خرید لینا۔“ اٹھائیسویں روزے کو خالہ نے ایک بیگ اس کے ہاتھ میں تھمایا جسے اُس نے خاموشی سے پکڑ کر سینے سے لگایا۔ یہ کیسی عید ہونے جا رہی تھی جو اس کی زندگی کو دکھوں سے بھرنے جا رہی تھی۔

آخری روزہ تھا۔ فریجہ عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی جب دروازے پر دستک دے کر منان اندر آیا۔ فریجہ کم صم ہو گئی۔ آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

”تو جدائی کی گھڑی آن پہنچی۔“ گرنے کے خدشے کے پیش نظر وہ بیڈ کے کنارے پر ٹنگ گئی۔ جائے نماز اپنی گود میں رکھ کر اسے یوں تھام لیا جیسے وہ اس کا آخری سہارا ہو۔ وہ سر جھکا کر بیٹھی سزا سننے کی منتظر تھی۔

”فریجہ..... جو کچھ تم نے میرے ساتھ کیا تھا وہ بھلائے جانے کے قابل تو نہیں ہے مگر تمہاری شرمندگی اور معافی نے میرے دل کو قدرے نرم کر دیا ہے۔ میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ تم شروع سے مجھے پسند تھیں یا اب میرا دل تمہاری محبت سے بھر گیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ میں نے کبھی اس حوالے سے کم از کم تمہیں نہیں سوچا تھا اور شاید سوچتا بھی نہ اگر وہ سب کچھ نہ ہوتا۔“ منان یوں زکا گویا اس کی آنکھیں ماضی میں جھانک رہی ہوں۔ فریجہ نے سہم کر اُسے دیکھا اور آنسو گالوں پر لڑھک گئے۔

”واپس آتے ہوئے میں نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ تمہیں طلاق دے کر اس زبردستی کے رشتے سے اپنی جان چھڑالوں گا مگر یہاں کے حالات اور تمہارا انداز دیکھ کر میں ایسا نہیں کر سکا۔ امی کے سمجھانے پر میں نے تمہیں معاف کر دیا اور یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہمیں تمہیں طلاق نہیں دوں گا لیکن میں اب کبھی بھی تم پر اعتبار نہیں

کر سکوں گا۔ شادی کے بعد نجانے مجھے کتنا عرصہ لگ جائے تم پر اعتبار کرنے اور تم سے محبت کرنے میں اور پتا نہیں کر بھی سکوں یا نہیں۔ اب اگر تم اس ساری صورت حال کو جاننے کے باوجود میرے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو صبح امی کو بتادینا کیونکہ وہ عید کے بعد ہماری شادی کرنے کا سوچ رہی ہیں۔“ یہ کیسی خبر دی تھی منان نے اُسے زندہ کر دینے والی کھل اٹھنے والی۔ وہ آنکھوں میں بے یقینی لیے اُسے دیکھتی رہی۔

”اور یہ میری طرف سے تمہارا عید کا جوڑا۔ میں نے سب کو شاپنگ کروائی تھی تو تمہارے لیے بھی خرید لیا تھا۔“ منان نے ایک پیپر بیگ اُس کی طرف بڑھایا۔ وہ تو اتنی بڑی خوش خبری سن کر ہلنے کے قابل بھی نہیں رہی تھی، وہیں کی وہیں بیٹھی رہی۔ منان دھیرے سے بیگ اس کے پہلو میں رکھ کر اسے باہر نکل گیا۔ منان نے فریجہ کا اتنا بڑا قصور معاف کر دیا تھا۔ اس کی تو گویا پوری زندگی عید ہو گئی تھی۔ وہ گھٹنوں کے بل فرش پر گر کر سجدہ ریز ہو گئی۔ سجدے سے اٹھ کر کبھی روتی، کبھی ہنستی۔ پھر اُس نے سوٹ نکال کر خود میں بھینچ لیا۔

”اتنی بڑی خوشی ملنے کے باوجود میری یہ عید اُدھوری ہے کہ منان کے دل میں میرے لیے اعتبار اور محبت نہیں ہے۔ مگر مجھے یقین ہے کہ اگلے سال میری عید مکمل اور خوشیوں سے بھر پور ہوگی۔ میں ایک سال میں اپنی ہستی کو مٹا کر منان کے دل میں اپنے لیے اعتبار قائم کر لوں گی اور محبت..... محبت تو میاں بیوی کے درمیان اللہ خود ہی پیدا کر دیتا ہے۔“ وہ سوچ کر مسکرائی اور خوشیوں بھری زندگی کی اُمید کے ڈھیروں جگنو اپنی جھولی میں بھر کر مطمئن ہو گئی۔



## ایسا کہاں سے لائیں حزق قرینی

کلنتی تھیں اس کے ہاتھ سے طغیان کی رگیں  
فرعونیت کی ظلمت پامال کی رگیں  
وہ اک کلیم تھلید بیضالیے ہوئے

ہمارے بابا..... پیارے بابا..... پاک وطن کے خالق..... عالم اسلام کی متاع..... بانی پاکستان..... قوم کے پدر بزرگوار..... ذی فہم اور سنجیدہ..... جامہ زمہی کا عالم دیکھئے جو بھی لباس پہنا پھب گیا۔ بیضوی چہرہ، گوری رنگت، تیشکھے نقوش، کشادہ پیشانی، دہلا پتلا سر، قد مرد آہن، اعتدال پسند، متوازن مزاج اور آنکھیں ایسی کہ ایک مصور کو بھی کہنا پڑے۔

”قائد اعظم کی آنکھیں بنانا مشکل ہیں ان کے اندر ایک ایسی عیق اور گہرائی ہے جس کی تھاہ موئے قلم کی گرفت سے باہر ہے۔“

میں بات کر رہی ہوں اس ہر دل عزیز لیڈر کی جو ایچ پیج سے خالی سیدھی زبان استعمال کرتا ہے کہ گہرائی چھان بین کے بعد بھی کوئی دوسرا مطلب نہیں نکال سکتا بقول ماور ملت کے جو گھر یلو زندگی میں بھی مخصوص ضابطے کا قائل تھا۔ دو کھانوں سے زیادہ ان کی میز پر کبھی نظر نہیں آتے تھے خیال موصوف چاہے فرمایا کرتے تھے۔

”میرے لاکھوں ہم وطنوں کو ایک وقت کا کھانا بھی میسر نہیں تو مجھے طرح طرح کے کھانے کہاں زیب دیں گے۔“ پھر بھلا کیوں صدقے نہ جائیے ایسے ”راہبر“ پر۔

ایک ایسا نوجوان جو محض لنگوٹان کا انتخاب اس لیے کرتا ہے کہ اس کے در پر پتھر اسلام کا اسم مبارک کندہ ہے تو جو اس ذات کو فوقیت دے کہ جس کو نہ صرف عام انسان عزت و تکریم دیتے بلکہ دنیا کی تمام عقلمیں اس کے سامنے سر جھکا تی ہیں تو وہ اورج پر کیونکر نہ جائے گا۔

ظلیل صحافی کی بابت بیان کروں تو وہ اس زمانے کی بات کرتے ہیں جب دہلی دروازے کے باہر کاساں بڑا

دلا ویز ہوا کرتا تھا۔ آج کی فضا سے بالکل مختلف شیشم بڑے جامن اور آج کے اونچے اونچے بوڑھے نجر شہر کی بوسیدہ فصیل کے ساتھ اپنے سائے میں سینکڑوں بے کسوں اور تھکے ہارے لوگوں کو پناہ دیا کرتے تھے۔ اس وقت پرانی فصیل کے کہیں کہیں نشان باقی تھے۔ ان ہرے بھرے درختوں اور فصیل کی ٹوٹی ہوئی دیوار کی اینٹوں نے انسان کی جدوجہد کے کئی دور دیکھے اور میں نے تو وہ دور بھی دیکھا جب مسجد شہید سچ کی ناموس کی خاطر کئی نوجوان پروانوں کی طرح شیخ اسلام پر قربان ہو گئے۔ وہ باغ کے بڑے درخت کے نیچے جمع ہوتے اور سر پر کفن باندھے نعرہ بکیر لگاتے سینہ تانے آگے بڑھتے جاتے اور ان کا سینہ گولیوں سے چھلنی ہو جاتا۔ حق باہ! ایسی نظیریں کہیں مل پائیں گی؟ پھر وہ دن بھی مجھے یاد ہے جب قائد نے ایک دن دہلی دروازے کے باہر مسلمانان لاہور سے خطاب کیا ان کی صورت اس وقت بھی میرے سامنے ہے۔ مشہدی لنگی سر پر باندھے (پہلی مرتبہ مشہدی لنگی باندھی تھی) ان کے اردو کے ٹوٹے پھوٹے الفاظ جب برآمد ہوئے تو ایسا جادو ہوا کہ ہر طرف عقیدت و محبت کے والہانہ نعرے بلند ہو گئے تھے اور وہ وقت بھی بھولنے کے لائق نہیں جب قائد سے روز نامہ ”احسان“ کے دفتر میں تشریف لاکر افتتاح کرنے کی استدعا کی گئی۔ روز نامہ کا دفتر دہلی دروازے کے باہر اور پری منزل پر جہازی بلڈنگ میں تھا۔ نیچے گھوڑوں کے دالوں اور ساز بنانے والوں کی دکانیں تھیں جہاں گھوڑوں کی مالش ہوتی اور نعل بھی لگتے تھے۔ اچانک مجھے معلوم ہوا کہ قائد اعظم نیچے تشریف لے آئے میں بھاگا میڑھیوں کی طرف گیا۔ ملک نور الہی (روز نامہ کے مالک) پہلے ہی پہنچ چکے تھے وہ اس کوشش میں لگے تھے کہ گھوڑوں کو ایک طرف کریں تاکہ قائد گزر سکیں میں نے بااواز بلند کہا۔

”یارو! ایک طرف ہو جاؤ، قائد آئے ہیں۔“ قائد کے ماتھے پر ذرا بھی بل نہ آیا اور گھوڑوں ریزھیوں سے بچتے میڑھیوں پر چڑھ آئے۔ افتتاح کے حوالے سے ایک فقرہ بار بار کرید ہو رہا تھا۔ قائد پڑھ کر خفیف سا مسکرائے اور انگریزی میں پوچھا۔

”ظلیل! کیا گرتا ہے؟“

”قائد آپ کو ٹیلی پرینٹر کا کاغذ اس طرح پھاڑنا ہوگا۔“



میں نے بھی انگریزی میں ہی جواب دیا۔  
”بہت اچھا۔“ کاغذ بھاڑنے کی کوشش کی تو کاغذ  
مشین میں الجھ گیا۔ قائد کو چونکہ مشت نہ تھی پھاڑنے کی سو  
انہوں نے کہا۔

”مجھے افسوس ہے کہ میں ایسا نہیں کر سکا کیا تم ایک بار  
پھر ویسا کرو گے؟“ میں نے دوبارہ کیا وہ میرے ہاتھ کی  
طرف ہی دیکھ رہے تھے کہنے لگے۔ ”اب میں کوشش کروں  
گا“ کوشش کامیاب ہوگی۔ ”ملک نورالہی نے کہا۔  
”دعا کیجیے۔“ دعا کے بعد تمام عملے سے ہاتھ ملایا اور کار  
میں بیٹھنے کے بعد مجھ سے کہا۔

”ڈھیل! میں خوش ہوں کہ تم مسلم لیگ کے لیے بہت  
اچھا کام کر رہے ہو۔“ اس دور میں مجھے یہ واقعہ بہت  
معمولی لگتا تھا اگر اس کی اہمیت کو پہلے جانچ لیتا تو نہ صرف  
چند اور لوگوں کو تقریب میں مدعو کرتا بلکہ تصویر اتروانے کا  
اہتمام بھی کرتا۔ اب یادوں کے قافلے کی چاپ میرے  
ذہن و احساس پر یوں مرتسم ہے کہ اگر ان کے ذکر میں  
ڈوب گیا تو کہیں از خود رفتہ نہ ہو جاؤں یہ لحات میرا  
حاصل حیات ہیں۔

جس انقلاب کے بانی تھے قائد اعظم  
انقلاب تو ہم دیں گے اس زمانے کو  
یہاں پاکستانی فنکار خادم حسین جو اپڈا پرنٹنگ پریس  
میں کمپوزیٹ تھے نے شاہکار لفظوں کی شیرازہ بندی (یہ لفاظ  
قائد اعظم کی دواہم تقاریر کے تھے) سے قائد کے خدوخال  
بنا کر اپنے جذبہ خلوص و عقیدت کو قائد کے حضور منتقل کیا  
ہے۔ احترام آدمیت کی بہترین مثال دیکھنے فرماتے ہیں۔

”آج محرم کی دسویں تاریخ ہے یہ دن سوگ اور افسوس  
کا ہے کیونکہ ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے  
حضرت امام حسینؓ کو مخالفین نے میدان کربلا میں بھوکا پیاسا  
شہید کیا تھا اس لیے آج کے دن میں کسی شاہی دعوت میں  
شامل نہیں ہو سکتا۔ ہماری تاریخ کے درخشاں باب کا ایک  
اہم باب محمد علی جناح ہیں جنہیں اگر نکال دیا جائے تو تاریخ  
ادھوری رہ جائے گی، یہی عمل نہ ہوگی۔

سلام اے مری فرودیں تازہ کے معمار  
اس فرد واحد کا ہر انداز ہر کام ہر جذبہ متناطسی تھا۔ سب  
سے جدا سب سے الگ نامحسوس انداز میں کشش کرتا ہوا

نہایت ہی عجز و انکساری دکھاتا۔ اگر کسی پہاڑی مقام پر  
چھوٹی سی آبجو کے کنارے پتھر پر تشریف فرما ہیں۔ متانت  
اور پر وقاری جھلکتی جب محترم لیاقت علی خان سے کسی اہم  
مسئلے پر بات چیت کرتے موم سادل پھل اٹھتا کسی مہاجر  
کی داستان غم سن کر کیا کسی نواب بادشاہ یا کمران کی کوئی  
شان ہوگی۔ خواص ذہین و فطین پیکر کی جب وہ کسی جلسے میں  
خطاب فرماتے لباس میں وجاہت کا ایک بھر پور شاہکار  
چاہے خواجہ جماعت کے رہنما کے لباس میں ہو چاہے  
برجس میں ملبوس ہو چاہے گرجا گھر میں مسیحی راہنماؤں کے  
ساتھ چاہے ہمشیرہ فاطمہ جناح اور بھائی احمد علی کے ہمراہ  
اہرام مصر کے نزدیک اونٹوں پر سوار اور معمول کے مطابق  
زمانے کے لحاظ سے انگریزی لباس میں ہو۔

زمین تھی فکر میں اک آسمان بنانے کو  
ذرا ہندوستان کے وائسرائے لارڈ ارون کی قائد کے  
بارے میں رائے ملاحظہ ہو۔

”مجھے ہندوستان میں کسی لیڈر سے خطرہ نہیں اگرے تو  
محمد علی جناح سے ہے کیونکہ یہی وہ شخص ہے جو ملک کی  
آزادی دل و جان سے چاہتا ہے سب لیڈروں کو کچھ نہ کچھ  
دے کر راضی کیا جاسکتا ہے لیکن جناح کو نہیں.....! اگر  
جناح نے اپنی بات منوالی ہندوستانوں سے جو کہ مجھے یقین  
ہے کہ وہ ایک نہ ایک دن منوائے گا تو برطانیہ کے لیے  
ہندوستان میں رہنا مشکل ہوگا۔“

ماؤنٹ بیٹن کہتے ہیں ”جناح کی شخصیت ممتاز تھی چنان  
کی طرح اپنے مقام پر محکم اور سخت اس کے ساتھ ٹھنڈے  
دل و دماغ کا انسان یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ اس کے سینے کی  
گہرائیوں میں اتر سکوں۔ وہ میرے دلائل اتنی آسانی سے  
سمجھ لیتے کہ بعد میں محسوس ہوتا جیسے اس نے اپنے اور  
میرے درمیان پردہ لٹکا دیا ہوا ان کے جواب کے لیے ذرا  
سی تحریک پیدا کرنے میں بھی ناکام رہتا۔“

میاں صاحب کو اردو سے دلی پیار تھا لیکن روانی سے  
بولنے سے قاصر تھے۔ درستی زبان کے لیے رفقاء کو ہدایت  
تھی کہ غلط تلفظ پر نوک دیا جائے۔ ایک مرتبہ بمبئی میں اپنے  
ڈرائیور محمد حنیف سے کسی وجہ سے ناراض ہو گئے تو سخت  
لہجے میں کہا۔

”گدا.....“ محمد حنیف نے فوراً تھج کی۔

”سر“ گدھا“ غصہ کا فور ہو گیا مسکرا کر فرمایا۔

”اس گنڈی پر نوکے کا شکر یہ۔“

اصول جس کے تھے زمانے سے جدا.....!

اصولوں کے اتنے پابند تھے کہ اگر کوئی میں بلا ضرورت  
بتیاں بھل رہی ہوتیں تو بھجا دیتے اور بسا اوقات خود اٹھ کر  
بجھا دیتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔

”روپیہ ضائع کرنا گناہ اور اگر وہ عوام کا ہو تو اور بھی بڑا  
گناہ ہے۔“ کہتے تھے۔ ”مسکینوں، یتیموں کو خیرات دینے  
سے زیادہ اور کوئی سخاوت نہیں۔“ (اب حرا مسکراتے  
ہوئے.....) عربی زبان کا مقولہ ان پر فٹ آتا ہے۔

”حینہ وہ ہے جس کی سونکس اس کے حسن کی معترف  
ہو جائیں۔ یہ بات آپ پر پچاس نہیں پچھتر نہیں پورے سو  
صادق آتی ہے۔“

دلانی جیسے اس نے آزادی.....

کہیں نہ ایسی کوئی نظیر ملے.....!

اتنی عظیم محترم کی ذات ہے کہ دشمن بھی سراہے بغیر نہیں  
رہ پاتا۔ جو ہر لال نہرو بر ملا اعتراف کرتے تھے ”کہ جناح  
کی اعلیٰ سیرت وہ مؤثر حربہ تھی جس کے ذریعے انہوں نے  
زندگی بھر کے معرکے سر کیے۔“ ڈاکٹر عاشق حسین پٹالوی  
تحریر کرتے ہیں کہ ”قائد ایسی بلند شخصیت تھے جتنی امام بن  
تیبیہ اس لیے کہ ابن تیبیہ نے مسلمانوں کو تاتاریوں سے  
بچایا تھا۔ قائد ہی نے مسلمانان ہند کو چہرہ دستیوں سے محفوظ  
کیا تھا۔“

وجے کشمی پنڈت کا خراج عقیدت ہی اور ہے ان کا  
خیال ہے کہ ”اگر مسلم کے پاس ایک سو گاندھی اور دو سواہو  
الکلام آزاد ہوتے اور کانگریس کے پاس ایک محمد علی جناح“  
ہوتا تو ہندوستان کبھی تقسیم نہ ہوتا۔“

عمل پیہم..... عزم صمیم کا پیکر  
قائد طلب علموں سے ہمیشہ کہتے ”میں آپ سے سربراہ  
مملکت کی حیثیت سے بات نہیں کرتا بلکہ دوست کی حیثیت  
سے مخاطب ہوتا ہوں۔“

ضوابط میں جس کے اٹھان تھی لوہے کی سی  
ایک مرتبہ ہندو لیڈر نے وائسرائے سے کہا کہ ”ہندو  
رہنما تو بہت دفعہ جیل گئے تو مسلمانوں کے رہنما قائد کیوں  
نہیں بھی جیل گئے۔“ جواب دیا۔ ”انہوں نے بھی اصولوں

سے ہٹ کر کام نہ کیا۔“

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں۔  
یہ تھا جناح یہ تھا اقبال کا مرد مومن..... وہی مرد قلندر  
جس کے خلاف بڑے بڑے صاحبان حید و دستار صف آرا  
تھے جسے ہیٹ بننے سے منع کیا جاتا تو جواب ملتا ویسے تو شاید  
میں چھوڑ دیتا لیکن اب مسلمانوں کو متاثر کرنے کے لیے  
چھوڑا تو منافقت ہوگی۔ یہی تو تھا پاکستان کا خالق جس نے  
جدید عہد کی تاریخ میں صرف اور صرف سیاسی ہتھیار استعمال  
کیے اور ثابت کیا کہ مومن ہوتو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی۔

جناب من! ایسا کہاں سے لائیں میں کتنے ہی شاندار  
الفاظ میں اپنے بابا..... بابائے قوم کو خراج عقیدت پیش  
کروں ان کی خوبیاں جو رب لم یزل نے ان کو بخشی تھیں  
بیان کرنے سے زبان قاصر ہے اور نہ ہی یہ بیان کرنا اتنا  
آسان ہے لہذا میرے لیے یہی بہت ہے کہ یہ جو چند  
لفظوں کی گھڑی اٹھائے لب قدیم گو ہر سامنے لائے ہیں۔  
انہیں منظر عام پر لایا جائے جو آڑھی تر چھی سطر میں کھٹے بیٹھے  
حرفوں کی صورت کھچی گئی ہیں۔ انہیں قبولیت کا ظرف دان  
کیا جائے اس سے بڑھ کر میرے لیے عزت و احترام کی  
بات کیا ہوگی۔

دوام ہو مری مٹی بھی اس کی خوشبو سے  
شجر جو تو نے لگایا وہ سدا پھلے پھولے.....  
تیرے ہی عزم کی قدیل ہاتھ میں لے کر  
چلے تو تیرا مسافر نہ راستہ بھولے  
زمیں سے تاپہ فلک سلسلہ رہے قائم  
زمیں کا یہ شجر آسماں کو چھولے  
آمین۔  
آپ کی ادنیٰ سی خاکسار..... دعاؤں کی طلب گار۔





حیض

حیض (Menses) ایک وریڈی خون ہے جو کہ ایک صحت مند عورت میں صحت مندانہ حالت میں مہینے میں ایک بار چند روز کے لیے خارج ہوتا ہے یا دوسرے لفظوں میں رحم سے خون آنول (Mucus) اور رحم کے اجزاء کا ہر مہینے اخراج حیض کہلاتا ہے۔ حیض مختلف حالتوں میں غائب ہوتے ہیں یا نہیں ہوتے مثلاً.....

- بلوغت سے پہلے کا عرصہ
- ایام حمل میں
- ایام رضاعت (دودھ پلانے کا زمانہ)
- سن یاس کا زمانہ

دورانیہ

حیض بالعموم تندرست عورتوں میں ہر چار ہفتہ یعنی 28 دن کے بعد آیا کرتا ہے لیکن بعض عورتوں کو 24 روز اور بعض کو 32 روز کے بعد بھی آتا ہے جو کہ بے قاعدگی نہ ہونے اور درمیانی وقفہ کے ایک ہی حالت پر ہونے کی صورت میں داخل مرض نہیں یعنی اگر چوبیس روز کے بعد حیض آتا ہے تو چوبیس روز بعد ہی برابر آتا رہے گا۔ اگر 32 روز بعد آتا ہے تو 32 روز بعد ہی برابر آتا رہے گا۔ یہ صورت غیر طبعی ہے اور مرض کے ساتھ وابستہ نہیں لیکن اگر اس صورت میں غیر متوازن کیفیت ہو جائے یعنی 25 روز بعد آنے والا حیض کسی مہینے 32 روز کے بعد آئے تو یہ غیر صحت مندانہ رجحان ہے۔

مقدار

تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ حیض کے خون کی مقدار مختلف عورتوں میں مختلف ہوتی ہے تاہم اوسط نکالا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ ان ایام میں خون روزانہ کسی ایک خاص مقدار میں برآمد ہوتا ہے اور بھی ایک آدھ روز ہند ہو کر پھر

سے جاری ہو جایا کرتا ہے اوسطاً ایک تندرست عورت کو 15 تا 100 سے 200 گرام۔

خصوصیات

اس قسم کے مخلوط میں انجماد کی صلاحیت کم ہوتی ہے کیونکہ رحم کی نالی کی خارج شدہ تیزابی وترش محلول بل کر اس کی رنگت اور خوبی کو بدل دیتی ہیں۔ اس لیے اکثر یہ سیال حالت میں رہتا ہے، بعض اوقات خون کی کثرت اس تیزابی سیال کو کمزور بنا دیتی ہیں تب ایسی حالت میں خون جم جاتا ہے۔

عمر

مختلف ممالک کے آب و ہوا کے اختلاف طریقہ معاش بدنی حالت کے اختلاف کی وجہ سے حیض آنے کی عمر بھی مختلف ہوتی ہے چنانچہ پاکستان جیسے گرم ملک میں گیارہ بارہ یا تیرہ برس کی عمر میں حیض آنا شروع ہو جاتا ہے بلکہ اس سے بھی بعض زیادہ گرم حصوں میں 9 برس کی عمر سے ہی حیض شروع ہو جاتے ہیں جو لڑکیاں عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے ہوئے مرغن غذا میں استعمال کرتی رہتی ہیں وہ جلد حائضہ ہو جاتی ہیں۔

علامات

حیض سے قبل بہت بے آرامی اور سستی محسوس ہوتی ہے۔ پیروں میں بوجھ اور بے چینی کا احساس ہوتا ہے بعض حالات میں علامات بہت معمولی ہوتی ہیں اگر عورت کی تندرستی اور صحت بالکل درست ہے تو کوئی علامت حیض سے قبل معلوم نہیں ہوتی اور کسی میں بدنی کمزوری کا احساس ہوتا ہے بدن ٹوٹنے لگتا ہے طبیعت سست ہو جاتی ہے۔ کام کاج میں دل نہیں لگتا پیروں میں کسی قدر ابھار اور تناؤ محسوس ہوتا ہے۔ کمر پیٹھ اور سر میں درز خفیف حرارت پستانوں میں تناؤ اور سختی پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض عصبی مزاج والی لڑکیوں میں دیوانگی کا سا دورہ ہو جاتا ہے چند روز تک یہی حالت رہتی ہے اس کے بعد سفید رطوبت برآمد ہونے لگتی ہے پھر سرخی مائل ہو جاتا ہے۔ خون حیض بلوغت کی دلیل ہے اور قابلیت تولید کی علامت بھی شروع میں اکثر لڑکیوں کو حیض بے قاعدہ طور پر آیا کرتا ہے۔ بعض اوقات میں دو دو تین اور

بعض اوقات چار ماہ بعد آیا کرتا ہے بعد میں یہ حالات باقاعدہ اور معمول کے مطابق ہو جاتے ہیں۔

مدت حیض

حیض کی مدت بھی مختلف عورتوں میں مختلف ہوتی ہے بعض عورتیں صرف ایک دو دن حائضہ رہتی ہیں، بعض کو متواتر ایک ایک ہفتہ بلکہ آٹھ آٹھ روز تک برابر حیض آتا رہتا ہے اگر ان تمام حالات کا اوسط نکالا جائے تو حیض کی مدت تندرست عورتوں میں چار روز قرار پاتی ہے۔ کم از کم تین روز اور زیادہ سے زیادہ سات روز حیض کی طبعی مدت قرار دی جاتی ہے۔ اس کی کمی بیشی غیر طبعی حالات کے وجود کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

تغییر رنگت

رحم سے آنول کے سے سیلان کی کمی غیر معمولی طور پر زیادتی ہو جاتی ہے تھوڑے ہی وقت کے بعد اس کا سیلان بھورا ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں خون کے کچھ اجزاء شامل ہو جاتے ہیں اور دوسرے اور تیسرے دن سیلان خالص خون کا سا ہو جاتا ہے جو تا سازی سطح پہلے محسوس ہوتی ہے وہ رفع ہو جاتی ہے اور سیلان حیض مقررہ وقت تک رہنے کے بعد کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ سیلان کا رنگ خالص خون کے بعد بھورے یا خرمی سفید اور پھر بالکل ختم ہو جاتا ہے۔

دوران حمل اور دوران رضاعت

حمل کے دوران اور دودھ پلانے کے زمانے میں حیض عموماً نہیں ہوتے کیونکہ حمل کے زمانے میں اسی خون سے بچے کی نشوونما ہوتی ہے اور وضع حمل کے بعد اسی خون سے دودھ بنتا ہے جو کہ بچہ کی قدرتی غذا ہوتی ہے بعض ایسی مثالیں بھی موجود ہیں جن میں عورتوں کو دودھ پلانے کے زمانے میں بھی ٹھیک اور مقررہ وقتوں میں حیض ہوتے ہیں۔

سن یاس

حیض کے ختم ہونے کی عمر حالات اور ماحول کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوتی ہے بعض حالات میں تیس برس کی عمر بعض عورتوں میں پچاس ساٹھ برس کی عمر حیض آنا بند ہو جاتا ہے لیکن اکثر عورتوں میں چالیس برس کی عمر

کے آگے پیچھے حیض آنا بند ہو جاتا ہے۔ حیض کے موقوف ہو جانے کے بعد عمر کا جو حصہ ہے اسے ”سن یاس“ کہتے ہیں یعنی ناامیدی کی عمر کیونکہ اس عمر میں عورتیں حاملہ نہیں ہوتیں اور بچوں کی امید و آس سے ناامید و مایوس ہو جایا کرتی ہیں۔

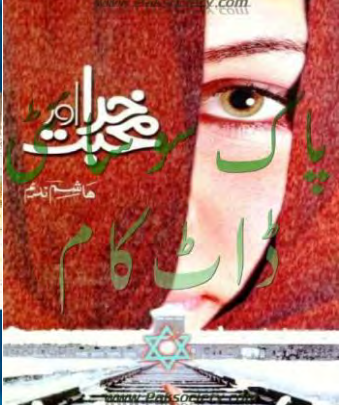
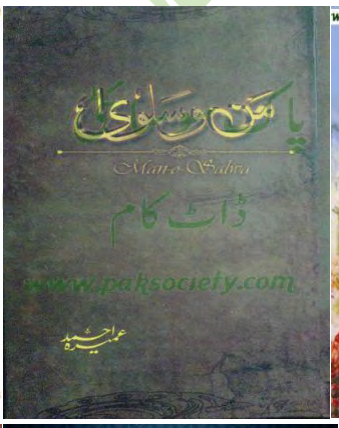
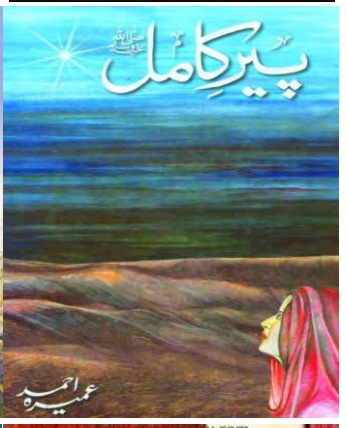
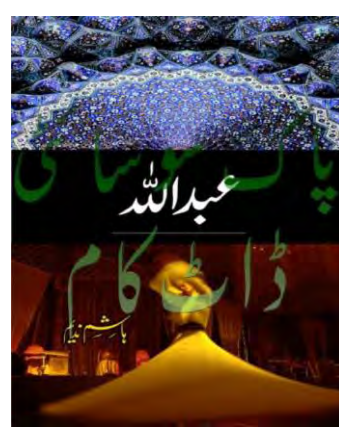
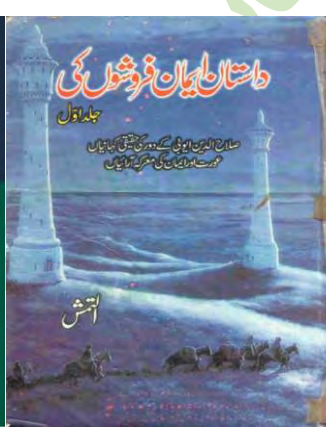
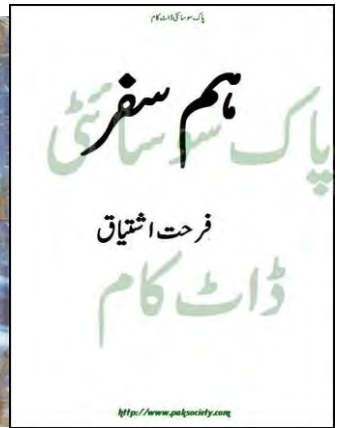
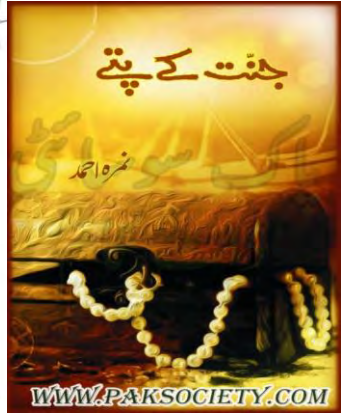
احتیاطیں

- حیض کے دوران معمولات زندگی کے کام جاری رکھنے چاہئیں مثلاً گھر کے کام کاج نہانا دھونا لیکن نیم گرم پانی کا استعمال کرنا چاہیے۔
- موٹی سردی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا چاہیے سرد پانی سے منہ ہاتھ دھونے اور زیر ناف ٹھنڈا پانی ڈالنے سے احتیاط کرنی چاہیے وگرنہ عروقی رحم سکڑ کر خون حیض کو روک دیتے ہیں۔
- سرد ترش پھل برف دہی وغیرہ سے پرہیز مناسب ہی۔
- قبض نہ ہونے دی جائے۔
- جسمانی صفائی کا خاص خیال رکھا جائے نرم و صاف پیڑیا کپڑا استعمال کیا جائے۔ میلے کپلے چھڑے ہرگز استعمال میں نہ لائے جائیں۔
- ایام حیض میں محنت مشقت کے کام زیادہ نہ انجام دیئے جائیں اچھلنے کودنے زینہ پر بار بار اترنے چڑھنے سے پرہیز کریں۔ امراض نفسانی، غم، خوف اچانک اور بے حد خوشی سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے اس لیے کہ یہ بھی فتور حیض کا باعث بن جاتے ہیں۔
- Sexual InterCourse سے پرہیز کرنا چاہیے۔
- دوران حیض درد یا کوئی اور تکلیف ہو تو اس کا علاج علاج بالمثل سے ہو سکتا ہے۔
- حیض کی باقاعدگیوں اور امراض سے متعلق اگلے باب میں درج کیا جائے گا۔

(جاری ہے)



پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-



فوزیہ سلطانہ..... تو نسہ شریف  
بہت اندر تک تباہی مچا دیتا ہے  
وہ آنسو جو آنکھ سے بہہ نہیں سکتا  
طلعت نظامی..... کراچی  
میں نے سمندر سے سیکھا ہے جینے کا سلیقہ  
چپ چاپ سے رہنا اور اپنی موج میں بہنا  
کنزئی مریم..... نامعلوم  
ذرا سی بات تھی اندیشہ عجم نے اسے  
بڑھا دیا ہے فقط زیب دستاں کے لیے  
راؤ تہذیب حسین تہذیب..... رحیم یار خان  
پھر یہ شب اپنی قسمت میں ہے یا نہیں  
جو بھی جی چاہتا ہے وہ اب من مانگ لو  
آج ماٹل گرم پر ہے رت جہاں  
مانگنا ہے تمہیں جو وہ سب مانگ لو  
ثناء رسول ہاشمی..... صادق آباد  
تمہاری بھیکتی پلکوں سے میں نے بارہا پوچھا  
کہ جلنے اور جلانے میں بھلا کیا لطف آتا ہے  
بس ایک جھوٹی آنا کے واسطے برباد ہو جانا  
خودی کے زعم میں انسان کتنے دکھ اٹھاتا ہے  
نورین انجم..... کراچی  
عید عید کرتی ہوں کیا خاک میری عید ہے  
عید کی سچی خوشی تو آپ ہی کی دید ہے  
کبریٰ مہتاب..... بوسال سکھا  
کس سمت سے آؤ گے عید پر اتنا بتا دو  
میں آج سے ہی رکھ دوں اس راہ پہ نگاہیں  
مدیحہ نورین مہک..... برنالی  
سنو! آج سے بدل لیا ہم نے بھی اصول زندگی  
اب جو یاد کرے گا وہی یاد رہے گا

اقراء ماریہ..... برنالی  
ہیلے محبت پھر ناراضگی اور پھر بلاوجہ نفرت  
کتنی ترتیب سے ایک شخص نے برباد کیا ہے مجھے  
طیبہ نذیر..... شادیوال، گجرات  
پیام عید کی روشن سحر مبارک ہو  
مسرتوں سے بھری رہ گزر مبارک ہو  
عائشہ مسکان..... رحیم یار خان  
منزل کی جستجو میں کیوں پھر رہا ہے راہی  
تو اتنا عظیم ہو جا کے منزل تجھے پکارے  
نورالحین مغل..... حیدرآباد سندھ  
اٹھتی رہتی ہے ایک گرد مجھ میں  
کون پھرتا ہے در بدر مجھ میں  
مجھ کو مجھ میں جگہ نہیں ملتی  
وہ ہے موجود اس قدر مجھ میں  
نجم انجم..... کراچی  
عید کا چاند نظر آئے گا جس دم مجھ کو  
میں تیرے وصل کی اے دوست دعا مانگوں گی  
صائمہ سکندر سومرو..... حیدرآباد سندھ  
جس بات میں تم شکست ملت سمجھو  
اس میں شرکت کو اپنی ذلت سمجھو  
جو بندہ نفس ہو مخالف اس کا  
قومی غیرت کی اس میں قلت سمجھو  
نبیلہ ناز..... الہ آباد  
مقید کر دیا ساتیوں کو یہ کہہ کر سپیرے نے  
یہ انسانوں کو انسانوں سے ڈسوانے کا موسم ہے  
نزهت جبین ضیاء..... کراچی  
لکھا پردیس قسمت نے وطن کو یاد کیا کرنا  
جہاں بے درد حاکم ہو وہاں فریاد کیا کرنا  
اقصیٰ مریم..... فتح جنگ  
کہاں وہ اور کہاں میں.....!  
کبھی سورج چاند بھی اکٹھے نکلے  
صبا ایمان..... گوجرانوالہ

گلوں میں رنگ بھرے یاد تو بہار چلے  
چلے بھی آؤ کہ گلشن کا کاروبار چلے  
نفس اداس ہے یارو صبا سے کچھ تو کہو  
کہیں تو بہر خدا آج ذکر یار چلے  
پروین افضل شاہین..... بہاولنگر  
کہیں بھی دھیان اب تو رہتا نہیں  
کہ ہر وقت رہتا ہے تیری دید کا موسم  
جس دن تم آ ملو گے ہم سے  
وہی ہوگا بس میری عید کا موسم  
یاسمین کنول..... پسرور  
ایک اور دریا کا سامنا تھا منیر مجھے  
میں ایک دریا کے بار آترا تو میں نے دیکھا  
عظمیٰ شفیق..... جڑانوالہ  
جی سکوں میں جن میں اپنی پوری زندگی  
عمر رفتہ میں وہ لمحے تلاش کرتی ہوں  
چھپ گئے ہیں جو سرمئی بدلیوں کی اُوٹ میں  
میں اپنے مقدر کے وہی ستارے تلاش کرتی ہوں  
ارم کمال..... فیصل آباد  
محبت ہاتھ میں پہنی ہوئی چوڑی کی مانند ہے  
سنورنی ہے کھکتی ہے کھنک کر ٹوٹ جاتی ہے  
لائبہ میر..... حضرو  
ہے بہت مختصر حیات غم سہیل  
اک تبسم ہی موت ہے اس کی  
طیبہ سعدیہ عطاریہ..... کھشیالہ  
سارے وہم تیرے اپنے ہیں ہم کہاں تجھ کو بھول پائیں گے  
آج تفصیل نہیں بس اتنا سنو قسم سے بہت یاد آتے ہو  
ماریہ کنول ماہی نازیہ فرامین..... گوجرانوالہ  
کبھی روٹھنا نہ ہم سے ہمیں منانا نہیں آتا  
ہمیں دل کو تم بن بہلانا نہیں آتا  
پھر بھی اگر روٹھو تو اتنا سوچ لینا تم  
ہمیں سانسوں کو تم بن چلانا نہیں آتا  
مشی خان..... بھیرکنڈ

WWW.PAKSOCIETY.COM

اسے ہم یاد آتے ہیں فرصت کے لمحوں میں فراز  
مگر یہ بھی سچ ہے اسے فرصت نہیں ملتی  
امبر گل..... جھڈو سندھ  
چاند لے کر آ گیا عید کی خوشیاں  
مل کر منا رہے ہیں سب عید کی خوشیاں  
ٹو جو نہیں ہجوم شہر میں اے میری ماں!  
ادھوری ہیں میرے لیے سب عید کی خوشیاں  
حمیرا قریشی..... حیدرآباد سندھ  
مقدمہ بے وفائی کا لڑوں تجھ سے بھلا کیسے  
میرا اپنا ہی دل تیری دکالت کرتا ہے  
پچھڑنے کا تجھ سے فقط تصور کرتی ہوں  
اس پر بھی یہ دل قیامت کرتا ہے  
نوشین اقبال نوشین..... بدرمرجان  
خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر  
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے  
صبا عیشل..... بھاگووال  
بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا  
آدی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا  
حنا شرف..... کوٹ ادو  
عمر دراز مانگ کر لائے تھے چار دن  
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں  
نادیہ احمد..... دہلی  
زاہد شراب پینے سے کافر ہوا میں کیوں  
کیا ڈیڑھ چلو پانی میں ایمان بہہ گیا  
راؤ رفاقت علی..... دنیاپور  
خواب عدم سے چونکے تھے ہم تیرے واسطے  
آخر کو جاگ جاگ کے ناچار سو گئے  
مصباح علی..... سرگودھا  
وائے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا  
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

biazdill@aanchal.com.pk

# دش مقابله

## طلعت آغاز

ایک بریڈ

اشیاء:	دو عدد
انڈے	ایک چائے کا چمچ (پسی ہوئی)
کالی مرچ	حسب ذائقہ
نمک	ایک کپ
دودھ	آدھا کپ
آٹا	آدھا کپ
میدہ	دو چمچ
گھی	

ترکیب: آٹا، میدہ، نمک اور باریک پسی ہوئی کالی مرچ آپس میں مکس کر لیں پھر اس میں ایک چمچ گھی ڈال کر اچھی طرح مسل لیں۔ انڈے کو اچھی طرح پھینٹ کر اس میں ڈال دیں اس کے بعد ایک کپ دودھ ڈال کر مکس کر لیں اور ایک طرح کی ٹی سی بنا لیں پھر فرانی پین میں ایک چمچ گھی ڈال کر گرم کریں۔ پین کے پورے پینڈے میں گھی لگا ہوا ہونا چاہئے۔ اس میں روٹی کی مقدار کا آمیزہ ڈال کر گول شکل میں پھیلا دیں۔ جب چلی سطح براؤن ہو جائے تو دوسری طرف پلٹ دیں۔ دونوں سائیڈز براؤن کرنے پر اتار لیں۔ ایک بریڈ تیار ہے۔ آپ اسے ناشتے میں استعمال کر سکتے ہیں۔

(جویریہ ضیاء..... کراچی)

کدو کا رائتہ

اشیاء:	ایک عدد (درمیانہ سائز)
کدو	ایک کپ
دہی	ایک چمچ (باریک پسی ہوئی)
کالی مرچ	چار عدد (باریک کٹی ہوئی)
سبز مرچ	

نمک حسب ذائقہ  
ترکیب: کدو کو چھیل کر چوکور ٹکڑوں میں کاٹ کر ابال لیں اور پھر گرائنڈ کر لیں۔ دہی کو پھینٹ کر اس میں کالی مرچ ہری مرچیں اور نمک ڈال کر مکس کر لیں اور بعد میں اس میں گرائنڈ کیا ہوا کدو مکس کر لیں۔ کدو کا مزیدار رائتہ تیار ہو جائے گا۔ اسے چاولوں کے ساتھ یا روٹی کے ساتھ پیش کریں۔

(سمیہ عثمان..... نارتھ کراچی)

اشیاء:	چنے کی دال
چنے کے پیالے	2 چائے کے پیالے
کھنا دہی	2 چائے کے پیالے
ہری مرچ	6 عدد
لہسن	15 کلی
بیلنگ پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
نمک ہلدی	حسب ضرورت

ترکیب: چنے کی دال کو 4 گھنٹے پہلے بھگو دیں پھر دال لہسن ہری مرچ کو پسی لیں۔ پسی ہوئی دال میں بیلنگ پاؤڈر ہلدی نمک ڈال دیں اور دہی میں ملا کر رات بھر رہنے دیں۔ دوسرے روز پسی ہوئی دال کو ٹرے (گلن) میں جما کر رکھیں پھر ٹرے کو پانی کی بھاپ میں پکائیں جب تک وہ جم کر تیار نہ ہو جائے تیار ہونے پر اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیں پھر تھوڑا سا تیل لے کر اسے رائی اور ثابت مرچ سے بگھار دیں۔ اوپر سے تازہ ناریل کے چھلکے ہری مرچ کے ٹکڑے دھنیا کاٹ کر ڈال دیں۔

(طلعت نظامی..... کراچی)

رین بوسینڈوچ

اشیاء:	تھوڑی سی
پودینے کی پسی ہوئی چٹنی	حسب ضرورت
جام یا جیلی سرخ رنگ کی	حسب ضرورت
مکھن	حسب ضرورت

دودھ  
انڈے  
ڈبل روٹی کے سلائس  
مرچ کالی

برائے نام یا حسب ضرورت

ترکیب: انڈے میں ذرا سا دودھ، کالی مرچ اور نمک پھینٹ کر پتلا سا پکائیں۔ سلائس کے کنارے کاٹ دیں۔ ایک تو س پر مکھن اور دوسرے پر چٹنی لگائیں پھر مکھن والے تو س پر رکھ دیں اس پر اوپر مکھن لگا۔ یہ اور مکھن لگے سلائس پر ڈھک دیجئے۔ اس پر مکھن لگائیے اور چوتھے سلائس پر جام لگا کر مکھن لگے سلائس پر رکھ دیجئے پھر ٹکون کی شکل میں یا لمبا کاٹ لیجئے۔ اس کو رین بوسینڈوچ بھی کہتے ہیں۔

(اریبہ مہاج..... ملیہ کراچی)

بادامی تورمہ

اشیاء:	گوشت
پياز	2 عدد
ادرک	ایک چھوٹا ٹکڑا
سبز الائچی	2 عدد
بادام (بیٹھے)	10 عدد
نمک مرچ	حسب ذائقہ
لہسن	آدھا جوا
گھی	آدھا پاؤ
پسا ہوا مصالحہ	دو چمچ

ترکیب: باداموں کی گریاں نکال کر انہیں پانی میں ملا کر پسی لیں۔ گھی میں پیاز سرخ کرنے کے بعد گوشت ڈال کر تل لیں چند منٹ بعد لہسن کے جوے اور ادرک کی باریک قاشیں ڈال دیں۔ بھوننے کا عمل اس وقت تک جاری رکھیں جب تک ہنڈیا میں سے بھناؤ کی خوشبو نہ آنے لگے۔ پھر مصالحہ ڈال کر بھونیں اور دہی ڈال دیں جب دہی کا پانی خشک ہو جائے تو پیاز اور نمک مرچ ڈال

دیں۔ تھوڑا سا پانی ڈال کر بھونیں اور پسی ہوئی الائچی شامل کر دیں۔ چند منٹ تک دم پر رکھنے کے بعد اتار لیں اور سادہ روٹی کے ساتھ پیش کریں۔  
نوٹ: الائچی کے ساتھ ہی پسے ہوئے بادام ڈال دیں۔

(نزهت جبین ضیاء..... کراچی)

اشیاء:	سیب
سیب	شہد
شہد	مکھن
مکھن	گاڑھی کریم
گاڑھی کریم	جیلی
جیلی	

ترکیب: سیب چھیل کر کھڑے کر لیں بیج نکال دیں۔ مکھن پکھلا کر اس میں کھانے کے تین چمچ بانی اور سیب کے ٹکڑے ڈال کر دھیمی آہنج پر پکائیں۔ ٹکڑے گل جائیں تو بیج سے خوب کھل کر دھیمی آہنج پر پکائیں۔ تھوڑی دیر بعد اتار کر ٹھنڈا کرنے کے لئے رکھ دیں۔ پانی میں جیلی کو حل کر کے اس میں شہد ملائیں پھر سیب ملا کر اوپر کریم کی تہہ جمائیں اور فرنیچ میں رکھ دیں اور مزے لے کر خود بھی کھائیں اور مہمانوں کو بھی کھلا کر داد وصول کریں۔ ساون کے موسم کے لئے دونوں ڈشز بہترین ہیں۔

(صدف آصف..... کراچی)

ڈیپ فرائی ڈرم اسٹیکس	جزاء:
تھی	6 کپ
ڈرم اسٹیکس مرغی کی ران	ایک کلو
سی سنونگ	ذرا سی
نمک	ایک چائے کا چمچ
شکر	ایک چائے کا چمچ
کارن فلور	2 چائے کے چمچ
ادرک	2 چائے کے چمچ

WWW.PAKSOCIETY.COM



## بیوتی کانسپٹ

روبین احمد

### نیم آلود جلد کی حفاظت

نیم آلود جلد میں بہت زیادہ رطوبت ہوتی ہے اس لیے اس قسم کی جلد عموماً دیکھنے میں پھولی ہوئی اور کھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ طبی نقطہ نگاہ سے یہ کیفیت کمزور دوران خون کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے اور جن لوگوں کی جلد اس قسم کی ہوتی ہے وہ درحقیقت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جلد کی اندرونی تہوں میں بڑی تعداد میں فاسد اور فاضل مادے جمع ہو چکے ہیں جن سے نجات کے لیے اس کی اندر تک صفائی لازم ہے۔ اس طرح کی نگہداشت کے لیے ضروری ہے کہ اپنی جلد کو پہچانا جائے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس کی دیکھ بھال روزانہ کی جائے ایسے میں غذا بھی ایک اہم کردار ادا کرتی ہے اس کے ساتھ ساتھ آپ اپنی نیند بھی پوری کریں کیونکہ پوری نہ ہونے سے بھی جلد بہت زیادہ متاثر ہوتی ہے اور آنکھوں کے گرد حلقے پڑھ جاتے ہیں جو چہرے کی ساری خوب صورتی کو خراب کرتے ہیں اس لیے غذا کے ساتھ اپنی نیند کا بھی بھرپور خیال رکھیں تاکہ اپنی جلد کو خوشگوار بنا میں آپ اپنی جلد کو روزانہ ایسی مصنوعات سے صاف کریں جو نرم و نازک جلد کے لیے موزوں ہے۔

### قدرتی اشیاء سے جلد کی حفاظت

آج کل خواتین اپنے حسن میں نکھار کے لیے شہد اور لیموں کے مساج سے اپنی جلد کو بہترین غذائیت مہیا کرتی ہیں جس سے ان کی جلد چمک دار اور نرم و ملائم ہو جاتی ہے ایسی جلد ہر قسم کے دانوں سے محفوظ رہتی ہے ہلدی سے چہرے پر مساج کرنے سے چہرے کا رواں ختم ہو جاتا ہے اور تھریڈنگ کی ضرورت

آنا انڈہ کالی مرچ نمک اور مسٹرڈ یا وڈر ان اجزاء کا پیسٹ بنالیں پھر اس میں چکن کیوبز نمک کر لیں خوب اچھی طرح ملا کر 2 گھنٹے کے لئے سرینٹ کریں پھر اس چکن کو ڈیپ فرائی کر لیں اور دس منٹ کے لئے ساس پین میں ڈال دیں اب تیل گرم کریں اور اس میں کڑی پتہ اور ادراک، لہسن کا پیسٹ ڈالیں اور اتنا بھونیں کہ وہ ہلکا براؤن ہو جائے۔ آخر میں اس آمیزے میں لال مرچ کا پیسٹ، ٹماٹر اور مسٹر ڈال دیں۔ آٹھ گھنٹے کو ڈیپ فرائی کریں جب ٹماٹر کھل جائیں تو چکن فرائی کو اس میں شامل کر دیں اور ہری مرچ اور ہرا دھنیا سے گارنش کریں۔

(آنچل قریشی..... کراچی)

ہنی آلیٹ

اشیاء:  
ڈبل روٹی ایک عدد  
انڈے 4 عدد  
دودھ آدھی پیالی  
چینی آدھی پیالی  
شہد آدھی پیالی  
بادام پتے چند عدد  
آئل تیلنے کے لئے حسب ضرورت

ترکیب: انڈوں کو پھینٹ کر ان میں دودھ اور چینی ملا لیں پھر ہلکی آنچ پر اچھی طرح تیلنے کے بعد نکال لیں اب اس پر ایک پہلی تہہ شہد کی لگائیں اور اوپر سے بادام پتے چمڑک دیں، لہسن بھی جھٹ پٹ ڈش تیار ہے اب آپ جلدی سے مزے لے کر ہنی کا آلیٹ سوری بلکہ ہنی آلیٹ کو ناشتے میں نوش فرمائیں اور مجھے دعائیں دیں۔  
(صباحی شل..... فیصل آباد)



مرچ حسب ضرورت  
ساس ڈراسا  
پانی ایک کپ  
میدہ 2 چائے کے چمچ  
بیکنگ پاؤڈر 2 چمچ  
ٹماٹر ایک عدد

ترکیب: ڈرم اسٹیکس مرغی کی ران پر سی سنونگ ملا کر دس منٹ کے لئے رکھ دیں۔ ساس اور اس کی اشیاء کو آپس میں ملا لیں، کڑا ہی میں 6 کپ کھی گرم کریں پھر ڈرم اسٹیکس پر ساس لگا کر درمیانی آنچ پر تیل لیں اور مہمانوں کو ٹماٹر ساس کے ساتھ پیش کریں۔

(پروین افضل شاہین..... بہاول نگر)

کلاسک چکن

اشیاء:  
چکن آدھا کلو  
تیل 1/4 کپ  
مکئی کا آٹا 4 کپ  
ابلی مٹر ایک کپ  
نمک آدھا کھانے کا چمچ  
کالامک آدھا کھانے کا چمچ  
لال مرچ 2 عدد ثابت (4 گھنٹے پانی میں بھگونے کے بعد پیسٹ بنالیں)  
کالی مرچ آدھا چائے کا چمچ (پسی ہوئی)  
سویا ساس 2 ٹیبل اسپون  
کچپ 4 ٹیبل اسپون  
انڈا ایک عدد  
سرکہ 2 ٹیبل اسپون  
ادراک، لہسن 2 ٹیبل اسپون (پیسٹ)  
ٹماٹر 3 عدد کٹے ہوئے  
کڑی پتہ 10-8 عدد  
مسٹر ڈ پاؤڈر آدھا بڑا چمچ  
ترکیب: سب سے پہلے سفید سرکہ سویا ساس، مکئی کا

کو جذب کرتا ہے جس سے خوب صورتی میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔

**بلش کا انتخاب اسکن کے مطابق کریں**

بلش لگانے کا مقصد چہرے کی شیپ کو نمایاں کرنا ہوتا ہے اس کی کئی خوبیاں بھی ہیں۔ یہ آپ کے چہرے کو رنگ بھی دیتا ہے اور گالوں کو نمایاں کرنے کے ساتھ ساتھ سرخ بھی کرتا ہے۔ Cheekbone یعنی گالوں کی ہڈیوں کو بھی ابھارتا ہے اگر ہڈی زیادہ نمایاں ہو تو اسے کم کرنے کے ساتھ جلد کو ہموار بھی کرتا ہے۔ اسے آپ گول چہرے کو قدرے لمبا دکھانے کے لیے بھی لگا سکتی ہیں اس طرح آپ مختلف شیڈز تخلیق کر کے گالوں کے حسن کو شوخ یا سادہ کر سکتی ہیں آپ کو چاہیے کہ آپ اپنے چہرے کا بغور جائزہ لیں اور دیکھیں کہ یہ کس شیپ کا ہے اس کے بعد نوٹ کریں کہ بلش کو کس لیے استعمال کرنا ہے یعنی گالوں کو نمایاں کرنے کے لیے یا گالوں کو سرخ بنانے کے لیے۔

**فیس پاؤڈر**

بازار میں تین شیڈز کے فیس پاؤڈر دستیاب ہیں مگر آپ ان میں سے وہی منتخب کریں جو جلد کی رنگت سے مطابقت رکھتا ہو۔ گندمی رنگت والی خواتین ابھرتے ہوئے شیڈ کا استعمال کریں جسے سنی پیڈ سنی گلاس یا مارننگ گلو وغیرہ۔ سرخ و سفید رنگت کے لیے گہرے رنگ کے شیڈز بہتر ہیں اگر جلد میں سرخی کا عنصر کچھ کم ہے تو ایسا فیس پاؤڈر استعمال کریں جس سے یہ کمی پوری ہو جائے فیس پاؤڈر کو ایف یا برش کی مدد سے چہرے اور گردن پر اس طرح لگائیں کہ دونوں ہم رنگ نظر آئیں کہیں کمی یا زیادتی نہ ہو۔ پاؤڈر لگانے سے میک اپ دیر تک قائم رہتا ہے اس کے علاوہ یہ جلد کی حفاظت کرتا ہے اور جلد سے نکلنے والی فاضل چکنائی کو جذب کرتا ہے۔ یہ شیڈز خوب صورتی میں اضافہ

کرتے ہیں اور جلد کو باہر کی مٹی اور دھوپ سے بھی بچانے میں مددگار ہوتے ہیں۔

**عید کے دن بالوں کو نیا اسٹائل دیں**

یوں تو بناؤ سنگھار کا کوئی خاص وقت متعین نہیں ہوتا مگر اہم مواقع اور تہواروں پر اس کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ عید کے دن کام بھی زیادہ ہوتا ہے اس لیے ہلکا میک اپ خواتین کے لیے زیادہ موزوں ہوتا رہتا ہے۔ میک اپ کے علاوہ بالوں کا اسٹائل بھی خواتین کے لیے اس موقع پر خاص اہمیت رکھتے ہیں اس دن خواتین کا زیادہ تر وقت کچن میں گزرتا ہے اس لیے سلیقے سے بنائے گئے بال آپ کے لیے پریشانی کا باعث نہیں بنتے۔ آج کل بالوں کو کٹوائے بغیر روز کی ذریعے نیا اسٹائل دیا جاسکتا ہے۔ گھر میں آپ ہنیر ڈرائر کی مدد سے بالوں کو رول کر سکتی ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب آپ کے بال گیلے ہوں تو تھوڑا سا ہنیر سیننگ جل بالوں میں لگائیں پھر گول برش کی مدد سے بالوں کو رول کرتے ہوئے ہنیر ڈرائر استعمال کریں تھوڑی دیر میں ہی آپ کے بال رول ہو جائیں گے۔ بیک کومبنگ کا رواج پھر مقبول ہو رہا ہے اس کے لیے آپ بالوں کو آگے کی جانب سے تھوڑا سا ترشوائیں پھر سر کے اوپر نہیں بلکہ قدرے پیچھے کی جانب بالوں کو لے جاتے ہوئے بیک کومبنگ کریں۔ پیچھے سے بالوں کو کھلا چھوڑ دیں اس کے علاوہ کام کے دوران بالوں کا جوڑا بھی بنایا جاسکتا ہے۔



## میرنگے خیال

ایمن وقار

لقم

اے خدایا شاد ہو میرا گھرانہ عید کو اے صبا میرے گھر خوشبو لٹانا عید کو منتظر ہوگا فصیل شہر پر اک خورد میری آمد کی خبر اس کو سنانا عید کو دوستو جس شہر میں تاریکیوں کا راج ہو دیپ خوشیوں کے وہاں گھر گھر جلانا عید کو یہ گھڑی خوشیوں کی ہم کو پھر میسر ہو نہ ہو ہستی آنکھوں میں نہ ایک غم سجانا عید کو آج کے دن دوستو اچھا نہیں بغض و عناد مسکرا کر ہاتھ دشمن سے ملانا عید کو تو ہتھیلی پر حنا سے نام نہ لکھنا مرا تہمت و رسوائی سے خود کو بچانا عید کو کتنے مفلس جمو نیڑوں میں بھوک کے مارے ہیں لوگ دوستوں ان بے کسوں کے غم بٹانا عید کو دھبی ہو آواز کرنا نرم لہجے میں کام دوستو انداز رکھنا شاعرانہ عید کو جو مقید بے خطا ہیں لوگ راہی شہر میں اے مرے رب ان کو پیاروں سے ملانا عید کو برکت راہی..... ڈگری سندھ

عید کا دن

ستم گریہ ستم جوڑ حمایا ہے ٹونے  
میری سسکیوں پہ گھر بنایا ہے ٹونے  
پر کیف چہروں کو جلایا ہے ٹونے  
پر غم آنکھوں کو پھر سے دلایا ہے ٹونے

سن.....

ایک دن آنے کو ہے میرا  
حساب ہوگا ہر ایک خطا پہ تیرا  
میں بتاؤں گی رورو کر کہ اے خدا  
کیا تھا ٹونے مجھ کو میرے اپنوں سے جدا

جو چلے گئے وہ عید پتو نہ پلٹ پائیں گے  
ہاں شاید میرے الفاظ مرہم بن پائیں گے  
عید ہے مگر میں اداس ہوں تو بھی اداس ہے  
لیکن.....

خدا سے ہمیں انصاف کی اک آس ہے  
خوشی بانٹنے کے لیے یہی اک بات کافی ہے  
کہ کٹ گئی ظلمت کی رات کافی ہے  
عید کا دن ہے چلو مسکرائیں  
عید کا دن ہے چلو مسکرائیں

تکلیفیں افضل و زجاج..... شاد یوں ہجرات  
ملنے چلے آؤ

عید کا دن ہے ملنے چلے آؤ  
وفاؤں کا دن ہے ملنے چلے آؤ  
عہد و پیمانے کیے تھے جو بھولنے کے  
ان سب کو بھلا کر ملنے چلے آؤ  
سنا تھا جگنو چمکیں گے اس دن آسمان پر  
چاند تارے دیکیں گے دلوں کی زمین پر  
خفا سارے زمانے سے تھے ہمارے لیے  
اب ہم سے خفا کیوں ہو ملنے چلے آؤ  
اپنا تو یہ عالم ہے دل میں برسات ہے  
بے کلی کا عالم ہے آنسوؤں کی رم جھم میں  
نہ اپنا کوئی اپنا ہے پرایا تو سدا پرایا ہے  
احساس مروت ہی سہی ملنے چلے آؤ  
جو رنجش تھیں دلوں کی بستی میں کبھی  
انا کا بت پاش پاش کر کے بھلا دو انہیں  
پیار و محبت کے ابر میں خلوص کی برسات میں  
اور یاد و وفا کے گلے ملنے چلے آؤ  
ماہ نور نعیم..... بھکر

لقم

کوئی تو ہو جو مجھ کو روشن کر دے  
اندھیروں سے نکال کر اجالا کر دے  
کوئی تو ہو جو میرے غم کا مدا کر دے  
یہ زندگی مجھ پر آسان کر دے  
میری حسرتوں کو پورا کر دے

WWW.PAKSOCIETY.COM

میری خواہشوں کی تکمیل کر دے  
کوئی تو ہو جو.....

امت مسلمہ کو ایک کر دے  
دنیا میں اسلام کا بول بالا کر دے  
کوئی تو ہو جو مسلمانوں کی نسل کشی ختم کر دے  
اندھیروں سے نکال کر اجالا کر دے  
یہ زندگی مجھ پر آسان کر دے

سونیا قریشی..... ملتان  
لظم

میری امتحان خواہش  
دنیا کی رنگینوں میں کھو کر  
اپنا آپ گنوا بیٹھی ہیں  
جانے کیوں خوش فہم ہیں  
کہ بیتار یک دست سفر  
ہے اک کھن مرحلہ

انیلہ سخاوت..... میانوالی

آمد پر عید کی

آنے کو ہے عید  
نہ جا میرے ریمت  
تیری خوشیاں رہیں گی  
ہمیشہ میری بھیک  
نہ پکاروں تجھے  
نہ ہو گا یہ کبھی  
آؤ نام تیرے کر دوں  
میں راتیں سبھی  
میں تیار تو رہوں گی  
انتظار میں تیرے  
کچھ ہو یا نہیں  
ہو جسے میں تو میرے  
یہ نام رہے گا  
مجھ میں دفن  
نہ دے پائے گا کوئی  
میری چاہت کو کفن  
تیرے دل میں رہے

صدا بہار کا موسم  
حسین یونہی رہے  
اند باہر کا موسم

لائب میر..... حضرو

غزل  
زندگی سے تو جان چھوٹے گی  
روشنی سے تو جان چھوٹے گی  
آکے لپٹے گی موت سینے سے  
مقلی سے تو جان چھوٹے گی  
سارے جھنجھٹ ہیں زندگانی کے  
ہر کسی سے تو جان چھوٹے گی  
آدمیت سے خوف آتا ہے  
آدی سے تو جان چھوٹے گی  
تم کو دنیا میں چھوڑ جاؤں گا  
بے بسی سے تو جان چھوٹے گی  
مر کے راشد سکون پاؤں گا  
نوکری سے تو جان چھوٹے گی

راشد ترین..... مظفر گڑھ

چے رشتے

لحوں میں  
نہ جذبوں میں  
جو بات ہے  
سچے رشتوں میں  
لمحے ہی آکے  
گزر جاتے ہیں  
جذبوں میں بھی  
دل بھنگ جاتے ہیں  
سچے رشتے انسان  
کے دل میں گھر کر جاتے ہیں

سحر کرن شہزادی..... گوجرانوالہ

مناجات

من میرا مائی کا دیا نہ ٹوٹے نہ جڑتا سائیں  
سو سو دیے جلا کر ہاری پریت کا در نہ کھلتا سائیں  
چاہت چاہت کرتی پھرتی چاہت بیج نہ پھلتا سائیں

تیری دھوپ کی چھاؤں نرالی شب سورج نہ ڈھلتا سائیں  
عشق کا روگ لگا کے بیٹھی من شیشہ نہ دھلتا سائیں  
بات کہی اور مان گنویا مان بھی نہ جڑتا سائیں  
تو چاہے من مند کر دے چاہے پھیر دے قبلہ سائیں  
تو چاہے تو پتھر کر دے چاہے موم پکھلتا سائیں  
دنیا تیری رشم دھاگہ رستوں بیج الجھتا سائیں  
مجھ ابھی کو سلجھا کر دے  
ٹو واحد ٹو یکتا سائیں ٹو واحد ٹو یکتا سائیں  
کوڑ جہاں..... کراچی

لظم

اس بار جون آجانا رمضان میں میں دیکھ لوں گا  
ٹو دکھانا زور اپنا میں بھی جنوں کا ساتھ لوں گا  
ٹو رہنا طیش میں اپنے میں فقط صبر میں رہوں گا  
ٹو چاہے اپنی گرمی خوب دکھانا میں تو سایہ رحمت میں رہوں گا  
میں ترے ہر ضرب کمال کا جواب روزہ و نماز سے دوں گا  
تری گرمی لمبی راتوں کو میں قیام میں گزار دوں گا  
لوگو! نہ گھبرانا جون سے میں بارہا یہی کہوں گا  
ٹھان لی ہے اس بار جون کو مایوس کر کے میں رہوں گا  
یہ کہہ کے جون خود ہی لوٹ جائے گا ایک دن  
تجھ کو میں اے جانہ بعد میں دیکھ لوں گا  
سید بشر عظیم بخاری چاند..... ای میل ٹھکانا

اب ان راستوں پر

ان راستوں پر اب تم

کیوں آئے ہو دوبارہ؟

کہ میں تو ہوں خالی ہاتھ اب

جب گئے تھے تم کسی اور منزل کی طرف

تو سوچنا تھا اک پل کے لیے

میرے بارے میں بھی

کہ میں ان راستوں پر بھی تمہارے ساتھ

پکڑ کر چلتی تھی تمہارا ہاتھ

اور تم سے کہتی تھی

دیکھو.....

یہ ہاتھ کبھی چھوڑنا نہیں

کہ میں نے کیا ہے تم پر اعتبار

اپنی ذات کو کیا ہے تمہارے نام

پھر کچھ یوں ہوا کہ.....

تم میرے ہاتھوں سے چھڑا کر اپنے ہاتھ

ٹھکرا کر مجھے چل دینے کی اور راہ گزر پر

میں تمہارہ گئی اس راستے پر

میرے آنسوؤں کے گواہ ہیں یہ دیوار دور

یہ تنہائی میری ہمسفر

اب اگر لوٹ آئے ہو تم

تو جاؤ کتاب.....

میں تمہیں ٹھکراتی ہوں.....!!

نوشین اقبال نوشی..... گاؤں بدرمرجان

غزل

تجھے تجھ سے چرانا مشکل لگتا ہے  
تجھے خود میں سانا مشکل لگتا ہے  
ٹو اپنا ہو کہ غیر لگتا ہے آخر کیوں  
تجھے اپنا بنانا بڑا مشکل لگتا ہے  
میں ڈھونڈتی رہتی ہوں خاموش سی راتوں میں  
تیری صورت کا میرے سامنے آنا مشکل لگتا ہے  
میں پیاسے صحرا پر تیرا نام تو لکھتی ہوں  
تجھے خاموشی سے پانی یہ میرا عکس بنانا مشکل لگتا ہے  
میں ٹوٹ تو جاؤں گی تم کیسے سمیٹوں گے فقط یہ کہو گے  
اے دل تجھے پھر سے جوڑنا بڑا مشکل لگتا ہے  
صبا الیاس..... ماہندر

غزل

جانے کیسی خطا ہوئی مجھ سے  
ساری دنیا خفا ہوئی مجھ سے  
جس کو کوئی نبھا سکا نہ یہاں  
رسم وہ بھی ادا ہوئی مجھ سے  
تھی محبت نماز سے بڑھ کر  
رات وہ بھی قضا ہوئی مجھ سے  
جب گلے سے لگایا اس نے مجھے  
روح میری جدا ہوئی مجھ سے  
لوگ کہتے ہیں دل کی بستی جسے  
وہ زمین کربلا ہوئی مجھ سے

WWW.PAKSOCIETY.COM

## دوست کا پیغام

بہا احمد

گریٹ فرینڈز کے نام

عزیز از جان قارئین! میری طرف سے آپ سب کو پیار بھرا سلام قبول ہو اور ساتھ میں عید مبارک بھی۔ ہائے اقراء ڈیئر! کیسی ہو؟ آپ تو عید کا چاند بن گئی ہیں کدے ساہنوں وی یاد کر لیا کرو عید مبارک ہو نگار شوکت جی! فی وی کم دیکھا کرو ورنہ وادی جی ریوٹ چھپادیں گی اور پھر کبھی..... گئیں۔ اجالا عروج آپ اتنی اداس کیوں ہو ڈیئر! خوش رہا کرو اور آئینوں سے کم جھکڑا کیا کرو اقراء اسلم بڑی کنجوس ہو آپ کی شادی پر ہمیں بلایا نہیں، کوئی بات نہیں۔ کیسے مزاج ہیں جناب کے؟ عروج فاطمہ بڑی کھور کھور کر دیکھ رہی ہو کیا ماہ بدولت کو کچا چبانے کے ارادے ہیں ارے ردا الفاء جی! میرا تو دل کرتا ہے کہ آپ کو میں الفایٹا کہوں (ہاہاہا)۔ کدے ہنس وی لیا کرو ہر وقت منہ پر بارہ بجے کے سائٹن کیوں؟ چھمک چھلو قندیل جی بڑے موٹے ہو گئے ہوئی تے۔ کم کھایا کرو فری مشورے اپناؤ اور ہلکے ہلکے ہو جاؤ (ہاہاہا)۔ رمشا طاہر جی سر ظہیر عباس صاحب کا سایہ اتر گیا، سحر الیاس خالد کے گھر کب جاؤ گی بتا کر جانا میں بھی جاؤں گی (جی جی)۔ ام حبیبہ مجھے آپ سے بڑے گلے شکوے ہیں حبیبہ آپ کی نانی امی کی طبیعت کیسی ہے؟ ہائے پرانے زمانے کے لوگو! آپ سدرہ آبی کول اور آبی امرینہ جی پیسے کیسے ہوئے ہیں؟ آپ سب کو عید مبارک ہونائی ڈیئر اولڈز نیرا محل کیسی ہیں آپ دونوں؟ عید مبارک ہو آپ دونوں کو ڈیئر اقصیٰ منہاج سے تجھے بڑا پیار ہے اور نادیا اس محمد دھیان سے رہا کرو جو یہ اقصیٰ بے ناں بڑی چار سو بیس ہیں۔ سوری اقصیٰ جسٹ آئی ایم جو کنگ اقصیٰ اینڈ نا دیہ میری طرف سے عید مبارک ہو اور میری طرف سے تمام کلاس اور آل منہاج اسٹاف کو عید مبارک کہنا۔ اوکے اللہ حافظ۔

بشری سرور سدرہ آہنتی..... سیا لکوٹ ڈسکد  
آچل فرینڈز کے نام  
السلام علیکم! کہے ہیں سب اور سب سے پہلے آپ سب کو عید کی خوشیاں بہت مبارک ہو عقل بھائی پچی برتھ ڈے نو پو ہمیشہ خوش رہو جتنے مسکراتے رہو آئین۔ آچل فرینڈز! کم کمال طیبہ نذیر، نجم انجم ٹوپہ کوڑ سہاس گل رشک حبیبہ نذیر، جیس فیاض، مسز نگہت غفار، انا احب دعائے سحر اور پیاری آبی پرنس افضل شاہین جیا آبی کیسی ہیں آپ اور طیبہ نذیر ہم نے سنا آپ پیادیس سدھار رہی ہیں بہت جلد انتہا آپ کی آنے والی زندگی کو خوشیوں سے بھر دے آئین۔ سیرا

WWW.PAKSOCIETY.COM

چھوڑ دیا کیوں بے ماں؟  
کر دیا کیوں لامکاں؟  
کبھی یہ بھی نہ تو نے بتا کیا  
برستی ہیں آنکھیں تیرے بنا  
بھول گیا ہوں دھڑکنے  
جب چپ میں اور دل ویراں  
مگر تجھ کو بھی بلاؤں گی نا  
کہ بہت بڑی ہے میری انا  
میرے مہرباں میرے مہرباں

سندس رفیق سندس..... عبدالحمیم

عید  
سنو ہدم کیا ایسا نہیں ممکن  
اب کی بار عید کی خوشیاں  
تمہارے ہی سنگ ہم منائیں  
نار ہے کوئی غم باقی  
ناہی جلدی ہو جانے کی  
وہیں پھر وقت ٹھہر جائے  
مبارک تم عید کی جب دو  
آنسو بہنے لگیں آنکھوں سے  
انہیں تم روکنا چاہو  
پسند تم کو ہے نیلا رنگ  
اسی رنگ سے سنو جاناں  
میں نے گھر اپنا سجایا ہے  
ادھوری میری ہر خوشی  
پوری کر کیوں نہیں دیتے  
سنو اب کے بار کی یہ عید  
میرے گھر کر کیوں نہیں لیتے

سیدہ عروج فاطمہ..... ملتان



جشن کا اہتمام تھا کل شب  
یاد اس کی رہا ہوئی مجھ سے  
جس نے دل دکھایا میرا تمہیلہ  
اس کے حق میں دعا ہوئی مجھ سے  
تمہیلہ لطیف..... لاہور

غزل  
میری زندگی کی وہ داستاں  
جو ملے زباں تو کروں بیاں  
یہ روز و شب کے وہ سلسلے  
جو نہ ہو سکا کسی پے عیاں  
کہ جو درد ہے میرے چار سو  
وہ نہ ہو سکے کسی طور بیاں  
ہم رو سکے نہ ہنس سکے  
رہا غم خوشی کے درمیاں  
نہ تھا چارہ گر کوئی ہمسفر  
بھلا مٹی کیسے یہ دوریاں  
میری زندگی کی وہ داستاں  
جو ملے زباں تو کروں بیاں  
عارفانہ یاسین..... دیا

غزل  
اے میرے چاہنے والے میرے چارہ گر  
کہاں چھپ گئے مجھ سے روٹھ کر  
کیا غلطی سرزد ہو گئی ہم سے  
تم چلے گئے بے حسی کی چادر اوڑھ کر  
ہم نے تو چاہا تھا تمہیں ٹوٹ کر  
کون کہتا ہے کہ ہمیں تم سے پیار نہیں  
ہمیں تو کبھی نیند نہ آئی تمہیں بھول کر  
دعا گو رہنا اے مدو اس کے لیے  
جس نے بھول کی تمہیں بھول کر  
کہ خدا معاف کر دے اسے  
وہ خوش ہے شاید مجھے بھول کر  
مدیحہ مدو..... پورے والا

میرے مہرباں میرے مہرباں

شریف طوڑ نازیہ کنول نازیہ عائشہ نور محمد سب کیسی ہیں؟ اسکول اسٹاف گرمیوں کی چھٹیاں ہو گئیں مجھے بھول مت جانا اوکے آپ سب کو عید مبارک ہو اور سویاں اکیلی اکیلی مت کھا لیتا مجھے بھی بھجوا دینا اچھا۔ ردا عروہ زارا، عمیرہ، کلین، عقیل خالد، چاچو جان آپ کو بھی عید مبارک ہو خوش رہیں سب اور مجھے دعا میں یاد رکھیے گا رب را کھا۔

مدیحہ نورین مہک..... برتالی  
پیارے چاند کے نام  
ماہتاب عالم تاب! میرے یکسا اور واحد دلارے بھائی جان! تمہارا ہونا ہمارے لیے باعث شادابیت ہے اگر تم نہ ہوتے تو اس دہر میں ہم بھائی کی دانستیت سے بے بہرہ ہوتے۔ تمہاری موجودگی ہمیں اس رشتے سے شائی اور تراوٹ گل گلاب مہیا کرتی ہے۔ اس پیغام کا ماہصل تمہیں اس دن کی مبارک باد دینا ہے جس دن تمہارے سنانے کا شردہ سب کے لیے فرحت کا موجب ہے۔

تم سلامت رہو ہزار برس  
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار  
دعائے عافیت کے چند ارزاں کلمات تمہاری نذر جو اہر نگار  
خوشیاں تازیت تمہارے وابستہ داماں رہیں۔ اہلیان آچل اور تمام  
امت مسلمہ کو عید سعید کی سطوت سے پر خوشیاں مبارک ہوں۔  
مونا شاہ قریشی..... کبیر والہ

آچل بہنوں کے نام  
السلام علیکم! آچل کی تمام بہنوں! لکھنے پڑھنے والیوں کو اور  
آچل کی پوری ٹیم کو میری طرف سے دلی عید مبارک باد قبول  
ہو۔ امید کرتی ہوں کہ عید نمبر میں میرا پیغام جلوہ افروز ہوگا اور دل پہ  
حزن ملال کی جو کیفیت طاری ہے وہ مسکراہٹ میں تبدیل  
ہو جائے گی۔ ہاں تو بہنوں مونا شاہ، افشاں علی، عزیز مجید، طیبہ نذیر  
دلکش مریم، پروین افضل، فوزیہ سلطانیہ، مدیحہ نورین، تمنا بلوچ، ایم  
فاطمہ سیال، عائشہ پرویز، شازبہ فاروق، وحیہ زمرہ، آپ سب کو بہت  
بہت دعائیں اور عید کی مبارک باد۔ ڈیئر کرن ملک ہمیشہ خوش رہو  
نور المثل کو سلام دعائیں۔ سوئی ارم کمال آپ کو اور تمام اہل خانہ کو  
عید مبارک اور آپ کی صاحبزادی کرن کو ڈیئر سارا پیار۔ حرا قریشی  
نیلم شہزادی، کوثر خالد، حمیرا قریشی اور دعائے سحر انا احب بہت  
بہت سلام۔ خولہ عرفان آچل میں خوش آمدید اللہ تعالیٰ آپ کو  
سلامت رکھے۔ چندا مثال، نگہت خان، نورین انجم اور میری پیاری  
دوست سنورا (نسی) کو بہت بہت دعائیں سلام اور پیار اور عید  
مبارک قبول ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو سلامت رکھے اور جو دوستیں  
رہ گئی ہیں ان سب کو بھی عید کی مبارک باد قبول ہو لائے میرے علمہ  
شمشاد حسین، اذنا گوندل، حافظہ صائمہ، کشف، علویہ، چوہدری رشک  
حنا، ماہ رخ سیال آپ سب خوش و خرم رہو اگر زندگی رہی تو دوبارہ



نجم انجم اعوان..... کو رگنی کراچی

پیارے لوگوں کے نام

السلام علیکم! سب سے پہلے تمام آپ بچل پڑھنے اور لکھنے والوں کو میری طرف سے عید مبارک۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب گھروں میں خوشیوں کے نولے بھیجتا رہے آمین۔ مائی سویت اینڈ لولی امی ابو جان آپ ہمیشہ کی طرح بہت اچھے ہیں اللہ پاک آپ کو ہر وہ خوشی دے جس کی آپ کو تمنا ہے اور ہر دکھ درد سے دور رکھے آمین۔ ڈیئر برادرز! نہیں، نہیں! نوید آپ سدا خوش رہو اور دن رات ترقی کے راہ پر گامزن رہو بھائی! آپ کو عید مبارک ہو۔ مجھے پتا ہے کہ عید تو نام ہی اپنوں سے ملنے کا ہے مگر دریا پر غیر میں منائی جانے والی عید اپنوں کے بغیر احموری اور بے مزہ ہوتی ہے۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ آپ جہاں رہیں خوش رہیں اللہ کے حضور عرض ہے کہ وہ آپ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین۔ میری عزیز جان نانی ماں! ہمیں آپ کی بہت یاد آتی ہے اللہ آپ کو صحت دے اور حج و عمرہ کی سعادت نصیب فرمائے آمین۔ پلیز ڈیئر آئی شبنم! آپ اپنے لاڈلے بیٹوں اور نانی کے ساتھ ہمارے گھر آئیں۔ میری طرف سے آپ کے لاڈلوں کو بہت سارا پیار۔ سویت آئی نسرین! آپ کو عید مبارک ہو دعا ہے کہ اللہ آپ کو صحت و تندرستی سے بھرپور زندگی عطا کرے اور کبھی کوئی غم آپ کے نزدیک نہ آئے آمین۔ ڈیئر آئی نازیہ! آپ کیسی ہیں اور آپ کا پیارا بیٹا اذان کیسا ہے آپ کو بھی عید مبارک ہو۔ میری طرف سے آپ کو ڈھیروں عید کی خوشیاں اور دعا میں اور اذان کے لیے بہت سا پیار۔ مائی نیگر سسٹر مروا! تم بہت اچھی ہو خوش رہو مگر اپنے خرچے پڑاؤ کے جی مجھ سے مل کر کیسا لگا اور میرے انداز عید مبارک کیسا لگا اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

طیبہ حنیف بٹ..... سمندری

طاہرہ چھاگیر کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو فرینڈ! ایکزام کیسے ہوئے؟ اللہ کرے ہم سب فرینڈز کے مارکس توقعات کے مطابق آجائیں آمین۔ ڈیئر طاہرہ اگست میں تمہاری سالگرہ ہے میری جانب سے بے حد مبارک باذ اللہ ہمیں ہمیشہ خوش رکھنے ویسے دوسری سالگرہ بھی مبارک ہو یقیناً تم سمجھ تو گئی ہوگی یار! کاش ہم فرینڈز پھر پہلے کی طرح ساتھ ہو سکیں۔ مجھے وہ دن بہت یاد آتے ہیں اور اپنا گروپ بھی تم اور جیا تو پھر ساتھ ہو میں تو بالکل اکیلی ہوئی ہوں تم جانتی ہو مجھے میری فطرت کے مطابق کسی فرینڈز کا مل جانا بہت مشکل ہے۔ آئی مس یو اینڈ آل مائی گروپ! ایک بار پھر سالگرہ مبارک پلیز کالج آئی رہا کر مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے اور جیسا بھی کہتا اللہ حافظ۔ ثانیہ مسکان..... گوجران

السلام علیکم! تمام دوستوں کو دل کی گہرائیوں سے عید مبارک! طیبہ نڈیرا دے ہوئے جناب شادی پر انوائٹ تو ضرور کرنا ہے تم نے میں آؤں یا نہ آؤں وہ میری مرضی (باہا! طیبہ اللہ ہمیں ڈھیروں خوشیاں دے آمین۔ ریحانہ راجپوت اگر کہیں بڑھیت پن کا ایوارڈ مل رہا ہو تو میں ضرور وہ تمہیں دلوانے کی کوشش کروں گی (ہنسنا منع ہے)۔ عظمیٰ فریڈ! تم ہنستی اچھی لگتی ہو ہا ہا ہا۔ ساریہ چوہدری تم صدم صدم بے کیوں آج تو بولناں..... (ہاں بھئی) فائزہ بھئی! پھولوں کے شہر سے تعلق رکھنے والی نازک سی شہزادی! اداسی تم پر بالکل نہیں چلتی۔ اب مسکرا دو اور پتا ہے میری امی کو چوکی شہر بہت پسند ہے۔ میری بہن لاہور میں رہتی ہے اور چوکی شہر بھی راستے میں آتا ہے میری اللہ سے دعا ہے کہ آپ کو صحت اور خوشیاں عطا فرمائے آمین۔ آنے شہیر! آپ یاد کرو یا نہ کرو تو زیوہ یاد رکھیے گی۔ ماہ رخ سیال! نجم انجم پروین افضل شاہین! ایس بتول شاہ! مدیحہ نورین! مدیحہ کنول! ارم کمال! نورین انجم! شمع مسکان! جاوید عباسی! سرور فاطمہ! بنی شگفتہ خان! ماجرہ کشف اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ سب ہمیشہ خوش رہو آمین۔ گل مینا خان! اینڈ حسینہ! ایس آپ کو میری طرف سے عید مبارک! آپ کا شہر ہا ہا ہا بہت خوب صورت ہے ابھی پچھلے دنوں میں مظفر آباد آئی ہوئی تھی کیونکہ میرا بھائی وہاں رہتا ہے بھائی کی شادی کے بعد جب ہم نے پہلی بار کشمیر کے علاقوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تو بے ساختہ زبان سے ”سبحان اللہ“ نکلا تھا۔ چیز لٹھ پر بیٹھ کر نیچے دیکھا اور پہاڑوں پر ریس لگانا سب بہت یادگار تھا۔ پہاڑوں کی بلندی پر روئے نایم کا شور سب اتنا خوب صورت تھا یہ سب میری زندگی کے قیمتی لمحات تھے۔ مظفر آباد بے حد خوب صورت شہر ہے رات کے وقت تو ایسے لگتا تھا جیسے زمین پر ستارے جھلک کر رہے ہوں اور ہاں راستے میں ہونے والی سلائڈنگ آف بے حد خطرناک راستہ تھا چلو جی فرینڈز! اجازت دیجئے اللہ حافظ۔

فوزیہ سلطانہ..... تونسہ شریف

سمیرا شریف! طوبہ! عید مبارک! اللہ اور فرینڈز کے نام میں ملو ڈیئر کیسی ہیں آپ! سلسلہ وار ناول کی کامیابی کی بے تحاشہ مبارک باد ہمارے پاس شاید وہ الفاظ نہیں جن کے ساتھ آپ کی مداح سرائی کر سکیں۔ یقیناً یہ ایک شاہکار ناول تھا اس پر تو ڈراما آن اڑ ہوتا چاہیے ہماری دعا ہے کہ آپ از دوامی زندگی کی خوشگواریت کے ساتھ ساتھ ادبی دنیا میں بھی ہمیشہ سرخرو ہو سکیں آمین۔ نکیت عید انشا علی آپ کو اپنے ناول کی کامیاب اشاعت پر مبارک باد! آپ بچل میں سلسلہ وار ناول میں ”نوٹا ہوا تارا“ کے بعد ”ترے عشق نچایا“ ہمیں بہت پسند تھا اس ناول میں ہمارا نیورٹ کردار خان جنید افضل تھے! بس آپ نے انہیں جلدی ناول سے آؤٹ کر دیا تھا اور آل

بیٹ ناول تھا۔ ثوبہ! نواز اعوان آپ کے گھر ایک منظمی پری کا اضافہ ہوا ہے ڈبل مبارک باد۔ ماہ رخ سیال! آپ کہاں ہیں آج کل؟ زیبا خان (آزاد کشمیر) آپ سب اپنی سی لگتی ہیں۔ ہماری ہاشل فیلیو سدرہ! انتہی! آمتہ گلزار! عروج فاطمہ کے ساتھ ہماری کبھی کزنز نمبرہ عمران! انصی! مسکان! سدرہ! انور! نمبرہ کوہیلو! اینڈ بیٹہ! شہزاد! آل۔ سمندری سے ان دونوں بہنوں کو بہت سا سلام جو ہمیں اسلامیہ کالج (فیصل آباد) میں ایگزیکٹو کے دوران ملی تھیں اور آپ بچل شوق سے پڑھتی تھیں! اینڈ یہ تحریم! نکلین! عالیہ! فیصل آباد آپ سب کے لیے ڈھیروں دعا میں۔

سعیدہ! اخلاق! شاز! ریہا! اخلاق..... جھنگ صدر مہکتی کلیوں کے نام

السلام علیکم! امید کرتی ہوں کہ سب خیریت سے ہوں گے سب سے پہلے تو سب کو رمضان کریم کی بہت بہت مبارک باد اور رمضان تو تقریباً اپنے اختتام کی طرف گامزن ہے تو ساتھ ہی سب کو ایڈوائس عید مبارک۔ طیبہ نڈیرا! نا احب! ایس بتول! صائمہ قریشی! پرنس افضل شاہین! حب اعوان! دعائے سحر رشک! حنا! ماہ رخ سیال! لائبریری ساریہ چوہدری اور باقی دوستیں جن کے نام نہیں لکھ پائی سب کو دل کی گہرائیوں سے عید مبارک اور اسکول اسٹاف کو بھی عید مبارک۔ میری جولائی میں برتھ ڈے تھی پچی برتھ ڈے نومی (باہا!)۔ مجھے پتا ہے تم سب تو بھول جاؤ گی مجھے وش کرنا اسی لیے میں نے خود ہی کر لیا! مدیحہ نورین! بہک تم اس وقت ہمیشہ کی طرح بھولنا ہاں ذرا پھر میں تمہیں پوچھوں گی جو بھی بہن گفٹ دینا چاہے سو سٹ ویل کم! دو! آؤٹ! کیک! میرے گفٹ ہمارے گھر دے جانا سب! ہا ہا ہا۔ ماریہ میری پرنسز تم کیوں پریشان ہو گئی ہو! اقرا! ہمیں کیسے بھول سکتی ہے میری طرف سے تمہیں اور تمہاری پوری فیملی کو بہت بہت عید مبارک۔

اقراء ماریہ..... برنائی

احباب قلب کے نام

سلام بنا احباب! قلب! مصروفیت کے اس دور میں سب جیواور جینے دو جیسے مقولہ پر عمل پیرا زندگی کے شب و روز بسر کر رہے ہیں۔ وہیں بزم پیغام دوست کے اس گلستان میں پہنچ کر ایک انجانی سی مسرت من کا احاطہ کیے کسی نازک تھلی کی مانند ایک ایک گل کے گرد رقص کرتی پیغام برہتی شاہد دیتی اور آگے بڑھ جاتی! اسی گلستان کا حصہ بننے کے لیے مستعد دعاؤں کے ہمراہ شریک محفل ہوں (خوش آمدید تو کہیں گے نا؟) حرا قریشی کے الفاظ کی طرح آواز دلجو بھی مٹھاس لیے ساعتموں پر چھاپا رہا میرے بھرے کی اشاعت پر پہلی کال حرا قریشی ہی کی تھی مبارک باد کے ساتھ تعریف (یقیناً جانتے ساعتموں پر رشک کا گمان ہوا) بیچ حرنی لفظ (شکریہ) شاید ہی دلی کیفیت کا آئینہ دار ہو۔ ہمیشہ مسکراؤ! مزید کامیابیاں آپ کی قسمت

کی باندی نہیں۔ پروین افضل شاہین ہمیشہ کی طرح مسکان کے ہمراہ دل میں اتر گئیں ہمیشہ خوش و خرم رہیں اپنے پرس کے ہمراہ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ دعائے سحر کی خاموشی بدستور قائم ہے (گدھر تم ہو دعا؟) سامعہ ملک پرویز! آپ کا تبصرہ بہت جاندار تھا (جگ جگ جیو پیاری) طیبہ نڈیرا! بالکل بھی اداس نہ ہوں! آپ کی آئینہ زندگی کے لیے ڈھیروں دعاؤں کے بادل ہمیشہ میری طرف سے سایہ کن رہیں گے۔ حنا! شرف اللہ تعالیٰ آپ کو ہر ناگہانی آفت سے بچائے ایمان علی کو شادی کی ڈھیروں مبارک باد (عزیز ہمیشہ خوش و خرم رہو! آپ سب کے لیے دعا ہے کہ جن لمحوں میں آپ مسکراؤ وہ لمحے بھی ختم نہ ہوں اور حسرتوں کی دھوپ سے بھی تمہارا گزر نہ ہو ہمیشہ خوشیوں کی جگنوؤں کے حصار میں رہو آمین اللہ حافظ۔

تحریم! اکرم! چوہدری..... سلطان

آپ بچل فرینڈز! اینڈ فیملی کے نام

السلام علیکم! کیسے ہیں سب اتنے حیران ہو کے کیا دکھ رہے ہیں لگا نہ جھکا میرا سر پر اتر گیا! میری طرف سے اور آپ بچل کی جانب سے بہت بہت عید مبارک۔ ماما! پی! آپ کی تولیہ ذکا اللہ! آپنی شکلیہ عبد القدیر! ابو بکر بھائی (سعودیہ) عمر فاروق بھائی (ساؤتھ افریقہ) مصباح! باجو! مکیہ! ہادیہ! نور! ندیا! نور! آپی زینت (بھائی) آپی نیلم (بھائی) اور ساتھ میں ہی (اپنے ہونے والے) سسرال والوں کو بھول جاؤں یہ ممکن نہیں ماما خالد پروین! باہر بھائی! اہم آپی! ابراہیم! ربیعہ! صف! سالم! ماریہ! علی! جاوید! شاہ! حمزہ! آپ سب کو میری جانب سے بہت بہت عید مبارک اور کراچی میں مقیم تایا جی! تائی جی! آپ سب فیملی کو بھی عید مبارک ہمیشہ خوش رہیں۔ ایک نام تو میں بھول گئی (خاور سلطان! پھول جی) آپ کو بھی عید مبارک۔ میرا سر پر اتر! آپ سب کو کیسا لگتا ہے گا ضرور! اینڈ آپ سب کے لیے اور آپ بچل فرینڈز کے لیے ڈھیروں دعا میں اللہ تعالیٰ آپ سب کو ہمیشہ خوش رکھے! آپ بچل اسٹاف کے لیے ڈھیروں ڈھیروں خلوص دعا میں اللہ تعالیٰ آپ سب کی زندگیوں میں آسانیاں پیدا فرمائے! آمین! آپ سب کی دعاؤں کی طلبگار۔

طیبہ نڈیرا..... شادیوال! گجرات

اپنوں کے نام

السلام علیکم! آپ بچل سے وابستہ تمام اسٹاف پیاری پیاری ریڈنڈ اینڈ رائزڈ کوچھتوں بھر اسلام! آبی! شائستہ! مصباح! آپ کو عید مبارک! اینڈ بھائی! اے ڈی اور مصباح! آپی! آپ لوگوں کو شادی کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو اور دعا ہے کہ ہمیشہ خوش رہیں اور اللہ آپ کا دامن خوشیوں سے بھرا رکھے! آمین! اور بھائی! اے ڈی! آپ کہاں تم ہیں آج کل! آپی! گول! مٹول! سے ارحم کی بہت یاد آتی ہے اس کا بہت خیال رکھنا اور میر پور جا کر کیسا لگا ضرور بتانا اور سب گھر والوں کو سلام

WWW.PAKSOCIETY.COM

ملاقات ہوگی اللہ نگہبان۔

مجم انجم اعوان..... کو رنگی کراچی  
پیارے لوگوں کے نام

السلام علیکم! سب سے پہلے تمام آپچل پڑھنے اور لکھنے والوں کو میری طرف سے عید مبارک۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب گھروں میں خوشیوں کے ٹولے بھیجتا رہے آمین۔ مائی سویت اینڈ لولی امی ابو جان آپ ہمیشہ کی طرح بہت اچھے ہیں اللہ پاک آپ کو ہر وہ خوشی دے جس کی آپ کو تمنا ہے اور ہر دکھ درد سے دور رکھے آمین۔ ڈیئر برادرز! نہیں نہیں! نوید آپ سب سدا خوش رہو اور دن رات ترقی کے راہ پر گامزن رہو بھائی! میں آپ کو عید مبارک ہو۔ مجھے پتا ہے کہ عید تو نام ہی اپنوں سے ملنے کا ہے مگر دریا غیر میں منائی جانے والی عید اپنوں کے بغیر اضمحوری اور بے مزہ ہوتی ہے۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ آپ جہاں رہیں خوش رہیں اللہ کے حضور عرض ہے کہ وہ آپ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین۔ میری عزیز جان ثانی ماں! ہمیں آپ کی بہت یاد آتی ہے اللہ آپ کو صحت دے اور حج و عمرہ کی سعادت نصیب فرمائے آمین۔ پلیز ڈیئر آئی جنیم! آپ اپنے لاڈلے بیٹوں اور ثانی کے ساتھ ہمارے گھر آئیں۔ میری طرف سے آپ کے لاڈلوں کو بہت سارا پیار۔ سویت آئی نسرین! آپ کو عید مبارک ہو دعا ہے کہ اللہ آپ کو صحت و تندرستی سے بھر پور زندگی عطا کرے اور کبھی کوئی غم آپ کے نزدیک نہ آئے آمین۔ ڈیئر آئی نازیہ! آپ کسی ہیں اور آپ کا پیارا بیٹا اذان کیسا ہے آپ کو بھی عید مبارک ہو۔ میری طرف سے آپ کو ڈھیروں عید کی خوشیاں اور دعائیں اور اذان کے لیے بہت سا پیار۔ مائی ینگر سسر مرو! تم بہت اچھی ہو خوش رہو مگر اپنے خرچے پر اوکے جی مجھ سے مل کر کیسا لگا اور میرے انداز عید مبارک کیسا لگا اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

طیبہ حنیف بٹ..... سندری

ظاہرہ جہانگیر کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو فرینڈ! اگیزام کیسے ہوئے؟ اللہ کرے ہم سب فرینڈز کے ماکس توقعات کے مطابق آجائیں آمین۔ ڈیئر ظاہرہ اگست میں تمہاری سالگرہ ہے میری جانب سے بے حد مبارک باذ اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھنے ویسے دوسری سالگرہ بھی مبارک ہو یقیناً تم سمجھ تو گئی ہوگی یار! کاش ہم فرینڈز پھر پہلے کی طرح ساتھ ہو سکیں۔ مجھے وہ دن بہت یاد آتے ہیں اور اپنا گروپ بھی تم اور جیا تو پھر ساتھ ہو میں تو بالکل اکیلی ہو گئی ہوں تم جانتی ہو مجھے میری فطرت کے مطابق کسی فرینڈز کا دل چاہتا نہیں ہے۔ آئی مس یو اینڈ آل مائی گروپ! ایک بار پھر سالگرہ مبارک پلیز کالج آتی رہا کرو مجھے بے حد خوشی ہوتی ہے اور جیسا سے بھی کہتا اللہ حافظ۔ ماشیہ مسکان..... گوجرخان

17 اشار گروپ کے نام

السلام علیکم! تمام دوستوں کو دل کی گہرائیوں سے عید مبارک! طیبہ نڈیراؤ نے ہونے جناب شادی پر انوائٹ تو ضرور کرتا ہے تم نے میں آؤں یا نہ آؤں وہ میری مرضی (ہاہاہا) طیبہ اللہ تمہیں ڈھیروں خوشیاں دے آمین۔ ریجاندر اچیت اگر نہیں پڑھیٹ پن کا ایوارڈ مل رہا ہو تو میں ضرور وہ تمہیں دلوانے کی کوشش کروں گی (ہنسنا سنح ہے)۔ مگنی فرید! تم ہستی اچھی لگتی ہو ہاہاہا۔ ساریہ چوہدری کم صم..... کم صم ہے کیوں آج تو بول ناں..... (ہاں بھئی) فائزہ بھئی! پھولوں کے شہر سے تعلق رکھنے والی تازک سی شہزادی! اداسی تم پر بالکل نہیں چلتی۔ اب مسکرا دو اور پتا ہے میری امی کو چوک شہر بہت پسند ہے۔ میری بہن لاہور میں رہتی ہے اور چوک شہر بھی راستے میں آتا ہے میری اللہ سے دعا ہے کہ آپ کو صحت اور خوشیاں عطا فرمائے آمین۔ آنہ شہیر! آپ یاد کرو یا نہ کرو فو زیہ تو یاد رکھے گی۔ ماہ رخ سیال! مجم انجم پروین افضل شاہین! میں بتول شاہہ مدیحہ نورین مدیحہ کنول ارم کمال نورین انجم شمع مسکان جازیبہ عباسی سرور قاطرہ بختی شگفتہ خان ماجرہ کشف اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ سب ہمیشہ خوش رہو آمین۔ گل مینا خان اینڈ حسینہ انج! میں آپ کو میری طرف سے عید مبارک! آپ کا شہر ہاشمہ بہت خوب صورت ہے ابھی پچھلے دنوں میں مظفر آباد آئی ہوئی تھی کیونکہ میرا بھائی وہاں رہتا ہے بھائی کی شادی کے بعد جب ہم نے پہلی بار کشمیر کے علاقوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تو بے ساختہ زبان سے ”سبحان اللہ“ نکلتا تھا۔ چیز لفٹ پر بیٹھ کر نیچے دیکھا اور پہاڑوں پر برس لگانا سب بہت یادگار تھا۔ پہاڑوں کی بلندی پر دریاے نیلم کا شور سب اتنا خوب صورت تھا یہ سب میری زندگی کے قیمتی لمحات تھے۔ مظفر آباد بے حد خوب صورت شہر ہے رات کے وقت تو ایسے لگتا تھا جیسے زمین پر ستارے جھلک کر رہے ہوں اور ہاں راستے میں ہونے والی سلائڈنگ آف بے حد خطرناک راستہ تھا چلو جی فرینڈز اجازت دیجیے اللہ حافظ۔

فوزیہ سلطانہ..... تونسہ شریف

میرا شریف طور! کبھی عبد اللہ اور فرینڈز کے نام ہیلو ڈیئر کسی ہیں آپ سلسلہ وار ناول کی کامیابی کی بے تحاشہ مبارک باذ ہمارے پاس شاید وہ الفاظ نہیں جن کے ساتھ آپ کی مداح سرائی کر سکیں۔ یقیناً یہ ایک شاہکار ناول تھا اس پر تو ڈراما آن ائر ہونا چاہیے ہماری دعا ہے کہ آپ ازدواجی زندگی کی خوشگواریت کے ساتھ ساتھ ادبی دنیا میں بھی ہمیشہ سرخرو ہو سکیں آمین۔ کبھی عید اللہ آئی آپ کو اپنے ناول کی کامیاب اشاعت پر مبارک باذ آپچل میں سلسلہ وار ناول میں ”نوٹا ہوا تارا“ کے بعد ”ترے عشق تمہارا“ ہمیں بہت پسند تھا اس ناول میں ہمارا فوٹو کردار خان جنید انکل تھے بس آپ نے انہیں جلدی ناول سے آؤٹ کر دیا تھا اور آل

WWW.PAKSOCIETY.COM

بیٹ ناول تھا۔ ٹویہ نواز اعوان آپ کے گھر ایک منھی پری کا اضافہ ہوا ہے ڈبل مبارک باد۔ ماہ رخ سیال آپ کہاں ہیں آج کل؟ زبیا خان (آزاد کشمیر) آپ سب اپنی سی لگتی ہیں۔ ہماری ہاشل فیلو سدرہ انتہی آنت گلزار عروج قاطرہ کے ساتھ ہماری سبھی گزرتا نمبر عمران افضل مسکان سدرہ افزا نمبر کو بیلا اینڈ بیٹ شہزاد آل۔ سمندری سے ان دونوں بہنوں کو بہت سا سلام جو ہمیں اسلامیہ کالج (فیصل آباد) میں اگیزا کے دوران ملی تھیں اور آپچل شوق سے پڑھتی تھیں اینڈ یہ تحریریں ’کلمین عالیہ فیصل آباد آپ سب کے لیے ڈھیروں دعائیں۔

سعدیہ اخلاق شازیہ اخلاق..... جھنگ صدر  
مہبتی کلیوں کے نام

السلام علیکم! امید کرتی ہوں کہ سب خیریت سے ہوں گے سب سے پہلے تو سب کو رمضان کریم کی بہت بہت مبارک باد اور رمضان تو تقریباً اپنے اختتام کی طرف گامزن ہے تو ساتھ ہی سب کو ایڈوانس عید مبارک۔ طیبہ نڈیرا! نا انا احب ایس بتول صائمہ قریشی پرس افضل شاہین حبہ اعوان! دعائے سحر رشک حنا ماہ رخ سیال لائیبہ میر ساریہ چوہدری اور باقی دوستیں جن کے نام نہیں لکھ پائی سب کو دل کی گہرائیوں سے عید مبارک اور اسکول اسٹاف کو بھی عید مبارک۔ میری جولاہی میں ہر تھ ڈے تمہی پٹی ہر تھ ڈے ٹوی (ہاہاہا)۔ مجھے پتا ہے تم سب تو بھول جاؤ گی مجھے دس کرنا اسی لیے میں نے خود ہی کر لیا مدیحہ نورین مہک تم اس دفعہ ہمیشہ کی طرح بھولنا ہاں ذرا پھر میں تمہیں پوچھوں گی جو بھی بہن گفت دینا چاہے مومن ویل کم وداؤٹ کیک میرے گفت ہمارے گھر دے جانا سب ہاہاہا۔ ماریہ میری پرسنلزم کیوں پریشان ہو گئی ہو اقرار ہم نہیں کیسے بھول سکتی ہے میری طرف سے تمہیں اور تمہاری پوری فیملی کو بہت بہت عید مبارک۔

اقرا عماریہ..... برنالی

احباب قلب کے نام

سلام بنا احباب قلب! معصومیت کے اس دور میں سب جیواور جینے دو جیسے مقولہ پر عمل پیرا زندگی کے شب و روز بسر کر رہے ہیں۔ وہیں بزم پیغام دوست کے اس بھگتان میں پہنچ کر ایک انجانی سی مسرت سین کا احاطہ کیے کسی نازک سلی کی مانند ایک ایک گل کے گرد رقص کرتی پیغام برہتی شاہاش دیتی اور آگے بڑھ جاتی اسی بھگتان کا حصہ بننے کے لیے متعدد دعاؤں کے ہمراہ شریک محفل ہوں (خوش آمدید تو کہیں گے؟) حرا قریشی کے الفاظ کی طرح آواز دلچسپ بھی مناس لیے سامعوں پر چھا رہا میرے ہمرے کی اشاعت پر پہلی کال حرا قریشی ہی کی گئی مبارک باد کے ساتھ تعریف (یقین جاننے سامعوں پر رشک کا گمان ہوا) بیچ حرنی لفظ (شکر یہ) شاید ہی دلی کیفیت کا آئینہ دار ہو۔ ہمیشہ مسکراؤ مزید کامیابیاں آپ کی قسمت

کی باندی نہیں۔ پروین افضل شاہین ہمیشہ کی طرح مسکان کے ہمراہ دل میں اتر گئیں ہمیشہ خوش و خرم رہیں اپنے پرس کے ہمراہ میری دعا میں آپ کے ساتھ ہیں۔ دعائے سحر کی خاموشی بدستور قائم ہے (گدھرم ہودعا؟) سامعہ ملک پرویز آپ کا تبصرہ بہت جاندار تھا (جگ جگ جیو پیاری) طیبہ نڈیرا بالکل بھی اداس نہ ہوں آپ کی آئندہ زندگی کے لیے ڈھیروں دعاؤں کے بادل ہمیشہ میری طرف سے سایہ فکن رہیں گے۔ حنا شرف اللہ تعالیٰ آپ کو ہر ناگہانی آفت سے بچائے ایمان ملی کو شادی کی ڈھیروں مبارک باد (عزیز ہمیشہ خوش و خرم رہو)۔ آپ سب کے لیے دعا ہے کہ جن لمحوں میں آپ مسکراؤ وہ لمحے بھی ختم نہ ہوں اور حسرتوں کی دھوپ سے بھی تمہارا گزر نہ ہو ہمیشہ خوشیوں کی جھنڈوں کے حصار میں رہو آمین اللہ حافظ۔

تحریر اکرم چوہدری..... سلطان  
آنچل فرینڈز اینڈ فیملی کے نام

السلام علیکم! کیسے ہیں سب اتنے حیران ہو کے کیا دکھ رہے ہیں لگا نہ جھکا میرا سر پر اتنا کیسا لگا میری طرف سے اور آپچل کی جانب سے بہت بہت عید مبارک۔ مہا پی! آپی نویلہ ذکا اللہ آپی شکیلہ عبد القدیر ابو بکر بھائی (سعودیہ) عمر فاروق بھائی (ساؤتھ افریقہ) مصباح باجو! مکیہ ہادیہ نور ندیا نور آپی زینت (بھائی) آپی نیلم (بھائی) اور ساتھ میں ہی (اپنے ہونے والے) سسرال والوں کو بھول جاؤں یہ ممکن نہیں مہا خالد پروین ہاں بھائی انجم آپی ابراہیم ربیعہ صف سالم ماریہ علی جازیبہ شاہ حنزہ آپ سب کو میری جانب سے بہت بہت عید مبارک اور کراچی میں مقیم تایاجی تائی جی آپ سب فیملی کو بھی عید مبارک ہمیشہ خوش رہیں۔ ایک نام تو میں بھول گئی (خاور سلطان پھول جی) آپ کو بھی عید مبارک۔ میرا سر پر اتنا آپ سب کو کیسا لگتا ہے گا ضرور اینڈ آپ سب کے لیے اور آپچل فرینڈز کے لیے ڈھیروں دعائیں اللہ تعالیٰ آپ سب کو ہمیشہ خوش رکھے آپچل اسٹاف کے لیے ڈھیروں ڈھیروں ڈھیروں دعائیں اللہ تعالیٰ آپ سب کی زندگیوں میں آسانیاں پیدا فرمائے آمین آپ سب کی دعاؤں کی طلبگار۔

طیبہ نڈیرا..... شاد یوال! مہجرات  
اپنوں کے نام

السلام علیکم! آپچل سے وابستہ تمام اسٹاف پیاری پیاری فرینڈز اینڈ راسٹرز کو کچھ بتوں بھرا سلام۔ آپی شائستہ مصباح آپ کو عید مبارک اینڈ بھائی اے ڈی اور مصباح آپی آپ لوگوں کو شادی کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو اور دعا ہے کہ ہمیشہ خوش رہیں اور اللہ آپ کا دامن خوشیوں سے بھرا رکھے آمین اور بھائی اے ڈی آپ کہاں کم ہیں آج کل۔ آپی گول مثل سے ارحم کی بہت یاد آتی ہے اس کا بہت خیال رکھنا اور میر پور جا کر کیسا لگتا ضرور بتانا اور سب گھر والوں کو سلام

اور عید مبارک۔ آنچل کی پریو میسر اغزل شگفتہ خان عدا مسکان شاہ یارس روٹی فائزہ بھٹی یارس شاہ حیر الملک فاطمہ روشی وفا لاریب انشال بیرون افضل تسلیم شہزادی لائیب میر ہما شاہ نویدہ ملک رشک وفا ایس گوہر صنم ناز طیبہ نذر شاہ زندگی دعائے سحر ثانیہ حسن سحرش رحمن سدرہ نمرہ الطاف سمیرا شریف تہینہ خادم فرح طاہر (بھٹی) کہاں گم ہوا آج کل (مشی خان اور جن کے نام نہیں لکھے ان کو بھی عید مبارک اگر کوئی دوستی کرنا چاہے تو موٹ و کلم اپنا خیال رکھنا ہمیں دعاؤں میں یاد رکھنا اللہ حافظ۔

ثوبیہ سحر حسین..... بستی ملوک  
لوی دوست سائرہ کے نام  
میری بیسٹ فرینڈ سائرہ کی عید کے بعد شادی ہے اور میں بہت اداس ہوں تمہارے بغیر سائرہ میں کیسے رہوں گی تمہارا اور میرا ساتھ دھوپ اور چھاؤں جیسا ہے تم نے مجھے بہت پیار دیا ہے میرے بہت خیرے اٹھائے ہیں اب میں تمہارے جانے کا سوچی ہوں تو میری دھڑکنیں رک سی جاتی ہیں لیکن ہرگز کی نے ایک نہ ایک دن پیا کے گھر جانا ہی ہوتا ہے اللہ میری دوست کو ڈھیروں خوشیاں دے نصیب اچھے کرے آمین۔ سسرال جا کر مجھے بھول نہ جانا سائرہ تم میری باتوں یادوں میں ہمیشہ رہو گی ان شاء اللہ اور شادی تو بعد میں ہے سب سے پہلے میری دوست کو رمضان مبارک عید مبارک اینڈ بر شادی مبارک تمام پڑھنے والے میری دوست کو دعاؤں میں رخصت کریں لویا لاث سائرہ!

معظمہ..... سمندری  
ایضا اسکول کی پریوں کے نام  
السلام علیکم! میرے تمام کیوٹ اور سویٹ فرینڈز اور اسٹوڈنٹس کو سب سے پہلے پیچر عانتش آپ کا برتھ ڈے ہے اس لیے برتھ ڈے گرل کو میری طرف سے مٹی مٹی پٹی ریٹرنز آف واڈے اس کے بعد میری سویٹ اسٹوڈنٹس شائلڈ ہمیں میری طرف سے بہت بہت کو مبارک باد اللہ تمہیں خوش رکھے عانتش اور شائلڈ اسٹائل طریقے سے تم دونوں کو برتھ ڈے ش کر رہی ہوں کیا یاد کرو گی تم لوگ۔ باہم تم سناؤ تم کیسی ہو؟ چھٹیاں انجوائے کر رہی ہونا لیکن تمہیں پڑھنا بھی چاہیے میری طرح تھے کے لئے ضمن عانتش حسین مریم حسنی تم لوگ کیسے ہو؟ انجوائے کر رہے ہو؟ پیچر ماریہ میونسٹانیہ اور انم و خدیجہ تم لوگ کیسے ہو اور روزے رکھ رہے ہونا اچھا اب اللہ حافظ دعاؤں میں یاد رکھنا۔

صبا عدا سلام..... گوجرانوالہ  
اسکول کے اسٹاف ممبران کے نام پیغام  
قابل احترام حسین سر ماجد مس ثناء مس عروج مس طوبی مس حنا اور مس سنبل السلام علیکم! ارے پچھانا نہیں یہ میں ہوں مس عظمیٰ! آپ سب حیران ہوں گے کہ روز تو رو رہا آپ سب سے ملاقات ہو

نی جاتی ہے پھر تو جناب آج میں نے سوچا کہ اپنے پیارے ڈائجسٹ آنچل کے ذریعے پیارے لوگوں سے مخاطب ہو کر ملک کے محبت لوگوں کو جشن آزادی کی دلی مبارک باد دے دوں مس ثناء ذرا کم مسکرائیں اور مس عروج اپنا منہ بند کر لیں اب۔ مس طوبی آنکھیں کم منکاؤ اور سر ماجد آپ سے امید ہے اس سال بھی آپ 14 اگست کا زبردست سا پروگرام منعقد کریں گے اور یہ سب آپ کا اخلاق اور خلوص ہے کہ اسکول کا اسٹاف اتنا اچھا ہے آپ سب لوگ بہت اچھے ہیں آپ سب کو میری طرف سے وطن عزیز کی آزادی بہت بہت مبارک ہو۔ آنٹی آپ کا اخلاق بہت عمدہ ہے اللہ ایجوکیشن ہاؤس کو ترقی عطا کرے آمین۔

آنچل سے جڑے لوگوں کے نام  
السلام علیکم! سب سے پہلے آنچل اسٹاف اور تمام پڑھنے لکھنے والوں کو رمضان مبارک اور بیٹھی عید مبارک۔ 26 جون کو میری پیاری دوستی (صدقہ) کی سالگرہ ہے اپنے فوریٹ آنچل کے تحرو تمہیں دس کر رہی ہوں سدا سلامت رہو ہمیشہ خوش رہو۔ جلیلہ غزل صبا (حکیم صاحب) راہ کنول کا نانت (لکھی) طیبہ رشید تم لوگ بہت ہی بے وفا ہو یاد ہی نہیں کرتی گل بہار راشدہ الفت سعیدہ اور ریحانہ مصروف اور مخرور لوگوں آپ کی بہت یاد آتی ہے۔ صبیحہ اور نوشین آپ لوگ سینئر دوبارہ کیوں نہیں آئیں۔ نصرت خالہ جانی آپ بہت اچھی ہیں آئی لو یو۔ صوفیہ اور ماریہ (کاکھڑو) سنا ہے دونوں شادی کر رہی ہو مونا شاہ قریشی رومانہ قریشی کوثر خالدہ مدیحہ کنول مدیحہ نورین فوزیہ سلطانیہ جمع مسکان اور میزاب (قصور) خوش رہو اور اسی طرح آنچل میں حاضر رہتی رہا کرو اور میرا شریف طورا آئی مس یو ٹوٹا ہوا تارا کی آخری قسط پڑھی تو دل بہت دھی ہو گیا کہ اب یہ کہانی دوبارہ پڑھنے کو نہیں ملے گی اس کہانی سے عجیب سا لگاؤ تھا اللہ آپ کو مزید کامیاب کرے آمین۔ اچھا جی اللہ حافظ سب کے لیے دعا گو اینڈ طالب دعا۔

گل مینا خان اینڈ حسینہ ایچ ایس..... مانسہرہ  
دل میں رہنے والوں کے نام  
اقصی مریم ہما ثناء آمنہ تہینہ آمنہ شاہین اور ڈیر لیتی کے نام ہا ہا ہا۔ لڑکیوں کیسی ہو تم سب؟ آمنہ تم لاسٹ پیپر میں بہت پیاری لگ رہی تھی (ہا ہا ہا)۔ تہینہ یار اتنی بھی بے رحمی اچھی نہیں ہوتی میری طرف سے آپ سب کو رمضان اور عید کی بہت بہت مبارک باد اور میرے لیے آنچل دعا کیجیے گا کیوٹ سی مشعل بنت عمر بھانجے عید الہادی اور سوئی کو پیار (ٹوبی آئی جلدی چکر لگائے گا)۔ عانتش پرویز آپ کے رائٹر بننے کے لیے دعا میں نے بہت دل سے کی تھی (سیریلی)۔ سعیدہ رمضان آپ کی شادی کے لیے میں ڈریس سلواری ہوں مجھے بھی انوائٹ کیجیے گا سحرش انجیل کو سلام۔

کنزئی رحمان..... فتح جنگ  
سر گودھا یونیورسٹی کے نام  
السلام علیکم! کیا حال ہے سب کا؟ دعا ہے کہ بخیر وعافیت ہوں بدتمیزوں یاد کرنا بھی چھوڑ دیا۔ مریم کیسی تو ریاضی کر دیا کرو تینج کا۔ ذونیرہ ڈیر تم کیسی ہو تم سے بہت یاد آتی ہو یو راج آنا س گرل۔ سدا بہتی مسکرائی رہو اور سب کو ہنسائی رہو کوئی بھی دکھ تمہارے قریب نہ آئے اب بھی کیا لائبریری سووی دیکھنے جاتے ہو (آئی میں کارٹون نما مصیبت) قسم سے ہم سب کیا سمجھ کے دیکھنے گئے تھے مووی پروہ کیا کہتے ہیں نہ کھودا پہاڑ نکلا چوہا والی کہاوت اس دن ہم پرفٹ آئی تھی اور جب دیکھنے بیٹھ گئے تو مووی ایسی بڈی تھی جسے نہ نکل سکتے تھے تا اگل سکتے تھے۔ دوبارہ تو کسی کی ہمت نہیں ہوئی ہوگی ناسایا کا لوجی والو (جسٹ جو کنگ ڈونٹ مائنڈ پلیز) سدا ایسی ہی رہنا اور دعاؤں میں یاد رکھنا اور یاد سے بتانا کہ میری انٹری کیسی لگی باقی سب لوگ بھی دعاؤں میں یاد رکھنا اور اپنا خیال رکھنا۔ سدرہ شکیل تم کیسی ہو؟ شکول خان اور راہجہ یار دم نساؤ کیسی گزر رہی ہے زندگی۔ حسین کنزئی ام رومان کیسی ہو یاد کرنا بھی چھوڑ دیا۔ چھٹیاں کیسی گزر رہی ہیں اور پیپر کیسے ہوئے؟ او کے جی اللہ حافظ۔

اقراء چوہدری..... حافظ آباد  
دوستوں کے نام  
السلام علیکم! کیا حال ہے یار کیسی ہو؟ اب آنکھیں کھول کر دیکھو ہم نے ہی انٹری ماری ہے آخر نینا خان جو ہوں ویسے تم نے بتانا ہے کہ کیسے لگے اپنے نام آنچل میں دیکھ۔ اقراء حرا اور ماریہ جو تیمور بھائی کی شادی پر آنچل کی توسط سے ہماری دوستی ہو گئی میں نے کہا تھا نا آپ کے نام ضرور آنچل میں جگمگائیں گے۔ لاریب عانتش سعیدہ جویریہ عطیہ سعیدہ باجی شگفتہ آنٹی خدیجہ سب کو عید مبارک۔ اقراء حرا اور ماریہ آپ ہمیں بھول گئی ہوگی مگر ہم اپنے چاہنے والوں کو ہمیشہ دل میں رکھتے ہیں آپ کو بھی عید مبارک۔ پروین افضل شاہین آپ کے لیے دعا گو ہوں اللہ آپ کو اولاد جیسی نعمت سے نوازے آمین۔ دلکش مریم مجھے آپ کا نام بہت پسند ہے۔ ماہ رخ سیال کوثر خالدہ لاریب انشال سنییاں زرگر عانتش پرویز آپ مجھ ناچیز سے دوستی کریں گی۔ اب آپ نے یہ نہیں کہنا کہ نا جان نہ پہچان میں تیرا مہمان کیونکہ ہم آپ کو آنچل کے تحرو ہی جانتے ہیں۔ بتائیے گا ضرور آپ مجھ سے دوستی کرنا پسند کریں گی آخر میں سب کو ایڈوائس عید مبارک اللہ سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین اجازت دیں۔

نینا خان..... ہری پور  
طیبہ نذیر اور دعائے سحر کے نام  
السلام علیکم! ایگز امر کی وجہ سے کافی مصروفیت رہی اب فری تھی تو سوچا دوستوں سے ملاقات کر لی جائے۔ ہم دوست ہیں ناں

طیبہ نذیر؟ آپ نے مجھے دعاؤں میں یاد رکھا اتنا اچھا لگا کہ کیا بتاؤں۔ دعائے سحر آپ نے مجھ سے کہا کہ ہماری دوستی پکی مجھے تو یقین نہیں آیا تھا لیکن معذرت خواہ ہوں کہ مارچ کا جواب اب دے رہی ہوں اللہ آپ دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے ہمیشہ ہنسی مسکرائی اور کھلکھلائی رہیں۔ ڈھونڈ ڈھونڈ کے پڑھتی ہوں آپ کی نگارشات فریدہ فری اللہ آپ کو صحت عطا فرمائے۔ بیرون افضل شاہین بہنا آپ کے لیے تو ہمیشہ دل سے دعا میں نکلتی ہیں اللہ آپ کی مسکرائی سلامت رکھے اور زندگی کی تمام خوشیاں دکھائے۔ سمیرا شریف طور اللہ آپ کو مکمل شفا دے آنچل آپ لوگوں کے دم سے ہی ہے۔ حافظہ صائمہ بچوں کو حفظ قرآن کرانے پر جزاک اللہ اور مبارک باد۔

شاہ رسول ہاشمی..... صادق آباد  
لائیب میر اور آنچل دوستوں کے نام  
السلام علیکم! امید کرنی ہوں کہ سب فٹ ہوں گی۔ لائیب میر آپ نے مجھے یاد رکھا بہت شکر یہ جب کوئی دعاؤں میں یاد رکھتا ہے تو بہت اچھا لگتا ہے کیونکہ دعا کی ہر پل ہر لمحہ ضرورت رہتی ہے دعا میں یاد رکھیے گا اللہ عزوجل آپ کو خوش رکھے۔ سب سے گزارش ہے کہ میرے رزلٹ کے لیے دعا کیجیے گا کہ اسے دن گریڈ بنے اور سب کو عید مبارک ہو اللہ تعالیٰ سب کو ڈھیروں ڈھیر خوشیاں عطا کرے آمین۔ جولائی میں جس کی بھی برتھ ڈے ہے ان سب کو پی پی برتھ ڈے ٹو یو جیو ہزاروں سال۔ عروسہ پرویز اقراء حسود ام کلثوم روٹی ذیشان نجم انجم نورین انجم سونی علی مریم عبدالرحمن روشی وفا لاریب انشال کھرل آمنہ ریاض بیرون افضل شاہین ملک ہما شاہ سب کو سلام دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ تمہارا۔

نورا الہدیٰ فضل..... حیدرآباد سندھ  
برائٹ گروپ کے نام  
السلام علیکم! فرورانی! ریما جان مقدس شاز اینڈ ماہ نور گھوشال کیسی ہو سب؟ میں آپ لوگوں کو بہت مس کرتی ہوں عید مبارک۔ ماہ نور یار! تم کہاں گم ہوا آج کل کوئی اتا پتا نہیں برائٹ گروپ آپ لوگوں کو آنچل کے ذریعے عید مبارک اور آپ ہمیشہ ہنسی مسکرائی رہو (آمین) آنچل کی ذریعے عیدوش کرنا کیسا لگا اللہ حافظ۔

کبریٰ مہتاب..... بوسال سکھا  
☺

d kp@aanchal.com.pk

WWW.PAKSOCIETY.COM

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ میں نے جنگل میں ایک شخص کو دیکھا کہ چیتے کی پیٹھ پر سوار تھا اور چیتا پالتو گھوڑے کی طرح اس کو اپنی پیٹھ پر اٹھائے چلا جا رہا تھا۔ یہ نظارہ دیکھ کر میں حیرت زدہ رہ گیا قریب آنے پر اس شخص نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

”اے اجنبی! جو کچھ تو دیکھ رہا ہے اس پر تعجب نہ کر تو اگر خدا کے حکم سے گردن نہ موڑے گا تو تیرے حکم سے کوئی بھی گردن نہیں موڑے گا۔“

گل مینا خان اینڈ حسینہ ایچ ایس..... ماں سہمہ باتیں یاد رکھنے کی

✽ غرور حسد لالچ..... وہ شعلے ہیں جنہوں نے انسانوں کے دلوں کو جلا کر خاکستر کر دیا ہے۔

✽ دولت کے ڈھیر سانسوں کی گنتی کھل ہونے کے بعد کسی کام نہیں آئیں گے۔

✽ خدا کے نزدیک سب سے پیاری بات والدین کی اطاعت ہے۔

✽ فخر سے تنی ہوئی گردن دشمن کے نشانے کو وسیع کر دیتی ہے۔

✽ عم کتنا ہی سنگین ہو نیند سے پہلے تک ہے۔

✽ غصہ ایک ایسا چور ہے جو ہمیشہ انسان کے اچھے لمحات چوری کرتا ہے۔

✽ جو شخص ارادے کا پکا ہو وہ دنیا کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال سکتا ہے۔

بروین افضل شاہین..... بہاؤنگر مبارک آنسو

حضرت حازم سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ جبرئیل امین تشریف لائے تو وہاں ایک شخص اللہ کے خوف سے آنسو بہا رہا تھا۔ جبرئیل امین نے فرمایا کہ انسان کے تمام اعمال کا وزن ہوگا مگر اللہ آخرت کے خوف سے رونا ایسا عمل ہے جس کو تولد نہیں جائے گا بلکہ ایک آنسو جہنم

کی بڑی سے بڑی آگ کو بھی بجھا سکتا ہے۔

(حوالہ محاسن اسلام)

رابعہ زیدی..... لاہور

مسکراہٹ کے پھول

ایک شخص: ”یہ ڈاکٹر پرچی پر ایسا کیا لکھتا ہے جو میڈیکل اسٹور والے ہی کی کچھ میں آتا ہے۔“

دوسرا شخص: ”وہ لکھتا ہے میں نے اسے لوٹ لیا اب تم بھی لوٹ لو۔“

معلومات

☞ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ”کالوری“ پہاڑ سے زندہ اٹھایا گیا۔

☞ خدائی کا دعویٰ کرنے والے نبرد کا اصل نام ہا صد تھا۔

☞ طوفان نوح کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے جبران شہر آباد کیا۔

☞ ”سلطان الحدیث“ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہا جاتا ہے۔

☞ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ”کوہ ارادات“ پہاڑ پر ٹھہری تھی۔

سدرہ کشف..... خیر پور ٹا میوالی اچھی باتیں

○ اچھے الفاظ ماپوس دلوں کو روکنی دیتے ہیں۔

○ اپنا عمل خالص کر لو تو تھوڑا سا بھی کافی ہو جائے گا۔

○ نصیحتوں کو قبول کرنا قبول کی حیات ہیں۔

○ شرافت عقل اور ادب سے ہے مال اور نسب سے نہیں۔

○ دھوکا دینے والا خود دھوکے میں ہوتا ہے۔

○ تمہاری زندگی کا ہر دن تمہاری تاریخ کا ایک حصہ ہے۔

○ ہر مشکل کے آسان ہونے کا نبوی طریقہ کثرت سے توبہ استغفار کرنا ہے۔

○ جنگل کے پھول کسی مالی کے محتاج نہیں ہوتے۔

○ آنسو روکنا آنسو بہانے سے زیادہ مشکل ہے۔

اقصیٰ آزاد..... خیر پور ٹا میوالی اللہ سے محبت

اللہ سے محبت کرنے کا بڑا فائدہ ہے نہ ہی کھونے کا خوف اور نہ ہی ناراضگی کا غم..... سرور توبس اس کی چاہت کا اسے پانے کا

اور اس کے شہرگ سے قریب ہونے کا انسان ایک دفعہ نہیں بلکہ ہزاروں دفعہ ٹوٹتا ہے مگر وہ ناخوش طریقے سے پھر سے جوڑ دیتا ہے کہ پتا بھی نہیں چلتا۔ ہماری ہٹ دھرمیوں، نافرمانیوں اور خود غرضیوں کے بعد بھی وہ ہمارا رزق، عیش و آرام اور سائیس بند نہیں کرتا بلکہ وہ ہمیں مہلت دیتا ہے پھر سے اسی کے پاس لوٹ جانے کی اور یہ مہلت صرف ”موت“ تک ہوتی ہے۔

مریم منور بیٹ..... سمندری دوستی

دوستی ایک خوب صورت دھاکہ ہے جو ٹوٹنے سے بھی نہیں ٹوٹتا۔ یہ رشتہ خون کا نہیں لیکن انوث ہوتا ہے اس میں چاند جیسی روشنی پھولوں جیسی مہک اور دھنک جیسی ست رنگی ہوتی ہے۔ زندگی اس کی خوب صورت ہے جس کی زندگی میں ایک اچھا دوست ہے۔

معظمہ منور بیٹ..... سمندری سنہرے الفاظ

○ جب درد حد سے بڑھ جائے تو چپکے سے اپنے رب کی طرف رجوع کر لیا کرو بے شک دلوں کا چمکن اللہ کی یاد ہی میں پوشیدہ ہے۔

○ انسان کا آدھا حسن اس کی زبان میں پوشیدہ ہوتا ہے

○ خاموشی بہترین انتقام ہے۔

ساریہ چوہدری..... ڈوگہ گجرات وجود لطیف..... وجود کثیف

انسان کے وجود کی دو قسمیں ہیں وجود لطیف اور وجود کثیف..... وجود کثیف والے کا نفس امارہ اور وجود لطیف والے کا نفس مطمئنہ ہوتا ہے نفس مطمئنہ اطاعت ظاہری اور باطنی

بجالاتا ہے اور روح کے تابع ہوتا ہے اور روح توفیق الہی کے تابع ہوتی ہے۔ تمام انبیاء و اوصیاء اولیاء اہل اللہ اور اہل ایمان کو نفس مطمئنہ حاصل ہوتا ہے۔ نفس مطمئنہ صاحب معرفت ہوتا ہے۔

اس طرح سے تمام منافق، کافر، فاسق و فاجر کا نفس امارہ ہے۔ ”جو شخص اپنے نفس کی طرف میلان رکھتا ہے اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور اس میں غفلت پیدا ہوتی ہے جب روح اور دل ایک ہو جاتے ہیں تو نفس ضعیف ہو کر روح کے تابع ہو جاتا ہے۔“

جس دل میں نفس و شیطان اور معصیت رہتی ہے تو خدا کی یاد اس دل سے فراموش ہو جاتی ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں۔

آمنہ امداد..... سرگودھا

سوٹ کوئی کے نام

عید نام ہے خوشی کا مسرت کا خوشی اور مسرت کا مشروط ہیں زندگی سے اور جاناں..... میری زندگی تم ہو.....!

ڈی جی..... خواب نگر

اچھی باتیں

○ کبھی کسی کے لیے برامت چاہو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے برا کر دے گا۔

○ زمین پر اکڑ کر مت چلو کیوں کے جانا تو ہمیں زمین کے اندر ہے۔

○ کسی کو دھوکہ مت دو ہو سکتا ہے کل تمہیں بھی کوئی دھوکہ دے جائے۔

شکافتہ گل..... بھکر

سچ

اکثر اوقات سچ کڑوا نہیں ہوتا سچ بولنے کا انداز کڑوا ہوتا ہے ہم سچ بولنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو ذلیل کر رہے ہوتے ہیں اور توقع کر رہے ہوتے ہیں کہ ہماری ذلیل کرنے کی حرکت کو صرف سچ سمجھا جائے۔

گل مان..... مان تلخ حقائق

+ کبھی کبھی انسان بہت دکھی ہوتا ہے اور اس کے دکھی ہونے کی وجہ بھی اس کے اپنے ہی ہوتے ہیں۔

+ انسان ماں کے پیٹ سے برائی سیکھ کر نہیں آتا بلکہ اس کے ارد گرد بوسے والے لوگ اور حالات ہی اسے برا بناتے ہیں۔

+ اگر ہم کسی شخص سے صرف اس لیے تعلق ترک کرتے ہیں کہ وہ برے کام کرتا ہے تو اس کے آدھے گناہوں کے ذمہ دار ہم ہوتے ہیں کیونکہ ہم نے اس کی اصلاح کرنے کی کوشش نہیں کی۔

امشاج جنت..... فیصل آباد

WWW.PAKSOCIETY.COM

مجھے احساس ہوتا ہے

مجھے احساس ہوتا ہے  
سائیس ابھی سی ہیں  
دھڑکن ٹھہری سی ہے  
نبضیں ڈولی سی ہیں  
پھر بھی یہ سانس کی ڈور  
اب.....  
ٹوٹ کیوں نہیں جاتی؟

شگفتہ خان..... محلول

اقتیاس

ہر چیز کی اپنی ایک اوقات ہوتی ہے اپنی طاقت ہوتی ہے  
محبت کرتے وقت دیکھ لینا چاہیے کہ کس کی کئی طاقت ہے پھر  
محبت نہ رہے پھر بھی ظاہر نہیں ہونے دینا چاہیے۔ دوسروں کو  
بڑی تکلیف ہوتی ہے کچھ چھن جانے کا دکھ بہت بڑا ہوتا ہے۔  
پری طور..... جہلم

ہیرے میرے ہاتھ میں

+ اگر کسی کو کچھ بنا چاہتے ہو تو اپنا قیمتی وقت دو کیونکہ وہی  
ہوتی ہر چیز واپس لی جاسکتی ہے مگر یہ قیمتی لمحات کبھی واپس نہیں  
آسکتے۔

+ جب بھی ہاتھ دعا کے لیے اٹھائیں تو دوسروں کی خوشی  
ضرور مانگیں کیونکہ یہ ممکن ہے کہ آپ کی خوشیاں دوسروں کی  
دعاؤں کے بدولت آپ کے پاس ہوں۔

+ اگر کسی کو پانہ سکو تو تقدیر سے شکوہ مت کرو بلکہ خود کو اس  
قابل بناؤ کہ لوگ تمہیں پانے کی تمنا کریں۔

+ کسی کے پھٹے پرانے کپڑے دیکھ کر اس کی حالت کا  
مناقہ مت اڑاؤ کیونکہ اس کا اور تمہارا راب ایک ہے۔

+ اگر راستہ خوب صورت ہے تو یہ دیکھ لو کہ کہاں جاتا ہے  
لیکن اگر منزل خوب صورت ہو تو یہ مت دیکھو کہ راستہ کیسا ہے۔

راشدہ جمیل راشی..... صادق آباد  
فوق تماشا

چرچل کے ایک مداح نے بڑی عقیدت سے پوچھا۔  
”آپ یہ دیکھ کر خوش تو بہت ہوتے ہوں گے کہ جب بھی

تقریر کرتے ہیں تو ہال کچھا کچھا بھر جاتا ہے۔“ چرچل نے  
جواب دیا۔

”ہاں مسرت تو ہوتی ہے مگر ہمیشہ ہی خیال آتا ہے کہ اگر

تقریر کے بجائے پھانسی پر لٹکا یا جا رہا ہوتا تو خلقت تین گنا  
زیادہ ہوتی۔“

دعائے سحرانا احب..... فصل آباد

دنیا کی محبت ایک کینسر ہے تلخ اس کا علاج ہے۔ یقین  
اور عمل اس کا پرہیز ہے شب جمعہ اس کا معائنہ ہے۔ روزہ اس کا  
ایکسر ہے چلہ اس کا لٹرا ساؤنڈ ہے۔

قرۃ العین صائمہ عمرین..... دار بن کلان

سنہری اصول

✦ پاؤں گیلے کے بغیر سمندر تو پار کیا جاسکتا ہے مگر آنسو  
بہائے بغیر زندگی نہیں گزاری جاسکتی۔

✦ غموں کا دریا عبور کرنا چاہتے ہو تو پہلے آنسو جذب  
کرنے کا طریقہ سیکھو۔

✦ بادلوں کی طرح رہو جو پھولوں اور کانٹوں پر یکساں  
برستے ہیں۔

✦ رشتے خون کے نہیں احساس کے ہوتے ہیں۔ احساس  
ہو تو اجنبی بھی اپنے ہوتے ہیں اگر احساس نہ ہو تو اپنے بھی  
اجنبی ہوتے ہیں۔

✦ زندگی سے جو بھی بہتر سے بہتر لینا چاہتے ہو لے لو  
کیونکہ جب زندگی کچھ لینے پر آتی ہے تو سانس تک نہیں  
چھوڑتی۔

ایم فاطمہ سیال..... محمود پور

انمول موتی

□ اللہ پاک کے ساتھ وابستہ ہونا زندگی ہے اور اس سے  
غافل ہونا موت ہے۔

□ پتھروں سے واسطہ پڑے یا پتھر دلوں سے زندگی کا سفر  
رکتا نہیں ہے۔

□ احساس کی بات ہے کہ جسم میں روح ہے تو آدمی اس  
سے نہیں ڈرتا اور جب جسم سے روح نکل جاتی ہے تو آدمی اس  
سے ڈرتا ہے حالانکہ مراد آدمی کچھ نہیں کر سکتا۔

□ اگر اندھیرا ساتھ چھوڑ دیتا ہے تو زیادہ روشنی میں بھی  
سایہ ساتھ نہیں دیتا فرق صرف اتنا ہے کہ غریبی میں لوگ ہمارا

ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور امیری میں ہم لوگوں کا ساتھ چھوڑ  
دیتے ہیں۔

نزہت جمین..... کراچی

محبت

ایک بہت ہی حسین جذبہ ہے جس کی مہک چھپائے نہیں  
چھوتی یہ کہیں سے ظاہر ہوتی جانی ہے دنیا میں بہت کم لوگ ہوں  
گے جنہوں نے اپنی محبت کو پایا ہوگا وہ بہت خوش قسمت ہوں  
گے اور جو اپنی محبت کو پائیں سکتے ان کی مثال ایک موم بتی جیسی  
ہے جو جلتی رہتی ہے آہستہ آہستہ پگھل کے ختم ہو جاتی ہے انسان  
بھی ایسے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ دھیرے دھیرے محبت کی گرفت  
سے آزاد ہو جاتا ہے ہمیشہ کے لیے۔ محبت کتنا آرمانی ہے کتنے  
امتحان لیتی ہے محبت اگر ہماری ہاتھ کی لکیروں میں نہیں ہے تو  
پھر یہ ہوتی ہی کیوں ہے؟ بس محبت مل جائے تو ہنسائی ہے محبت  
نہ ملے تو رانی ہے۔ واہری محبت ترے کیا کیا روپ ہیں۔

”بھئی آنسو بھئی سجدے بھئی ہاتھوں کا اٹھ جانا  
محبت ناکام ہو جائے تو رب بہت یاد آتا ہے“

عظیمی بٹ..... سمندری

کیا آپ جانتے ہیں؟

□ شتر مرغ کی آنکھیں اس کے دماغ سے زیادہ بڑی  
ہوتی ہیں۔

□ چیتا 76 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑتا ہے جبکہ ایک  
تیز ترین انسان صرف 30 کلومیٹر فی گھنٹہ کے حساب سے دوڑ  
سکتا ہے۔

□ دنیا کا سب سے بڑا مینڈک Goliath ہے۔  
مینڈک دنیا کے ہر خطے میں پایا جاتا ہے سوائے انٹارکٹیکا کے۔

□ پانڈا دنیا کا معصوم ترین جانور ہے پیدائش کے وقت  
چوہے سے بھی چھوٹا ہوتا ہے اور وزن صرف 4 اونس ہوتا ہے۔

□ دنیا کا سب سے چھوٹا پرندہ Humming bird  
ہے اور اس کا وزن صرف 2 گرام ہوتا ہے۔

□ چیونٹی کبھی بھی نہیں موتی۔

□ شہد کے ایک جھتے میں تقریباً 45 ہزار کھیاں رہتی ہیں  
ایک شہد کی کبھی ایک پونڈ شہد بنانے کے لیے تقریباً 40 سے 80  
ہزار دفعہ پھولوں کا رس چوتی ہے۔

مسکان جاویدا اینڈ ایمان نور..... کوٹ ساہیہ  
قابل احترام اور اسٹوڈنٹ بچوں کے نام

جب ہم چھوٹے ہوتے ہیں ہمارے والدین ہماری انگلی پکڑ  
کر ہمیں چلنا سکھاتے ہیں کہیں بھی جائیں فخر سے کہتے ہیں کہ  
”یہ ہمارے ہیں خود بھوکا رہ لیتے ہیں مگر اپنے بچوں کو کبھی

بھوکا نہیں سونے دیتے۔ والدین اپنے بچوں کو ان کی منزل تک  
پہنچانے کے لیے دن رات محنت کرتے ہیں دن کو مزدوری کر کے  
جب رات کو گھر آتے ہیں تو اپنے بچوں کے چہرے پر معصومیت  
شرارت مسکراہٹ دیکھ کر اپنی تھکاوٹ دکھ کا لیلیف سب بھول  
جاتے ہیں اور جب بچے بڑے ہو جاتے ہیں۔ اپنی منزل حاصل  
کر لیتے ہیں تو یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ مقام یہ منزل انہیں کس  
نے دلایا ہے۔ وہی والدین جو اپنے بچوں کا ہاتھ پکڑ کر فخر سے  
لوگوں کو بتاتے تھے کہ یہ ہمارے بچے ہیں وہی بچے اپنے والدین  
کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں کو بتاتے ہوئے شرم محسوس کرتے ہیں کہ یہ  
ہمارے والدین ہیں وہی والدین جو سارا دن محنت مزدوری کے  
بعد رات کو اپنے بچوں کو وقت دیتے تھے اب انہی بچوں کے پاس  
اپنے والدین کا حال پوچھنے کا وقت نہیں ہوتا جب بچے چھوٹے  
ہوتے ہیں تو والدین ان کا سہارا بنتے ہیں اور جب والدین  
بوڑھے کمزور ہو جاتے ہیں ایسے میں انہیں سہارے کی ضرورت  
ہوتی ہے تو ان کے اپنے بچے ان کا سہارا کیوں نہیں بنتے؟

کیوں اپنے والدین کو بوجھ سمجھتے ہیں بچے یہ بھول جاتے  
ہیں کہ کل کو انہوں نے بھی والدین جتنا بے زندگی کے ہر مقصد کو  
پورا کرنے کے لیے ہر منزل کو پانے کے لیے والدین کی  
دعائیں ضروری ہوتی ہیں جب تک والدین کی دعائیں آپ  
کے ساتھ ہیں آپ کو ترقی کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ ہمارا  
سب سے قیمتی سرمایہ ہمارے والدین ہیں جو کڑی دھوپ میں  
ہمارا سایہ بن جاتے ہیں جب ہمارے والدین کا سایہ ہم پر ہوتا  
ہے ان کی دعائیں ہمارے ساتھ ہوتی ہیں تو ہم ہر مشکل ہر  
آفت سے محفوظ رہتے ہیں۔ حقیقتاً والدین جیسی دل سے دعا  
آپ کے لیے کوئی نہیں کر سکتا ہو سکے تو جن کے والدین حیات  
ہیں اور ناراض ہیں ان کو منالیں معافی مانگ لیں ہو سکتا ہے کہ  
وہ آپ کے منتظر ہوں والدین کا دل بہت بڑا ہوتا ہے۔ وہ اپنے  
بچوں کی ہر خطا معاف کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ  
تعالیٰ ہر کسی کے والدین کو صحت و تندرستی والی لمبی زندگی دے۔  
ہمارے والدین کو کسی کا محتاج نہ کرے اور ہم سب کے سروں پر  
ہمارے والدین کا سایہ ہمیشہ قائم رکھے آمین آمین۔

سمیرا منور..... سمندری



yaadgar@aanchal.com.pk

WWW.PAKSOCIETY.COM

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اللہ تعالیٰ کے پاک و بابرکت نام سے ابتدا ہے جو وحدہ لا شریک ہے۔ اگست کا شمارہ عید نمبر 2 پیش خدمت ہے جس میں عید اور جشن آزادی کے رنگوں کی قوس و قزح کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہم اس کوشش میں کہاں تک کامیاب رہے یہ آپ کے تبصروں سے علم ہوگا۔ آئیے اب چلتے ہیں آئینہ خانے کی جانب جہاں آپ کے رخ روشن بزم آئینہ کو چار چاند لگا رہے ہیں۔

بی بی اسماء سحر..... راولپنڈی۔ ہم پھر حاضر ہیں پھولی باریکی حوصلہ افزائی کے خاطر خواہ اثرات ہوئے اور کچھ ہمیں ان محترم خاتون کے الفاظ نے دوبارہ لکھنے پر اکسایا۔ جی ہاں آج کے یہ الفاظ خالصتاً سمیرا شریف طور کے ناول ”ٹوٹا ہوا تارا“ کے لیے ہیں خاندانی پس منظر اور خوب صورت اقدار کی حامل اس تحریر نے اول روز سے اپنے سحر میں جکڑ لیا تھا۔ ہمیں پہلی قسط سے ہی اس ناول میں موجود اقدار کے پہلو نے متاثر کیا سمیرا آپ کے اس خیال اور رجحان کی جس قدر تعریف و تحسین کی جائے کم ہے کہ دیگر کے بغیر بھی تحریر کامیاب ہو سکتی ہے جو رائٹر ایسے سمجھتے ہیں کہ اس تخلیق کی کامیابی کے بعد ان کی سوچ بدل جائے گی ان شاء اللہ اور ادب سے شغف رکھنے والوں پر اس حوالے سے تنقید میں بھی کمی ہوگی۔ عمدہ پلاٹ خوب صورت الفاظ اور جملوں نے جہاں تحریر کو مضبوطی دی وہیں شاعری کے خوب صورت انتخابات اور ناموں نے حسن دوام بخشا۔ سہنس کے عنصر نے قاری کو بے قرار کیا تو خوب صورت ملن نے سارے گلے دور کر دیئے مبارک صد مبارک باد بہت اچھا تھا۔ بہترین دیگر میں ”ترے عشق نچایا“ کے خوب صورت اختتام نے دل میں خوشی کے موتی بکھیر دیئے نگہت عبداللہ آپ کو بھی بے حد مبارک ہو۔ اللہ تمام بہنوں کو خوش اور آباد رکھے آمین۔

رانی کوثر رانی..... ہری پور۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! تمام آنچل اسٹاف اور قارئین کو چاہتوں اور محبتوں بھر اسلام قبول ہو اور دعا ہے کہ رب کریم آپ سب کو خوش و خرم اور صحت مند رکھے۔ اللہ ان تمام لوگوں کو آباد رکھے جو اس خوب صورت کاوش کو ہم تک پہنچانے میں کوئی نہ کوئی کردار ادا کر رہے ہیں یوں تو ہر ماہ ہی آنچل میں اپنے اشعار کے ساتھ شامل ہوتی ہوں لیکن نومبر 2015 کے بعد میری کوئی تحریر بھی شامل نہیں کی گئی۔

یوں اس طرح ہمیں نظر انداز نہ کیجیے  
ہے اگر کوئی وجہ تو وہ بتا دیجیے

خیر یہ گلے شکوے تو اپنوں سے چلتے رہتے ہیں میں اپنی بات کوا گے بڑھاتی ہوں میری طرف سے میری پیاری سمیرا شریف طور کو ناول ”ٹوٹا ہوا تارا“ کے مکمل ہونے پر ڈھیروں مبارک باد قبول ہو اور رب تعالیٰ آپ کو ہمیشہ کامیابیوں سے ہمکنار کرے اور ہم کو کوئی سایہ آپ کی زندگی کے قریب بھی نہ آنے پائے اگر میں ناول کی تعریف لکھنا شروع کر دوں تو الفاظ شاید ختم ہو جائیں جس قدر بہترین جس قدر خوب صورت انداز سے یہ تحریر رواں دواں تھی اس سے بھی بڑھ کر اس تحریر کا اختتام ہوا ہے۔ جہاں اس ناول کے اتنے باوقار اور خوب صورت اختتام کی اتنی زیادہ خوشی ہوتی ہے مگر اس کے ساتھ نہ جانے کیوں دل اداس بھی بہت ہوا جیسے ایک قیمتی چیز کے چھن جانے کا دکھ ہوتا ہے یہ جانتے ہوئے بھی کہ جہاں ہر چیز کی ابتدا ہوتی ہے وہاں اس کا اختتام بھی لازمی ہوتا ہے چاہے وہ اختتام کتنا ہی معتبر

اور کتنا ہی کامیاب اور بہترین کیوں نہ ہو چونکہ ہم اس رشتے یا تحریر سے اتنی چاہ اور خلوص سے جڑے ہوتے ہیں کہ اس میں شامل کردار ہمیں اپنے ارد گرد ہر جگہ نظر آ رہے ہوتے ہیں ان کی خوشی ہمیں ہنساتی ہے اور کوئی درد بھرا لمحہ ہمیں رلاتا ہے بے چین کرتا ہے اور اکثر تو میں اس کیفیت سے نکل ہی نہیں پاتی اور اس ناول کا تو ساتھ بھی بہت لمبا اور مضبوط رہا ہے کہ جیسے ہی آنچل ہاتھ میں آتا ”ٹوٹا ہوا تارا“ کو نظریں پڑھنے کو بے تاب ہو جاتی تھیں۔ زندگی شاید اسی کا نام ہے ایک دن ہماری زندگی کا باب بھی ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے گا میں یہاں ایک ایسی ہستی کا ذکر کروں گی جن کا ساتھ ہم سے چھوٹ گیا ہے بے شک وہ ساتھ ایک شہادت کی صورت ہم سے چھوٹا وہ شہادت جس کی تمنا ہر مسلمان کی روح میں رچی بسی ہوتی ہے۔ میں ذکر کر رہی ہوں شہید امجد صابری کا جن کی زندگی بھی اپنے رب اور حضور کی یاد میں ان کے ذکر کو بلند کرتے ہوئے گزر گئی اور اختتام بھی اس قدر بلند مرتبے والا لیکن باوجود اس کے وہ اپنے چاہنے والوں کو ہمیشہ کے لیے درد دے کر چلے گئے میری اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ان کے پیاروں کو صبر جمیل عطا کرے آمین آپ تمام رائٹرز آنچل کے جھکتے ستارے ہیں جن کا جھکتے رہنا آنچل کی شان اور ہمارا مان ہے میری طرف سے اقران صغیر احمد، نزہت جبین، ضیاء صائمہ، قریشی، راحت وفا، فاخرہ گل، طلعت نظامی، سباس گل، سمیرا غزل صدیقی، سویرا فلک، مسز نگہت غفار، اقبال بانو، نگہت عبداللہ صائمہ، اکرم چوہدری، سیدہ غزل زیدی، نبیلہ ابرار، راجا، صدف آصف، حمیرا نگار، کینز فضلہ ہاشمی، صبا مظفر اور باقی تمام رائٹرز کو میرا چاہتوں بھر اسلام اور ڈھیروں ساری دعائیں رب کریم آپ سب کو ہمیشہ یونہی شاد و آباد رکھے اور آپ سب یونہی آنچل کے ساتھ وابستہ رہیں اور اب میری طرف سے نگہت عبداللہ کو اپنی تحریر ”ترے عشق نچایا“ کے مکمل ہونے پر ڈھیروں مبارک باد اللہ تعالیٰ آپ کو مزید کامیابیوں سے ہمکنار کرے اور آپ پر اپنے نظر کرم کا سایہ کرے اور ہر آفت اور مصیبت سے آپ کو بچا کر رکھے اور ہمیشہ آباد رکھے آمین۔ اجازت چاہوں گی اس دعا کے ساتھ کہ اللہ ہم سب کا ہمارے اس پیارے وطن عزیز کا حامی و ناصر ہو اور ہم سب پر اپنے کرم کا سایہ کرے آمین۔

اسماء نور عشاء..... بھوج پور۔ السلام علیکم! کیسے مزاج ہیں شہلا جی؟ تمام بڑھنے، لکھنے والوں کو عید کی بہت بہت مبارک باد۔ اب آتے ہیں تبصرے کی جانب اس دفعہ کا سرورق بیسٹ ہوتا اگر شیزہ خاں نے سر پر آنچل اوڑھا ہوتا۔ در جواب آں آنٹی قیصر آرا سے ملاقات کی (ہم نے نہیں ہماری بہنوں نے) ہماری ایسی قسمت کہاں) جو کہ ہمیشہ کی طرح بیسٹ رہی۔ حمد و نعت سے دل کو منور کیا۔ ہمارا آنچل میں سبھی بہنوں کے تعارف اچھے لگے۔ عید سروے میں پہنچے تو یہ جان کر کہ صدف آصف شادی شدہ ہیں حیرت انگیز جھکا لگا۔ اب بات ہو جائے سلسلہ وار ناول کی ”موم کی محبت“ ایک وقت تھا عارض ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا اور اب اتنا اچھا لگتا ہے کہ بس چھوڑیں ہا ہا۔ ”شب بھری پہلی بارش“ نازیہ جی عائلہ کو کہاں گم کر دیا، مکمل ناول میں ”میری عید بھی تم ہو“ اور ”ع سے عید“ ٹاپ پر رہے۔ فاخرہ جی آپ کا ناول پڑھ کر میں بہت دیر تک ہنستی رہی، اسپیشلی بہنرادی کی باتوں پر اور اتنا زور سے ہنس رہی تھی کہ میری بھانجی کہتی آنٹی عشاء کتاب پڑھ کر بھی کوئی اتنا ہنس سکتا ہے بہت مزہ آیا آپ کا ناول پڑھ کر ناولٹ اور افسانے سب ایک سے بڑھ کر ایک۔ سیدہ غزل زیدی میں دو دفعہ آپ کے نام خط لکھ چکی ہوں جو کہ شائع ہونے سے محروم رہا پلیز ”کردوں سجدہ ایک خدا کو“ جیسا ناول لے کر دوبارہ سے حاضری دیں مجھے آپ بہت پسند ہیں اینڈ سعدیہ اہل کاشف بہت عرصہ ہو گیا آپ واپس آ جائیں پلیز۔ اللہ حافظ۔

مہناز یوسف..... اورنگی ٹائون، کراچی۔ آنچل جلدی مل گیا، سرورق، بہت خوب صورت تھا۔ ”چراغ خانہ“ اس وقت سب سے بہترین اور بہت ہی معیاری ناول ہے لفظ لفظ خوب صورت، ماشاء اللہ۔

افسانوں میں سب سے اچھا افسانہ ندا حسین کا ”تیرے سنگ پیا“ لگا۔ ندانے بہت خوب صورت کہانی لکھی۔ ”منہی پری“ پڑھ کر میں اپنے آنسوؤں پر کنٹرول نہیں کر پائی یہ واقعہ سچا ہے اور ہمارے اورنگی ٹاؤن کا ہی ہے یا اللہ ان بھیڑیوں کو عبرتناک موت ملے۔ طلعت نظامی کی درد میں ڈوبی تحریر اللہ ان ماں کو اس باپ کو صبر عطا کرنا۔ حیا بخاری بہت زبردست رائٹر ہیں بہت ہی اچھی کہانی لکھی ”اپنی سی عید“ ویل ڈن حیا۔ صدف آصف کی تو کیا بات ہے صدف لکھیں اور اچھا نہ ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے بہت زبردست تحریر۔ کشوی کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ فاخرہ گل کا ناول پڑھ کر تو ہنسی روکنا مشکل ہو گیا بہت خوب صورت ناول تھا ”ع سے عید“ اس بار سروے میں قارئین سے زیادہ رائٹر نظر آئیں بہت اچھا لگا۔ سب بہنوں نے بہت اچھے جوابات دیئے اب اجازت دیجئے اللہ حافظ۔

انعام..... بونالی۔ السلام علیکم! کیا حال ہے جناب! اس دفعہ آچل کا ناول بس ٹھیک ہی تھا۔ مکمل ناول میں شازبہ مصطفیٰ کا ناول ”زندگی پھولوں کی عید“ بہت بہت اچھا تھا۔ ”ع سے عید“ بھی بیٹھ رہا ”منہی پری“ کے لیے تو الفاظ کم پڑ رہے ہیں۔ بہت اچھا افسانہ تھا ”موم کی محبت“ بھی اچھا جا رہا ہے افسانے سارے ہی اچھے تھے اور مکمل ناول بھی اس دفعہ آچل پورے کا پورا بیٹھ تھا۔ نیرنگ خیال میں عائشہ پرویز سیدہ عروج فاطمہ کی غزلیں پسند آئیں۔ یادگار لمحے میں ایس گوہر طور ”میرے لفظوں میں“ پسند آیا اور مدیحہ نورین مہک کی ”جنت کی سم“ اچھی لگی۔ نورین مسکان سرور کی پہلی اور آخری خواہش بیٹھ تھی اور دعا ہاشمی کہاں غائب ہو؟ آچل میں انٹری دو۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ اللہ حافظ۔

وثیقہ زمرہ..... سمندری۔ السلام علیکم! خوب صورت ناول سے سچا آچل 25 کو ملا سب سے پہلے آئینہ میں بچے خود کو نہ دیکھ کر دکھ ہو۔ نائلہ طارق کا ناول پسند آیا تہام اور ساریقہ کا مرن اچھا لگا۔ ”شب ہجر کی پہلی بارش“ سدید کی گمشدگی کا پڑھ کر افسوس ہوا شاید زندہ بیچ جائے۔ ”سانسوں کی مالا پے“ ابو بکر نے جنت کو قبول کر لیا اچھا لگا۔ ”موم کی محبت“ شرمین کو عارض کا ساتھ قبول کر لینا چاہیے اللہ حافظ۔

کنول خان..... موسیٰ خیل۔ السلام علیکم! پیاری سی شہلا آپی سوہنی سوہنی بہنوں کیا حال ہیں آپ سب کے؟ آخر کئی ماہ کی غیر حاضری کے بعد ہم نے آچل میں انٹری دے ہی دی۔ غیر حاضری کی وجہ میرے ایف ایس سی کے پیرز کی مصروفیت تھی۔ آپ سے گزارش ہے کہ پلیز میرے لیے دعا کیجیے گا کہ اچھے نمبروں سے پاس ہو جاؤں۔ توجی اب ہم آتے ہیں اپنے آچل کی جانب ہر ماہ کی طرح اس ماہ بھی آچل بیٹھ تھا سب سے پہلے حمد و نعت سے دل کو منور کیا پھر سیدھی دوڑ لگائی اپنے موسٹ فیورٹ ناول ”موم کی محبت“ کی طرف ارے یہ کیا راحت آئی آپ اتنی سلوسلو کیوں استوری کو چلا رہی ہیں (معذرت کے ساتھ)۔ ”شب ہجر کی پہلی بارش“ نازیبا آپی آپ کے کیا کہنے آپ تو لفظوں کی جادوگر ہیں ہم عیش عیش کرنا تھے ہیں بہت اچھی نازیبا آپی مائی جیراں کی حالت دیکھ کر کافی افسوس ہوا ہمارے معاشرے میں سچ بولنے والوں کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے۔ ”ع سے عید“ کافی مزے کی استوری تھی ملکہ اور ترنم چاچی اور خاص کر بہزاد کی باتیں ہمیں کئی بار قہقہہ لگانے پر مجبور کر دیا۔ ”سانسوں کی مالا پے“ بہت اچھا اینڈ ہوا۔ ”میری عید بھی تم زندگی پھولوں کی عید خالی ہاتھ چاند سے چاند تک“ گروپ اسٹڈی ”تمام کی تمام بہت اچھی استوری تھیں۔ ”گروپ اسٹڈی“ میں بہت اچھا میچ تھا۔ ہم سے پوچھے کیا کہنے شائلہ جی کے کافی اچھے کھرے کھرے جواب دیتی ہیں۔ آخر میں اس دعا کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں کہ اللہ تمام آچل اسٹاف کو صحت و تندرستی عطا فرمائے اور ہمارے پیارے پاکستان پر اپنا رحم و کرم فرمائے آمین ثم آمین اللہ حافظ۔

سبین فضل..... احسان پور۔ السلام علیکم! کیا حال ہے شہلا آپی! امید ہے کہ ٹھیک ہوں گی اس ماہ

آچل 308 اگست 2016ء

کے نائل پر ماڈل کا بھیر اسٹائل بہت اچھا لگا سب سے پہلے حمد و نعت پڑھی اور پھر دانش کدہ پڑھا، بہت اچھا لگا پھر نازیبا آپی کی کہانی پر چھلانگ لگائی پڑھ کر بہت مزہ آیا مجھے لگتا ہے کہ شہزاد کو عبد البہادی پسند کرے گا اور شاید کہ شادی بھی نازیبا آپی آپ کی کہانی ”جھیل کنارہ کنکر“ میں عبد البہادی کا کردار تھا اور اس کہانی میں بھی ہے جھیل کنارہ کنکر مجھے بہت پسند آیا تھا اور پلیز آپی اس عبد البہادی کو اپنے دادا اور تایا کے کردار سے مختلف لکھنا آپی مجھے درمکنون اور صیام کا کردار بہت اچھا لگا اور پلیز آپی صیام کی شادی شہزاد سے مت کرنا بلکہ درمکنون سے کرنا میری دعا ہے آپی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اسی طرح کامیابی عطا فرمائے۔ ”سانسوں کی مالا پے“ بہت ہی زبردست ناول ہے بہت مزہ آیا اس کو پڑھ کر باقی رائٹرز نے بھی بہت اچھا لکھا اور سب اس گل آپی آپ کہاں گم ہو گئی ہیں کوئی ناول لکھا نہیں میری تو آنکھیں ترس گئی ہیں آپ کا ناول پڑھنے کے لیے اور عشنا کوثر سردار پلیز پلیز آپی آپ بھی جلدی سے کوئی تحریر بھیجیں میں بہت مس کر رہی ہوں اور ڈش مقابلہ میں فرخندہ کا لب شیریں اچھا لگا۔ مجھے آچل کی قاری طیبہ نذر بہت ہی پیاری لگتی ہے میری طرف سے آپ کو محبت بھرا سلام اور آچل کے تمام پڑھنے والوں کو سلام۔ دعا ہے کہ آچل یونہی ترقی کی راہوں پر گامزن رہے آمین اسی کے ساتھ اجازت دیں اللہ حافظ۔

اقراء ماریہ..... بونالی۔ آچل پڑھنے اور ڈھنڈے والیوں کو خصوص بھرا سلام امید کرتی ہوں خداوند کریم کے فضل و کرم سے سب خیریت سے ہوں گے اور خدا نخواستہ کوئی علیل ہے تو رب تعالیٰ سے التجا ہے وہ صحت کاملہ عطا کرے آمین۔ اس دفعہ آچل تھوڑا لیٹ ملا جس کی وجہ سے پورا تو نہیں پڑھ پائی لیکن جو پڑھا اس پر تبصرہ لیے حاضر ہوں تو جناب آچل ہاتھ آتے ہی ہم نے دوڑ لگائی منہی عید کی خوشیوں کی طرف لیکن اس میں خود کو نہ پا کر بہت رنج ہوا لیکن اس کے اینڈ میں کہ باقی کے سوالات آئندہ کے شمارے میں دیکھ کر دل کو تھوڑی ڈھارس بندھی پھر دوڑ لگائی اپنے پسندیدہ ناول ”چراغ خانہ“ کی طرف رفعت سراج صاحبہ بہت اچھا لکھ رہی ہیں لیکن بہت سلو جا رہی ہیں اس کے بعد اقرأ صغیر کے ناول ”سانسوں کی مالا پے“ پڑھا ویل ڈن اقرأ جی! ہمیشہ کی طرح ناب کا لکھا اس کے بعد طلعت نظامی کا افسانہ منہی پری پڑھا تو دل تھام لیا استغفر اللہ! معصوم سی منہی سی پری کے ساتھ اتنا ظلم ایسے لگا کہ وہ منہی پری ابھی آنکھوں کے سامنے گھوم رہی ہو اور اب انسان نما حیوانوں کے ہتھے چڑھ گئی ہو جو اتنا غلیظ کارنامہ انجام دے کر اپنے نفس کو تسکین پہنچائے۔ طلعت نظامی کے اس افسانے نے آنکھیں کھول دیں، کائنات غزل نے بھی اچھا لکھا۔ باقی کے افسانے ناول ابھی پڑھنے ہیں اس کے بعد نیرنگ خیال میں ثوبیہ اطہر افشاں شاہد نمرہ فرقان کی شاعری اچھی لگی۔ یادگار لمحے میں ایس گوہر سب اس گل ماریہ کنول مائی نورین مسکان سرور لاریب انشال شائہ امین راجپوت کے مراسلے بہت اچھے تھے۔ ہم سے پوچھے میں ہمیشہ کی طرح شائلہ آپی نے سب کی بولتی بند کر کے رکھ دی شائلہ آپی آپ کیا کہانی ہیں اور جو آپ کا اتنا دماغ تیز ہے پلیز مجھے ضرور بتانا (ہا ہا ہا)۔ بیاض دل میں زہرہ شفیق کا انتخاب بہت پسند آیا اس کے بعد نازش ظلیل ارم فردوس اور حنا خان کے شعر بھی اچھے تھے۔ سب سے آخر میں میری تمام بہنوں سے التماس ہے کہ سب بہنیں دعا کریں کہ میرے تایا ابو جلد سے جلد ٹھیک ہو جائیں دعاؤں میں یاد رکھیے گا رب راکھا۔

نشائستہ جٹ..... چیچہ وطنی۔ تمام آچل اسٹاف قارئین رائٹرز کو السلام علیکم! امید ہے کہ سب خیریت سے ہوں گے۔ اللہ پاک سب کو دائمی خوشیوں سے نوازے۔ آمین بات ہو جائے ذرا سرگوشیوں کی قیصر جی کی باتیں خلوص سے مزین دل میں گھر کر گئیں۔ حمد و نعت سے دل کو ایمان کے نور سے منور کیا اور جھٹ سے سارے ڈائجسٹ کو الٹ پلٹ کر جائزہ پایہ تکمیل کو پہنچایا کیوں کہ ڈائجسٹ ملتے ہی جھٹ سے اندر کے صفحات پڑھنے کو کھول

آچل 309 اگست 2016ء

لیتے ہیں تو سرورق ماڈل کی باری ہمیشہ دوسری ہی رہتی ہے۔ ہلکی بارش ٹھنڈی ہوا اور خنوں کے شور جھاتے چوں اور خاموشی میں جب ہم نے صبح صادق کے وقت خط لکھنے کے لیے خود کو تیار کیا تو یوں لگا کہ سر پر بالوں کو ٹوکے کی شکل میں اٹھائے ماڈل بھی خوشی سے سرشار ہو گئی ہو۔ فاخرہ گل کا ناول ”ع سے عید“ پڑھ کر ہنسی کا فوارہ پھوٹ پڑا ملکہ اور بہراؤ کی باتیں بے ساختہ مسکرانے کا باعث بن گئیں۔ شمشاد کی پیش گوئی تو اللہ توبہ ”میری عید تم ہو“ بھی اچھا لگا۔ ساریقہ اور تہام کا کردار اچھا لگا ”زندگی پھولوں کی عید“ بھی اچھی کاوش رہی۔ ”شب ہجر کی پہلی بارش“ ہمیشہ کی طرح شاندار رہا جب کہ ”موم کی محبت“ تو لگتا ہے کہ پتھر کی محبت ہو چکا ہے۔ ”خالی ہاتھ“ پڑھ کر کشوی کے لیے تھوڑا دکھ محسوس ہوا وہ کم عقل تھی ایشل کو اسے معاف کر کے ایک موقع دینا چاہیے تھا۔ ”چاند سے چاند تک“ بھی اچھا لگا پر موضوع پھر وہی پرانا ہی تھا۔ افسانوں میں ”تیرے سنگ پیا“ اور ”اپنی ہی عید“ اچھے لگے۔ باقی ”بھٹی پری“ تحریر کمزور لگی پر اصلاحی موضوع پر تھی۔ ”وعدہ عید کے چاند کا“ کچھ خاص تاثر قائم نہ کر سکا۔ ”گروپ اسٹڈی“ بھی کچھ خاص نہ لگا پر اصلاحی لحاظ سے بیسٹ رہا۔ باقی سارے سلسلے تو شاندار کیا سپر ڈوپر ہوتے ہیں۔ ہم سے پوچھئے شاملیہ جی تو سوالوں کے جواب بے حد مزاحیہ اور اچھے انداز میں دیتی ہیں باقی یادگار لمحے میں سب نے اچھا لکھا۔ باقی نیرنگ خیال بیاض دل میں عید کی مناسبت سے کافی زبردست شاعری تھی۔ اب اجازت دیں ان شاء اللہ پھر انٹری دیں گے اللہ ہمارے ملک کو قائم و دائم رکھے آمین۔

**فرحت اشرف گھمن ..... سیروالا۔** السلام علیکم! کیسی ہولڑکیوں آئی ہو پ سب فٹ فٹ ہوں گی۔ اب آتے ہیں اس ماہ کے تبصرے کی طرف ٹائٹل بس سوسو تھا۔ ماڈل کی جیلری اور خاص کرنوزین ذرا نہیں دل کو بھائی۔ سب سے پہلے حمد و نعت سے دل باغ باغ کیا پھر دوڑ لگائی۔ سلسلہ وار ناول کی طرف ”موم کی محبت“ پڑھ کر کچھ خاص مزہ نہیں آیا کیونکہ ایک جمود ہے جو ٹوٹ ہی نہیں رہا۔ دو سال ہو گئے ہیں چلتے ہوئے لیکن ابھی شرمین کی شادی نہیں ہوئی پلیز راحت جی کرداروں کے ساتھ انصاف کریں بہت زیادہ سنی کہانی میں کوئی ٹوٹ نہیں رہتا (اگر میری رائے آپ کو بری لگی ہو تو پلیز معاف کر دیجیے گا)۔ ”شب ہجر کی پہلی بارش“ میں کشمیریوں کا حال پڑھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ شہزاد کی شادی صیام سے ہی ہونی چاہیے درکنون تو صیام کے ساتھ بہت روڈی ہو کر رہی ہے۔ مکمل ناول ”سانسوں کی مالا“ کا اختتام بہت اچھا لگا فاخرہ گل کا ناول ”ع سے عید“ کافی اچھا لگا تھا۔ ”چراغ خانہ“ میں شکر ہے دانیال اور پیاری کی دلی مراد پوری ہوئی۔ باقی تحریریں بھی اچھی ہیں بیاض دل میں زرش یا تیرا نام مجھے بہت اچھا لگا۔ ڈش مقابلہ میں اگر کسی بہن کو ملائی ہوئی اور چیکن پکوڑا کی ریسپی آتی ہے تو ضرور بتائیے گا۔ دوست کا نام پیغام عاصمہ محمد علی آپ کو جا ب کی مبارک ہو (کسی دن آؤں گی آپ کے ہاں مٹھانی کھانے کے لیے) زیادہ سخت ٹیچر کا رول نہ ادا کرے گا ہاتھ ذرا ہولا ہی رکھنا۔ فیفہ جٹ اور شہزاد کی شاہانہ آپ دونوں کہاں گم ہو پلیز انٹری دونا دعاؤں میں یاد رکھنا اللہ حافظ۔

**شمع مسکان ..... جام پور۔** موسم گرم میں چلچلاتی دھوپ اور گرم ہواؤں کے تھپڑوں کے دوران تمام آنچل اشاف و آنچل فرینڈز کو شمع مسکان کا روح افزا ٹھنڈک آمیز خوشگوار سلام آپ سب کی خدمت میں حاضر ہے قبول فرمائیں۔ گرمی کی شدت اور روزے کی آزمائش سے نبرد آزما تھے کہ 25 تاریخ کو آنچل نے گیارہ بارہ کے درمیان ہمارے گھر میں انٹری دی۔ موسم کی سختی بھی غائب ہوتی محسوس ہوئی اب آپ سے کیا پوشیدہ رہیں جناب آپ ٹھہرے اپنے ہارٹ گیٹ چلو راز زبان پر لے لی آئیں اس کمزوری بندی کو سحری بند ہونے کے تھوڑی دیر بعد ہی روزہ قبل ہونا شروع ہو جاتا ہے اور بارہ بجے تک بس جی اب حال کیا بتائیں۔ سرورق ماڈل شیرہ خان کا تو پتا ہی

نہیں لگا یہ ماڈل میک اپ تھا یا برا اینڈل یا پارٹی۔ جناب کبھی مابدولت سے کوئی ماڈل تیار کروائیں پھر دیکھیں یا پھر مابدولت کی ہی تصویر سرورق کی زینت بنا میں اور پائیں آنچل کی مزید کامیابی اور ڈھیروں پرافٹ (آہم)۔ مشہور نعت و حمد لکھاری حضرات بہزاد لکھنوی اور عبدالستار نیازی کی قلم سے نکلتے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عقیدت کے نذرانے ہمارے قلب و روح میں ایک مقدس سا احساس بھر گیا، آنچل لائسنز۔ سرگوشیاں قیصر آئی نے چپکے سے پیار سے ایک اہم بات بتائی اقرأ صغیر احمد آ رہی ہیں نئے سلسلہ وار ناول کے ساتھ موسٹ ویکم اقرأ جی۔ اس ماہ کے ستارے پر نظر ثانی کی بڑی بڑی رائٹرز اپنی مختصر تحریر کے ساتھ جلوہ گر تھیں۔ درجواب آں پر پڑھ کر شکوہ نگاہ ڈالتے ہوئے دانش کدہ میں قدم رنج فرمایا۔ ایک صفحہ پڑھا بس ”ہمارا آنچل“ میں نبیلہ اسلم گڑیا صرف 13 سال کی عمر میں اتنی پیاری باتیں اچھا لگا تمہارے بارے میں جان کر۔ سدرہ احسان لیسری کنول اور احتل الحفیظ بہت اچھا لگا آپ کے بارے میں پڑھ کر۔ عید سروے کے سوالات ایسے تھے جناب کیا کہیں نائلس جی ابھی تنہا لائف کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ ناولز سلسلے وار ”موم کی محبت“ زبیا کا دکھ چھٹم تم کر گیا۔ صفر تم نے بالکل اچھا نہیں کیا شرمین کی آزمائش اور عارض کے دل کے ہاتھوں خواری کہانی دلچسپ تاثر قائم کیے ہوئے ہے۔ ”شب ہجر کی پہلی بارش“ دل نے قیاس ذہن پر سر تسلیم خم کیا کہ سدید کو کچھ نہیں ہوگا وہ یقیناً فاطمہ کا نصیب ہوگا۔ مریرہ اور زویار کاملن تو گمان سے پرے کی بات تھی۔ بس شہزاد اور عبدالہادی کی نگر شروع صیام اور درکنون کی کمی شدت سے محسوس ہوئی۔ مکمل ناول ”سانسوں کی مالا“ اقرأ جی ویل ڈن حسب منشاء حسب توقع اینڈ کیا بس ایک صفحہ باقی رہی برائی کا انجام برا، وردہ معاشرے کا ناسور..... ماں باپ کی غلط تربیت کا منہ بولتا ثبوت ہمیں تو جنت کی معصومیت نے جکڑے رکھا۔ شازیہ مصطفیٰ (نام ہی کافی ہے) ”زندگی پھولوں کی عید“ بیسٹ تحریر تھی۔ وہاج کی منطق پر ہنسی آئی ایسا لگا جیسے شاہ خاور کو سرمستی بدلی نے ڈھانپ کر خوشگوار سا تاثر روح میں اتارا ہو۔ ”میری عید بھی تم ہو“ نائلہ طارق روح افزا تحریر ٹھنڈک کا احساس جگاتی۔ تایا کا روایتی رویہ ہر بار کی طرح نئے سرے سے دکھ سے دوچار کر گیا۔ تہام اور ساریقہ کے ٹوٹ رشتے پر فخر سا ہوا۔ سن کا انجام تو برا ہوتا تھا اسٹوڈنٹ۔ ”ف سے فیس بک“ اور اب ”ع سے عید“ ملکہ نور جہاں اور چچی ترنم کی اسٹوری ابھی پڑھی نہیں (کیا کریں امی کی ڈانٹ کے روزے کا ٹائم انہیں پڑھ پڑھ کر ہی پورا کرنا ہے)۔ ”چراغ خانہ“ معذرت رفعت جی پرائنڈ میں دانیال کے پاس مشہود کی کال کا آنا ہمیں پتال ہی گیا دیکھا آئی ایم اسمارٹ گرل۔ ناولٹ ”خالی ہاتھ“ صدف آپی کشوی کا انجام بالکل ٹھیک کیا ایشل معصوم تھی مگر بے وقوف نہیں۔ کشوی نے اپنی کینہ پروری اور آور کا نفیڈنس کے ہاتھوں دوست کے ساتھ ساتھ اپنی محبت بھی گنوا دی ہاتھ کیا آیا؟ ”چاند سے چاند تک“ دلکش پیرائے میں لینی نادیہ احمد کی سادہ پڑاؤ تحریر اقرأ کی ذرا سی کھلندری حرکت کسی کے دل میں شک کا بیج ڈال گئی۔ خیر اقرأ اور اسفند کی مگر مزادے گئی۔ افسانے انداز آسارے ہی اچھے ہوں گے رائٹرز کے اپنے اسم گرامی کی مانند پر جی اس ٹائم تک آنچل کی جنونی قاری نے صرف ”گروپ اسٹڈی“ پڑھا کیا حقیقت پر مبنی تحریر نئی نسل بے جا آزادی ماں کی ناکارہ تربیت کا چلتا پھرتا اشتہار تھی۔ میں اس چھ افراد پر مبنی گروپ کو تصور وار نہیں مانتی۔ یونیورسٹیز کے سربراہ (جو کہ اسٹڈی کے بغیر مردوزن کی تفریق کے گروپس بناتی ہیں) یا والدین ایشل ماں (جو کہ بیٹی کی بے جا حمایت میں بولتی ہے اور ماڈ دور کے تقاضے کے پیش نظر غافل رہتی ہے) پھر ایسی غفلت کا ایسا انجام ہونا تھا مہر و جیسا۔ پاکستانی یونیورسٹیز کا بھی کیا تصور کہ مقابلہ فارن یونیورسٹیز سے ہے خیر یہ تو تمام دنیا کی یونیورسٹیز کی کہانی ہے بس جی مضطرب قلب پر سکون پرور چھیننے پھینکنے ”ہم سے پوچھئے“ میں شاملیہ جی کے جوابات نے آئینہ میں تو ہماری کمی شہلا آپی نے محسوس ہی نہیں کی ہاں بھی ان کی محفل تو عروج پر تھی۔ طیبہ نذیر کوثر خالد ارم



## پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابراراجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	ممتاز مفتی
نگہت عبداللہ	سباس گل	عنیزہ سید	مستنصر حسین
رضیہ بٹ	زُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیم الحق
رفعت سراج	اُمِ ہریم	نایاب جیلانی	ایم اے راحت

## پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ،  
حناء ڈائجسٹ، ردا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سپنس ڈائجسٹ، جاسوسی ڈائجسٹ،  
سرگزشت ڈائجسٹ، نئے آفاق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

## پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی،

جاسوسی دنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

کمال اور افشاں علی چھائی ہوئی تھیں۔ دوست کا پیغام آئے میں اپنا نام دیکھ کر افطاری میں ٹھنڈا ٹھار مشروب خشک حلق میں اترنے کا سا احساس روح میں اترتا چلا گیا اور خوشی ہوئی کرن ملک کی طرف سے دو مبارک باد ملنے پر اگر ایک اور اہم بات بتا دوں تو سوئی تم اپنی شمع کو تیسری مبارک بھی دوگی وہ بھی زور و شور اور بہت خوش ہو کر نہیں جی ابھی پردہ داری ہے۔ نیرنگ خیال میں تو یہ اطہر عرشہ ہاشمی اور کوثر ناز کی شاعری بیٹھی تھی۔ عید نمبر میں مقابلے کے بارے میں جان کر اچھا لگا اب دین اپنی شمع کو اجازت اللہ حافظ۔

☆ شمع! آپ کو ہم نے یاد رکھا۔ آپ کی نگارشات دیر سے وصول ہوئیں۔

سدرہ راؤ..... دنیاپور، ای میل۔ ڈیرہ برہہ جی السلام علیکم! اس بار مجھے آچل کا بے چینی سے انتظار تھا وجہ تو آپ سمجھ ہی گئی ہوں کی ظاہر ہے عید نمبر جو تھا بڑے دھوم دھڑکے کے بعد آخر آچل مجھ تک پہنچ ہی گیا۔ ٹائٹل بہت ہی پیارا پیارا لگا۔ اس کے بعد عید سروے پر بے چینی سے نگاہ دوڑائی ساری پسندیدہ لکھاریوں کے عید کا احوال پڑھ کر دل خوش ہو گیا۔ بہتر لکھنوی کی حمد عقیدت سے پڑھی۔ سرگوشیاں پڑھ کر سوچنے پر مجبور ہوئی واقعی اس دور میں صلہ رحمی کی ضرورت ہے۔ سلسلے وار ناول میں دونوں نام معتبر مگر نازیہ کے ناول میں کچھ پھیکا پن آ گیا ہے۔ ”چراغ خانہ“ بھی اچھے انداز میں روشنی پھیلا رہا ہے۔ ”ع سے عید“ فاخرہ گل کا مزاج سے بھر پور انداز ہا ہا۔ نازیکہ طارق کا لکھنے کا انداز ہمیشہ جداگانہ سا لگتا ہے اس بار ”میری عید بھی تم“ مزہ دے گیا۔ رفاقت جاوید کی تحریر ٹھیک ہی تھی اس کے بعد ”خالی ہاتھ“ پڑھا صدف آصف کا نام ہوا اور کہانی اچھی نہ ہو تو ناممکن بات ہے۔ بہت ہی شاندار ناولٹ دل کو چھوتے ہوئے ہلکے پھلکے سے مکالمے اور سبق دیتا ہوا اینڈ اتنی اعلیٰ تحریر پر مصنفہ کو مبارک باد پیش کر دیجیے گا۔ شازیہ مصطفیٰ کا لکھنے کا خاص انداز ”زندگی پھولوں کی عید“ سے بھی چھلک رہا تھا۔ بہترین اسلوب میں لکھی گئی تحریر۔ ”چاند سے چاند تک“ نادیہ احمد کی تحریر پڑھ کر منہ سے ایک لفظ نکلا جواب۔ حیا بخاری نے بھی اچھے انداز میں عید کی ترجمانی کی۔ ندا حسنین بہت ہی پیارے انداز میں لکھتی ہیں۔ ”تیرے سنگ پیا“ بہت ہی شاندار افسانہ۔ کائنات غزل نے بھی جدائی اور ملن کے لمحات کو اچھے انداز میں لکھا۔ بانی پورا ڈائجسٹ پڑھ نہیں پائی اتنے پر ہی اجازت طلب کرتی ہوں۔

کوثر ناز..... حیدرآباد، ای میل۔ دل کی تمام تر گہرائیوں کے ساتھ آچل مگر کے باسیوں کو سلام محبت اور عید کی ڈھیر ساری مبارکباد۔ آچل کے آئینہ میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں آپنی جلدی سے خوش آمدید کہہ دیں۔ جولائی کا شمارہ ہمارے ہاتھ میں ہے۔ جی تو سب سے پہلے بات ہو جائے سرورق کی بے حد نفیس اور خوب صورت سا سرورق بہت پسند آیا اس بار آچل کو لے کر کچھ زیادہ ہی جذباتی تھے کیونکہ سعیدہ آپانے پہلے سے کہانیوں کے ٹائٹلز دکھا کر ہی دل دھڑکا دیا تھا یوں جب عید کی شاپنگ کے لیے گئے تو چیکے سے آچل لے کر شاپنگ بیگ میں ڈال لیا یوں قدرے پرسکون ہوئے اور ماما کے ساتھ شاپنگ کرنے لگے گھر آ کر اطمینان سے دیکھا اور اگلے دن سے پڑھنا شروع کیا سب سے پہلے نادیہ کی تحریر پڑھی آخر زیادہ جلدی انہی کی تحریر پڑھنے کی تھی اور ہوتی بھی کیسے نہ کہ نادیہ کو پڑھنے کے لیے میں ہمیشہ تیار رہتی ہوں نادیہ سے جو لگاؤ ہے ویسا ہی کچھ اس کی تحریر سے بھی ہے۔ ”چاند سے چاند تک“ بہت خوب صورت تحریر۔ لہجے میں تلخیوں کو سمونے لوگوں کے رویوں سے بیزار ماں کا خیال رکھتی سمجھ دار اور بھی ہوئی سی اقرأ کی کہانی جو باہر کے شہزادے کے اپنے گھر میں آنے سے پہلے پرسکون زندگی گزار رہی ہوتی ہے اس کی زندگی اس کی امی دوست اور پڑھائی تک محدود ہوتی ہے سادہ مگر خوب صورت سی اقرأ کی دلچسپیاں ہم عمر لڑکیوں سے قدرے مختلف صرف گھر تک محدود تھی جہاں اس کی ماں تھی جو اس کے بچپن سے اب تک ساری محنت

اسی کے لیے کرتی آ رہی تھی مگر پھر ایک شہزادے کی آمد کے ساتھ ہی زندگی میں ہلچل برپا ہو گئی کہ شہزادہ دل کا مین بننے جا رہا ہو تو بنا آہٹوں کے کچھ بھی ہو جائے قطعاً ممکن نہیں مگر اقرأ کے لہجے کی تلخیاں اس قدر تک گاہے بگاہے پہنچتی رہی جن کا اس قدر پر کم ہی اثر ہوتا مگر پھر جس چیز کا اثر ہوا وہ یہ بتانے کو کافی تھا کہ محبت کا شعلہ کہیں بھڑک رہا ہے۔ اپنی دوست سے وقت بے وقت فون پر لگے رہنے کی عادت سے امی کو پریشانی تھی اور اسی کے پیش نظر رات کو آنے والی دوست کی کال پر وہ اٹھی صحن میں گھومتی بات کرتی قہقہہ لگاتی اور پھر معنی خیزی گفتگو اس قدر کو شہہ دینے کو کافی ثابت ہوئی پھر کیا.....؟ صد شکر ایک اور کہانی اچھے انجام کو پہنچی۔ پختہ اسلوب لیے نادیہ احمد کی کچھ سنجیدہ کچھ رنجیدہ اور آخر میں آسودگی دیتی تحریر دل میں گھر گئی کہ بھی راستہ خود ہمارے دل کی کمین سے چاہے کرایہ دار ہی ہو۔ سمجھیں نہ یہاں بھی کسی مالک مکان نے آنا ہے (شرارت بھری بات) پھر ہم پہنچے ندا حسنین کی کہانی پر وہ کم تھوڑی نہ ہیں۔ ”تیرے سنگ پیا“ ندا کا شوخ و چٹیل سا افسانہ شروعات سے ہی بہت لذت بخش خورے جیسا لگا نئی نئی شادی اس پر نئی نئی محبتوں کا نزول بہت بھلا لگا اور واقعی نکاح کے لفظوں میں جو تاثیر ہے وہ کہاں کسی اور بندھن میں ہوگی۔ شوخ و چٹیل سب کا خیال کرتی ”شاپنگ کی والدہ“ ارسل کو صبر کے امتحان میں ڈالتی ”معصوم سی سویرا“ سیدھی دل میں اتر گئی۔ خالص خواتین والے شوق اور کام شاپنگ کیسے اتنی جلدی کر لے نیوورائی کہیں نکل گئی تو سویرا کی عید کیسے ہوگی اور اس پر سویرا کی اس عادت کو جھیلتا ارسل بے چارہ کتنا شریف سا لگا مجھے تو اس معصوم پر ترس بھی آیا جو کچھ کہتا ہی نہیں تھا مگر اسے احساس دلوانے کا مصمم ارادہ کر چکا تھا۔ مگر ایچ میرج میں شامل ہونے والی محبت میں پہلی ناراضگی کا تڑکا ارسل کے خالی ہاتھ اسلام آباد سے لوٹ آنے نے لگایا اور کیا ہی خوب تڑکا لگایا کہ ہمارے چہرے پر اچھی خاصی مسکان بکھیر دی خصوصاً اس شعر نے کہ

وہ کہیں بھی گیا لوٹا تو خالی ہاتھ آیا  
بس یہی بات ہے بری میرے ہر جانی کی

مگر نازیہ بیباکتا بھی اناڑی نہ تھا آن لائن شاپنگ سے اپنا وقت اور پیسے دونوں بچا کر چاند رات کو بیگم کو خوش بھی کر چکا تھا پھر رات کو چوڑیاں بہنے وہ ارسل کے ساتھ نکلی تو ارسل اسے گھماتا ہوا ساحل سمندر پر لے آیا جہاں جا کر دل کسی اور ہی امنگ میں جھکولے کھار ہا ہوتا ہے اور محبوب من ساتھ ہو تو محبت اپنی جو بن پر ہوتی ہے یوں سویرا کا ہاتھ تھام کر چلتے ہوئے ارسل نے اسے ایک اور تحفہ دیتے ہوئے اقرار کیا کہ پیا اسلام آباد گیا تو خالی ہاتھ نہیں لوٹا تھا اس کے ہاتھ میں کنگن پہنا تا وہ اسے ایک اور سر پر اند دیتا اس کی عید کی خوشیاں دو بالا کر چکا تھا۔ ساتھ ہی میرا بھی دن شاندار کر دیا ایک بہت اچھی تحریر دے کر ندا بہت اچھی تحریر بھی اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ ندا کے بعد جلدی سے پہنچے ہماری پھولوں جیسی صدف آپنی کی کہانی پر ”خالی ہاتھ“ صدف آصف کی ایسی تحریر جس نے شروعات سے ہی ہمیں جگڑا تو درمیان میں کئی طرح سے بھی سانس اٹکانے تو کبھی کچھ سکون بھی میسر آیا اور آخر میں ہونق چھوڑ دیا۔ ابان علی آئیڈیل لڑکی کا متلاشی جس کی تلاش شروعات میں ہی اختتامی مراحل میں تھی۔ وجاہت کا پیکر کہ جسے دیکھ کر ہماری گلابو کا دل پہلی نظر میں ہی اس کا اسیر ہو گیا اور دو بولتی آنکھوں نے اس کا پیچھا جاری رکھا۔ ایشل جو ابان کو پھولوں کی نمائش میں ملی تو گلابو کا لقب پا گئی۔ معصوم سی پری پیکر چہرے والی زمانے کی چلا کیوں سے دور پرے کھڑی اپنی دوست اور کزن کشوی برکمل بھروسہ کرتی ہوئی۔ کشوی اور کافینڈینٹ جلد باز اور بلا کی افلاطونی جو اپنی ہی زبان کی تیزی لگی بنا پر اپنا مستقبل تباہ کر بیٹھی۔ گھر واپسی پر جب ابان بھابی کورشتے کے لیے انکار کرتا ہے تو ہماری سانسیں اٹک سی جاتی ہیں کہ یہ بے وقوف کہیں منع ہی نہ کر دے مگر صد شکر بھابی بہت سمجھ دار تھی بھلا پھسلا کر دکھادی تصویر اور

## ماہ سے پوچھتے

### شماثلہ کاشف

سونی علی..... ریشم گلی مورو

س: آپنی! ہر لڑکی کہتی ہے مردوں پر اعتبار مت کرنا پھر خود کیوں نہیں کرتی؟

ج: اسے خود پر بھی اعتبار نہیں ہوتا کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا۔

س: آپنی سنا ہے نیک کو نیک اور بد کو بد مسافر ملے گا مگر پھر ایسا ہوتا کیوں نہیں نیک عورتوں کو نیک کیوں نہیں ملتا وہی دو نمبر.....

ج: پہلے تم خود تو نیک بی بی بن جاؤ پھر ایسی آرزو کرنا۔ ایس چلیلی..... نور پور ٹمن

س: اگر کوئی کبھی آنکھوں میں دھول جھونک دے تو؟

ج: تو اس قدر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مت دیکھا کرو دوسروں کو۔

س: رشتوں کی رتی اب کمزور کیوں ہونے لگی ہے؟

ج: کیونکہ انہوں نے تمہیں عیدی دینے سے انکار جو کر دیا ہے۔

س: جب اپنے اعتماد توڑیں تو.....؟

ج: ان کا سر توڑ دوں یہی کرتا ہے ناں تمہارا دل۔

س: پہلے آتی تھی حال دل پہ ہنسی اور اب؟

ج: اب یہ اسی ہنسی کا نتیجہ ہے کہ تمہارے سارے دانت چوہا لے گیا لو اب ہنس کر دکھاؤ۔

س: میری طرف سے آپ کو رمضان اور عید کی مبارک باد۔

ج: خیر مبارک اب جلدی سے عیدی بھی نکال دو۔

س: آپنی آپ نے کچھلی عید پہ کہا تھا کہ اگلی عید پہ عیدی دوں گی تو پھر میری عیدی.....؟

ج: ہاں تو اگلی عید پہ آ جانا بطور عیدی دل گردے سب

میں گے وہ بھی بکرے کے۔

س: آپنی اس عید پہ میں آپ کی دعوت کر رہی ہوں اپنے خوب صورت ہاتھوں سے کھانا پکاؤں گی ایشل والا آپ ضرور آئیے گا (بمعہ گفت)۔

ج: پہلے تم کھانا پکانا تو سیکھ لو اس کے بعد اپنی باتوں سے دوسروں کو بنانا۔

ارم کمال..... فیصل آباد

س: جلدی سے بتائیں محبت + محبت + نخرے کیا حاصل ہوا؟

ج: ایک عدد نخرے ملی محبوب۔

س: جاندنی میں نہائی سنہری شامیں برنگ کے پیڑ تلے جھولا اور تم جھم جھم ہارن کس کی یاد دلاتی ہیں؟

ج: یاد تو بہت کچھ آتا ہے لیکن ساس نندوں کی جلی کٹی بھی یاد کروور نہ سب سننے کو ملیں گی۔

س: آنے سے اس کے آئے بہار جانے سے اس کے جانے بہار بھلا کس کے؟

ج: یہ حسن یہ جمال دکھا سکتے ہیں صرف مسٹر کمال وہ بھی پورے جلال سے۔

فوزیہ سلطانہ..... تو نسہ شریف

س: شماٹلا نئی کیسی ہیں؟ (گاندہ جھٹکا)۔

ج: بارہ من کی دھو بن تمہارے قدم رکھتے ہی جھٹکے لگنے شروع ہو گئے تھے۔

عظمتی شفیق..... جڑا نوالہ

س: آپنی کیسی ہیں؟ پہلی بار شرکت کی ہے کیا کہیں گی؟

ج: خوش آمدید عید مبارک۔

س: مجھے روتے ہوئے ہنسی اور ہنستے ہوئے رونا کیوں آتا ہے؟

ج: تمہیں روتے ہوئے اپنی میرا میوں جیسی آواز پر ہنسی آ جاتی ہے اور ہنستے ہوئے اپنی تپتی غائب دیکھ کر پھر سے رونا آ جاتا ہے۔

س: جس بات کو غور سے سنوں وہ بھول جاتی ہے اور جس بات کو بے دھیانی میں سنوں وہ کیوں یاد رہتی ہے؟

ابان کے تو جیسے ہوش ہی اڑ گئے۔ سانس تھی کہ ابھی رکی معجزے کے ہونے پر وہ خدا کے حضور سجدہ ریز ہوا خوشی تھی کہ ٹھکانے لگ ہی نہ رہی تھی۔ وہ فوراً بھاگا بھابی کے پاس اور رشتے کی منظوری دے دی۔ کشوی جو ایشل کی شادی سے ناخوش تھی کچھ بہن کے سامنے اپنی اہمیت ثابت کرتی تھی فوراً اسے انکار کا کہہ دیا مگر ماں سے کیسے انکار کرتی ایشل کی ماں نے رشتہ پکا کر دیا یوں کشوی کو سخت طیش آیا اور ابان کی تصویر دیکھ کر فوراً ذہن میں خناس بھر گیا ایشل کو مختلف طریقوں سے بہکانے کی کوشش کی مگر جب ایشل کی شادی روکنے میں ناکام رہی تو دوسری طرح سے اسے درغلانے لگی مگر شکر ایشل نے کشوی کے کہنے پر بیوقوفی نہ کی کچھ ابان کی اچھی اور آئیڈیل فیملی کا بھی ہاتھ تھا کہ ایشل کی سوچ کو غلط سمت جانے ہی نہ دیا ساتھ ہی ابان کی محبت نے اچھا خاصا اثر ڈالا تھا کہ ایشل ان کی فیملی میں مکمل طور پر شامل ہو گئی پھر باری جب کشوی کی آئی جو ایشل کے بھائی کو دل ہی دل میں بے پناہ جاہتی تھی ایسے میں ایشل کسی بھی ایسی لڑکی کو کیسے بھابی بنا کر اپنی ماں کا سکون برباد کر سکتی تھی جس کے نادر خیالات کو اگر عملی جامہ پہنا کر وہ ابان کے گھر رہتی تو وہ یقیناً اپنا سب کچھ کھودیتی۔ کشوی کو اپنے نادر و نایاب خیالات کی بھینٹ خود ہی کو چڑھانا پڑا جب اسی کے مفروضوں کو جواز بنا کر ایشل نے اس کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تو کشوی تہی دامان رہ گئی ساتھ ہی دوست اور بہترین کزن کی بات پر ہونق بھی۔ صدف آپنی بہت بہترین تحریر لیکن دل سخت اداس، کشوی کے ساتھ اتنی سختی دل دکھا گئی معافی تو ہر جگہ موجود ہوتی ہے سو ہم نے من میں یہی سوچا کہ بعد میں معاف کر کے شادی ایشل کے بھائی کے ساتھ کروا دی ہوگی تب کہیں جا کر سکون ملا اچھی کہانی اچھا انداز تحریر۔ بہت اچھی لگی اللہ کرے زور قلم اور زیادہ آئیں۔ شازیہ مصطفیٰ کی "زندگی پھولوں کی عید" بہت بہت بہترین تحریر دل خوش کر دیا شازیہ مصطفیٰ نے۔ حیا بخاری ناملہ طارق نے بھی بہت بہت کمال لکھا بہت سی داد۔ باقی آنچل ابھی زیر مطالعہ ہے لیکن امید واثق ہے کہ وہ بھی بہترین ہی ہوگا خدا تعالیٰ سے اپنے آنچل کے لیے ڈھیر ساری کامیابیوں کی دعائیں اللہ ہم سب کی خوشیوں کے ساتھ وطن عزیز کو سلامت رکھے آمین والسلام۔

سعدیہ عظیم..... بہاولپور۔ السلام علیکم! ڈائجسٹ بہت اچھا تھا تمام اسٹوریز اچھی تھیں اب تو تمام سلسلے وار ناول ختم ہونے والے ہیں اور کچھ ہو بھی گئے ہیں اس کی جگہ تو اب نئے آنے چاہئیں جس کا بے صبری سے انتظار ہے۔

نامعلوم..... گوچر خان، السلام علیکم! میں پہلی دفعہ آنچل میں شرکت کر رہی ہوں حالانکہ پڑھتے ہوئے کئی سال بیت گئے ہیں۔ جھجھا آنچل کے سب سلسلے بہت پسند ہیں۔ نازیہ کنول کا ناول بہترین جا رہا ہے۔

☆ آئندہ اپنے نام کے اور مکمل تبصرے کے ساتھ محفل میں شامل رہیے گا۔

☆ اب اس دعا کے ساتھ رخصت چاہوں گی کہ رب تعالیٰ ہمارے ارض وطن پاکستان کو تاقیامت اپنے حفظ و امان میں سرسبز و شاداب رکھے آمین۔

aayna@aanchal.com.pk

آئینہ 314 اگست 2016ء

ج: ضرور ساس تندوں کی سختی ہوگی جب ہی بھول جاتی ہو۔

کھوکھری والا..... نامعلوم

س: باجی نہیں خالہ چلو آپ بتادیں کیا کہوں؟

ج: پہلے تم بتاؤ کہ میں تمہیں کیا کہوں چنی منی یا پھر چڑیل۔

س: یہ بتائیں کہ سالن میں نمک تیز ہو جائے آنا ڈالتے ہیں اگر آٹے میں نمک تیز ہو جائے تو؟

ج: محفل سے کام لیتے ہیں جو کہ تمہارے پاس ہے ہی نہیں۔

س: آپ کو پتا ہے میں آپ کی محفل میں پہلی دفعہ آئی ہوں؟

ج: اور آخری دفعہ بھی کیونکہ جواب پڑھ کر ہمت جو نہیں ہوگی دوبارہ آنے کی۔

س: آپ..... اتنی..... جملہ مکمل کریں؟

ج: خوب صورت اسپارٹ ڈھین و فٹین ہیں کہ کیا بتاؤں..... یہی کہنا چاہ رہی تھی نا۔

س: اچھا آپ سب کو رمضان المبارک اور عید مبارک۔

ج: آپ کو بھی عید مبارک اب عیدی بھی تو دیں۔

پروین افضل شاہین..... بہاؤنگر

س: میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین نہانے کے اتنے چور کیوں ہیں کیونکہ وہ عید والے دن بھی.....؟

ج: پریشان مت ہو آئندہ عید پر اپنے بکرے کے ساتھ وہ ضرور نہانے کے اب خوش ہو جاؤ۔

س: عید والے دن بھی میرے میاں جانی گھر پر ہی کیوں رہتے ہیں۔ دوستوں کے ساتھ گھومنے کیوں نہیں جاتے؟

ج: آپ کے میکے جانے کے بعد ان کے دوست جو گھر پر آ جاتے ہیں پھر باہر جا کر انہوں نے کبوتر پکڑنے ہیں کیا۔

س: عید پر کب مزا آتا ہے؟

ج: جب میکہ سے ڈھیر ساری عیدی آتی ہے اور سرال والوں کا منہ بن جاتا ہے تب۔

مسرور فاطمہ ہنی..... صوابی کے پی کے

س: آپ اپنی ماہ صیام مبارک ہو۔

ج: رمضان اور عید دونوں مبارک ہو۔

س: آپ جب بھی آپ کی محفل میں آتی ہوں اپنے ساتھ ایک عدد پھول ضرور لاتی ہوں بھئی اس کی کیا وجہ؟

ج: تم دوسروں کے پھول چرا کر اپنا کام چلاتی ہو۔

صائمہ ذوالفقار..... اقبال نگر

س: آپ کی کسی ہیں آپ؟

ج: بہت خوب صورت ڈھین اور زندہ دل اب میری تعریف میں اپنے منہ کے زاویے مت رگازو۔

س: عقل بھی نقل کے ذریعے مل جاتی ہے؟

ج: کاش تمہیں مل جاتی۔

س: آپ کی آپ کے حسن کارا کیا ہے؟

ج: سب بتا دوں آئی تاکہ آپ بھی میری طرح خوب صورت ہو جائیں۔

س: زندگی زندہ دلی کا نام ہے اگر آپ شاعر ہوتی تو زندگی کے بارے میں کیا کہتیں؟

ج: اگر شاعر ہوتی تو کچھ کہتی ابھی تو یہ سوچتی ہوں کہ میں شاعر کیوں نہیں۔

س: ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں اور آپ کے آگے.....؟

ج: سوالوں کی بھرمار اور بھی.....

اقراء مسرت اتو..... تلہ گنگ

س: آپ جانو! مجھ سے دوستی کریں گی پلیز.....

ج: ضرور کروں گی یہ بتاؤ گفت کیا دوگی۔

س: آپ کی آپ اور میں اتنی خوب صورت کیوں ہیں؟

ج: میری تو سمجھ میں آتی ہے تم نے لگتا ہے آئینہ نہیں دیکھا۔

شازیہ اختر شازی..... نوز پور

س: آپ کی میں آپ سے بہت ناراض ہوں بھلا کیوں؟

WWW.PAKSOCIETY.COM

ج: میں نے اپنی عیدی میں سے تمہیں ادھار جو نہیں دیا۔

س: آپ! 6 جون کو میری سالگرہ ہے کیا گفت دیں گی؟

ج: پھیکے منہ مبارک باذ قبول کرو گجوس۔

س: آپ کی میری طرف سے بہت بہت عید مبارک ہو۔

ج: تمہیں بھی عید مبارک۔

س: ارے آپ نے یہ اتنا بڑا چشمہ کیوں لگا رکھا ہے؟

ج: کیونکہ تم چھوٹی سی نظر جو نہیں آ رہیں بس چنگھاڑتی ہوئی آواز آ رہی ہے۔

رقیہ اصغر..... میلیسی

س: پیاری شائل! پہلی بار آپ کی محفل میں حاضر ہوئی ہوں کیا جگہ ملے گی؟

ج: جگہ بھی تو تمہیں تمہارے حساب سے دینی پڑے گی کافی لمبی چوڑی.....

س: جب ہم نے کیا بھروسہ تو روایت ہی بدل گئی وجہ پلیز بتائیے؟

ج: اب تم بھی بدل جاؤ اور کسی مشاعرے میں جاؤ شاباش۔

س: آپ کی پہلی بار آئی ہوں اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت کیجئے گا۔

ج: سدا مسکراؤ خوش رہو آ باد رہو۔

سلمیٰ فہیم گل..... کراچی

س: پہچانا یا بھول گئیں؟

ج: تمہیں اتنا پہچان لیا ہے کہ بھول کر بھول بھی نہیں سکتی۔

س: اگست کا مہینہ ہے کہیں گہما گہمی دکھائی نہیں دیتی آپ کو کیا لگتا ہے وقت کی رفتار نے لوگوں کے دلوں کے اندر سے پھوٹی وطن کی محبت کو سلا دیا ہے یا پھر خون کی مستقل ہولی نے محبت وطن کے نہاں خانوں میں چھپا دیا ہے؟

ج: تم شادی سے پہلے تک تو اتنی سنجیدہ نہیں تھیں لگتا ہے ساس کی صحبت کا اثر ہو گیا ہے۔

طلیبہ نذیر..... شادیوال گجرات

س: کیسی زندگی گزر رہی ہے آپ کی؟

ج: عید تو میری اچھی ہی گزری لیکن پھر تم سے ملاقات ہو گئی اور زندگی بے کار ہو گئی۔

س: زندگی میں اتنی مجبور ہو جاؤں گی کبھی سوچا نہ تھا؟

ج: بشکر تم نے مانا تو کہ تم سوچتی نہیں ہو۔

س: اس دنیا میں ہر ایک کو اپنی پڑی ہوئی ہے کوئی کسی کا خیال کیوں نہیں کرتا (میں تو کرنی ہو)؟

ج: اپنا ناں..... اس لیے تو ہر ایک سے جلتی ہو۔

س: اتنی ٹوٹی ہوں کہ چھونے سے کھڑ جاؤں گی؟

ج: پٹلی استعمال کرو ٹوٹی ہوئی چیزیں جوڑنے کے کام آتی ہے۔

حافظہ کبیرا..... 1113 این بی

س: آپ! شوہر حضرات بیوی کو ہمیشہ غلام کے روپ میں ہی کیوں دیکھنا چاہتے ہیں؟

ج: کیونکہ بیوی بھی ان کو اسی روپ میں دیکھنا چاہتی ہے اب کیا کہیں دونوں ہی بے چارے ہیں۔

س: انسان ازل سے ناشکرا کیوں ہے؟

ج: یہ سوال تو آپ خود سے پوچھیں اور جواب سب کو دیں تاکہ ہم تو شکر کریں۔



اقرا گجرات سے لکھتی ہیں کہ میرا ماہانہ نظام خراب ہے اور سیلان کی بھی شکایت ہے۔

محترمہ آپ 30-PULSATILLA کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

فرزین سلوانوالی سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ 30-GRAPHITES کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور 200-RHUSTOX کے پانچ قطرے

آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار پیا کریں۔ عبدالہادی میانوالی سے لکھتے ہیں کہ میری زبان میں لکنت ہے الفاظ صحیح ادا نہیں ہوتے برائے مہربانی کوئی حل تجویز کیجیے۔

محترمہ آپ 30-STRAMONIUM کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

عرفان علی کی بہن لکھتی ہیں کہ میرا ماہانہ نظام خراب ہے، چہرے پر فالٹو بال بھی ہیں اور ٹھوڑی کے نیچے زیادہ سخت بال ہیں میں غیر شادی شدہ ہوں اور جسم پر بھی بال بڑھتے جارہے ہیں اور چہرے پر جھائیاں بھی ہیں اور میری ٹانگیں بھی شدید درد کرتی ہیں اس کا علاج بتادیں، میرے بھائی کے بال بہت تیزی سے گر رہے ہیں اب گنجان ہوتا جا رہا ہے عمر اس کی 27 سال ہے۔

محترمہ آپ 3X-OLIUMJAC کی ایک ایک گولی تینوں وقت کھانے سے پہلے کھایا کریں اور SENECIO 30-AURIUS کے پانچ قطرے کھانے کے آدھے گھنٹے بعد لیا کریں اس کے علاوہ APHRODITE کے لیے

900 روپے اور HAIR GROWER کے لیے 700 روپے کل مبلغ 1600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام

تے پر ارسال فرمائیں، یہ دوائیں ایک ہفتے کے اندر آپ کے گھر پہنچ جائیں گی۔

ماہ نازنوبہ فیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ ہم ایفروڈائٹ استعمال کرنا چاہتے ہیں اس کے استعمال کا طریقہ بتادیں اس کے لیے پہلے بال صاف کیے جائیں لوشن وغیرہ سے کر سکتے ہیں، اس کے علاوہ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میری ٹانگیں بازو اور

چہرہ وغیرہ دبا پتلا ہے جبکہ چہرے اور ٹانگوں کے درمیان والا حصہ پیٹ، کولہبے، کمر اور بریسٹ وغیرہ کافی بھاری ہو گئے ہیں تو کیا اس کے علاوہ فائیکولا کا استعمال مناسب رہے گا اور کیا ایفروڈائٹ بچوں کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔

محترمہ آپ Q-PHYTOLACCA BARRY کا استعمال جاری رکھیں ایفروڈائٹ کے استعمال کا طریقہ بوتل پر لکھا ہوتا ہے چھوٹے بچوں کو استعمال نہ کرائیں۔

لائب مراد محترمہ سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر دانے نکلے تھے دانے تو کچھ ماہ بعد ختم ہو گئے مگر نشان چھوڑ گئے اس کا کوئی مناسب علاج بتائیں۔

محترمہ آپ 30-GRAPHITE کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

بنت ظفر شیخوپورہ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتادیں۔

محترمہ آپ 30-BORAX کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور 30-JABORANDI کے پانچ قطرے رات سوتے وقت پیا کریں پہلی دو اکڑنوں کو بھی استعمال کر سکتی ہیں۔

فیصل اعجاز مظفر گڑھ سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتادیں۔

محترمہ آپ 3X-ACIDPHOS کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور 30-PULSATILLA کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے دیا کریں۔

یشا جنول ملتان سے لکھتی ہیں کہ مجھے ماہانہ نظام کی خرابی ہے، میرا وزن بھی بہت بڑھ گیا ہے 70 کلو اور پیٹ بہت بڑھ گیا ہے، گیس کی بھی شکایت ہے اور میری ٹھوڑی پر بال بھی نکل رہے ہیں جو کہ سخت ہیں کیا یہ ماہانہ نظام کی خرابی کی وجہ

ہے پلیز مجھے ان تمام بیماریوں کا مناسب علاج بتادیں۔

محترمہ آپ 30-PITUITRIN کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں ایفروڈائٹ آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے چہرے کے بال مستقل طور پر ختم ہو جائیں گے۔

موناجیل ملتان سے لکھتی ہیں کہ میرے بال بہت کمزور ہیں اور گرتے بہت ہیں کیا میں آپ کا ہیئر گروور استعمال کر سکتی ہوں اور آٹل کے ساتھ کوئی میڈیسن بھی بتادیں تاکہ بالوں کی جڑیں مضبوط ہو جائیں اور بال گرنا بند ہو جائیں میرا

دوسرا مسئلہ میرے چہرے پر بلیک ہیڈ ہیں پلیز ان کا کوئی مناسب حل بتائیں۔

محترمہ آپ 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں ہیئر گروور آپ کے گھر پہنچ جائے گا تمیں، چار بوتل کے استعمال سے آپ کے بالوں کا مسئلہ حل ہو جائے گا اور کسی دوا کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

ماہم نور سہا ہوال سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 20 سال ہے اور میرا قد 5 فٹ ہے برائے مہربانی مجھے مزید قد میں اضافے کے لیے کوئی میڈیسن تجویز کر دیں میرا دوسرا مسئلہ نسوانی حسن کا ہے مہربانی فرما کر مجھے کوئی اچھی سی دوا تجویز کر دیں اور یہ بھی بتادیں کہ یہ دوا کہاں سے ملے گی۔

محترمہ آپ Q-SABAL SERULATTA کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں یہ دوا کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے جرمنی کے بنے ہوئے خرید لیں اس کے علاوہ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں، BREAST BEAUTY آپ کے گھر پہنچ جائے گا دونوں چیزوں کے استعمال سے قدرتی حسن بحال ہوگا، تیس سال کی عمر کے بعد قد نہیں بڑھ سکتا اس کے لیے

سولہ ہتر سال کی عمر میں توجہ دینی چاہیے۔

نجل ملک لودھراں سے لکھتی ہیں کہ میرے دو مسئلے ہیں پہلا یہ میرا چہرہ بہت خراب ہو رہا ہے دانے نکلتے ہیں داغ چھوڑ جاتے ہیں اور گڑھے ہو جاتے ہیں پلیز کوئی ایسی دوا بتائیں جس سے داغ اور گڑھے ختم ہو جائیں مجھے یہ سب معدے کی پرالیم کی وجہ سے ہے میرا معدہ ٹھیک نہیں رہتا اب جھائیاں

بھی ہورہی ہیں ماہانہ نظام ٹھیک نام پر نہیں آتے کافی دن اوپر ہو جاتے ہیں اور تیسرا مسئلہ میری باجی کا ہے انہیں مینے میں دو بار ماہوار آتی ہے ان کی عمر 40 سال ہے اور آپی کا یہ مسئلہ شروع سے ہے کافی علاج کرایا وقتی فرق پڑتا ہے دوائی چھوڑو پھر ویسا ہی شروع ہو جاتا ہے اس کا علاج بتادیں ہم آپ کے بے حد مشکور رہیں گے۔

محترمہ آپ 30-GRAPHITES کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت روزانہ پیا کریں اور اپنی بہن کو 30-CINAMOM کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت روزانہ دیں۔ طلعت سلطانہ لاہور سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 47 سال ہے میرا معدہ ٹھیک نہیں رہتا کافی علاج کرایا مگر افاق نہ ہوا کھانا جیسے ہی کھاوں فوراً گیس بدبھسی اچھا رہتا ہے، ڈکاریں آنا شروع ہو جاتی ہیں اس کے علاوہ مجھے یورک ایسڈ بھی تقریباً پندرہ سال سے ہے اس کے لیے میں میڈیسن بھی کھاتی ہوں لیکن فائدہ نہیں ہے سارے جسم میں بہت درد ہوتا ہے خاص کر گھٹنوں میں نماز پڑھنی مشکل ہو جاتی ہے اور میرا وزن بھی بڑھ گیا ہے آپ کی بڑی مہربانی ہوگی میرے ان تمام مسئلوں کے حل بتادیں۔

محترمہ آپ 30-COLCHICUM کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ عندلیب فاریہ ایک سے لکھتی ہیں میرے سر میں خشکی بہت زیادہ ہے جس کی وجہ سے میرے بال بہت گرتے ہیں میں بہت پریشان ہوں لمبے اور گھنے بال تو اب خواب بن کر رہ گئے ہیں برائے مہربانی مجھے کوئی اچھی سی دوا بتادیں۔ میرا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میری عمر 27 سال ہے اور نسوانی حسن نہ ہونے کے برابر ہے چند ماہ بعد میری شادی ہے میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ ہیئر گروور کے لیے مبلغ 700 روپے اور بریسٹ بیوٹی کے لیے 600 روپے مبلغ 1300 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں دونوں دوائیں آپ کے گھر پہنچ جائیں گی۔ احمد علی گوجرانوالہ سے لکھتے ہیں کہ میں بچپن کی غلطیوں کی وجہ سے بہت کمزور ہو گیا ہوں جسمانی کمزوری بھی ہے کچھ ماہ بعد میری شادی ہے مہربانی کر کے مجھے کوئی دوا تجویز فرمادیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں آپ کا مشکور رہوں گا۔

محترم آپ STAPHISAGRIA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

ماثرہ ملک راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ ڈاکٹر صاحب مجھے ایک مسئلہ درپیش ہے جس کی تفصیل میں آپ کو لکھ رہی ہوں میرے چہرے پر بہت موٹے اور سخت بال ہوتے ہیں آہستہ آہستہ سارا چہرہ متاثر ہو رہا ہے۔ میں بہت پریشان ہوں آپ مجھے پلیز اس کا اچھا سا حل بتائیں اور کھانے کی دوا بھی بتائیں۔

محترم آپ OLIUM JAC-3X کی ایک ایک گولی تینوں وقت کھانے سے پہلے لیا کریں اس کے علاوہ مبلغ 900 روپے کا مٹی آرڈر میرے کلینک کے نام سے برار سال فرمائیں، APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ طریقہ استعمال بوتل کے لیبل پر پڑھ کر استعمال کریں۔ تین، چار بوتل کے استعمال سے ان شاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

شائکہ کلیم فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتادیں۔

محترم آپ CHINA-3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور 700 روپے کا مٹی آرڈر میرے کلینک کے نام سے پتے پر ارسال فرمائیں ہمیں گروڈا سے لکھ کر پہنچ جائے گا۔

عائشہ حبیب حیدرآباد سے لکھتی ہیں کہ میری بیٹی جس کی عمر ساڑھے سات سال ہے جو بھی کھانی جیتی ہے اسے کھایا پیا لگتا نہیں کچھ کھاتے ہی فوراً پوٹی کے ذریعے نکلتا ہے جس کی وجہ سے وہ بہت کمزور ہو گئی ہے میں بہت پریشان ہوں مہربانی فرما کر کوئی اچھی سی دوا تجویز کریں جس سے میری بیٹی صحت مند ہو جائے میں آپ کو دعا میں دوں گی۔

محترم آپ ALOES-6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

تنویر احمد سیالکوٹ سے لکھتے ہیں کہ مجھے کھانسی کی شدید شکایت ہے رات کو جس وقت سونے کے لیے بستر پر لیٹواتی کھانسی ہوتی ہے کہ اٹھ کر بیٹھنا پڑتا ہے بہت سے علاج کیے مگر کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

محترم آپ ARSANIC-ALB-30 کے پانچ

قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

خورشید بیگم جہلم سے لکھتی ہیں کہ حق زوجیت ادا کرنے کے وقت شدید تکلیف کا شکار ہوتی ہوں اس کی وجہ سے شوہر بھی ناراض رہتا ہے۔ میری مشکل کا بھی کوئی حل بتائیں۔

محترم آپ ARGENTNIT-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تینوں وقت روزانہ کھانے سے پہلے پیا کریں۔

قیم الدین ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتے ہیں کہ کیا آپ کی ہومیو پیتھی میں برتھ کنٹرول کی کوئی دوا ہے۔

محترم برتھ کنٹرول کے لیے NATRUM MUR-200 کے پانچ قطرے ماہانہ غسل کے دن پھر دوسرے اور تیسرے دن یعنی غسل کے دن سے تین دن برابر عورت کو پلائیں ان شاء اللہ ایک ماہ محفوظ گزرنے کا اس طرح ہر مہینے تین دن یہ دوا استعمال کرائیں۔

بشیر احمد حیدرآباد سے لکھتے ہیں کہ مجھے اچانک کسی دن پیشاب رک جاتا ہے شدید تکلیف ہوتی ہے ہڈی ناف ہم جاتا ہے۔

محترم آپ SABALSERULATTA(Q) کے دس قطرے پیشاب رکنے کی حالت میں ایک گھنٹے بعد استعمال کریں جب پیشاب صاف آنے لگے تو روزانہ تینوں وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔

نیر سلطانہ ملتان سے لکھتی ہیں کہ میرے بریسٹ میں گلٹی ہے درد بہت کرتی ہے مگر بہت دن سے ای ساٹز میں موجود ہے۔ محترم آپ CALCIFLOUR-6X کی چار چار گولی تینوں وقت کھانے سے پہلے کھایا کریں ان شاء اللہ آہستہ آہستہ یہ گلٹی ختم ہو جائے گی دوائیں ہمیشہ جرمنی کی بنی ہوئی استعمال کریں۔

ملاقات اور مٹی آرڈر کرنے کا پتہ۔  
صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے فون نمبر

021-36997059 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان نمبر C-5 کے ڈی اے فلینس فیز 4 شادمان ٹاؤن نمبر 2، بیکٹر 14-

75850 B تارکھ کراچی

خط لکھنے کا پتہ  
آپ کی صحت مہتمماً نچل کراچی پوسٹ بکس 75 کراچی۔

## گامگی باتیں

حننا احمد

### زندگی ایک نعمت ہے

بہت سے لوگ مایوسی کے عالم میں سوچتے ہیں اور بعض لوگ زبان سے بھی یہ بات کہتے پائے جاتے ہیں کہ میں کیوں پیدا ہو گیا، میری زندگی کا کیا فائدہ میں دنیا میں نہ بھی ہوتا تو کیا فرق پڑتا؟ ایسا ہرگز نہ سوچیں، خالق کائنات نے کسی کو بے مقصد پیدا نہیں کیا تاہم بھی وہ مقصد انسان کی سمجھ میں نہیں آتا۔ زندگی کو ہر حال میں ایک نعمت سمجھیں، ہمیشہ سوچیں کہ یہی کیا کم ہے خدا نے آپ کو اس دنیا میں بھیجا ہے پھر یہ توقع رکھیں کہ آنے والا کل نہ جانے آپ کے لیے اپنے دامن میں کیا لے کر آئے والا ہے زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتوں، چھوٹی چھوٹی نعمتوں سے خوشیاں کشید کرنے کی کوشش کریں۔

### آزمائش کو خندہ

#### پیشانی سے برداشت کریں

زندگی میں مزاج کے خلاف کوئی بات ہو جائے، کوئی آزمائش آن بڑے خدا نخواستہ کوئی برا وقت آجائے، کوئی چھوٹا یا بڑا خوشگوار واقعہ پیش آجائے تو صبر و تحمل اور وقار کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیے۔ واویلا کرنے، رونے، سینے یا دنیا کو اپنی دکھ بھری داستان سنانے سے مصیبت کم نہیں ہو جائے گی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کسی کو دکھ درد بتانے سے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔ یہ درست ہے لیکن یہ ضرور دیکھ لیں کہ ہر کوئی اس قابل نہیں ہوتا کہ اسے اپنے دکھ درد میں شریک کیا جائے سب سے اچھی بات یہ ہے کہ اپنا دکھ خود سنبھالنے کی عادت ڈالیں اور اپنے اندر قوت برداشت پیدا کریں۔

اپنے آپ کو ریٹائرڈ نہ سمجھیں اگر آپ کی عمر ایسی ہوئی کہ آپ کسی ملازمت سے ریٹائر ہو گئے ہیں تب بھی خود کو ریٹائر نہ سمجھیں۔ جب تک ہاتھ پاؤں چل رہے ہیں اور ہمت ساتھ دے رہی ہے کچھ نہ کچھ ضرور کرتے رہیں۔ اپنے آپ پر بساط سے زیادہ بوجھ نہ ڈالیں ورنہ آپ چڑچڑے ہو جائیں گے، کوئی بھی

ایسا چھوٹا، موٹا، ہلکا پھلکا کام جو آپ آسانی سے کر سکتے ہوں، ضرور کرتے رہیں۔

اس سے آپ کی زندگی میں خالی پن اور بے زاری نہیں آئے گی۔ زندگی سے آپ کا ایک بامقصد رشتہ جڑا رہے گا، آپ خود کو عضو معطل محسوس نہیں کریں گے، اگر آپ فارغ ہو کر ایک طرف بیٹھ گئے تو نہ صرف آپ کو خود ہی اپنے آپ پر غصا آنے لگے گا بلکہ آپ کے ارد گرد موجود لوگ بھی آپ کی طرف ترحم آمیز نظروں سے دیکھیں گے یا طنزیہ باتیں کر کے آپ کا دل دکھائیں گے۔

### دنیا میں بے شمار مشغلے ہیں

آج کے دور میں بعض انسانوں کی زندگی اتنی مصروف ہو گئی ہے کہ انہیں چوبیس گھنٹے کا دن چھوٹا محسوس ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کو آپ نے دعا کرتے سنا ہوگا کہ کاش! دن اڑتا لیس گھنٹے کا ہوتا جبکہ بعض لوگوں کو آپ نے شکوے کے انداز میں کہتے سنا ہوگا کہ وقت گزارنے نہیں گزرتا، دن کاٹے نہیں کٹتا، اگر آپ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے لیے شب و روز بہت طویل ہیں تو کوئی مشغلہ اختیار کرنے کی کوشش کیجیے، کوئی نہ کوئی مصروفیت تلاش کرنے کی کوشش کیجیے، مصروفیت کے بغیر زندگی کچھ نہیں۔ فارغ لوگ آپ کو مصروف لوگوں سے زیادہ پریشان اور اداس نظر آئیں گے۔

بعض کم مایہ اور تہی دست لوگ یہ کہتے پائے جاتے ہیں کہ جی مشغلے اختیار کرنا تو امیر لوگوں کے چوتھے ہیں، ہم کیا مشغلہ اختیار کر سکتے ہیں ہمیں تو پہلے ہی وال روٹی کے لالے بڑے ہوئے ہیں۔ اگر خدا نخواستہ آپ کے ساتھ یہ صورتحال ہو تو آپ کے لیے تو سب سے بڑی مصروفیت فکر معاش ہی ہو سکتی ہے۔ اگر آپ کسی کام دھندے سے لگے ہوئے ہیں تو شاید آپ کے لیے وہی مصروفیت کافی ہو اور آپ کو تھکا دیتی ہو لیکن اگر آپ کے پاس کچھ وقت بچتا ہے اور آپ خود میں توانائی بھی محسوس کرتے ہیں تو اسے مزید چار پیسے کمانے کی کوشش میں صرف کیجیے لیکن اگر آپ کو یقین ہو چکا ہے کہ اب آپ کو مزید کمانے کا کوئی ذریعہ میسر نہیں آ سکتا تو بھی اپنے فارغ وقت کو ضائع مت کیجیے۔ آپ کو جو بھی کام آتا ہے وہ کسی کے لیے مفت کر دیجیے مثلاً اگر آپ الیکٹریشن ہیں اور جو کام میسر تھا وہ آپ کر چکے ہیں



نہیں۔

اب آپ کے سامنے کوئی کام نہیں ہے تو آس پڑوس والوں سے خود جا کر پوچھ لیجیے کہ انہیں بجلی کا کوئی مسئلہ تو درپیش نہیں؟ جا کر مفت ان کا کام کر دیجیے۔ تھوڑے دن بعد لوگ آپ کو فارغ وقت میں خود بلانا شروع کر دیں گے اور پھر انہیں مفت کام کرانے میں شرم بھی آنے لگے گی۔ وہ خود آپ کو معاوضہ بھی دینے لگیں گے، گلوکاری، پینٹنگ، سلائی یا کوئی بھی اور ایسا کام آپ مشغلے کے طور پر بھی کر سکتے ہیں۔

### رشک نہ کیجیے

اچھی زندگی گزارنے کا سب سے پہلا اصول تو یہ ہے کہ کبھی کسی پر رشک نہ کیجیے۔ حسد سے باز رہنے کی تلقین تو آپ نے بہت سے لوگوں سے سنی ہوگی۔ قصے کہانیوں اور کتابوں میں بھی پڑھی ہوگی، عام طور پر رشک کو کوئی برا جذبہ نہیں سمجھا جاتا لیکن ہمارا آپ کو مشورہ ہے کہ آپ رشک بھی نہ کریں کیونکہ رشک ہی بعض اوقات بڑھتے بڑھتے یا شکل تبدیل کر کے حسد بن جاتا ہے۔ جب آپ کسی پر رشک کرتے ہیں اور آپ کی زندگی میں وہ چیز نہیں آتی جس کی وجہ سے آپ رشک کر رہے ہیں تو رفتہ رفتہ آپ کی زندگی میں ناخوشی آ جاتی ہے۔ اس لیے کسی کی طرف رشک کی نظر سے نہ دیکھیں، آپ جو بھی ہیں، جیسے بھی ہیں اس پر قناعت کریں اور خوش رہیں۔

### اپنی سوچ اور شخصیت کو سنواریں

اپنی سوچوں پر کنٹرول حاصل کرنے کی کوشش کریں، خواہ مخواہ کے مایوس کن خیالات کو دل میں جگہ نہ دیں۔ انسان کی شخصیت رفتہ رفتہ اس کی سوچوں کے مطابق ڈھل جاتی ہے چنانچہ آپ اگر اپنی شخصیت کو سنوارنا چاہتے ہیں تو پہلے اپنی سوچوں کو سنواریں۔ منفی اور مایوس کن خیالات سے چھٹا چھڑانے کی مشق کریں، رفتہ رفتہ آپ اپنی کوشش میں کامیاب ہونے لگیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ اپنی بساط کے مطابق اپنی شخصیت کو بھی سنوارنے کی کوشش کریں۔ اچھے کپڑے پہنیں، صاف ستھرے رہیں، بال بنائیں، آپ ہلکے پھلکے سے ہو جائیں گے۔ آپ خود کو برے حال میں رکھیں گے تو دل خود بخود بوجھل ہو جائے گا۔ (عائشہ سلیم..... کراچی)



### فلاحی کام ضرور کیجیے

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ فلاحی کام آپ بھی کر سکتے ہیں جب آپ کے پاس بہت دولت ہو یا پھر آپ کوئی فلاحی تنظیم بنائیں، فنڈز اکٹھے کریں اور اپنا کوئی پروگرام بنا کر چلیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے ان تمام وسائل کے بغیر بھی آپ فلاحی کام کر سکتے ہیں۔ اگر آپ روزانہ صرف ایک روپیہ بھی کسی مستحق کو دے دیں تو یہ بھی ایک فلاحی کام ہے۔ اگر آپ ہفتے میں صرف ایک بار کسی اسپتال میں جا کر چند مریضوں کی عیادت کر آئیں یا ان کا کوئی چھوٹا موٹا کام کر دیں تو یہ بھی ایک فلاحی کام ہے۔ اگر آپ اپنی گلی میں سے کوئی ایسی چیز ہٹا دیں جو راہ گیروں کے راستے میں رکاوٹ بن رہی ہو تو یہ بھی ایک فلاحی کام اور سماجی خدمات میں سے ہے۔ اگر آپ محلے میں تنہا رہنے والی کسی ایسی خاتون یا مرد کا سودا سلف لادیں جو کسی وجہ سے بازار جانے سے معذور ہو تو یہ بھی ایک سماجی خدمت ہے۔ اگر آپ کسی غریب بچے کو مفت ٹیوشن پڑھادیں تو یہ بھی ایک فلاحی کام ہے۔

کوئی بھی انسان جس کے پاس وسائل کی کمی ہو یا سرے سے اس کے پاس وسائل ہی نہ ہوں وہ بھی کسی نہ کسی سماجی خدمت یا فلاحی کام کی گنجائش ضرور نکال سکتا ہے اور یقین کیجیے نیکی خواہ کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو انسان کو سچی خوشی دیتی ہے اس کی روح کو سرشار کر دیتی ہے۔ اچھی زندگی گزارنے اور خوش رہنے کے لیے کسی کو کچھ دینا، کسی کے لیے کچھ کرنا بہت ضروری ہے۔ اگر آپ کو اللہ نے وسائل دیئے ہوں تب تو یہ کام بہت ہی ضروری ہو جاتا ہے۔ اس کے لیے صرف دل بڑا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے بعد آپ کو جو خوشی حاصل ہوگی اس کا کوئی بدل